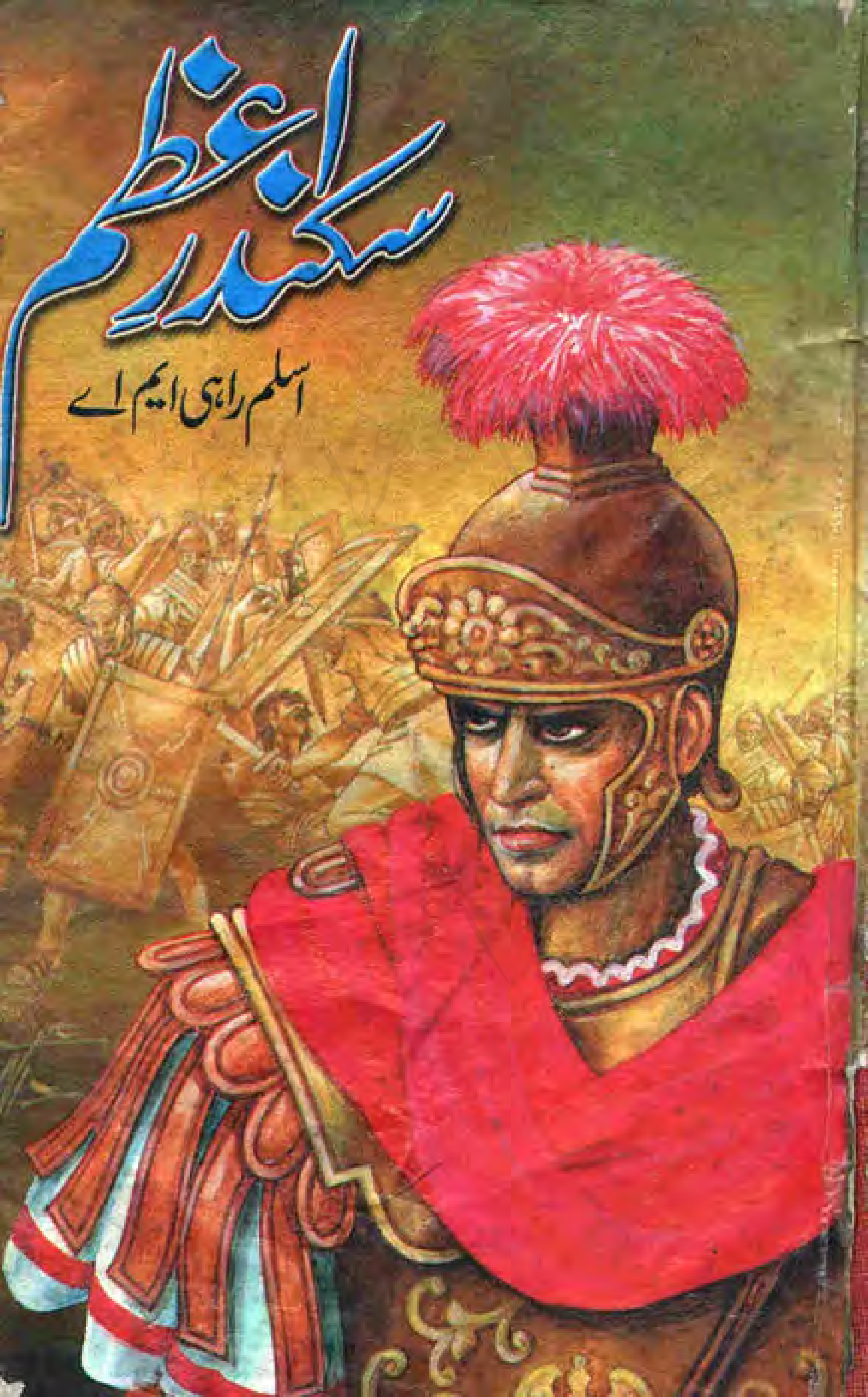
سکندرِ اعظم
اسلم راہی ایم اے

PDF LIBRARY 0333-7412793

سرما کے عروج کا سورج آہستہ آہستہ مشرقی کوہستانی سلسلوں کے پیچھے سے سر کو ابھارتا ہوا طلوع ہوا تھا۔ سورج کی شعاعوں نے زمین کے سینے سے بغلگیر ہوتے ہوئے حرارت بن کر ہر شے میں حلول کرنا شروع کر دیا تھا۔ ایسے میں ایک سوار مغربی ایشیائے کوچک کے قدیم اور عظیم شہر گارڈیم میں داخل ہوا۔ سردی سے بچنے کے لئے سوار نے ایک بوسیدہ سی پوستین میں اپنے آپ کو چھپا رکھا تھا۔ سر پر گھنے پیچوں والا عمامہ تھا جس کے نیچے اس نے آہنی خود بھی پہن رکھا تھا۔ اس کے عمامے اور پوستین پر جمی ہوئی گرد کی تہہ بتاتی تھی کہ وہ کسی لمبے سفر سے گارڈیم شہر میں داخل ہوا ہے۔

گارڈیم ایشیائے کوچک کی متعدد ریاستوں میں سے ایک ریاست کا انتہائی اہم شہر تھا اور ریاست کے شمال مشرقی گوشہ میں واقع تھا۔ اپنے دور میں کوہستانی سلسلوں سے گھرا یہ شہر چند بڑے شہروں میں شمار کیا جاتا تھا۔

شہر میں داخل ہونے کے بعد وہ سوار تھوڑا سا آگے گیا ہوگا کہ ایک جگہ وہ ٹھٹک کر رک گیا۔ اس نے دیکھا سامنے سنگ مرمر سے بنی ہوئی ایک بلند شہ نشین تھی۔ اس شہ نشین کے اوپر ایک چھکڑا نما گاڑی کھڑی تھی۔ اس گاڑی کے اندر پتھر کے دو بڑے بڑے بیل جتے ہوئے تھے اور بیلوں کے گلے میں انتہائی خوبصورت لکڑی کا بنا ہوا جواء بھی موجود تھا۔ اس جوئے کے وسطی حصے میں ایک عجیب وغریب اور کافی بڑی گانٹھ لگی ہوئی تھی اور اس گانٹھ کا کوئی بھی سرا باہر دکھائی نہ دے رہا تھا۔

شہر میں داخل ہونے والا وہ سوار تھوڑی دیر تک پتھر کے بنے بیلوں، اس گاڑی اور جوئے میں لگی مضبوط رسے کی گانٹھ کو بڑے غور سے دیکھتا رہا پھر اچانک اس کی نگاہیں شہ نشین کے ایک ابھرے ہوئے حصے پر جم گئیں جہاں سنگ مرمر کا ایک کتبہ نصب تھا۔ اس کتبے پر ایک تحریر تھی اور وہ تحریر کچھ اس طرح تھی۔

"گارڈیم شہر کے پروہتوں اور پجاریوں کا ایک اعلان ہے کہ یہ گاڑی جہاں ٹھہری ہے وہیں ٹھہری رہے گی۔ پھر کبھی کوئی ایک ایسا آدمی آئے گا جو اس گاڑی کے جوئے کی گانٹھ کھولے گا اور جو آدمی یہ گانٹھ کھولے گا وہ ایشیا کا بہت بڑا بادشاہ بن جائے گا۔"

وہ تحریر پڑھ کر سوار عجیب سی الجھن میں پڑ گیا تھا۔ گہری سوچوں میں کھو گیا تھا۔ اتنے میں ایک ڈھلی ہوئی عمر کا شخص جب وہاں سے گزرنے لگا تو سوار نے اسے مخاطب کیا۔

"کیا آپ مجھے بتائیں گے کہ شہ نشین پر رکھی اس گاڑی کی کیا کیفیت ہے؟"

اس بوڑھے کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا۔ سوار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"لگتا ہے اس شہر میں اجنبی اور نو وارد ہو۔ دیکھو! یہ ایک گاڑی ہے جس کے جوئے میں ایک طلسمی گانٹھ لگی ہوئی ہے۔ جوئے کی اس گانٹھ کو وہی شخص کھول پائے گا جو ان علاقوں کا حکمران اور بادشاہ بنے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ شخص آگے بڑھ گیا۔ گارڈیم شہر میں داخل ہونے والا وہ سوار کچھ دیر تک جوئے کی گانٹھ اور اس کے پتھر کے بیلوں کو غور سے دیکھتا رہا پھر سر کو جھٹکتے ہوئے اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور آگے بڑھا۔

وہ تھوڑا سا آگے گیا ہوگا کہ اس کے دائیں جانب اسے ایک اور بلند شہ نشین نظر آئی۔ جب وہ اس شہ نشین کے قریب گیا تو اس نے دیکھا شہ نشین پر ایک انتہائی خوبصورت عورت کا مجسمہ تھا۔ وہ قدیم ایرانیوں کی دیوی اناہیتا کا مجسمہ تھا جو پانی کی دیوی خیال کی جاتی تھی۔ اناہیتا کے مجسمے کے قریب ہی بائیں جانب ایک اور کافی بڑا مجسمہ تھا۔ وہ کسی شخص کی شبیہ کی طرح تھا جس کے بازوؤں کے ساتھ پَر لگے ہوئے تھے اور یہ ایرانیوں کا فہم و شعور کے دیوتا کا مجسمہ خیال کیا جاتا تھا۔

گارڈیم شہر میں داخل ہونے والا وہ سوار کچھ دیر تک دونوں مجسموں کو بڑے غور سے دیکھتا پھر اچانک اس کی نگاہیں ایرانیوں کی پانی کی دیوی اناہیتا کے مجسمے کے پاؤں کے قریب دو اشخاص پر پڑی۔ وہ دیوی کے سامنے سر کے بل سرنگوں تھے۔ دیوی کے سامنے انہوں نے ہاتھ جوڑ رکھے تھے۔ ان دونوں کو دیکھتے ہوئے سوار کی آنکھوں میں ہولناکیاں، غضبناکیاں، چہرے پر قہر بھرے انتقام کے آثار اٹھ کھڑے

ہوئے تھے۔ ایک دم اس کا ہاتھ اپنی بھاری تلوار کے دستے پر چلا گیا تھا۔

کچھ دیر تک وہ ان دونوں نوجوانوں کو بڑے غور سے دیکھتا رہا جو پانی کی دیوی کے قدموں میں جھکے ہوئے تھے۔

جب وہ دونوں کھڑے ہوئے تب سوار کا چہرہ غصے اور غضب ناکی میں تپتے سرخ لوہے جیسا ہو گیا تھا۔ ایک جست لگا کر وہ اپنے گھوڑے سے نیچے اترا۔ اس وقت اس شہ نشین کے اردگرد جو لوگ کھڑے تھے انہیں ایک طرف ہٹاتا ہوا وہ شہ نشین پر چڑھا۔ دیوی کے قریب جو نوجوان جھکے ہوئے تھے وہ اب اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ جونہی ان دونوں نے اس سوار کو دیکھا ان کے رنگ پیلے اور ہلدی ہو کر رہ گئے تھے۔ انہوں نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی تلواریں بے نیام کر لی تھیں لیکن اس وقت تک شہر میں داخل ہونے والا سوار ان کے سروں پر پہنچ چکا تھا۔ پھر اس کی تلوار بلند ہو کر گری اور ایک نوجوان کو خون میں نہلاتی ہوئی چلی گئی تھی۔ دوسرے نے اتنی دیر تک اس پر اپنی تلوار کا وار کیا تھا لیکن وہ سوار بھی بڑا ماہر تیغ زن لگتا تھا۔ پہلے اس نے اس کی تلوار کو اپنی تلوار پر روکا پھر اس کی تلوار والا ہاتھ اس نے پکڑ لیا۔ اپنی تلوار بلند کر کے گرائی اور دوسرے کی بھی گردن کاٹ دی تھی۔ اس طرح شہ نشین کے اوپر رکھے وہ دونوں مجسمے خون آلود ہو کر رہ گئے تھے۔

اس موقع پر وہاں جمع ہونے والے کچھ لوگ تو خوف زدہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے لیکن کچھ اس نوجوان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے چیخنے و چلانے لگے تھے۔

"یہ دو افراد کا قاتل ہے...... اسے پکڑ کر حاکم کے سامنے پیش کرنا چاہئے تاکہ اسے اس کے جرم کی سزا ملے۔"

اتنی دیر تک ایک طرف سے کچھ مسلح جوان بھاگتے ہوئے آئے تھے۔ اتنی دیر تک ان دونوں کا خاتمہ کرنے کے بعد وہ سوار اپنے گھوڑے کے قریب آن کھڑا ہوا تھا۔ اس نے اپنے گھوڑے کی باگ تھام لی تھی۔ نئے آنے والے مسلح جوانوں نے اسے گھیر لیا۔ پھر ان میں سے ایک جو آنے والے مسلح جوانوں کا شاید سرخیل تھا اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم کون ہو؟...... تمہارا نام کیا ہے؟ اور ان مقدس مجسموں کے پاس تم دو نوجوانوں کو قتل کر بیٹھے ہو اس کی کیا وجہ ہے؟ دیکھو اگر تم نے کوئی معقول وجہ نہ بتائی

تو ہم تمہیں اس شہ نشین پر کھڑا کر کے تمہاری گردن کاٹ دیں گے اور اگر تم نے اس فعل بد کی کوئی معقول وجہ بتائی تب ہم تمہیں پکڑ کر اپنے حاکم کے پاس لے جائیں گے۔ اس لئے کہ ان دنوں اس نے یہیں قیام کیا ہوا ہے۔ تمہیں اس کے سامنے پیش کریں گے۔ لہٰذا وہ جو چاہے تمہیں سزا دے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ رکا پھر دوبارہ کہنے لگا۔

"ویسے میں تم پر انکشاف کروں کہ اگر ان دونوں سے تمہاری کوئی دشمنی چل رہی تھی اور تم ان کے درپہ تھے تو پھر تم نے بڑے برے موسم میں ان کا قتل کیا۔ اس لئے کہ ان دنوں گارڈیم شہر میں مملکت ایران کے بڑے بڑے حاکم اور اعلیٰ اشخاص قیام کئے ہوئے ہیں اور شاید وہ تمہارے اس فعل کو برداشت نہ کریں۔ بتاؤ، قتل کی کیا وجہ ہے؟ اور اگر تم نے وجہ نہ بتائی، خاموش رہے تو ہم تمہاری گردن کاٹ کر یہیں پھینک دیں گے۔"

ان مسلح جوانوں کا وہ سرخیل جب خاموش ہوا تب وہ سوار کچھ دیر انہیں غور سے دیکھتا رہا پھر انہیں کہنے لگا۔

"میرا نام آفاق بن جابر ہے...... میرے باپ کا نام تو جابر بن رباح تھا اور وہ کبھی مملکت ایران کے عمدہ سالاروں میں شمار کیا جاتا تھا۔ ایرانی لشکر میں جو یونانی دستے ہوا کرتے تھے میرا باپ ان کا سالارِ اعلیٰ ہوا کرتا تھا۔ اس کا نام تو جابر بن رباح تھا لیکن یونانی اور ایرانی اسے کریٹیز کے نام سے پکارتے تھے۔ میرا نام چونکہ آفاق بن جابر ہے اور جب میں پیدا ہوا اس وقت میرا باپ ایرانی مملکت میں یونانی دستوں کا سالارِ اعلیٰ تھا لہٰذا اپنے باپ کی نسبت سے مجھے انی کریٹیز کہہ کر پکارا جانے لگا۔ آفاق سے انہوں نے انی بنا دیا اور باپ کو چونکہ کریٹیز کہہ کر پکارا جاتا تھا لہٰذا میرا نام انی کریٹیز بنا دیا گیا۔ حالانکہ میرا اصل نام آفاق بن جابر ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ سوار جس نے اپنا نام انی کریٹیز بتایا تھا خاموش ہو گیا۔ مسلح جوانوں کا سالار تھوڑی دیر تک بڑے توصیفی انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

"تمہارا نام اور تمہارے باپ کا نام تو ہم نے سن رکھا ہے لیکن وہ ان دنوں کہاں ہے؟"

اس پر کریٹیز کہنے لگا۔

"میرے عزیز! میرے باپ کے کچھ ایرانی سالاروں کے ساتھ اختلافات پیدا ہو گئے تھے اس بناء پر اس نے لشکر سے علیحدگی اختیار کر لی اور گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے لگا تھا۔ میں اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہوں۔ ہم تینوں ایران سے نکل کر صحرائے عرب کی طرف چلے گئے تھے۔ میرے باپ کا تعلق عربوں کے قبیلے بنو تغلب سے تھا لیکن برا ہو ان اشخاص کا کہ انہوں نے مجھے میرے ماں باپ سے محروم کر دیا۔ ان کے ساتھ ان کے تین ساتھی اور بھی تھے۔ یہ پانچوں نہ جانے کس دشمنی کا انتقام لینے کے لئے ہم پر حملہ آور ہوئے۔ ہم لوگ اس وقت صحرائے عرب سے نکل کر اپنے کچھ جاننے والوں کی طرف دمشق کا رخ کئے ہوئے تھے کہ راستے میں ایک جگہ ہم رکے۔ میں اپنے ماں باپ کو ایک جگہ بٹھا کر رات بسر کرنے کے لئے لکڑیاں جمع کرنے گیا۔ ہمارے ساتھ اس وقت کچھ اور بھی لوگ تھے جو دمشق کا رخ کئے ہوئے تھے۔ یہ دو اور ان کے تین ساتھی اچانک میرے ماں باپ پر حملہ آور ہوئے اور انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔

میں اس وقت لکڑیاں لے کر واپس آ رہا تھا لہٰذا میں فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور ان کے تعاقب میں لگ گیا۔ اس لئے کہ یہ میرے ماں باپ کو قتل کر کے بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ اس وقت جو لوگ میرے ماں باپ کے ساتھ تھے وہ چونکہ نہتے تھے، نہ ان کے سامنے مدافعت کر سکے نہ مقابلہ کر سکے۔ اس لئے یہ میرے ماں باپ کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گئے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ میں ان کے تعاقب میں لگا رہا۔ ان کے باقی تین ساتھی تو کسی اور طرف چلے گئے لیکن انہوں نے گارڈیم شہر کا رخ کیا۔ میں سائے کی طرح ان کے تعاقب میں لگا رہا۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے یہ شہر میں داخل ہوئے۔ میں بھی تھوڑی دیر پہلے ہی شہر میں داخل ہوا ہوں۔ میں نے تہیہ کر رکھا تھا کہ انہیں گارڈیم شہر میں تلاش کروں گا اور ان سے انتقام ضرور لوں گا۔

لیکن شاید قدرت مجھ پر مہربان تھی۔ جونہی میں اس شہ نشین کے پاس آیا میں نے انہیں وہ سامنے جو عورت کا مجسمہ ہے اس کے پاؤں میں سر جھکائے دیکھا۔ میں انہیں پہچان گیا۔ گھوڑے سے اتر کر ان کی طرف بڑھا۔ یہ بھی مجھے پہچان گئے۔

انہوں نے مجھ پر حملہ آور ہونا چاہا لیکن ان کے حملہ آور ہونے سے پہلے ہی میں ایک کا کام تمام کر دیا۔ دوسرے نے مجھ پر تلوار برسائی لیکن میں نے اس کا وار اور اس کا بھی کام تمام کر دیا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد کریٹیز رکا۔ ان مسلح جوانوں کے سرخیل کو مخاطب کر کہنے لگا۔

”ابھی میں نے صرف دو سے انتقام لیا ہے۔ باقی تین قاتلوں کو میں نے تلا کرنا ہے اور ان سے انتقام بھی لینا ہے۔ اگر تُو مجھے اجازت دے تو تیری مہربانی گی۔“

انی کریٹیز اپنی بات مکمل نہ کر سکا اس لئے کہ مسلح جوانوں کا وہ سرخیل کہنے لگا

”ہم تمہیں کیسے جانے دیں گے؟ یہ بڑا سنگین معاملہ ہے۔ ان گنت لوگ یہ کھڑے ہیں۔ انہوں نے دو نوجوانوں کو قتل ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے د ہے۔ معاملہ حاکم تک پہنچے گا۔ اگر ہم نے تمہیں رہا کر دیا تو حاکم تو ہم سب گردنیں کاٹ کر رکھ دے گا۔ لہٰذا ہم تمہیں حاکم کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ وہ چاہے تمہارے ساتھ سلوک کرے۔“

اس موقع پر انی کریٹیز نے اپنے گھوڑے کی گردن تھپتھپائی، اس کی چھاتی گئی۔ پھر مسلح جوانوں کے سرخیل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”دیکھو میں مواحد ہوں ...... ایک خدا پر یقین رکھتا ہوں۔ موت سے ڈر والا نہیں۔ اگر اس کائنات کے مالک نے میری موت اس گارڈیم شہر میں ہی لکھ ر ہے تو کوئی مجھے بچا نہیں سکتا اور اگر اس وحدۂ لاشریک نے زندہ رہنے کے میرے مقدر میں کچھ اور دن بھی رکھے ہوئے ہیں تو دنیا کی کوئی طاقت میرا خاتمہ نہ کر سکتی۔ چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ موت سے ڈرنے والا نہیں۔ تم لوگ اپنے حاکم کے سامنے پیش کرو۔ میں اپنا معاملہ اس کے سامنے پیش کروں گا۔ پھر سزا وہ دے گا مجھے قبول ہو گی۔“

وہ مسلح جوان اور ان کا سرخیل مطمئن اور خوش ہو گئے تھے اور کریٹیز کو ا حصار میں لے کر اپنے حاکم کی طرف لے جا رہے تھے۔

انی کریٹیز کو اپنے ساتھ لے جانے والے ایک عمارت کے سامنے رک گئے۔ مسلح جوانوں کا سرخیل اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم اس نوجوان کے ساتھ یہیں رکو، میں ذرا اندر جا کر اس کا معاملہ پیش کرتا ہوں۔ پھر دیکھتے ہیں اس کے متعلق کیا حکم ملتا ہے۔“

اس کے ساتھ ہی وہ سرخیل اس عمارت کے اندر چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اور اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اسے اندر لے چلو ...... اس کا معاملہ میں حاکم کے سامنے پیش کر آیا ہوں۔ دیکھیں وہ اس کا کیا فیصلہ کرتا ہے؟“

ان مسلح جوانوں نے انی کریٹیز کا گھوڑا اس سے لے کر ایک طرف باندھ دیا، پھر اسے لے کر وہ اس عمارت میں داخل ہوئے۔ پھر وہ عمارت کے ایک کمرے میں گھسے۔ وہاں پہلے سے ایرانی سلطنت کے تین سرکردہ آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک مہرداد تھا جو ایران کے شہنشاہ داریوش سوئم کا داماد تھا۔ دوسرا شخص رزاسس تھا یہ ایرانی لشکریوں کا ایک سالار تھا۔ تیسرا شخص سپہردار تھا۔ یہ ان علاقوں کا حاکم تھا۔

جب کریٹیز کو ان کے سامنے پیش کیا گیا تو تھوڑی دیر تک وہ تینوں بڑے غور سے اسے دیکھتے رہے۔ مہرداد اور رزاسس تو خاموش ہی رہے لیکن سپہردار طنزیہ سے انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تو تم عرب سالار جابر بن رباح کے بیٹے ہو جسے یونانی کریٹیز کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ تم نے گارڈیم شہر میں داخل ہونے کے بعد دو نوجوانوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے اور یہ ایسا تو جرم ہے جس کی کوئی معافی نہیں۔ میرے آدمی نے مجھے بتایا ہے کہ تمہارا کہنا ہے کہ پانچ نوجوانوں نے تمہارے ماں باپ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ تم ان کے تعاقب میں نکلے۔ تین تو اِدھر اُدھر ہو گئے دو اس شہر میں داخل ہوئے۔ تم ان کے پیچھے آئے اور انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس طرح کیا تم نے معاملے کو خود ہی نمٹاتے اور ایسے سنگین سلسلے کو اپنے ہاتھ میں لینے کا جرم نہیں کیا؟ جو تفصیل میرے سالار نے مجھے بتائی ہے اس کے علاوہ تم کچھ کہنا چاہو تو کہہ سکتے ہو۔ ورنہ اسی تفصیل کو سامنے رکھتے ہوئے میں تمہاری سزا تجویز کرنے لگا ہوں۔“

کرٹیز تھوڑی دیر تک سپہردار کی طرف بڑے غور سے دیکھنے لگا پھر کہنے لگا۔

"اگر تم ان علاقوں کے حاکم ہو تو میں تم سے کچھ کہنا پسند نہیں کروں گا۔ اس لئے کہ میں تم سے انصاف کی توقع اور امید نہیں رکھتا۔ میرا مرنے والا باپ اکثر و بیشتر تمہارا ذکر کیا کرتا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اس کی تمہارے ساتھ چپقلش چلتی تھی۔ تم اس کی بہادری، اس کی جرأت مندی سے خائف تھے بلکہ اس سے رقابت رکھتے تھے اور تمہاری ہی وجہ سے اس نے ایرانی لشکریوں کی سالاری سے سبکدوشی اختیار کی۔ اپنے باپ کے حوالے سے میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم اس کی ترقی سے جلتے تھے اس لئے کہ اپنے آپ کو ایرانی سمجھتے ہوئے تم میرے عرب باپ سے تعصب کی حد تک نفرت کرتے تھے۔ نہیں چاہتے تھے کہ وہ لشکریوں میں رہ کر ترقی کرے۔ اس کے علاوہ تم اکثر و بیشتر میرے باپ پر یہ بھی الزام لگایا کرتے تھے کہ وہ یونانیوں کی طرف داری کرتا ہے اور تمہارے ان ہی الزامات کی وجہ سے میرا باپ لشکر کی سالاری چھوڑ کر گوشہ گیری میں چلا گیا۔ تم میرے متعلق جو فیصلہ کر چکے ہو سنا ڈالو۔ جو کچھ میں نے تمہارے مسلح جوانوں سے کہا ہے اس کے علاوہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں نہ کہنا پسند کروں گا۔"

کرٹیز جب خاموش ہوا تب سپہردار نفرت بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"اس میں کوئی شک نہیں، تمہارے باپ کے ساتھ میری رقابت تھی۔ وہ ہر مہم، ہر کام میں اکثر و بیشتر مجھے نیچا دکھایا کرتا تھا۔ اس بناء پر میں اسے ناپسند کرتا تھا۔ لیکن تم تو اپنے باپ سے بھی دو ہاتھ آگے ہو۔ تم ہمدردی کے لائق نہیں، قابل نفرت ہو۔ تم نے چونکہ دو نوجوانوں کو قتل کیا ہے لہٰذا ان کے قتل کی سزا کے طور پر میں تمہیں مصلوب کئے جانے کا حکم دیتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی سپہردار نے مسلح جوانوں کو حکم دیا کہ کرٹیز کو لے جایا جائے اور قربان گاہ میں لے جا کر اسے مصلوب کر دیا جائے۔

سپہردار کا حکم پا کر مسلح جوان کرٹیز کو لے کر وہاں سے نکل گئے تھے۔ کرٹیز کو سزا دیتے وقت سپہردار کے چہرے پر ایک عیارانہ سی چمک تھی۔ وہ چونکہ ایشیائے کوچک کے ان علاقوں کا حاکم تھا۔ ایشیائے کوچک کے ان علاقوں کو لیڈیا بھی کہہ کر

مخاطب کیا جاتا تھا لہٰذا یہ سپہردار حاکم لیڈیا کہلاتا تھا اور ان علاقوں میں سزا دینے کا مجاز تھا۔

بہرحال وہ مسلح جوان کرٹیز کو پکڑ کر باہر لے گئے۔ وہ مسلح جوان کرٹیز کو لے کر پہلے اس جگہ آئے جہاں ایران کی پانی کی دیوی اناہیتا کا مجسمہ تھا۔ اس کے قریب ہی فہم و فراست کا مجسمہ تھا۔ ان کے بائیں جانب سنگ مرمر کے بلند چبوترے پر پتھر کے بیلوں پر رکھا گیا طلسمی جواء تھا۔ اس جوئے کے بائیں طرف کھلی جگہ تھی۔ اسی جگہ کی طرف وہ مسلح جوان کرٹیز کو لے کر روانہ ہوئے تھے۔

وہ تھوڑا سا آگے بڑھے تھے کہ سامنے پتھر کا ایک بہت بڑا بت دکھائی دیا۔ اس بت کے قریب ہی قربان گاہ تھی۔ پتھر کا وہ بت اس انداز میں وہاں کھڑا کیا گیا تھا جیسے وہ قربان گاہ کا بغور جائزہ لے رہا ہو۔

ان مسلح جوانوں نے قربان گاہ میں کام کرنے والے لوگوں سے رابطہ قائم کیا، انہیں سپہردار کا حکم سنایا۔ اس پر وہ مسلح جوان حرکت میں آئے۔

کرٹیز کو مصلوب کرنے کے لئے اسے صلیب کے پاس لائے۔ اس موقع پر قربان گاہ کے ایک کارندے نے کرٹیز کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"ہم تھوڑی دیر تک تمہیں مصلوب کر دیں گے۔ تم کھانے کی کوئی چیز چاہتے ہو یا اس سزا سے بچنے کے علاوہ کوئی تمہاری اور مانگ ہو تو کہو۔"

کرٹیز نے مخاطب کرنے والے کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"کیا تم مجھے چند لمحوں کی مہلت دے سکتے ہو تا کہ جو معاملہ میرے ساتھ پیش آ رہا ہے وہ معاملہ میں اپنے مالک کے سامنے پیش کروں...... اس لئے کہ سب سے بہتر، سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا وہی ہے۔"

قربان گاہ کے اس کارندے نے عجیب سے انداز میں کرٹیز کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"تمہارا اشارہ کس مالک کی طرف ہے؟ ان علاقوں کا حکمران سپہردار ہے اور ایران کے بادشاہ داریوش سوئم کی طرف سے اب وہی ان علاقوں کا مالک ہے۔ جب ان علاقوں کے مالک ہی نے تمہارے لئے سزا تجویز کر دی ہے تو پھر تم اپنا معاملہ کس مالک کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہو؟"

اس کارندے کے ان الفاظ پر کریٹیز کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ کہنے لگا۔

''میرے عزیز! جس مالک کا تُو ذکر کر رہا ہے، یہ گناہ گار مالک ہے۔ غلطیوں، کوتاہیوں، حسد، رشک اور تعصب کا مجموعہ ہے۔ یہ کسی کو کیا سزا دے گا؟ کسی کی کیا مدد کرے گا؟ میں جس مالک کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کرنے لگا ہوں اسے ہم اللہ کہہ کر پکارتے ہیں۔ وہی کائنات کا مالک اور خالق ہے۔ وہی بہتر فیصلہ کرنے والا اور کائنات کے اندر اس کے سوا کوئی مدد کرنے والا نہیں ہے۔ لہٰذا مجھے تھوڑا سا وقفہ دے کہ میں اپنا معاملہ اپنے اس مالک حقیقی کے سامنے پیش کروں تاکہ مرتے وقت میرے دل میں کوئی حسرت نہ رہے کہ میں نے ضرورت کے وقت اپنے مالک حقیقی کو نہیں پکارا۔''

قربان گاہ کا وہ کارندہ مسکرایا، کہنے لگا۔

''اگر تیرا کوئی اور بھی مالک ہے تو ہم تمہیں تھوڑی دیر کی مہلت دیتے ہیں۔ تُو اس کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کر لے۔ جو کچھ کہنا چاہتا ہے اس سے کہہ لے۔ اور جب تُو فارغ ہو جائے گا ہم تجھے مصلوب کر دیں گے۔''

کریٹیز نے اس موقع پر شکر گزاری کے انداز میں چند لمحوں تک اس کی طرف دیکھا پھر اپنی نگاہیں ہٹا لیں۔ چند لمحوں تک بڑی عاجزی اور انکساری میں وہ آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں کچھ کہتا رہا، پھر اپنا رخ اس نے بدلا۔ اندازے سے اپنا رخ اس نے قبلہ کی طرف کیا، جھکا، زمین پر سجدہ ریز ہوا اس کے بعد وہ گڑگڑاتی، کپکپاتی اور انتہائی رقت آمیز آواز میں کہہ رہا تھا۔

''میرے اللہ! بہتے وقت کی داستانوں میں اجل کی دہلیز پر کھڑے لوگوں کو تُو ہی حیات کی مشعلیں عطا کرتا ہے۔ میرے مالک! زمانے کی دوریاں سمیٹتے قہر و جبر کی قدغن کو تُو ہی صبح کے نغموں میں تبدیل کرتا ہے۔ اے کائنات کے مالک و خالق اعتبار کے سیل بلاخیز میں تُو ہی ریشمی لمحوں کے تسلسل اٹھاتا ہے۔ اے واحدہٗ لاشریک! تُو ہی تیرہ و سیاہ لمحوں کو روشنی، قضا کے کرب میں زندگی کے نشان، صدف صدف میں ابرِ نیساں عطا کرتا ہے۔ الٰہی! وقت کے پیمانوں میں تُو ہی ہر شے کے لئے تقدیر کے حروف رقم کرنے والا ہے۔

میرے اللہ! یہ لوگ تعصب کا لاعلاج مرض اتہام و الزامات کے اوہام بن کر ...ے در پے ہیں۔ میرے اللہ! مجھے ان کی تحریف و تلبیس اور ان کی قطع و برید سے ...با۔ اے کائنات کے مالک و خالق! اپنی ذات کے جلال و جمال کے صدقے میں ...پنے اسماء کے تقدس کے طفیل، لوح و قلم کی حرمت، کعبہ کی عظمت کے صدقہ میں، صفا ...مروہ کی سعی، ابراہیمؑ کے صدق و یعقوبؑ کے انتظار کے صدقہ میں، صبرِ ایوبؑ و ...عصمتِ یوسفؑ اور اسمٰعیلؑ کی فدا کاری کے صدقہ میں اے زمین و آسمان کے مالک! ...اے ہر شے کے پالنے والے، اے لاشریک و معبودِ حقیقی، آنے والے رسولِ عربی کی ...الفت کے صدقے میں ان کرب خیز لمحوں میں میری مدد فرما۔''

یہاں تک کہتے کہتے کریٹیز کی آواز ڈوبنے لگی تھی۔ پھر وہ خاموش ہو گیا۔ چند ...وں تک خاموشی کے انداز ہی میں زمین پر سجدہ ریز رہا، اس کے بعد اٹھ کھڑا ہوا۔ ...قبلہ رو ہو کر انتہائی دکھ بھری آواز میں کہنے لگا۔

''اے فضاؤ، ہواؤ، گواہ رہنا ..... میں آنے والے رسولِ عربی پر ایمان لا چکا ...ہوں۔ میرے خدائے واحد کے حکم سے چلنے والی ہواؤ، اگر تمہارا گزر کعبہ کی طرف ہو تو آنے والے وہ محترم رسولؐ جب آئیں تو ان کی خدمت اقدس میں میرا سلام کہنا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اب کریٹیز قربان گاہ کے کارندوں کے سرخیل کی طرف مڑا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اے عزیز! میں نے اپنے مالک سے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا۔ اب تُو اپنے کام کی ابتدا کر۔ اب میں مارا بھی گیا تو مجھے کوئی دکھ اور افسوس نہیں ہو گا۔''

جواب میں قربان گاہ کا وہ سرخیل طنزیہ سے انداز میں کہنے لگا۔

''تُو نے اپنے جس مالک کو پکارا اس نے تمہاری پکار کا کوئی جواب نہیں دیا۔''

ہلکے سے تبسم میں کریٹیز نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''میں غلام ہوں اور وہ آقا۔ غلام کا کام ہے اپنے آقا اپنے مالک کے سامنے فریاد کرے۔ میں اس وقت تکلیف اور استبداد کا شکار ہوں لہٰذا اس موقع پر اپنے مالک سے فریاد اور نالش کرنا میرا فرض ہے۔ وہ مالک ہے، آقا ہے، بے نیاز ہے۔ وہ جواب دے نہ دے اس کی مرضی لیکن غلام اس کے جواب نہ دینے پر بھی اس سے ...شکوہ اور گلہ تو نہیں کر سکتا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد کریٹیز پھر رکا، دوبارہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میں تمہیں باتوں میں نہیں الجھانا چاہتا۔ اب تُو اپنے کام کی ابتداء کر۔ میں نے جو کرنا تھا جو کہنا تھا کہہ چکا۔ جو تجھے حکم ملا ہے تُو کر۔''

اس کے ساتھ ہی قربان گاہ کا وہ سرخیل حرکت میں آیا۔ پہلے اس نے کریٹیز کے سر پر گردن تک موٹا سیاہ رنگ کا غلاف چڑھایا اس کے بعد وہ موٹے رسے کا پھندا جس وقت اس کے گلے میں ڈالنے لگا تب قریب ہی سے ایک کڑکتی، کھولتی اور قہر برساتی تحکمانہ آواز سنائی دی تھی۔

''ٹھہرو ...... اس کے گلے میں رسہ نہ ڈالنا۔ اس کے سر پر چڑھا ہوا غلاف بھی اتار دو۔''

قربان گاہ کے سارے نمائندے پریشان ہو گئے تھے۔ قربان گاہ کے سرخیل نے رسہ ایک طرف ہٹا دیا۔ کریٹیز کے سر پر جو اس نے سیاہ رنگ کا غلاف چڑھایا تھا وہ بھی اتار دیا۔ سب نے دیکھا ذرا فاصلے پر ایک سوار اپنے گھوڑے پر بیٹھا تھا اور اسی نے تحکمانہ انداز میں یہ کارروائی روکی تھی۔ لمحہ بھر کے لئے کریٹیز نے اس کی طرف دیکھا پھر قربان گاہ کے ان نمائندوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیز! اگر تُو برا نہ مانے تو کیا تُو بتائے گا کہ میرے اس سزا کے عمل کو کیا اس سامنے کھڑے سوار نے روکا ہے؟''

''ہاں ...... اسی نے تمہاری سزا کو روکا ہے۔'' قربان گاہ کا سرخیل بڑی نرمی اور آہستگی میں بولا تھا۔

''یہ کون ہے؟'' کریٹیز نے پھر سوال کیا تھا۔

''میرے عزیز! جس شخص نے تیری سزا کے عمل کو روکا ہے یہ ایران کی مملکت میں ایران کے شہنشاہ داریوش سوئم کے بعد سب سے زیادہ قابل عزت، سب سے زیادہ ذی وقار اور سب سے زیادہ حرمت و عزت رکھنے والا شخص ہے۔ نام اس کا ممنون ہے۔ روڈس کا رہنے والا ہے۔ یہ نہ صرف مملکت ایران کے بحری بیڑوں کا امیر البحر ہے بلکہ ایک طرح سے ایران کے سارے لشکریوں کا سپہ سالارِ اعلیٰ بھی ہے۔''

یہاں تک کہتے کہتے قربان گاہ کا وہ سربراہ رک گیا۔ اس لئے کہ آنے والے

جس سوار کا نام اس نے ممنون بتایا تھا وہ اپنے گھوڑے سے اتر کر بالکل قریب آ گیا تھا۔ کریٹیز کے بالکل سامنے آ کر رکا، چند لمحوں تک بڑے پیار، بڑی شفقت میں اس کی طرف دیکھتا رہا پھر ایک دم آگے بڑھا۔ کریٹیز کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر اپنا منہ اس کے کان کے قریب لے جاتے ہوئے خوش کن سرگوشی میں کہنے لگا۔

''میرے عزیز! مجھے بے حد افسوس ہے کہ گارڈیم شہر میں تمہارے ساتھ یہ سلوک کیا گیا۔ جس وقت تمہارے لئے سزا تجویز کی گئی تھی اس وقت میں وہاں نہیں تھا ورنہ میں ایسا نہ ہونے دیتا۔ مجھے اس بات کا بھی بے حد دکھ اور افسوس ہے کہ میں یہاں دیر سے پہنچا ہوں۔ ان لوگوں نے تمہارے سر پر سیاہ غلاف چڑھا کر صلیب کا رسہ ڈالنے کی کوشش کی تھی لیکن بہرحال میں پھر بھی وقت پر پہنچا ہوں۔ اس کے باوجود جو کچھ تمہارے ساتھ بیتی اس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔

میرا نام ممنون ہے۔ میں روڈس کا رہنے والا ہوں۔ ایرانی لشکریوں کا سپہ سالار ہوں۔ تمہارا باپ بھی میرے ساتھ کام کرتا رہا تھا۔ وہ ان لوگوں میں سے ایک تھا جو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اپنی کامیابی اور اپنی کامرانی کو آخری شکل دیتے ہیں۔ میں نے ہمیشہ اسے اپنا بھائی اور اس نے بھی مجھے اپنا عزیز و ساتھی جانا۔ دراصل اس کی بہادری اور اس کی جرأت مندی سے کچھ لوگ حسد کرنے لگے تھے۔ ان لوگوں میں ہمارے شہنشاہ کا داماد مہر داد، ہمارا ایک سالار رزاسس اور لیڈیا کی ان سرزمینوں کا حاکم سپہردار ہیں۔ ان لوگوں کے رویے ہی سے مایوس ہو کر تمہارا باپ لشکر کی سالاری چھوڑ کر گوشہ گیری کی طرف چلا گیا اور اس کے اس عمل سے جس قدر دکھ اور افسوس مجھے ہوا تھا وہ میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ اس موقع پر میں اگر اسے روکتا اور جو لوگ اس کے خلاف تعصب اور نفرت برتنے والے تھے ان کے خلاف حرکت میں آتا تو ایران کی مملکت کے اندر ایک طرح کی گروہی تقسیم کا طوفان اٹھ کھڑا ہوتا اور میں ایسا نہیں چاہتا تھا۔ اس بناء پر میں نے اسی میں بہتری سمجھی کہ وہ اپنی بیوی اور تمہارے ساتھ گوشہ گیری کی پُرسکون زندگی بسر کرے۔

لیکن تھوڑی دیر پہلے مجھے میرے کچھ بہی خواہوں نے بتایا کہ تمہارے ماں باپ کو کچھ لوگوں نے قتل کر دیا اور ان دو کا تعاقب کرتے ہوئے تم گارڈیم میں داخل ہوئے، ان قاتلوں کو پہچان کر تم نے ان کا خاتمہ کر دیا۔

میرے عزیز! تم نے یہ بہت اچھا کیا۔ اب تمہیں فکرمند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میں تم پر یہ بھی انکشاف کردوں کہ اب تم کہیں بھی چلے جاؤ یہ مہرداد، رزاسس اور لیڈیا کا حکمران سپہردار تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ جب تک تمہیں میری حمایت حاصل رہے گی وہ تمہاری طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھیں گے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ تمہیں میرے اہل خانہ کے ساتھ رہنا ہوگا۔ اگر ایسا کرو گے تو ان تین برے شیطانوں سے محفوظ رہو گے۔ اگر کہیں اور چلے جاؤ گے تو یاد رکھنا وہ اپنے آدمی تمہارے پیچھے لگائیں گے اور ہر صورت میں تمہارا خاتمہ کر کے رہیں گے۔ لہٰذا اب تم چپ چاپ میرے ساتھ چلو۔ قربان گاہ کے باہر میرے کچھ آدمی کھڑے ہیں۔ وہ تمہارا گھوڑا بھی لے کر آئے ہیں۔ میں تمہیں اپنے ساتھ لے کر جاتا ہوں۔ میں اکثر و بیشتر بحری بیڑے میں یا مختلف شہروں میں جو ہمارے لشکر متعین ہیں ان کی دیکھ بھال کے لئے نکلتا ہوں۔ ان دنوں بھی میں گارڈیم شہر کی طرف اسی سلسلے میں آیا ہوں۔ میرے اہل خانہ بھی میرے ساتھ ہیں۔ میں اپنے بحری بیڑوں کو پہلے ہی استوار کر چکا ہوں۔ اب مختلف شہروں میں لشکریوں کا جائزہ لے رہا ہوں۔ اس لئے کہ مغرب کی طرف سے یہ اندیشناک خبریں آنا شروع ہوگئی ہیں کہ اہل یونان ایران کی مملکت پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اپنے ذہن میں یہ بھی بات بٹھا کر رکھنا کہ میں یونہی منہ اٹھا کر ادھر نہیں آگیا۔ جن لوگوں نے تمہیں سزا دی ہے میں ان سے بات کر کے یہاں آیا ہوں۔ اب جو سب سے اہم بات تم نے اپنے تحفظ، اپنی سلامتی کے لئے یاد رکھنی ہے وہ یہ کہ جب تک حالات کے اندر کوئی تبدیلی اور انقلاب پیدا نہیں ہوتا اس وقت تک تم میرے اہل خانہ کے ساتھ رہو گے۔ ایسا کرو گے تو ان تینوں برے شیطانوں سے بچے رہو گے۔ اب تم میرے ساتھ آؤ۔“

اس کے ساتھ ہی ایرانی سلطنت کا سپہ سالار اور امیر البحر ممنون قربان گاہ سے باہر نکلنے لگا۔ کرٹیز چپ چاپ اس کے پیچھے ہولیا تھا۔

جب وہ قربان گاہ کے اس احاطے سے باہر گئے تو دیکھا باہر کچھ مسلح جوان کھڑے تھے اور ان میں سے ایک کرٹیز کے گھوڑے کی باگ پکڑے کھڑا تھا۔ ممنون اس وقت اپنے گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے تھا۔ گھوڑے کی باگ تھامے ہی تھامے

کرٹیز کو مخاطب کر کے کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ اس سے پہلے ہی کرٹیز نے اسے مخاطب کیا، کہنے لگا۔

”اگر آپ برا نہ مانیں تو کیا میں آپ سے ایک سوال پوچھ سکتا ہوں؟ ایک معاملے میں میرے ذہن میں اُلجھن ہے۔“

کرٹیز کو خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس سے پہلے ہی ممنون بول اٹھا۔

”میرے عزیز بھائی! کہہ، تُو کیا کہنا چاہتا ہے؟ آج کے بعد تیرا میرا رشتہ بھائی کا ہے۔ جو کچھ تم نے پوچھنا ہوگا یا جس چیز کی تمہیں ضرورت ہوگی اس سلسلے میں تمہیں مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوا کرے گی۔ اب بولو تم کیا کہنا چاہتے ہو؟“

جواب میں کرٹیز نے قربان گاہ کے احاطہ کے اندر کی طرف دیکھا۔ قربان گاہ کے سامنے جو بہت بڑا اور اونچا بت نصب تھا اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کرٹیز کہنے لگا۔

”میرے عزیز بھائی! کیا آپ بتائیں گے یہ بت کس کا ہے؟ کیسا ہے؟ اور اس کو جو یہاں قربان گاہ کے سامنے کھڑا کر دیا گیا ہے تو ایسا کرنے کی کیا علت ہے؟“

جواب میں ممنون مسکرایا اور کہنے لگا۔

”کرٹیز میرے عزیز بھائی! یہ مردوک کا مجسمہ ہے۔ بنیادی طور پر یہ بابل کا دیوتا ہے۔ بابل کے لوگ اسے کائنات کا مالک سمجھ کر اسے اپنی حاجت روائی کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ ایران کا ایک پہلا بادشاہ زرکسیز بابل پر حملہ آور ہوا تھا اور اس حملے کے دوران وہ وہاں سے مردوک کا ایک بت اٹھا کر یہاں لے آیا تھا۔ اب یہ بت صرف گارڈیم شہر ہی میں نہیں ہے دوسرے کئی شہروں میں بھی یہ بت رکھا گیا ہے اور ایران کے شہنشاہوں میں اب یہ رسم چل نکلی ہے کہ جو بھی نیا شہنشاہ مقرر ہوتا ہے تاجپوشی سے پہلے وہ مردوک کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے کر بادشاہت کا تاج اپنے سر پر رکھتا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد ممنون رکا پھر کرٹیز کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”دیکھو، میں جانتا ہوں تم ایک لمبا سفر طے کر کے گارڈیم شہر میں داخل ہوئے ہو۔ اب تم میرے ساتھ آؤ...... میں تمہارے آرام و قیام کا اہتمام کرتا ہوں۔“

اس کے ساتھ ہی ممنون اپنے گھوڑے پر ہو بیٹھا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے کریٹیز بھی جست لگا کر اپنے گھوڑے کی زین پر جم گیا۔ اتنی دیر تک ممنون کے ساتھ آنے والے مسلح جوان بھی اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے تھے۔ پھر ممنون کی راہنمائی میں سب ایک طرف ہو لئے۔ ایک کافی بڑی حویلی کے سامنے جا کر مسلح جوان تو حویلی کے اطراف میں پھیل گئے جبکہ کریٹیز کو لے کر ممنون حویلی میں داخل ہوا۔ حویلی کے صحن میں آ کر دونوں گھوڑوں سے اترے، حویلی کے دائیں طرف خاصا بڑا اصطبل تھا۔ ممنون اصطبل کی طرف بڑھا۔ کریٹیز اس کے پیچھے پیچھے ہولیا۔

اصطبل میں اس وقت ایک نوخیز و نوعمر لڑکی اپنے گھوڑے کو دہانہ چڑھانے لگی تھی کہ ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے رک گئی اور اصطبل سے باہر نکل آئی۔

کریٹیز نے دیکھا وہ لڑکی خوش رنگ دھنک کے آنچل جیسی خوبصورت، رنگین دریچوں میں اترتی صبح کی نیلی کرنوں جیسی حسین اور گلابی رنگوں سے بغل گیر ہوتے شبنم کے گوہر کی مانند پُر جمال تھی۔ جب ممنون کے ساتھ کریٹیز لڑکی کے قریب گیا تب اسے احساس ہوا کہ اس لڑکی کی وہاں موجودگی نے اردگرد کنوارے جسم کی صندلی خوشبو پھیلا کر رکھ دی تھی۔

کریٹیز نے ایک بار اس کا جائزہ لیا۔ اسے احساس ہوا کہ اس لڑکی کی گہری جھیل آنکھیں، اس کے گلابی قند ہونٹ، جھلمل جھالر سی پلکیں، چاند چہرہ اور جسم کی قوسیں اسے قیامت خیزیوں کی طرح پیش کر رہی تھیں۔ اس لڑکی کے حُسن، اس کے جمال و خوبصورتی سے لگتا تھا جیسے اندھیرے میں روشنی کا کوئی مینار کھڑا ہو۔ اس کے ہونٹوں پر کھیلتا تبسم روح کے گوشے گوشے میں طلاطم برپا کرنے کے لئے کافی تھا۔ اس کی ذات کی کشش، اس کے اعضاء و جوارح کو دیکھتے ہوئے ایسے لگتا تھا جیسے وہ لڑکی موسموں کی مستی میں محبتوں کو دوام، عداوتیں و نفرتیں مٹا کر امن کے اجالوں کا سرور کھڑا کرنے کے لئے پیدا کی گئی ہو۔ خوبصورتی اور جمال میں وہ لڑکی ایسی تھی جیسے وہ لمحوں کے اندر بھی بے مثال حُسن کی موج بن کر جمالیات کے طوفانوں میں اتر جائے گی۔

کریٹیز اس کی خوبصورتی اور اس کے حُسن میں کھو سا گیا تھا۔ اچانک وہ چونک پڑا۔ اس لئے کہ ممنون اسے مخاطب کر کے اس لڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا۔

"کریٹیز میرے بھائی! اس لڑکی کا نام اناہیتا ہے اور یہ میری بیوی کی چھوٹی بہن ہے۔"

اس کے ساتھ ہی ممنون اپنی بیوی کی چھوٹی بہن کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اناہیتا! جس نوجوان کو میں اپنی حویلی میں لے کر آیا ہوں اس سے تمہارا تعارف میں بعد میں کراؤں گا۔ پہلے میں ایک انتہائی اہم امر کے سلسلے میں اس کی ملاقات اپنی بیوی اور تمہاری بہن سے کرا دوں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے ممنون اصطبل میں داخل ہوا۔ کریٹیز اس کے پیچھے پیچھے تھا ان دونوں نے گھوڑوں کی زینیں اتار دیں اور ان کے منہ سے دہانے نکال کر جن ناندوں کے اندر چارہ پڑا ہوا تھا وہاں انہیں باندھ دیا۔ اس کے بعد کریٹیز کی طرف دیکھتے ہوئے ممنون کہنے لگا۔

"میرے ساتھ آؤ۔"

کریٹیز چپ چاپ اس کے پیچھے ہولیا۔ حویلی کی مختلف راہداریوں سے گزرتا ہوا ممنون ایک کمرے میں داخل ہوا۔ اندر ایک انتہائی خوبصورت عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ شکل و صورت میں وہ بالکل اناہیتا سے ملتی جلتی تھی۔ ممنون اور کریٹیز کو دیکھ کر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس سے اس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم بھی بکھر گیا تھا۔ ممنون آگے بڑھ کر جب کریٹیز کے ساتھ ایک نشست پر بیٹھ گیا تو وہ عورت بھی بیٹھ گئی۔ پھر کریٹیز کی طرف دیکھتے ہوئے ممنون کہنے لگا۔

"کریٹیز! یہ جو خاتون سامنے بیٹھی ہے یہ میری بیوی ہے۔ اس کا نام برسین ہے۔ یہ اناہیتا کی بڑی بہن ہے۔ شکل و صورت میں دونوں کافی حد تک ملتی ہیں۔"

کریٹیز کا نام سن کر برسین چونکی تھی اور حیرت زدہ سی ہو کر کبھی وہ اپنے شوہر ممنون کی طرف دیکھتی رہی کبھی کریٹیز کی طرف دیکھ لیتی تھی۔ ممنون شاید اس کی اس کیفیت کو بھانپ گیا تھا لہٰذا مسکراتے ہوئے کریٹیز کے حالات مختصراً اُسے سنا دیئے تھے۔ اس پر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے برسین اپنی جگہ سے اٹھی۔ کریٹیز کے سامنے آئی۔ اپنا دایاں ہاتھ اس کے سر پر رکھا۔ پھر اس کا گال ہلکے سے تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگی۔

"تمہیں پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یوں جانو تم اپنی بہن

کے گھر آ گئے ہو۔ تمہارا باپ ایک بے نظیر سالار اور ایک انتہائی پاک باز اور عمدہ انسان تھا۔ بصد افسوس وہ برے حالات کا شکار ہوا۔ ان ظالموں نے اگر تمہارے ماں باپ کو قتل کر دیا ہے تو تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تمہاری طرف میلی آنکھ سے بھی نہیں دیکھ سکیں گے۔ اب تم ہمارے ساتھ رہو گے میرے عزیز ترین بھائی کی حیثیت سے اس لئے کہ تمہارا باپ جب کبھی بھی میرے باپ کے پاس آیا کرتا تھا میرے باپ کو بھائی اور ماں کو بہن کہہ کر پکارا کرتا تھا۔ یہ باتیں اکثر میرا باپ بتایا کرتا تھا۔ لہٰذا اس تعلق کی نسبت سے اب تم میرے بھائی ہو۔"

اس کے ساتھ ہی برسین کرٹیز کے قریب ہی بیٹھ گئی۔ اس موقع پر ممنون نے اپنی بیوی برسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"برسین! اگر تمہاری رضامندی ہو تو میں کرٹیز سے متعلق ایک فیصلہ کروں۔ دیکھو! گزشتہ کئی ماہ سے تم مجھ سے کہہ رہی تھیں کہ اناہیتا کے لئے کسی محافظ کی ضرورت ہے جو اچھا تیغ زن ہو۔ اور جب تک اس کی شادی نہیں ہو جاتی اس وقت تک اس کے ساتھ رہے، اس کی دیکھ بھال، اس کی نگاہ داری کا کام سرانجام دیتا رہے۔ اس لئے کہ اس کی خوبصورتی، اس کے حُسن کی وجہ سے بہت سے لوگ جب وہ کہیں اکیلی جاتی ہے تو اس کے درپے ہوتے ہیں اور اس کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ اگر ایک محافظ کی حیثیت سے کرٹیز اس کے ساتھ رہے گا تو پھر ایسا نہیں ہو گا۔ اس کے دو فائدے ہوں گے۔ پہلا یہ کہ جب تک اناہیتا کی کسی مناسب جگہ شادی نہیں ہو جاتی اس وقت تک کرٹیز اس کی نگاہ داری کا فرض ادا کرتا رہے گا اور اس کی موجودگی میں جب کبھی بھی اناہیتا اکیلی نکلے گی کوئی اس پر غلط نگاہ نہیں ڈالے گا۔

دوسرا سب سے بڑا فائدہ یہ ہو گا کہ اسی ناطے، اسی تعلق سے کرٹیز کو ہمارے ہاں رہنے کا موقع میسر آ جائے گا اور جب تک یہ ہمارے ساتھ ہمارے ہاں رہے اس وقت تک وہ تین ابلیس جو شروع سے اس کے باپ کے خلاف تھے وہ اس کے خلاف حرکت میں نہیں آ سکیں گے۔"

برسین تھوڑی دیر تک گہری سوچوں میں کھو گئی تھی۔ اس موقع پر ممنون اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"اب تم کیا سوچنے لگ گئی ہو؟ کم از کم اپنے خیالات کا اظہار تو کرو کہ میں

فیصلہ میں کر رہا ہوں وہ کیسا ہے؟"

برسین دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

"افی کے باپ سے متعلق میرا باپ کہا کرتا تھا وہ ایک غمگسار اور مہربان باپ، ہمراز، ساتھی، وفا کی تختیاں لکھنے والا انسان، برستے امرت اور محبت شناس لفظ جیسا مہربان سالار اور دھیمے لہجے کے نغموں جیسا ٹھنڈا مزاج رکھنے والا انسان تھا۔ یہ افی بھی مجھے ہر معاملے میں اپنے باپ جیسا ہی لگتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر یہ اناہیتا کے ساتھ نہیں چل سکے گا۔"

برسین رکی، پھر کچھ دیر سوچنے کے بعد وہ کرٹیز کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"افی میرے بھائی! تم میری بہن کے حلاوت بھرے حُسن، اس کے چہرے کی شگفتگی، اس کی آنکھوں کے نشیلے انداز اور ہونٹوں کے رسیلے پن پر مت جانا۔ قدرت نے جس طرح اسے جی کھول کر حُسن عطا کیا ہے ایسے ہی وہ مزاج کی کڑوی وکسیلی بھی ہے۔ آہورمزدا نے جس قدر اسے جمال عطا کیا ہے اسی قدر وہ دوسرے لوگوں سے برہمی اور حقارت کا اظہار کرنے والی ہے۔ اگر کوئی بات اس کے مزاج کے خلاف ہو جاتی ہے تو اٹھتی تیز وتند لہروں کی طرح مخالفت پر اتر آتی ہے۔ خود آگ کا پہناوا بن جاتی ہے اور دوسروں کے سامنے کانٹوں کی باڑ لگا کر رکھ دیتی ہے۔ جب وہ کسی کی مخالف ہوتی ہے یا کسی سے انتقام لینے پر اترتی ہے تو اسے ہاتھ سے گرے ہوئے لقمے اور کتوں کے راتب سے بھی بدتر خیال کرنے لگتی ہے۔ اس کے پاس محبت بھرا دل تو نہیں ہے لیکن نفرت اور جدائی کے لمحے کھڑے کرنے والے ہاتھ ضرور ہیں۔

میرے بھائی! میں جانتی ہوں تم اپنے باپ کی طرح نرم مزاج ہو گے۔ لیکن میری بہن اس سے مختلف ہے۔ اسے اپنے حُسن، اپنی خوبصورتی پر ناز ہے۔ اپنے پرکشش ہونے اور اپنے جاذبِ نظر بدن پر گھمنڈ بھی ہے۔ اس بناء پر وہ کسی کی کڑوی بات نہیں سن سکتی اور ساتھ ہی یہ بھی امید رکھتی ہے کہ ہر کوئی اس کی کڑوی بات سننے کے لئے تیار اور آمادہ رہے۔"

برسین جب خاموش ہوئی تب فکرمندی کے انداز میں ممنون کہنے لگا۔

"برسین! جو کچھ تم نے اناہیتا سے متعلق کہا ہے وہ درست ہے، سچ ہے۔ اسے میں تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن کریٹیز کو تحفظ دینے کے لئے اس کے سوا ہمارے پاس کوئی چارہ ہی نہیں ہے۔ اب میں بغیر کسی وجہ اور علت کے اسے اپنے ہاں ٹھہرا بھی نہیں سکتا۔ لوگ ایک دوسرے سے سوال کریں گے کہ کریٹیز کو کس سلسلے میں ممنون نے اپنے ہاں رکھا ہوا ہے؟ ہاں! اگر یہ اناہیتا کے نگہدار کی حیثیت سے یہاں رہے تو پھر لوگوں کے منہ بھی بند رہیں گے اور کریٹیز کی سلامتی کا پہلو بھی نکل آئے گا۔"

ممنون کے خاموش ہونے پر برسین بول اٹھی۔

"آپ جانتے ہیں کہ اناہیتا کا مزاج کیسا ہے۔ اگر ہم نے کریٹیز کو اس کے نگہدار کے طور پر اسے ساتھ کیا تو اس سے نگہداری کا کام کم اور غلاموں کا سا زیادہ لے گی۔ اناہیتا میری بہن ہے۔ اس کے مزاج، اس کی طبیعت، اس کی سرشت کو مجھ سے بہتر کوئی نہیں جانتا۔"

برسین کی اس گفتگو کے جواب میں ممنون کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی کریٹیز بول پڑا۔

"برسین میری بہن! اپنے تحفظ کو یقینی بنانے کے لئے اور یہاں سلامتی کے ساتھ قیام کر کے بچ نکل کر بھاگ جانے والے باقی تین قاتلوں سے نمٹنے کے لئے میں ہر طرح کے سلوک کو برداشت کرلوں گا۔"

اس موقع پر شفقت بھرے انداز میں برسین نے کریٹیز کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

"میرے بھائی! اگر تُو اس کے لئے تیار ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ تمہیں بھائی کہہ چکی ہوں۔ تمہاری سلامتی مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے۔ لیکن اناہیتا کی بہن کی حیثیت سے میں سب سے پہلے تمہیں یہ وصیت کروں گی کہ اس کے ساتھ کام کرتے ہوئے کبھی بھی اس پر یہ ظاہر نہ ہونے دینا کہ تم عرب ہو۔ اس لئے کہ وہ عربوں کو بدو اور اُجڈ خیال کرتی ہے اور ان سے انتہا درجہ کی نفرت کرتی ہے۔ اگر وہ تمہارے متعلق یا تمہارے خاندان سے متعلق تفصیل جاننے کی کوشش کرے تو کہہ دینا کہ تم بنیادی طور پر یونانی تھے اور ایرانی مملکت میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ اس لئے کہ بے شمار ایسے یونانی ہیں جو یونان کی مختلف ریاستوں سے اٹھ کر ایران کی مملکت

میں آ کر آباد ہو چکے ہیں۔ بلکہ اب تو حالت یہ ہے کہ ہمارے ایرانی لشکر میں بھی بے شمار یونانی شامل ہو چکے ہیں۔"

اس موقع پر ممنون اٹھ کھڑا ہوا اور کریٹیز کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"اٹھو! اناہیتا ابھی تک اصطبل کے پاس ہی کھڑی ہو گی۔ میں نے اس سے کہا تھا کہ میں اس کی بہن سے بات کرنے کے بعد اس کے پاس آتا ہوں۔ اب اس کے پاس چلتے اور اسی موضوع پر اس سے گفتگو کرتے ہیں۔"

کریٹیز اٹھ کھڑا ہوا ممنون کے ساتھ ہولیا۔ کمرے میں بیٹھ کر ممنون، برسین اور کریٹیز نے جو گفتگو کی تھی وہ ساری گفتگو اناہیتا نے اس کمرے کے دروازے پر کھڑے ہو کر سن لی تھی جونہی ممنون اور کریٹیز اٹھ کر دروازے کی طرف جانے لگے وہ فوراً دروازے کے پاس سے ہٹ گئی اور بھاگتی ہوئی اصطبل کی طرف چلی گئی تھی۔

ممنون اور کریٹیز دونوں باہر نکلے۔ برسین ان دونوں کے پیچھے پیچھے تھی۔ آگے پیچھے تینوں اصطبل کے قریب آ گئے۔ وہاں اناہیتا اصطبل کے سامنے کھڑی تھی۔ ممنون اور کریٹیز اس کے قریب گئے پھر اناہیتا کو مخاطب کر کے ممنون کہنے لگا۔

"اناہیتا میری بہن! تم گزشتہ کئی ہفتوں سے کہہ رہی تھیں کہ کوئی ایسا اچھا شخص ہونا چاہئے جو تمہاری نگہداری کرے، تمہارے چھوٹے موٹے کام کر دیا کرے۔ میری بہن! اس کے لئے میں نے آج ایک انتہائی سودمند جوان کا انتخاب کیا ہے۔"

یہاں تک کہتے کہتے ممنون کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے اناہیتا بول اٹھی۔

"بھائی! آپ نے غلط الفاظ استعمال کئے ہیں۔ میں نے کبھی کسی بھی موقع پر آپ سے نہیں کہا کہ مجھے کسی ایسے فرد کی ضرورت ہے جو میری دیکھ بھال یا میری نگہداری کرے۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنی دیکھ بھال، نگہداری خود کر سکتی ہوں۔ تیغ زنی کا فن بھی جانتی ہوں اور پھر آپ اور میری بہن برسین کے حوالے سے کوئی میری طرف میلی نگاہ بھی اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔"

ممنون اور برسین دونوں اناہیتا کی اس گفتگو پر مسکرا رہے تھے۔ اناہیتا پھر کہہ رہی تھی۔

"اس میں کوئی شک نہیں، جب میں باہر نکلتی ہوں تو کچھ لوگ مجھے للچائی ہوئی

نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ میری خوبصورتی، میری دلکشی اور میری جسمانی ساخت سے متاثر ہوتے ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی غلط حرکت کرنے کی جرأت نہیں کرتا۔ اس لئے کہ وہ جانتے ہیں میں مملکت ایران کے امیر البحر اور سپہ سالارِ اعلیٰ کی بہن ہوں۔ اس بناء پر میں یہ کہوں گی کہ اس موقع پر جو آپ نے اس جوان کے حوالے سے میرے نگہدار اور میرے محافظ کے الفاظ استعمال کئے ہیں انہیں میں قبول نہیں کرتی۔ مجھے کسی کی حفاظت، کسی کے تحفظ کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں! اگر یہ میرے ایک کامدار، میرے ایک کارکن اور کارندے کی حیثیت سے کام کرنا پسند کرے تو مجھے منظور اور قبول ہے لیکن پہلے میں اس کا امتحان لوں گی۔

میرے ساتھ رہتے ہوئے اسے کوئی زیادہ کام نہیں کرنا پڑے گا۔ میرے چھوٹے موٹے امور کی دیکھ بھال کے علاوہ میرے ذاتی اصطبل میں رہنے والے گھوڑوں کی دیکھ بھال، ان کے دانے چارے کا انتظام اور جب میں نے کہیں گھڑ سواری کے لئے باہر نکلنا ہو تو گھوڑے پر زین ڈالنا، تنگ کسنا اور اتارنا اس کی ذمہ داریوں میں شامل ہوگا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد اناہیتا رکی، پھر براہِ راست انی کریٹیز کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بول اٹھی۔

”تمہارا نام کیا ہے...... کہاں کے رہنے والے ہو؟ اپنے خاندانی پس منظر سے بھی مجھے آگاہ کرو۔ اس کے بعد میں کوئی فیصلہ کروں گی۔“

اناہیتا کے اس سوال پر لمحہ بھر کے لئے کریٹیز نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر بول اٹھا۔

”میرا نام انی کریٹیز ہے۔“

کریٹیز مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے اناہیتا پھر بول اٹھی۔

”یہی نام ہے یا اس کے علاوہ بھی تمہارا اور کوئی نام ہے؟“

کریٹیز نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

”میرا اصل نام آفاق بن جابر ہے...... لیکن زیادہ تر لوگ مجھے انی کریٹیز کہتے ہیں۔ میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ میں جانتا ہوں تم عربوں سے نفرت کرتی ہو، انہیں بدو اور اُجڈ خیال کرتی ہو اس کے باوجود میری سرشت، میری فطرت میں جھوٹ بولنا

نہیں ہے۔ میں سچ کہوں گا۔ خواہ اس کے لئے میری جان ہی چلی جائے۔ میرے خدائے واحدہٗ لاشریک نے میری زندگی کے جتنے دن لکھ رکھے ہیں وہ مجھ سے کوئی چھین نہیں سکتا۔ خواہ تمہارے ہاں مجھے کارکن کی حیثیت سے کام ملے یا نہ ملے اور میری زندگی کے وہ دن جو میرے مقدر میں نہیں ہیں وہ کوئی میری قسمت میں لکھ نہیں سکتا۔ خاتون! بات یہ ہے کہ میرا پورا نام آفاق بن جابر ہے۔ میرا باپ جابر بن رباح کبھی مملکت ایران میں لشکریوں کا سالار ہوا کرتا تھا اور لشکریوں کے اندر اس کی بڑی عزت اور اس کا بڑا احترام تھا۔ لوگ عموماً اسے کریٹیز کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے لیکن برا ہو حالات کا، ایرانی لشکر کے اندر کچھ لوگ ایسے تھے جو اس کے مخالف ہو گئے۔ اسی مخالفت کی وجہ سے میرے باپ نے لشکریوں کی سپہ سالاری ترک کر کے گوشہ گیری اختیار کر لی۔ میرا باپ، میری ماں دونوں عرب تھے۔ ہمارا تعلق عربوں کے ایک قدیم اور عظیم قبیلے بنو تغلب سے ہے۔ لشکر کی سپہ سالاری چھوڑ کر میرا باپ مجھے اور میری ماں کو لے کر واپس عرب کے صحراؤں کی طرف چلا گیا تھا۔“

یہاں تک کہتے کہتے کریٹیز کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اناہیتا بول اٹھی۔

”اس سے آگے تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں تم نے سچ کہہ کر مجھے اس بات پر تو آمادہ کر لیا ہے کہ میں تمہیں اپنے ایک کارکن و خدمت گار کی حیثیت سے اپنے پاس رکھ لوں۔ اگر تم جھوٹ کہتے اور یہ نہ بتاتے کہ تمہارا تعلق عربوں سے ہے تو میں یہیں کھڑے کھڑے تمہارا کان پکڑ کر حویلی سے باہر نکال دیتی اور یہ کہہ دیتی کہ ایرانی مملکت میں کہیں بھی تمہیں قیام کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد اناہیتا رکی پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

”میں بھی جھوٹ نہیں بولوں گی ...... جس وقت میرے بھائی ممنون تمہیں لے کر میری بہن کے پاس گئے تھے تو میں بھی تم لوگوں کے پیچھے پیچھے گئی تھی۔ میری بہن اور بھائی کے درمیان جو گفتگو تمہارے متعلق ہوئی وہ میں نے اس کمرے کے دروازے کے پاس کھڑے ہو کر سن لی تھی اور جب تم دونوں باہر نکلنے لگے تو میں بھاگ کر اصطبل کی طرف آ گئی۔ تم نے چونکہ سچ کہا ہے جواب میں، میں بھی سچ اگل

رہی ہوں۔ اب آئندہ کبھی میرے ساتھ جھوٹ نہ بولنا۔ جھوٹ بولو گے تو وہ سزا ملے گی جو شاید تم برداشت بھی نہ کرسکو۔"

یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لئے اناہیتا خاموش ہوئی، غور سے اپنی بڑی بہن برسین کی طرف دیکھتی رہی پھر آگے بڑھی۔ برسین کے شانے پر بڑے پیارے انداز میں اس نے اپنا سر رکھا پھر ہلکے سے لہجے، دھیمی سی آواز میں کہنے لگی۔

"میری بہن! آپ بھی خوب ہیں۔ آپ نے اس نوجوان کو ترغیب دی تھی کہ میرے سامنے جھوٹ بولے اور میرے سامنے یہ ظاہر نہ کرے کہ یہ عرب ہے۔ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ اگر اس کا باپ ہمارے باپ کو بھائی خیال کرتا تھا اور اسی ناطے اور رشتے سے میری بہن آپ اسے اپنا بھائی بنا چکی ہیں تو پھر آپ کو نہیں چاہئے تھا کہ آپ اسے جھوٹ بولنے کی ترغیب دیتیں۔ بہرحال میں اسے اپنے ایک خدمت گار کارکن اور کامدار کی حیثیت سے قبول کرتی ہوں۔ لیکن یہ صرف اس وقت تک ایک کارکن کی حیثیت سے میرے ساتھ رہے گا جب تک میری شادی نہیں ہو جاتی۔ میری شادی ہونے کے بعد میرا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رہے گا اور پھر آپ دونوں مل کر جس طرح چاہیں اس کے دشمنوں سے اس کی حفاظت کا سامان کریں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد اناہیتا جب خاموش ہوئی تو کرٹیز کے چہرے پر عجیب و غریب سا تبسم نمودار ہوا۔ کچھ دیر تک وہ طنزیہ سے انداز میں اناہیتا کی طرف دیکھتا رہا پھر ممنون کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"ممنون میرے محترم! آپ نے مجھے بھائی کہا ہے۔ آپ کی اہلیہ برسین مجھے بھائی خیال کرتی ہے۔ میں بھی آج سے آپ دونوں کو اپنا بھائی اور بہن سمجھوں گا اور اسی ناتے اور رشتے سے آپ کی عزت و احترام کروں گا۔ لیکن میں آپ دونوں کی بہن اناہیتا کے ساتھ کام کرنے سے انکار کرتا ہوں۔ یہ میری اس کے ساتھ پہلی ملاقات ہے اور تھوڑی دیر کی گفتگو میں ہی میں نے جان لیا ہے کہ جو شخص بھی اس کے ساتھ کام کرے گا اس کے ہاں اس کے لئے کوئی عزتِ نفس نہ ہو گی اور جہاں عزتِ نفس نہ ہو وہاں ایک عرب کا قیام کرنا تو بہت دور کی بات وہاں لعنت بھیجنا بھی اپنی توہین خیال کرتا ہے۔ میرا باپ بھی مملکت ایران کے لشکریوں کا سالار تھا۔ اس کی بڑی عزت اور بڑا وقار اور اس کا ایک مقام تھا۔ محترم ممنون! میں اتنا گرا پڑا اور

اتنا بے بس و مجبور انسان نہیں ہوں کہ اناہیتا کے کامدار اور اس کے کارکن کی حیثیت سے کام کرتے ہوئے اپنی حفاظت کا سامان کروں۔ میں اپنی حفاظت خود کرسکتا ہوں۔ اناہیتا کے ایک کارکن کی حیثیت سے کام کرنے کی بجائے میں آپ کے لشکر میں ایک عام لشکری کی حیثیت سے کام کرنے کو ترجیح دوں گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لئے کرٹیز رکا۔ اس دوران اناہیتا قہر و غضب کی حالت میں اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ کرٹیز ممنون اور برسین کی طرف دیکھتے ہوئے پھر بول اٹھا۔

"میں اب تک خاموش اس لئے تھا کہ آپ کی بہن اناہیتا مجھے اپنے ساتھ رکھنے سے انکار نہ کر دے۔ اگر یہ انکار کر دیتی تو لوگ یہ کہتے کہ میں تو اس قدر ناکارہ انسان ہوں کہ ممنون کی بہن اناہیتا تک نے اپنے کارکن کی حیثیت سے اپنے ساتھ رکھنے سے انکار کر دیا تھا۔ اب جبکہ مجھے یہ اپنے کارکن اور ایک کارندے کی حیثیت سے اپنے ساتھ رکھنے کے لئے تیار ہے تو میں انکار کرتا ہوں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد پھر کرٹیز رکا، پھر دوبارہ ممنون کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"محترم ممنون اور میری بہن برسین! آپ دونوں برا نہ مانئے گا۔ میں ایسی جگہ کام نہیں کرسکتا جہاں عزتِ نفس نہ ہو۔ اناہیتا کے ساتھ چند لمحوں کی گفتگو ہی میں، میں نے اندازہ لگا لیا کہ جو شخص بھی اس کے ساتھ کام کرے گا اسے اپنے ضمیر کو مُردہ بنا کر اس کا ساتھ دینا ہو گا۔ محترم ممنون! انسان کا ضمیر اس کے جسم کے اندر ایک قاضی کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب آپ انصاف کرنے والے قاضی ہی کا خاتمہ کر دیں گے، اپنے ضمیر ہی کو مُردہ بنا لیں گے تو میرے خیال میں ایسے جینے پر لعنت ہے۔ اس کے علاوہ میں اناہیتا کے مزاج کو بھی سمجھ گیا ہوں۔ ایسی مزاج والی لڑکیاں قدم قدم پر دوسروں کی ذلت اور اہانت کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتی ہیں۔

محترم ممنون! میں عرب ہوں ...... عربوں سے متعلق مشہور ہے کہ عرب اونٹ کی طرح منتقم مزاج ہوتے ہیں۔ اگر آپ اونٹ کو ناجائز تنگ کریں، اس پر ظلم و ستم ڈھائیں تو ظلم و ستم ڈھانے والا یا تنگ کرنے والا اس کا مالک ہی کیوں نہ ہو موقع پا کر وہ اس کا سر چبا کر اس کا خاتمہ کر دے گا۔ یہی حالت ہم عربوں کی بھی ہے۔ وہ

شخص یا وہ قوم جو ہماری اہانت کا سامان کرتی ہے ہم اپنی عزتِ نفس کی خاطر اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ ان حالات میں، میں آپ کی بہن اناہیتا کے ساتھ کام نہیں کرسکتا۔ اگر اس کے ساتھ کام کرتے ہوئے کسی موقع پر اس نے میری ناجائز اہانت کرنے کی کوشش کی تو پھر شاید ہم دونوں کا انجام برا ہو۔ میں اس کے خلاف حرکت میں آجاؤں گا اور اس کے خلاف حرکت میں آنے کے بعد آپ لوگ میرے خلاف حرکت میں آئیں گے۔ اس طرح ہم دونوں ہی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ ایسی صورت پیدا ہونے سے بہتر ہے کہ میں اس کے ساتھ کام ہی نہ کروں۔ لہٰذا جو پیشکش آپ کر رہے ہیں میں اس سے انکار کرتا ہوں۔"

کریٹیز رکا پھر دوبارہ اپنی بات کو آگے بڑھا رہا تھا۔

"محترم ممنون! اگر آپ کے لشکر میں کوئی جگہ ہو تو مجھے آپ ایک عام لشکری کی حیثیت سے اپنے لشکر میں شامل کرلیں۔ میرا امتحان لیجئے گا۔ تیغ زنی و تیر اندازی اور دوسرے حرب و ضرب کے فنون میں اگر میں آپ کے معیار پر پورا اتروں تو جو بھی منصب آپ انصاف سے مجھے دیں گے میں اسے قبول کرلوں گا۔ بہرحال میں اپنی بہن برسین اور آپ لوگوں کی بہن اناہیتا کے سامنے کہتا ہوں کہ آپ کے پاس جو سب سے اعلیٰ اور اونچے درجے کے تیغ زن ہیں ان میں سے دو کا بیک وقت میرے ساتھ مقابلہ کرا دیں۔ اگر میں ان دونوں کو شکست نہ دے گیا تو آپ مجھے دھکے دے کر اپنے ہاں سے نکال دیجئے گا۔ میں واپس صحرائے عرب کی طرف چلا جاؤں گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کریٹیز خاموش ہو گیا۔ پھر اچانک وہ کچھ کہے بغیر اصطبل کی طرف بڑھا۔ پہلے اپنے گھوڑے کو دہانہ چڑھایا اور اس پر زین کس لی تھی۔ یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے ممنون بھی اصطبل میں داخل ہوا۔ کریٹیز سے کچھ نہ کہا، اپنے گھوڑے پر اس نے بھی زین ڈالی، اسے دہانہ چڑھایا۔ جس وقت کریٹیز اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ کر اصطبل سے نکلا اس کے پیچھے پیچھے ممنون بھی اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ کر اصطبل سے نکل آیا تھا۔ اصطبل سے باہر آکر برسین کے سامنے کریٹیز رکا پھر اسے اپنے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"برسین! آپ میری بڑی بہن کی جگہ ہیں۔ آپ کے سامنے جو باتیں میں نے

کی ہیں ان کا آپ برا نہ مانئے گا۔ ہم صحرائی لوگ حریت پسند قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ آزاد پیدا ہوتے ہیں، آزاد ہی مرنا پسند کرتے ہیں۔ غلامی کو لعنت کا طوق خیال کرتے ہیں۔"

یہاں تک کہتے کہتے کریٹیز کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے ممنون کہہ رہا تھا۔

"تم ایسا کرو میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں گارڈیم کے مستقر کی طرف لے جاتا ہوں۔ ان دنوں لشکر کا وہ حصہ جو میرے ساتھ مختلف شہروں میں سرگرداں رہتا ہے میں تمہیں اس میں شامل کرتا ہوں پھر تمہاری کارگزاری دیکھتے ہوئے تمہارے منصب کا تعین کیا جائے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ممنون جب خاموش ہوا تو انتہا درجہ کی نفرت، بیزاری، غصے اور غضب کا اظہار کرتے ہوئے اناہیتا کہنے لگی۔

"یہ شخص میری اہانت اور میری بے عزتی کا باعث بنا ہے۔ اس نے میرے کارکن کی حیثیت سے میری پیشکش کو ٹھکرا کر ایک طرح سے میری توہین کی ہے۔ اگر مجھے پتہ ہوتا کہ یہ اس قسم کا اُجڈ اور جاہل قسم کا عرب ہے تو میں اسے منہ لگانا تو بہت دور کی بات اس کی گفتگو سننا اور اسے اپنے نزدیک آنے دینا بھی پسند نہ کرتی۔"

اناہیتا کے ان الفاظ پر کریٹیز مسکرا دیا تھا۔ پھر ممنون کریٹیز کو اپنے ساتھ لے کر حویلی سے نکل گیا تھا۔ حویلی سے باہر نکل کر دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ ذرا آگے جا کر ممنون نے کریٹیز کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"کریٹیز! میں اور میری بیوی برسین دونوں تمہیں بھائی کہہ چکے ہیں اور ہم تمہارے ساتھ اس رشتہ کو نبھائیں گے۔ میں سمجھتا ہوں جو گفتگو تم نے اناہیتا کے ساتھ کی ہے اس کے لئے تم حق پر ہو۔ وہ مزاج کی سخت، اپنے علاوہ کسی کو اہمیت نہیں دیتی۔ کبھی کبھی وہ میرے ساتھ بھی آپے سے باہر ہو جاتی ہے لیکن میں نے کبھی اس کے رویے کو محسوس نہیں کیا۔ میرے بھائی! میں اب تمہیں لشکر میں شامل کر رہا ہوں۔ تم میرے ساتھ ہی لشکر میں کام کرو گے۔ فی الحال میں تمہیں اپنے محافظ دستوں کے پاس لے کر جا رہا ہوں۔ وہاں میں اپنے چند انتہائی جانثار ساتھیوں کے سپرد یہ کام لگا دوں گا۔ وہ تمہارا خیال رکھیں گے تاکہ جن شیطانوں نے تمہارے ماں باپ کو قتل کیا

ہے وہ دوبارہ تم پر حملہ آور ہو کر تمہیں نقصان نہ پہنچائیں۔ ساتھ ہی میں اپنے کچھ ایسے آدمی مقرر کروں گا جو لیڈیا کے حاکم سپہردار کے خاص آدمیوں سے میل جول کر کے ان سے یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ تمہارے ماں باپ کے تین قاتل جو فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے ہیں وہ کدھر گئے ہیں تاکہ تم ان سے بھی اپنا انتقام لے سکو۔ میرے محافظ دستوں کے اندر رہتے ہوئے تم دیکھو گے کہ میرے ساتھی تمہارا بہترین خیال رکھیں گے۔"

یہ کہتے کہتے ممنون کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے کریٹیز بول اٹھا تھا۔

"میں جس وقت گارڈیم شہر میں داخل ہوا تھا تو شہر کے اندر ایک مجسمہ تھا، وہ کسی دیوی کا مجسمہ تھا اس کا نام آپ کی چھوٹی بہن سے ملتا ہے۔ کیا اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟"

ممنون مسکرایا اور کہنے لگا۔

"اُس دیوی کا نام اناہیتا ہے ...... وہ ایران کی بڑی اہم دیوی ہے۔ اسی دیوی کے نام پر میری بیوی برسین کی بہن کا نام بھی اناہیتا ہے اور پھر یہ اناہیتا اپنے آپ کو اناہیتا سے بھی زیادہ خوبصورت اور زیادہ اہمیت کی حامل قرار دیتی ہے۔"

اس کے بعد کریٹیز خاموش رہا۔ پھر دونوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگاتے ہوئے ان کی رفتار تیز کی اور وہ مستقر کی طرف جا رہے تھے۔

PDF LIBRARY 0333-7412793

قبل مسیح کے اس دور میں دنیا میں اس وقت دو بڑی مملکتیں اور حکومتیں تھیں۔ ایک ایران اور دوسری یونان۔ ایران کی حکومت وسیع علاقوں تک پھیلی ہوئی تھی جس میں ایران، عراق، ایشیائے کوچک تک کے دور دراز علاقے شامل تھے جو کبھی یونان کے مقبوضہ جات ہوا کرتے تھے۔ اس طرح ایران کی حکومت مضبوط اور مستحکم تھی۔ اس کے مقابلے میں یونان کی اجتماعی حیثیت نہ ہونے کے برابر تھی۔ یونان میں لگ بھگ ایک درجن شہری ریاستیں تھیں۔ اس طرح یونان لگ بھگ 12 حصوں میں بٹا ہوا تھا۔ جب کبھی ایرانی یونانیوں پر حملہ آور ہوتے یہ یونانی ریاستیں آپس میں اتحاد کر کے ایرانیوں کا مقابلہ کرتیں۔

ایران پر پہلے پہل 490 قبل مسیح کے لگ بھگ ایران کے شہنشاہ داریوش اول نے یونان پر حملہ کیا۔ بحرۂ ایجن کو عبور کرنے کے بعد داریوش اول ایتھنز سے تقریباً 25 میل کے فاصلے پر میراتھن نام کے میدانوں میں پہنچا۔ یہاں اس کا مقابلہ ایتھنز والوں سے ہوا اور ایتھنز والوں نے ایران کے شہنشاہ داریوش اول کو اس جنگ میں شکست فاش دی۔

یونانیوں کے مقابلے میں جب ایرانیوں کو شکست ہوئی اور ایتھنز والے فتح مند رہے تو ایتھنز کے لشکر کا ایک سپاہی فتح کی یہ خوشخبری سنانے کے لئے میدانِ جنگ سے بھاگا۔ اس سپاہی نے 25 میل کا فاصلہ بھاگتے ہوئے طے کیا اور ایتھنز والوں کو ایران کے خلاف یونان کی فتح کی خوشخبری سنائی اور یہ خوشخبری سنانے کے ساتھ ہی وہ بیچارہ فوت ہو گیا۔ ایتھنز کے اس لشکری سے فتح کی خوشخبری سن کر اہل ایتھنز نے خوشیاں منائیں۔ شہر کے دروازے کھول دیئے۔ چونکہ اس لشکری نے میراتھن کے میدان سے 25 میل بھاگ کر اہل ایتھنز کو خوشخبری سنائی تھی سو اس لشکری کی یاد کو تازہ کرنے کے لئے یونانیوں نے اپنی اولمپک کھیلوں میں میراتھن نام کی دوڑ شامل کر

لی۔ میراتھن کا میدان اور اسی نام کا قصبہ آج بھی یونانی اور ایرانی جنگوں کے سلسلے میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ آج بھی وہاں جنگ میں مارے جانے والوں کا ایک قبرستان ہے اور چھوٹا سا ایک عجائب گھر بنا دیا گیا ہے۔ میراتھن کی جنگ میں لگ بھگ چھ ہزار ایرانی مارے گئے۔ یونانیوں کا نقصان ان کے مقابلے میں بہت کم تھا۔ ان کے صرف 192 لشکری جنگ میں کام آئے۔

دارا یوش اول کے بعد ایران کے شہنشاہ زرکسیز نے یونان پر حملہ کیا۔ اس نے ایتھنز کو فتح کر کے شہر کو آگ لگا کر سخت نقصان پہنچایا۔ تاہم یونانیوں نے اس کا انتقام اس طرح لیا کہ انہوں نے زرکسیز ہی کے دور میں بحری جنگ میں جو 480 قبل مسیح میں لڑی گئی ایرانی بحری بیڑے کو بدترین شکست دے کر اپنی فوقیت اور اپنی فتح مندی کا اعلان کیا۔ اس بحری جنگ میں یونان کے جہاز صرف 370 تھے جبکہ ایرانی بحری بیڑے میں ایک ہزار سے بھی زائد جہاز تھے اور پھر جس لشکر کے ساتھ ایرانیوں نے یونانیوں کے خلاف بحری جنگ کی ابتداء کی اس میں لگ بھگ پانچ لاکھ دس ہزار ملاح اور بحری لشکری شامل تھے۔ تیسری لڑائی جو 489 قبل مسیح میں ہوئی اس میں بھی ایرانی یونانیوں کے ہاتھوں شکست کھا گئے۔

یونانیوں کی بدقسمتی کہ ایرانیوں کے حملے کے وقت وہ آپس میں متفق ہو جاتے اور جب حملے کا خطرہ ٹل جاتا تو پھر وہ خوفناک خانہ جنگی کا شکار ہو جایا کرتے تھے۔ خانہ جنگیوں کی اس مدت کے دوران میں یونان میں دو شخصیتیں ابھر کر سامنے آئیں۔ ایک مقدونیہ کی ریاست کا حکمران فلپ اور دوسرا ایتھنز کا ایک نامور خطیب تھا جس کا نام ڈیماستھینز تھا۔ جہاں تک مقدونیہ کے حکمران فلپ کا تعلق تھا تو یہ دنیا کے نامور فاتح سکندر کا باپ تھا۔ یہ بڑا موقع پرست، حقیقت شناس انسان تھا۔ اس نے غیر منظم شہری ریاستوں پر اپنی گرفت کو مضبوط بنانے کا تہیہ کر لیا تھا۔ وہ اپنے آپ کو فوراً حالات کے مطابق ڈھال لینے کا گر جانتا تھا۔ جب ضرورت پڑتی اپنے آپ کو مذہبی کونسل کے محافظ کی حیثیت سے پیش کر دیتا اور مندروں کی عزت و آبرو کا محافظ بن جاتا۔ اگر ضرورت پڑتی تو یونان میں جمہوریت کا سب سے بڑا محسن بن کر سامنے آ جاتا۔ اس طرح اس نے یونانی ریاستوں کے اندر اپنی عزت اور اپنے وقار میں اضافہ کرنا شروع کر دیا تھا۔

دوسرا شخص جس کا نام ڈیماستھینز تھا۔ یہ اس دور کا مانا ہوا خطیب تھا۔ ایتھنز کا رہنے والا تھا اور سکندر کے باپ فلپ کا بدترین دشمن تھا۔ اپنی تقریروں، اپنے خطبوں میں وہ اہل ایتھنز کو سکندر کے باپ فلپ کے خلاف اکساتا رہتا تھا اور اس کا مقابلہ کرنے کے لئے لوگوں کو تیار کرتا رہتا تھا۔

ڈیماستھینز کا یہ خطیب اہل ایتھنز کو سکندر کے باپ فلپ کے مقابلے پر لانے کے لئے انہیں یونان کی قدیم بہادری کی داستانیں سناتا۔ اس طرح یونان کے اندر دو نظریے پرورش پانے لگے تھے۔ ایک نظریہ ڈیماستھینز کا تھا جو آزاد شہری ریاستوں کا نظریہ پیش کرتا تھا۔ دوسرا بادشاہی کا نظریہ تھا جو مقدونیہ کا حکمران فلپ پیش کر رہا تھا۔

اہل ایتھنز مقدونیہ کے حکمران فلپ سے خوف زدہ بھی تھے اور ڈیماستھینز کا مطمع نظر بھی یہی تھا کہ ایتھنز والوں کا یہ خوف دور کر کے اس خوف کو فلپ کے خلاف نفرت میں تبدیل کرتا چلا جائے۔ ایتھنز والوں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ اکثر و بیشتر سکندر کے باپ فلپ سے متعلق کہتا۔

''فلپ کی حیثیت ایک بھیڑیے کی سی ہے جو انسانوں کی نگاہوں سے چھپ چھپا کر لاشوں سے اپنا پیٹ بھرتا ہے۔ فلپ سے متعلق یہ بھی وہ کہا کرتا تھا کہ لوگ کہتے ہیں فلپ بڑا خوبصورت ہے، شراب بہت پیتا ہے۔ لیکن عورتیں بھی تو خوبصورت ہوتی ہیں اور پھر اسفنج بھی خاصا پانی چوس لیتا ہے۔ وہ لوگوں کو کہتا کہ کیا تم اس وہم میں مبتلا ہو کہ جو غیر فانی دیوتا آسمانوں سے تمہارے احوال کے نگران ہیں اس عیاش و بدکار، سازشی اور خون چوسنے والے فلپ کو اپنی مہربانیوں کا مرجع و ماوا بنا لیں گے؟''

انہی دنوں یونان کے پیتھیا نام کے مندر کی ایک کاہنہ نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ:

''عقاب آسمانی فضاؤں میں اڑتے ہوئے دیکھیں گے کہ مفتوح گریہ زاری میں مبتلا ہے اور فاتح موت کے گھاٹ اتارا جا رہا ہے۔''

اس پیش گوئی کا ذکر کرتے ہوئے ڈیماستھینز اکثر ایتھنز والوں سے کہتا کہ جو پتھیا کے مندر کی کاہنہ نے یہ پیش گوئی کی ہے تو یقیناً اس پیش گوئی کا مطلب یہ ہے

کہ حملہ آور اہل مقدونیہ فلپ کا ماتم کریں گے جو آئندہ جنگ میں قطعی طور پر ہمارے ہاتھوں مارا جائے گا۔

جہاں ایتھنز کا خطیب ڈیماستھینز ایتھنز کے لوگوں کے ساتھ دوسری ریاست تھیبس کے لوگوں کو بھی سکندر کے باپ فلپ کے خلاف بھڑکا رہا تھا وہاں فلپ بھی خاموش نہ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بڑا تیز طرار اور وقت کے مطابق ڈھل جانے والا شخص تھا۔

گو اس کا باپ اتنا بڑا سیاست دان یا سالار نہیں تھا۔ وہ صرف گھوڑے پالنے کا کام کیا کرتا تھا اور اس کا نام ایمن تاش تھا۔ مقدونیہ کے ان لوگوں سے متعلق کہا کرتے تھے کہ ان کے آباؤ اجداد کنستور تھے۔ یونانیوں کے ہاں کنستور ایک فرضی مخلوق تھی جس سے متعلق ان کا کہنا تھا کہ اس کا نصف دھڑ آدمی کا اور نصف گھوڑے کا ہوا کرتا تھا۔ مقدونیہ کا حکمران ایتھنز کے خطیب ڈیماستھینز کی کارروائیوں سے غافل نہیں تھا۔ وہ بھی اپنی جوابی کارروائیوں میں مصروف تھا۔ لیکن اسے سب سے زیادہ گلہ اپنی بیوی سے تھا جو اس سے بیزاری اور بے توجہی کا اظہار کرتی تھی۔ یہ سکندرِ اعظم کی ماں تھی۔ اس کا نام اولمپیاس تھا۔ کبھی وہ جزیرہ تھیموسریس کے ایک مندر میں پجارن ہوا کرتی تھی۔ تھیموسریس درہ دانیال سے ذرا اوپر گیلی پول کے سامنے واقع تھا۔ اسی جزیرے میں پہلی بار فلپ نے تھیموکریس کی پجارن اولمپیاس کو دیکھا۔ وہ جزیرے میں بھاگ دوڑ کر رہی تھی۔ عجیب طرح کی حرکتیں کر رہی تھی۔ اس کا حسن بے مثال، اس کا جمال لاجواب تھا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ دیوتا کی روح اس میں حلول کر گئی ہے۔ اسے دیکھتے ہی فلپ اس پر فریفتہ ہو گیا تھا۔

ایک سال تک فلپ اولمپیاس نام کی اس لڑکی کی محبت میں مبتلا رہا پھر اس سے شادی کر لی اور اسی اولمپیاس سے فلپ کا بیٹا سکندر پیدا ہوا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب اولمپیاس کے ہاں سکندر پیدا ہوا اس وقت یونان کا بوڑھا کاہن اریسٹارڈ اولمپیاس کے کمرے میں داخل ہوا اور اس کی خواب گاہ میں پہنچ کر اولمپیاس اور فلپ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''غروبِ آفتاب کے وقت مجھے مشرق کے اُفق پر شعلے بھڑکتے ہوئے نظر آئے تھے۔''

یہ ایک طرح سے اس بوڑھے کاہن نے پیش گوئی کی تھی اور وقت گزرنے پر

یہ پیش گوئی سچی بھی ثابت ہوئی۔ اس لئے کہ چند دن بعد ہی اطلاع مل گئی کہ سکندر کی ولادت کی رات ایشیا کے ساحل پر ایشیائے کوچک کے قدیم شہر افیسوس میں ارٹمس دیوی کا مندر نذرِ آتش ہو گیا تھا اور سکندر کی پیدائش پر فلپ کے لئے جو دوسری حیرت انگیز بات ہوئی وہ یہ کہ اس روز اولمپیائی کھیلوں میں فلپ کے گھوڑے نے دوڑ بھی جیتی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ جس طرح یونان کے سب سے بڑے دیوتا زیوس کی بیوی ہیرا بہت بری عادتوں کی مالک تھی اور اس میں ایک عادت حسد اور کینہ کی تھی اور وہ اکثر بے رخی کا اظہار کر کے اپنے شوہر زیوس کے فیصلوں کا احترام نہ کرتی تھی لہٰذا اس کے اس رویے کی وجہ سے زیوس دوسری دیویوں کی طرف مائل ہو گیا تھا۔

اسی طرح شادی کے بعد اولمپیاس اور فلپ کے درمیان بھی تعلقات میں تناؤ پیدا ہو گیا تھا۔ اولمپیاس فلپ سے بے رخی برتنے لگی تھی۔ سکندر کی ماں اولمپیاس کی پجارن ہونے کے ساتھ ساتھ کمال درجہ کا حسن رکھتی تھی۔ اپنے شوہر فلپ سے بے اعتنائی و بے رخی برتنے کے ساتھ ساتھ اس نے اپنی رہائش گاہ کے اردگرد بڑے بڑے سانپ پال رکھے تھے۔ اس کی خواب گاہ کے اندر بھی عشق پیچاں کی بیلیں لگی ہوئی تھیں۔ وہ مذہبی رقص کرنے کی بڑی ماہر تھی اس لئے کہ پجارن رہ چکی تھی۔ لہٰذا رقص کے سامان اس نے اپنی خواب گاہ میں رکھے ہوئے تھے اور جو سانپ اس نے پال رکھے تھے وہ سانپ اس کی خواب گاہ میں عشق پیچاں کی بیلوں کے اندر بھی اپنا ٹھکانہ بنانے لگے تھے۔

اپنے ماں باپ کے درمیان بے تعلقی کو دیکھتے ہوئے سکندر شروع سے ہی گوشہ گیر سا ہو گیا تھا۔ گو اس کے باپ فلپ نے اس کی تعلیم کے لئے یونان کے سب سے بڑے فلسفی ارسطو کی خدمات حاصل کی تھیں اس کے باوجود وہ تنہائی پسند تھا۔ اس کی اس عادت کی وجہ سے اس کی ماں اولمپیاس اکثر اسے گونگا بچھڑا یا کتابی کیڑا کہہ کر پکارا کرتی تھی۔

سکندر کی ماں اولمپیاس کی بے رخی کی وجہ سے اس کا باپ فلپ دوسری عورتوں کی طرف مائل ہوا تھا۔ یہاں تک کہ وہ ایک انتہا درجہ کی خوبصورت اور نو عمر لڑکی کو پسند کرنے لگا۔ اس کا نام قلوپطرہ تھا۔ پھر اس نے قلوپطرہ سے شادی بھی کر ڈالی۔

وہ دور سکندر کے باپ فلپ کے لئے بڑا کٹھن اور تکلیف دہ دور تھا۔ ایتھنز کا خطیب ڈیما ستھینز یونان کی دوسری ریاستوں کو اپنے ساتھ ملا کر ایک طرح سے فلپ کے خلاف ایک طاقتور اتحاد بنانے کی کوشش کر رہا تھا جبکہ فلپ صرف مقدونیہ کی ریاست کا حکمران تھا، کوئی دوسرا اس وقت اس کا حمایتی نہ تھا۔

مقدونیہ کی یہ ریاست جزیرۂ نمائے بلقان میں واقع تھی۔ اس کی حدود مختلف زمانوں میں بدلتی رہتی تھی۔ سکندر اعظم کے باپ فلپ کے زمانے میں مقدونیہ کی حدود جنوب کی طرف کوہستانِ اولمپس اور جبل کامیون تک تھی جو اسے سسلی سے جدا کرتے تھے۔ مقدونیہ کے مشرق میں دریائے سٹریمون تھا۔ شمال میں پیونیہ، مغرب میں ایلیریا اور موجودہ البانیہ تھے۔ فلپ کے آباؤ اجداد کے زمانے میں مقدونیہ کی حدود گھٹی ہوئی تھی لیکن سکندر کے باپ فلپ کے دور میں اس میں کسی قدر توسیع ہوئی تھی۔ مشرق کی طرف بحرۂ نسقس جو مقدونیہ کو تراکیہ سے جدا کرتا تھا اور شمال میں وہ علاقہ جو مقدونیہ اور میسیا کے درمیان حدِ فاصل تھا مقدونیہ کا جز بن گیا تھا۔ جنوب کی طرف بھی توسیع ہوئی تھی یہ ساحل بحر اور جزیرہ نمائے کا تصدیق یونان سے الگ ہو کر مقدونیہ میں ضم ہو گئے تھے اور مغرب میں ایلیریا بھی مقدونیہ کا حصہ بن گیا تھا۔

مقدونیہ میں وسیع میدان اور بلند پہاڑ ہیں۔ یہاں کی پوری سطح ایک وحدت ہے برعکس یونان کے جس کے علاقوں کو قدرت نے خلیجوں کے ذریعے منتشر کر رکھا ہے۔ سطح کی وحدت کا تقاضا یہ تھا کہ یہاں ایک حکومت قائم ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہاں پہاڑوں میں بھیڑ بکریاں پالی جاتی تھیں۔ میدانوں میں کھیتی باڑی و تجارت خوب ہوتی تھی۔ مقدونیہ ان دنوں کانوں کی دولت سے بھی مالا مال تھا۔ کانوں سے سونا چاندی اور الماس نکالے جاتے تھے۔

مقدونیہ میں ان دنوں دو طرح کے لوگ بستے تھے۔ ایک یورپی جن میں مختلف قومیں تھیں اور مختلف زبانیں بولی جاتی تھیں دوسرے یونانی مہاجر۔ یورپی اقوام یونانی مہاجروں کی نسبت تہذیب و تمدن کے اعتبار سے پست تھیں۔ غالباً وہ لوگ پہاڑوں میں رہتے تھے۔ یونانی مہاجر آئے تو انہوں نے میدانوں، الجزائر کے ساحلوں اور خلیج سالونیکا کے کناروں پر بسیرا کیا۔ آخر دونوں قسم کے لوگ جب خلط ملط ہوئے تو

یونانی مذہب اور تمدن مروج ہوا۔ اس کے باوجود قدیم یونانی اہل مقدونیہ کو اپنے میں سے نہیں سمجھتے تھے بلکہ انہیں بربر خیال کرتے تھے۔ ان لوگوں کے عادات و اطوار میں بڑی درشتی تھی۔ کوئی شخص جب تک کسی نہ کسی کو قتل نہ کر لیتا بھلے آدمیوں میں بیٹھنے کے لائق نہ ہو سکتا تھا نہ جوان مرد ہی کہلا سکتا تھا۔ ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کا رواج بھی عام تھا۔

یورپ میں ایران کے شہنشاہ داریوش سوئم جسے داریوش اعظم بھی کہا جاتا ہے جب اس نے لشکر کشی کی تو اس لشکر کشی سے پہلے مقدونیہ کی تاریخ کا بہت کم پتہ چلتا ہے البتہ داریوش اعظم کے زمانے میں مقدونیہ کے روابط یونانیوں کے ساتھ قائم تھے۔ داریوش جب ایک وحشی حملہ آور قوم سکائیوں کے خلاف حرکت میں آیا اور ان پر حملہ آور ہوا ان پر حملہ آور ہونے کے لئے وہ باسفورس میں سے گزرا اور واپسی میں اپنا کچھ لشکر یورپ میں متعین کر دیا تھا تاکہ وہ لشکر مقدونیہ اور جزیرہ نمائے بلقان کے تمام جزیروں کو اپنے زیر نگیں کرے۔

چنانچہ لشکر کو اپنے منصوبے میں نمایاں کامیابی ہوگئی۔ اسی لشکر نے بالآخر ایک شخص ایمن تاش کو مقدونیہ کی حکومت سونپی۔

داریوش اعظم کے بعد جب زرکسیز ایران کا حکمران بنا تو اس کی یونانیوں کے ساتھ جنگ ہوئی۔ اس وقت مقدونیہ کے حکمران ایمن تاش کا بیٹا سکندر اول اس کے لشکریوں کا سردار تھا اور یہ دونوں باپ بیٹا ایرانیوں کے حامی تھے۔

سکندر اول کے بعد پردی کاس مقدونیہ کا حکمران بنا۔ پردی کاس نے ایرانیوں کے تمدن کو مقدونیہ میں ترقی دی۔ وہ علم و ادب کی طرف بھی مائل تھا۔ چنانچہ اس نے متعدد ادباء اور شعراء یونان اپنے دربار سے وابستہ کئے اور ان کی ہر طرح سے حوصلہ افزائی کی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا آرکی لاؤس جو ایک کنیز کے بطن سے تھا تخت نشین ہوا۔ اس نے شاہی خاندان کے ان تمام لوگوں کو قتل کرا دیا جو تخت و تاج کے دعوے دار ہو سکتے تھے تاکہ کوئی حریف اس کے خلاف کھڑا نہ ہو سکے۔

اس کے بعد آرکی لاؤس نے وسائل آمد و رفت بہتر کئے۔ نئے شہر بسائے۔ لشکر کو منظم کیا۔ نوجوانوں کی ورزش کے لئے مقابلوں کی رسم شروع کی۔ شعراء و ادباء اور مصوروں کو دربارِ شاہی میں جگہ دی۔

آرتی لاؤس قوت ہوا تو مقدونیہ میں داخلی انتشار پیدا ہو گیا۔ اس کا سبب مقدونیہ کا وہ فرقہ بنا جو یونانیوں سے مخاصمت رکھتا تھا اور خانہ جنگیوں میں دس سال کا عرصہ لگ گیا۔ بالآخر سکندر اول کا پوتا ایمن تاش سوئم تخت و تاج حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

اس نے مخالفین کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کر کے داخلی انتشار کو ایک حد تک دور کر دیا۔ اس زمانے میں ایرانی سیاست کی بدولت اہل ایتھنز کمزور پڑ گئے اور اہل سسلی اندرونی اختلافات کا شکار ہو گئے۔ اس لئے حالات مقدونیہ کے لئے سازگار ہو گئے۔

ایمن تاش سوئم کے بعد سکندر دوئم اس کا جانشین ہوا۔ اس زمانے میں مقدونیہ میں داخلی جھگڑے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایمن تاش کے داماد بطلیموس نے سکندر دوئم کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ آخر وقتی طور پر یہ جھگڑا یوں طے ہوا کہ دونوں مل کر حکومت کریں پر ایک حکومت میں دوعملی زیادہ دیر نہیں چلتی۔

زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ سکندر دوئم قتل ہوا اور بطلیموس نے تخت و تاج سنبھالا لیکن اس کی حکومت بھی زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی کیونکہ ایمن تاش کے بیٹے پردی کاس نے اس سے حکومت چھین لی۔ لیکن یہ بھی داخلی جنگ و جدل میں مارا گیا اور اس کی جگہ ایمن تاش کا سب سے چھوٹا بیٹا فلپ مقدونیہ کے تخت و تاج کا مالک بنا۔ اسے فلپ دوئم بھی کہتے ہیں۔ اسی فلپ دوئم کے بیٹے کو سکندر اعظم کہتے ہیں اور تاریخ میں اسے سکندر سوئم کا نام بھی دیا جاتا ہے۔

❁

بہر حال ایتھنز کے خطیب ڈیما ستھینز کی کوششیں اور اس کے جذبات انگیز اور ہیجانی خطبے رنگ لائے۔ اس نے سکندر اعظم کے باپ فلپ کے خلاف نفرت انگیز تقریریں کرتے ہوئے ایتھنز والوں کو بالکل اس کے خلاف کر دیا تھا۔ اس طرح اس نے محبانِ وطن کا ایک لشکر تیار کر لیا تھا۔ اس نے دوسرا بڑا معرکہ یہ سر کیا کہ اسی طرح تقریریں کرتے ہوئے اس نے یونان کی دوسری ریاست تھیبس کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ تھیبس کے لوگ بڑے جنگجو تھے اور ماضی میں وہ یونان کی ایک اور ریاست اسپارٹا کو شکست بھی دے چکے تھے۔ للہٰذا یونان کے اندر ان کی جنگجوئی اور

ری کی فضائیں گونجتی تھیں۔ اس طرح ڈیما ستھینز ایتھنز اور دوسری یونانی ریاست تھیبس کے متحدہ لشکر کو لے کر بھاری ہتھیاروں سے مسلح ہو کر مقدونیہ پر حملہ آور ہونے کے لئے سکندر کے باپ فلپ کی طرف بڑھا۔

جو لشکر ڈیما ستھینز نے تیار کیا تھا اس میں بڑا جوش بڑا جذبہ تھا۔ ہر ایک نے عہد کیا ہوا تھا کہ مقدونیہ پر حملہ آور ہو کر فلپ کو تخت و تاج سے محروم کر دیں گے۔ سارے لشکری کانسی کی ڈھالیں اٹھائے ہوئے تھے۔ ان کے پاس چمکتے ہوئے ہتھیار تھے۔ خود ڈیما ستھینز کی ڈھال پر سنہری حروف میں ایک جملہ لکھا ہوا تھا جس کا مطلب ”بختور“ تھا۔

ڈیما ستھینز کو یقین تھا کہ جس قدر بڑا اور مسلح لشکر لے کر وہ مقدونیہ کے حکمران فلپ کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے اس لشکر سے وہ فلپ کو شکست دے کر اسے مقدونیہ کے تخت و تاج سے محروم کر دے گا۔

دوسری طرف فلپ بڑا چالباز حکمران تھا۔ سیاست کے سارے رموز سے واقف تھا۔ وہ ہر موقع پر مناسب حال و کردار اختیار کر لیتا اور لشکر کی کمانداری میں کوئی اس کی برابری کا دم نہیں بھر سکتا تھا۔

جس وقت ڈیما ستھینز ایتھنز اور تھیبس دونوں ریاستوں کے لشکر کو لے کر مقدونیہ کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا اسی وقت یکا یک یہ خبریں آنا شروع ہوئیں کہ فلپ مقدونوی لشکری کو لے کر کہیں غائب ہو گیا ہے۔

اس کے بعد ایتھنز کے کچھ مخبر اور طلایہ گر یہ بھی خبریں لے کر آئے کہ مقدونیہ بادشاہ فلپ اپنے لشکر کو لے کر بلقان کی طرف بھاگ گیا ہے۔ یہ خبریں سن کر ڈیما ستھینز ہی نہیں اس کے ایتھنز اور تھیبس کے لشکریوں کے حوصلے بھی بڑھ گئے تھے اور انہوں نے اپنی پیش قدمی کی رفتار پہلے کی نسبت زیادہ تیز اور پُرجوش کر دی تھی۔ دوسری طرف فلپ ایک زبردست جنگی چال چل رہا تھا اور ایتھنز اور تھیبس والوں کو اس نے ایک عجیب طرح کی غلطی اور مخمصے میں ڈال کر رکھ دیا تھا۔ اس لئے کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ کہیں نہیں گیا تھا۔ اس نے بلقان کا رخ نہیں کیا تھا۔ اپنے لشکر کے ساتھ وہ کہیں آس پاس ہی موجود تھا۔ لیکن اس نے یہ افواہ پھیلا کر کہ وہ اپنے لشکر کو لے کر بلقان کی طرف چلا گیا ہے ایک طرح سے ایتھنز اور تھیبس کے لشکریوں

کو دھوکے اور فریب میں مبتلا کر کے رکھ دیا تھا۔

ایتھنز اور تھیبس والے لگاتار مقدونیہ کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے آ چکے تھے۔ دوپہر کے وقت جبکہ سورج ان سواروں کے سامنے آیا تو ایک طوفان ا کھڑا ہوا۔ اس لئے کہ مقدونیہ کا بادشاہ فلپ اپنے کام کی ابتداء کر چکا تھا۔ فلپ نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ ایک حصہ اس نے اپنے پاس رکھا تھا دو حصہ اپنے بہترین سالار پارمینو کی سرکردگی میں دیا تھا۔ خود فلپ تو اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ایک لمبا چکر کاٹتا ہوا ایتھنز اور تھیبس والوں کے لشکر کے پشتی حصے کی طرف چلا گیا تھا جبکہ پارمینو اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ تھیبس اور ایتھنز کے لشکریوں راہ روکنے کے لئے ایک نالے کے قریب اپنے سواروں کے ساتھ بالکل تیار ا مستعد تھا۔

مقدونیہ کے بادشاہ فلپ نے پہلی بار اپنے بیٹے سکندر کو جنگ میں حصہ لینے موقع دیا تھا سکندر اس وقت اپنے سیاہ رنگ کے گھوڑے پر سوار تھا اور اس گھوڑے نام بیوسی فالس تھا۔ فلپ نے اپنے بیٹے سکندر کو سواروں کے ایک دستہ کا کماندار بنایا تھا۔ اس طرح جس لشکر کے ساتھ فلپ کے سالار پارمینو نے دشمن کی راہ روکی تھی اس کے تین حصے تھے۔ ایک پارمینو کے پاس، دوسرا اس کے بیٹے فلوٹس کی سرکردگی میں تھا اور تیسرا سکندر کی کمانداری میں تھا۔

پارمینو، سکندر اور فلوٹس تینوں کے لئے فلپ کا یہ حکم تھا کہ جب تک وہ انہیں اجازت نہ دے اس وقت تک وہ اپنے سواروں کے ساتھ آگے بڑھ کر دشمن پر حملہ آور نہ ہو۔

اچانک ایتھنز اور تھیبس والے چونکے۔ فلپ اپنے لشکر کے ساتھ ان کی پشت کی طرف سے نمودار ہوا تھا۔ پشت میں تھیبس کی ریاست کا لشکر تھا اور آگے آگے ایتھنز والے تھے۔ تھیبس والوں نے جونہی دیکھا کہ انہیں دھوکا اور فریب دیا گیا ہے فلپ کہیں نہیں گیا بلکہ وہ یہیں ہے اور یہ کہ اب وہ ہماری پشت کی طرف سے نمودار ہو کر ہم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے تب انہوں نے فلپ اور اس کے لشکریوں پر حملہ کر دیا۔ اس طرح تھیبس کا لشکر سکندر کے باپ فلپ کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا اور گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی تھی۔

دوسری طرف پارمینو، فلوٹس اور سکندر بڑے بے چین دکھائی دے رہے تھے۔ اس لئے کہ ایتھنز والوں کا لشکر پیش قدمی کرتے ہوئے اب ان کے سامنے آ چکا تھا اور ساتھ ہی انہیں تھیبس اور فلپ کے ٹکرانے کی وجہ سے تلواروں، ڈھالوں کی آوازیں بھی سنائی دینے لگی تھیں۔ حملہ آور ہونے والے لشکری مختلف قسم کی آوازیں نکال رہے تھے جس سے پارمینو، فلوٹس اور سکندر نے اندازہ لگا لیا تھا کہ پشت کی جانب سے فلپ نے دشمن پر حملہ کر دیا ہے۔

لیکن وہ ایک نالے کے قریب بالکل مستعد رہے۔ اس لئے کہ فلپ نے انہیں حکم دے رکھا تھا کہ جب تک وہ نہ کہے وہ سامنے کی طرف سے دشمن پر ضرب نہ لگائیں۔

لیکن جب فلپ کی طرف سے کوئی پیغام آنے میں تاخیر ہو گئی تب سکندر انتظار نہ کر سکا۔ وہ بے چین ہو گیا۔ اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور سامنے ایتھنز والوں پر حملہ آور ہوا۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے مقدونیہ کے باقی لشکری بھی ایتھنز والوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔

اب ایتھنز اور تھیبس والوں کی حالت بری ہونا شروع ہو گئی تھی۔ پشت کی طرف سے فلپ پہلے ہی ان کا قتل عام شروع کر چکا تھا جبکہ سامنے کی طرف سے سکندر، پارمینو اور فلوٹس نے حملہ آور ہو کر رہی سہی کسر نکال دی تھی۔ اس حملے کے نتیجے میں چاروں طرف ایتھنز اور تھیبس والوں کی لاشیں بکھیر کر رکھ دی تھیں۔

عین جنگ کے دوران یہ مشہور ہو گیا کہ سکندر نے اپنے باپ کی اجازت کے بغیر سامنے کی طرف سے دشمن پر حملہ کر دیا ہے۔ حملے کی ابتداء اس نے کی ہے لہٰذا وہ جنگ میں کام آ چکا ہے، مارا گیا ہے۔ اس خبر نے اس کے باپ فلپ کو پریشان کر کے رکھ دیا تھا جبکہ سکندر دشمن کا قتل عام کرنے کے بعد ایک جگہ محفوظ کھڑا تھا۔

وہاں کھڑے ہی کھڑے اس نے دیکھا کہ ایک آدمی ذرا لنگڑا کر چلتا ہوا کچھ ڈھونڈ رہا تھا۔ اس موقع پر اس لنگڑے شخص نے ایک زخمی لشکری کی آواز سنی تو اس کی بات سننے کے لئے ذرا جھک گیا۔ اس کے ساتھ مسلح جوانوں کے دستے بھی تھے۔ سکندر قریب گیا تو پہچان گیا۔ وہ لنگڑا تو اس کا باپ تھا۔ جونہی فلپ نے سکندر کو اپنے قریب آتے دیکھا اس کی خوشی، اس کی مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اس لئے کہ

وہ تو لنگڑاتے ہوئے چاروں طرف بکھری لاشوں کے اندر اپنے بیٹے سکندر کی لاش تلاش کر رہا تھا۔

سکندر جونہی باپ کے قریب گیا فلپ نے اسے گلے لگا لیا۔ اپنے ہاتھوں سے ٹٹول کر اس کا جسم دیکھا کہ اسے کہیں ضرب تو نہیں لگی۔ پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''پارمینو کے بیٹے فلوٹس نے مجھے بتایا تھا کہ ایک دم تم اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگاتے ہوئے آگے بڑھے، حملہ آور ہوئے اور اس طرح ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے جیسے شیطان تمہیں اٹھا کر لے گیا ہو۔ اس وقت سب لوگ تمہاری لاش تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ اب تم سلامت مل گئے ہو تو میں شکرانے کے طور پر ڈھیروں سونا ڈلفی کے مندر کی نذر کروں گا۔''

سکندر کو یہ بھی ڈر اور خدشہ تھا چونکہ اس نے باپ کا حکم آنے سے پہلے ہی دشمن پر حملہ آور ہونے کی ابتداء کی تھی لہٰذا وہ سہا سہا تھا کہ اس کا باپ اس کے اس کام کی وجہ سے اس سے ناخوش ہو گا لیکن اپنے باپ کی زبان سے حوصلہ افزا باتیں سن کر سکندر مطمئن ہو گیا تھا۔ اس طرح فلپ نے اپنی تدبیر سے ایتھنز اور تھیبس والوں کے متحدہ لشکر کو بدترین شکست دی تھی۔ جس وقت تھیبس اور ایتھنز والوں کو شکست ہوئی اور وہ میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے شہرہ آفاق خطیب ڈیماستھینز بھی اپنے ہتھیار پھینک کر میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کی وہ ڈھال جس پر ''بخت آور'' کا جملہ لکھا ہوا تھا وہ بھی میدانِ جنگ میں پائی گئی۔ اس لئے کہ ڈیماستھینز اپنے ہتھیار پھینک کر اپنی جان بچانے کی خاطر بھاگا تھا۔

یہ لڑائی کائی ریمیا کے میدانوں میں ہوئی تھی۔ اس جنگ میں سکندر کے باپ فلپ کے پاس 30 ہزار پیادے اور دو ہزار سوار تھے۔ کہتے ہیں سواروں کی سالاری سکندر کے سپرد تھی۔ اس وقت اس کی عمر 18 سال کی تھی اور وہ پہلی مرتبہ جنگ میں شریک ہوا تھا۔ اس کے حملے نے دشمن کی صفوں کو درہم برہم کیا تھا۔ اس جنگ میں ایتھنز اور تھیبس کے لگ بھگ چھ ہزار لشکری مارے گئے اور مقدونیہ کے دو ہزار لشکری اس جنگ میں کام آئے۔

اس جنگ کے بعد فلپ اپنے لشکر کے ساتھ تھیبس کے علاقوں پر حملہ آور ہوا

اور ان کی ساری عسکری قوت کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔

دوسری طرف ایتھنز کے لشکر پر کائی ایمیا کی جنگ میں تباہی خیز ضرب پڑ چکی تھی پھر جب انہوں نے سنا کہ مقدونیہ کے بادشاہ فلپ نے تھیبس پر حملہ آور ہو کر تھیبس کے سارے علاقوں پر قبضہ کر لیا ہے اور اس کی حفاظت کے لئے وہاں اپنے لشکری بٹھا دیئے ہیں تو اہلِ ایتھنز پر ہراس اور رعشہ طاری ہو گیا۔

وہ یہ خطرہ محسوس کرنے لگے تھے کہ تھیبس پر قبضہ کرنے کے بعد اب فلپ اپنے لشکر کے ساتھ ایتھنز کا رخ کرے گا اور جس طرح تھیبس والوں پر حملہ آور ہو کر اس نے ان کے سارے کس و بل نکال دیئے ہیں اس طرح ایتھنز والوں کو بھی ایک بار پھر تباہی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ایتھنز والے ابھی انہی سوچوں میں غرق تھے حیران فکرمند پریشان ہو رہے تھے کہ دیکھیں تھیبس والوں پر حملہ آور ہو کر اور ان پر قبضہ کرنے کے بعد فلپ ایتھنز والوں پر کیسے حملہ آور ہوتا ہے لیکن ایتھنز والے یہ دیکھ کر حیران اور ششدر رہ گئے کہ فلپ نے ایتھنز کی عظیم الشان جمہوریت سے کوئی مطالبہ نہ کیا نہ ان سے تاوان جنگ طلب کیا نہ ہی ان پر حملہ آور ہوا اس لئے کہ اس شہر کے لئے اس کے دل میں ناقابل بیان احترام تھا۔ بلکہ ایتھنز والوں کا دل جیتنے کے لئے فلپ نے اپنے بیٹے اور چند دوسرے امرا کو خیر سگالی کے وفد کے طور پر ایتھنز کی طرف روانہ کیا۔ ایتھنز والوں نے سکندرِ اعظم اور اس کے امراء کا بہترین انداز میں استقبال کیا۔ ایتھنز جیسے قدیم شہر میں قیام کے دوران سکندر نے وہاں کے تمام مشہور مقامات دیکھے تعلیم یافتہ لوگوں کے ہجوم میں جانے کا اس کا یہ پہلا اتفاق تھا۔

سب سے پہلے اسکندر اعظم آریو پیگس کی قدیم پہاڑی دیکھنے گیا۔ یہ ایتھنز کے پاس ایک پہاڑی تھی جس پر بیٹھ کر یونان کے اکابر باہم مشورے کیا کرتے تھے وہ اس جگہ کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

اس کے بعد اس نے ایتھنز کا دیوتی سلیس کا تھیٹر بھی دیکھا۔ دیوتی سلیس یونان کا ایک دیوتا تھا۔ تھیٹر میں نشست گاہوں کی مرمریں قطار کے سامنے بیٹھا وہاں بیٹھ کر اس نے دیکھا وہاں ایسے لوگ جمع تھے جن کے بازو بڑے خوبصورت بنے ہوئے تھے۔ مشعلوں کی روشنی سے منور باغوں میں خوش مذاق طوائفوں کے ساتھ

سیاسیات پر گفتگو کرتے تھے۔

اس تھیٹر میں اس نے قدیم مصر کی عجیب و غریب کہانیاں لوگوں سے سنیں جہاں ابوالہول کی زبان میں پیش گوئیاں جاری رہتی تھیں۔ یہ ابوالہول جس کو سفنکس بھی کہتے تھے پوری دنیا میں اس وقت دو تھے۔ ایک تھیبس میں دوسرا مصر میں۔ تھیبس کے ابوالہول سے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ ایک دیو زادی تھی جس کا سر شیر کا تھا اور بدن عورت کا تھا۔ مشہور ہے کہ اس نے ایک پہیلی تیار کر رکھی تھی اور ہر ایک سے پہیلی بجھواتی تھی۔ جو صحیح جواب نہ دے سکتا اسے مار ڈالتی تھی۔ جہاں تک مصر کی سفنکس کا تعلق ہے تو اس کا سر آدمی کا اور بدن شیر کا ہے۔ یہ اب تک موجود ہے اور لوگ اسے ابوالہول کے نام سے پکارتے ہیں۔

ایتھنز میں سکندر ایتھنز کی عورتوں سے مل کر بے حد خوش ہوا۔ اس لئے کہ وہ سب تعلیم یافتہ اور خوش گو تھیں۔ اس کے علاوہ سکندر کو مقدونیہ کی طرح ایتھنز میں بچے اِدھر اُدھر بھاگتے دکھائی نہ دیئے۔ جب اس کی وجہ پوچھی گئی تو اسے بتایا گیا اہل ایتھنز پسند نہیں کرتے کہ ان کے بچے اِدھر اُدھر دوڑتے پھریں۔ روٹی کے لئے بھیک مانگیں اور ہر آنے والے کو اس مطلب کے لئے پکاریں۔ لوگ کثرت سے اولاد کے خواہاں بھی نہیں۔

ایتھنز میں قیام کے دوران سکندر اعظم نے محسوس کیا کہ مقدونیہ کے مرکزی شہر پیلا کی نسبت ایتھنز میں زیادہ خصوصیات تھیں۔ وہاں دولت کی ریل پیل تھی۔ محاصل بھی بہت زیادہ وصول کئے جاتے تھے۔ محکوم جزیروں سے خراج بھی وصول ہوتا تھا اور بحری تجارت بھی خوب عروج پر تھی۔ دولت کی فراوانی ہی کے باعث شہر کی سڑکیں اور بازار سایہ دار اور کشادہ تھے۔ بڑی بڑی پبلک عمارتیں بن گئی تھیں۔ دکانوں کے سامنے ہر وقت چاندی کے سکوں کی جھنکار سنی جا سکتی تھی۔

اس کے علاوہ مقدونیہ کے مرکزی شہر پیلا کے مقابلے میں ایتھنز میں چیزوں کی قیمتیں بہت گراں تھیں وہاں بندرگاہ پر تجارتی جہاز کھڑے تھے جن پر سے غلہ اتارا جا رہا تھا۔ یہ غلہ بحرۂ اسود کی بندرگاہوں سے آتا تھا اس کے علاوہ دور افتادہ جزیروں سے بھی بہت سی چیزیں آتی تھیں۔ مثلاً سیاہ فام اور سفید فام غلام نیز مختلف قسم کی دھاتیں، لکڑی جو تعمیر کے کام میں لائی جاتی تھی۔

وہاں قیام کے دوران اسکندر نے محسوس کیا کہ دولت کی ریل پیل ہر لحظہ بڑھتی ہوئی قیمتوں کا نتیجہ ہے۔ مال و اسباب کے نرخ اونچے ہو رہے تھے مزدوری ارزاں تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ سپاہیوں کی بہت بڑی تعداد بے روزگار پھر رہی تھی اور باہر سے غلام بھی بکثرت پہنچ رہے تھے۔

اسکندر اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایتھنز کے بازاروں کی طرف بھی گیا اس نے دیکھا بازار لوگوں سے بھرے رہتے تھے لیکن بازاروں میں سے گزرتے ہوئے اسکندر کو اس چیز نے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ بازاروں میں جگہ جگہ ایتھنا دیوی کے عظیم الشان مجسمے تھے جو سونے اور ہاتھی دانت سے بنائے گئے تھے اور نیل گوں آسمان کے نیچے ایتھنا دیوی کے ان مجسموں کا نظارا بڑا دلکش معلوم ہوتا تھا۔ اسکندر چند روز تک ایتھنز میں رہنے کے بعد لوٹ آیا۔

فلپ نے ایک طرح سے جنگ کے بعد اپنے بیٹے کو خیر سگالی کا قاصد بنا کر ایتھنز کی طرف جو بھیجا یہ اس کے تدبر کا حیرت انگیز کارنامہ تھا اس نے اس طرح ایتھنز والوں کے دل جیت لئے تھے ساتھ ہی یونان کی دوسری ریاستوں کے لوگ بھی اس سے متاثر تھے اور اس نے اس کا پورا پورا فائدہ اٹھانے کا تہیہ کر لیا اس نے مختلف ریاستوں کی طرف قاصد بھجوائے اور کارنتھ میں ساری ریاستوں کا اس نے ایک اجلاس طلب کر لیا تھا۔

اس اجلاس میں آپس میں بحث ہوئی جس کے نتیجہ میں یونان کی ساری ریاستوں نے آپس میں اتحاد کر لیا اور یہ فیصلہ کر لیا کہ آئندہ متحد ہو کر یونان کے دشمنوں کے خلاف حرکت میں آیا جائے گا صرف ایک ریاست تھی جو اس اتحاد میں شامل نہ ہوئی تھی اور وہ اسپارٹا کی ریاست تھی کیونکہ اس نے پہلے ہی ایران کے ساتھ ایک معاہدہ کر رکھا تھا باقی ریاستوں نے باہم تعاون کر لیا اور اپنے اس اجلاس کے نتیجہ میں ساری ریاستوں کو ملا کر جمعیت متحدہ یونان کا نام دیا گیا۔ اس جمعیت کی ایک مجلس منتظمہ بھی قائم کر دی گئی۔ اس کے بعد ہر ریاست کے ذمہ یہ کام بھی لگا دیا گیا کہ جنگ کی صورت میں وہ کس قدر لشکری اور حرب و ضرب کا سامان مہیا کرے گی۔ یہ سارے کام سرانجام دینے کے بعد یونان کی ساری ریاستوں کے نمائندوں کو

مخاطب کرتے ہوئے فلپ کہنے لگا۔

"اب جب کہ یونان کی ساری ریاستیں آپس میں متحدہ ہو چکی ہیں تو میں آ
سال درہ دانیال کو عبور کرنے کے بعد ایران پر حملوں کی ابتدا کر دوں گا اور ا
نے جو یونانیوں کے مقبوضہ جات چھین رکھے ہیں واپس لینے کی کوشش کروں گا۔"

اس طرح یہ مجلس ختم ہوگئی اور اس اجلاس کے بعد فلپ نے اپنے سالار پا
کو ایک لشکر دے کر حکم دیا کہ وہ درہ دانیال کو عبور کرنے کے بعد ایشیائی ساحل پر
آور ہو اور وہاں کچھ علاقوں پر قبضہ کرنے کے بعد وہاں قیام کرے تاکہ چند دن
بعد جب وہ بھی اپنے لشکر کو لے کر درہ دانیال کو عبور کر کے ایران کی مملکت پر
آور ہونا چاہے تو ایشیا میں پہلے سے فتح کیے جانے والے علاقوں میں فلپ کو
قدم جمانے کا موقع مل جائے۔

یونان کی ساری ریاستوں کو متحد کرنے اور اپنے سالار پارمینو کو درہ دانیال کے اس پار بھیجنے کے بعد فلپ اپنے مرکزی شہر پیلا چلا گیا اور وہاں اپنی نئی خوبصورت اور کم عمر بیوی قلوپطرہ کے ساتھ رہنے لگا۔ اسکندر کی ماں اور اپنی پہلی بیوی اولمپیاس کو ایک طرح سے فلپ نے طلاق دے کر علیحدہ کر دیا تھا۔

اسکندر کی ماں اولمپیاس کو جب یہ خبر ہوئی کہ وہ ملکہ نہیں رہی تو وہ اپنے ذاتی خدام کو ساتھ لے کر شاہی قصر سے نکل کر الگ مکان میں چلی گئی جو قبرستان کے نزدیک واقع تھا ایسا کرنے سے اس کا مقصد یہ تھا کہ فلپ اور اس کی نئی بیوی سے اس کا سامنا اور ٹکراؤ نہ ہو۔ قبرستان والے مکان میں پہنچتے ہی اس نے اپنے تمام ریشمی لباس علیحدہ کر دیئے اور ایک سیاہ بالا پوش پہن لیا۔ قبرستان والے مکان میں بیٹھ کر اولمپیاس ہر وقت اون کاتتی رہتی اور گھنٹوں اپنے چرخے کے سامنے چپ چاپ بیٹھی رہتی۔

جب وہ کسی کام کے سلسلے میں باہر نکلتی تو پردہ کر کے نکلتی تاکہ کسی کی نظر جب اس پر پڑے تو چہرہ نہ دیکھ سکے۔

قصر سے نکل کر قبرستان کے اس مکان میں رہتے ہوئے اس نے اپنے بیٹے اسکندر سے کبھی کوئی شکایت نہ کی زیادہ سے زیادہ جو بات اس سے ایک جملہ دہراتے ہوئے وہ یوں کہہ دیتی تھی۔ "تقدیر جن لوگوں کو کامیابی کی سربلندیاں عطا کرتی ہے انہیں نیچے بھی گرا دیتی ہے۔"

اولمپیاس اپنے دور کی سب سے حسین اور خوبصورت عورت تھی اب قصر سے نکلنے کے بعد اسکندر کے سوا اس کی رسد گاہ کوئی نہ تھی اب اسے یہ خوف بھی کھائے جا رہا تھا کہ مقدونیہ کا حکمران فلپ اکثر شراب پی کر جو سختیاں کیا کرتا تھا ان سے

اپنے بیٹے اسکندر کو محفوظ رکھنے کے لئے اب وہ خود کچھ نہ کر سکتی تھی لیکن چرخے پر اون کاتتے ہوئے وہ اکثر و بیشتر اسکندر سے کہا کرتی۔ ''تمہاری پیدائش سے پہلے میں نے ایک بڑے دیوتا کے سامنے حلف اٹھایا تھا کہ تمہاری حفاظت کا فرض بھی فراموش نہ کروں گی۔''

دوسری طرف یونان کی مختلف ریاستوں کے خلاف کامیابی حاصل کرنے کے بعد مقدونیہ کے حکمران اور اسکندر کے باپ فلپ کو بڑی شہرت ملی تھی۔ مقدونیہ کے مرکزی شہر پیلا کی رونق پہلے سے کئی گنا بڑھ گئی تھی۔ ہمسایہ ممالک سے تاجر خاص کر قرطاجنہ کے تاجر جنگی سامان لے کر پیلا آنے لگے تھے۔ بربری قبائل اپنے سفیر بھیجتے اس کے علاوہ پیلا شہر ایک طرح سے یونانی طوائفوں کا مرکز بن کر رہ گیا تھا۔

فلپ کی توجہ کا مرکز اب اس کی نئی نویلی اور خوبصورت بیوی قلوپطرہ بن چکی تھی اس کے ساتھ ہی قلوپطرہ کے رشتہ دار بھی فلپ کے زیادہ قریب ہو گئے تھے۔ قلوپطرہ کے رشتے داروں کا طرزِ عمل اسکندر اور اس کی ماں اولیپیاس کے ساتھ بھی گستاخانہ ہو گیا تھا۔ اسکندر کی ماں اولیپیاس بار بار اسکندر کو سمجھاتی کہ ان لوگوں سے بچے رہنا ان دنوں چونکہ قلوپطرہ کے ہاں بچے کی پیدائش متوقع تھی اس بنا پر اولیپیاس کو یہ بھی فکر لاحق ہو گئی تھی کہ فلپ کہیں اس کے بیٹے اسکندر کی بجائے قلوپطرہ سے نئے پیدا ہونے والے بیٹے کو ہی تخت و تاج کا وارث نہ بنا دے۔

ایک روز بھری محفل میں مقدونیہ کا حکمران فلپ اپنی بیوی قلوپطرہ اور اس کے چچا اتانوش کے ساتھ بیٹھا شراب پی رہا تھا اتانوس ایک عیار اور سازشی شخص تھا اور اس کی کوشش یہی تھی کہ اسکندر کی بجائے اس کی بھتیجی قلوپطرہ کا پیدا ہونے والا بیٹا ہی فلپ کے تخت و تاج کا وارث بنے۔

اس روز اس نے ضرورت سے کچھ زیادہ ہی شراب پی لی تھی لہٰذا شراب سے بدمست ہونے کے بعد وہ یاوہ گوئی پر اتر آیا تھا۔ دوسری طرف فلپ کی یہ حالت تھی کہ شراب کی بدمستی میں بھی وہ کسی کو اندازہ نہ ہونے دیتا تھا کہ اس نے پی رکھی ہے اسکندر چونکہ شراب نہیں پیتا تھا لہٰذا وہ یونہی اس مجلس میں بیٹھا وہاں جمع ہونے والے لوگوں کی حرکات و سکنات کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس محفل میں کہتے ہیں قلوپطرہ کے چچا

اتانوس نے اسکندر کو مخاطب کر کے کہا۔

''میں نے سنا ہے تم شراب پینے سے احتراز کرتے ہو لیکن یہ تو سوچو کہ تم بڑے دیوتا زیوس کے سامنے قربانی کے لئے جاتے ہو تو وہاں شراب انڈیلنے میں تمہیں تامل نہیں ہوتا لہٰذا شراب پینے سے تامل کیسا؟''

اس کے بعد اتانوس پیچھے ہٹ گیا۔ اس وقت سورج غروب ہونے کے قریب پہنچ گیا تھا۔ فلپ اور اپنی بھتیجی قلوپطرہ کے پاس جا کر اتانوس نے شراب سے بھرا ہوا ایک اور ساغر اٹھاتے وقت اپنی بھتیجی اور مقدونیہ کی نئی ملکہ قلوپطرہ کو مخاطب کر کے کہا۔

''کاش! تمہارے ہاں فلپ کے لئے ایک بیٹا پیدا ہو جو فلپ کے تخت و تاج کا جائز وارث ہو۔''

اس حالت میں اسکندر کے سامنے جو لوگ بیٹھے شراب پی رہے تھے ان میں سے ایک کا اس نے شراب کا پیالہ اٹھایا اور پوری طاقت کے ساتھ شراب سے بھرا ہوا وہ ساغر اس نے اتانوس کے دے مارا اس کے بعد اسکندر کی حالت عجیب ہو گئی تھی۔ وہ اس وقت چونکہ ہتھیار بند نہیں تھا لہٰذا وہ ادھر ادھر بھاگتے ہوئے کوئی چیز تلاش کرنے لگا جس سے اتانوس پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کر دے۔

ساتھ ہی وہ زور زور انداز میں گرجتے ہوئے اتانوس کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

''تم مجھے ناجائز اولاد قرار دیتے ہو؟''

جب اسکندر کو وہاں کوئی ایسی چیز نہ ملی جس سے وہ اتانوس پر حملہ آور ہوتا تب وہ میز پر چڑھ گیا اور اتانوس کو مارنے کے لئے لپکا۔ اس موقع پر فلپ اور اس کے محافظ بھی قریب آ گئے تھے۔ فلپ نے اپنے ایک محافظ سے تلوار لے لی اور تلوار آگے کرتے ہوئے اس نے اپنے بیٹے کو روک دیا۔

فلپ نے اس وقت چونکہ خوب شراب پی رکھی تھی لہٰذا جس وقت اپنی جگہ سے اٹھ کر اس نے تلوار آگے کی تا کہ میرا بیٹا آگے نہ بڑھے تو عجیب سی افراتفری وہاں پھیل چکی تھی۔ اس افراتفری میں فلپ مدہوشی کے عالم میں فرش پر گر گیا تھا۔

اس موقع پر اسکندر کچھ دیر تک بڑے غصے کی حالت میں اپنے باپ فلپ کی

طرف دیکھتا رہا اسکندر غصے کی حالت میں اس کمرے سے نکلا دروازے پر جا کر اس نے وہاں جمع ہونے والے سب لوگوں کو مخاطب ہو کر کہا۔

"تم لوگ یہ امید لگائے بیٹھے ہو کہ یہ شخص یعنی میرا باپ قائد بن کر تمہیں ایشیا لے جائے گا۔ جو شخص اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک نشست گاہ سے دوسری نشست گاہ تک نہیں جا سکا وہ ایشیا کو کیا فتح کرے گا؟"

اسکندر کے منہ سے یہ الفاظ سن کر وہاں جمع ہونے والے سب لوگ حیرت زدہ رہ گئے تھے۔ اس موقع پر اس کا باپ فلپ آہستہ آہستہ اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اسکندر غصے اور غضبناکی میں پاؤں پٹختا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔

غصے کی حالت میں اسکندر اپنی ماں کے پاس گیا جو واقعہ پیش آیا تھا اسے کہہ سنایا۔ اس کی ماں اس وقت قبرستان والے مکان میں بیٹھی چرخہ کات رہی تھی۔ اس واقعہ کے بعد اسکندر نے اپنی ماں اولمپیاس کو قبرستان والے مکان سے نکال کر پرانے خاندانی مکان میں منتقل کر دیا تھا۔ یہ سارا کام کرنے کے بعد جب وہ دوبارہ اس جگہ گیا جہاں اس کا باپ تھا تو اسکندر حیرت زدہ رہ گیا اس کا باپ اس قدر پیار، اس قدر شفقت کے ساتھ اس سے ملا اس سے بغل گیر ہوا جیسے اس سے پہلے کوئی واقعہ ہوا ہی نہ ہو اور فلپ کو اسکندر سے کوئی شکایت ہی نہ ہو۔ اس طرح اپنے رویے سے فلپ نے اسکندر کے سارے خدشات دور کر کے رکھ دیئے تھے۔

اس واقعہ کے بعد فلپ اپنی بیٹی کی شادی کی تیاریوں میں لگ گیا تھا جو اسکندر سے بڑی اور اس کی سوتیلی ماں سے تھی دراصل فلپ چاہتا تھا کہ اپنے لشکر کے ساتھ ایشیا پر حملہ آور ہونے کے لئے نکلنے سے پہلے وہ اپنی بیٹی کی شادی سے فارغ ہو جائے۔ اسکندر نے بھی اپنی اس سوتیلی بہن کی شادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو شادی کے موقع پر شاہی محل کی عمارت میں جمع ہو گیا تھا۔ اس کے بعد جب شادی میں شرکت کے لئے فلپ اس بڑے کمرے کی طرف آیا تو اس کی آمد کا اظہار کرنے کے لئے یکایک باجے اور شہنائیاں بج اٹھی تھیں۔ اپنی بیٹی کی شادی کے اس موقع پر فلپ بے حد خوش تھا۔

جونہی وہ شادی کے بڑے کمرے میں داخل ہونے لگا ایک دم چلتے چلتے وہ گھٹنوں کے بل گر گیا۔ اس لئے کہ پشت کی جانب سے ایک ننگے سر والا آدمی چیختا

چلاتا ہوا اس کی طرف آیا تھا اور اس کی پیٹھ میں اس نے خاصا بڑا چوڑے پھل کا خنجر گھونپ دیا تھا۔ فلپ وہیں گرا اور دم توڑ گیا تھا۔

سکندر کے باپ فلپ کے مارے جانے سے مقدونیہ میں ایک افراتفری کا عالم برپا ہو گیا تھا۔ اس لئے کہ فلپ ہی مقدونوی قبائل کا دل و دماغ خیال کیا جاتا تھا۔ وہی اُن سے منظم طریقے سے کام لے سکتا تھا۔ وہی ان کا سپہ سالار تھا اور اسی کے پاس آخری فیصلے کے لئے ان کے مقدمات پیش ہوا کرتے تھے۔

ان دنوں مقدونیہ میں کوئی ایسی مجلس شوریٰ بھی نہ تھی جو اس کے چھوڑے ہوئے کام کو سنبھال سکتی۔ کوئی تجربہ کار وزیر و سالار بھی موجود نہیں تھا اس لئے کہ سب سے تجربہ کار سالار پارمینو تھا جو اس وقت ایک لشکر کے ساتھ درّہ دانیال کے اس پار ایشیائی علاقوں پر حملہ آور ہونے کے لئے بھیج دیا گیا تھا۔

اب حکومت کا کاروبار چلانے کے لئے کسی کو بہرحال جانشین تو نامزد کیا جانا تھا۔ فلپ نے اپنی زندگی میں کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کیا تھا۔ وہ بڑا محتاط شخص تھا۔ اس کی احتیاط کوشی کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے سالاروں، اپنے اُمراء کو اپنی تجاویز سے آگاہ رکھنے کی بجائے دشمنوں کو فریب دینے میں زیادہ سرگرم رہتا تھا۔

فلپ کے اس طرح قتل ہونے سے مقدونیہ کے دونوں بڑے شہروں میں افراتفری برپا ہو گئی۔ پہلا بڑا شہر تو پیلا تھا جو اب مقدونیہ کا دارالحکومت تھا۔ دوسرا بڑا شہر آئی گائی تھا۔ جس وقت فلپ مقدونیہ کا حکمران بنا اس وقت آئی گائی شہر ہی مقدونیہ کا مرکزی شہر تھا۔ اس کے بعد فلپ نے مرکزی شہر پیلا کو قرار دے دیا تھا اور پیلا کو فلپ نے خود ہی آباد کیا تھا۔

فلپ کے قتل کے بعد مقدونیہ میں آئے ہوئے تجارتی کاروان آہستہ آہستہ مقدونیہ سے کھسکنے لگے۔ بڑے بڑے تاجر اپنا سامان سمیٹ کر واپس جانے لگے۔ تاہم مقدونیہ میں اس وقت جو مقدونیہ کے دشمنوں کے جاسوس تھے وہ اپنے اپنے مرکزوں میں مقدونیہ کے حکمران فلپ کی موت کی خبریں بھیجنے لگے تھے۔

فلپ کے قتل کے چند روز بعد مقدونیہ کے مرکزی شہر پیلا میں شاہی خاندان کے بڑے بڑے افراد جمع ہوئے۔ مختلف قبیلوں کے رئیس اور لشکریوں کے سپہ سالار

بھی بلائے گئے۔

مقدونیہ میں پرانا قبائلی طریقہ یہ تھا کہ وہ سب لوگ باہم غور و مشورے سے واقعہ قتل کے مجرم کا مسئلہ طے کرتے۔ جب فلپ کے قتل کا مسئلہ طے کرنے کے لئے سب لوگ جمع ہوئے تو جمع ہونے والے لوگوں نے مقدونیہ کے دو اہم اشخاص اینٹی پیٹر اور اینٹی گونس کو اس مجلس کی صدارت کے فرائض سونپے۔

مجلس نے جب تحقیق کی تو پتہ چلا کہ ایک شخص جس کا نام پاسدیاس تھا وہ مقدونیہ کا رہنے والا تھا اس نے فلپ کو قتل کیا تھا۔ لیکن قاتل کے زندہ نہ ہونے کی وجہ سے تحقیق کو آگے نہ بڑھایا جا سکتا تھا اس لئے کہ قاتل جس وقت فلپ پر حملہ آور ہوا تھا آس پاس کھڑے لوگ فوراً اس پر حملہ آور ہوئے اور اس کا خاتمہ کر دیا گیا تھا۔

جب قتل کی تحقیقات کو آگے بڑھایا گیا تو پتہ چلا کہ فلپ کی نئی ملکہ قلوپطرہ کے چچا اتالوس کے آدمیوں نے قاتل کی سخت بے عزتی کی تھی۔ اسے ایذائیں پہنچائی تھیں۔ اتالوس نے بغیر کسی وجہ کے چونکہ قاتل کو اذیت کا نشانہ بنایا تھا لہٰذا تحقیقات سے یہ بات بھی سامنے آئی کہ قاتل نے اتالوس کے خلاف ایک عرضداشت فلپ کے سامنے پیش کی تھی لیکن فلپ نے اس کی درخواست ٹھکرا دی تھی۔

فلپ کی طرف سے درخواست ٹھکرائے جانے کے بعد پاسدیاس نام کا وہ قاتل اولمپیاس اور سکندر کے پاس بھی پہنچا تھا اور اس نے ان دونوں ماں بیٹے سے اتالوس کے رویے کی شکایت کی تھی۔ لیکن جب سکندر سے اس سلسلے میں پوچھا گیا تو سکندر کہنے لگا۔

''اس میں کوئی شک نہیں کہ اتالوس کے خلاف شکایت لے کر پاسدیاس اس کے پاس پہنچا تھا اور میں نے اس سے صرف یہ کہہ دیا تھا کہ میرا اس جھگڑے سے کوئی تعلق نہیں لہٰذا وہ میرے پاس سے چلا گیا۔''

اس موقع پر کچھ لوگوں نے اس بات کا بھی شک ظاہر کیا کہ ٹھیک ہے اتالوس نے قاتل سے سخت رویہ روا رکھا تھا اور اس نے اس کے اس ناقابل برداشت رویے کی شکایت فلپ سے کی تھی لیکن انہوں نے ان خدشات کا بھی اظہار کیا کہ وہ شخص اکیلا اتنا بڑا کام سرانجام نہیں دے سکتا تھا۔ فلپ کو قتل کرنے کے لئے اسے کسی نہ کسی

نے انگیخت ضرور دی ہو گی۔ کچھ لوگ یہ بھی شک کرنے لگے کہ قلوپطرہ کے ہاں چونکہ بچے کی پیدائش متوقع تھی لہٰذا سکندر کی ماں اولمپیاس اور سکندر دونوں کو یہ خدشہ بھی لاحق ہو سکتا تھا کہ کہیں فلپ اور اتالوس دونوں مل کر سکندر کی بجائے قلوپطرہ کے پیدا ہونے والے بچے کو تخت و تاج کا وارث نہ قرار دے دیں۔ لہٰذا ان دونوں ماں بیٹے نے قاتل کو انگیخت دی ہو گی کہ وہ فلپ کا خاتمہ کر دے۔ لیکن اکثر لوگوں نے اس خدشہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

قلوپطرہ کا چچا اتالوس سکندر کی مخالفت کرنے میں پیش پیش تھا۔ وہ اپنے چند ساتھیوں کو ملا کر فلپ کا قاتل سکندر کو قرار دے رہا تھا۔ آخر جو کونسل اس بات کا فیصلہ کرنے کے لئے بیٹھی تھی وہ اس نتیجہ پر پہنچی کہ دراصل فلپ کا قاتل فلپ کے خلاف نہیں تھا۔ چونکہ قلوپطرہ کے چچا اتالوس نے اس پر ظلم ڈھائے تھے اور فلپ نے بھی اس سے انصاف نہ کیا تھا تو حقیقت میں شادی کے اس موقع پر قاتل اپنے خنجر کا نشانہ اتالوس کو بنانا چاہتا تھا لیکن اتالوس بچ گیا اور فلپ اس کے خنجر کا نشانہ بن گیا۔

جب مقدونیہ کے قبائل کی کونسل نے اس قتل کے مسئلہ کا یہ فیصلہ دیا تو اب مقدونیہ کے لئے نئے حکمران کی نامزدگی کا معاملہ سامنے آیا۔ اکثر لوگ کہنے لگے کہ فلپ کی وفات کے بعد کسی نہ کسی کو حکمران نہ بنایا گیا تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ بڑے بڑے قبائل ایک دوسرے سے الگ ہو کر اپنی اپنی پہاڑی آماجگاہوں میں جا بیٹھیں گے اور مقدونیہ کے قبائل کا شیرازہ بکھر کر رہ جائے گا۔

اس موقع پر لوگ مختلف رائے دینے لگے۔ زیادہ تر لوگ اس حق میں تھے کہ فلپ کے بعد اس کے بیٹے سکندر ہی کو مقدونیہ کا حکمران بنا دیا جائے۔ لیکن کچھ لوگ اس فیصلے کے خلاف اعتراض بھی کھڑے کر رہے تھے۔ اعتراض کرنے والوں میں اتالوس پیش پیش تھا۔ ان اعتراض کرنے والوں کا پہلا اعتراض یہ تھا کہ سکندر فیلقوس کا بیٹا ہی نہیں ہے۔ کہنے والے ان لوگوں کا یہ کہنا تھا کہ جس دن فلپ کی شادی سکندر کی ماں اولمپیاس سے ہوئی تھی اس روز ایک غیر معلوم ہستی نے ساموتھریس کی پجارن یعنی اولمپیاس کے بطن میں بچے کا نقش مُرتسم کیا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ اس رات سانپ اس کی خوابگاہ سے باہر نکلا تھا۔

کچھ لوگوں کا کہنا تھا کہ سکندر فلپ کا نہیں بلکہ دیوتاؤں کا بیٹا ہے۔ دوسرے گروہ کا کہنا تھا کہ نہیں اگر سانپ اولیپیاس کی خوابگاہ سے نکلا تھا تو پھر فلپ بڑی عجیب قوتوں کا مالک تھا۔ اس نے خود ہی سانپ کی شکل اختیار کر لی ہو گی۔

اعتراض کرنے والوں کا دوسرا اعتراض یہ تھا کہ سکندر طبعاً شرمیلا ہے۔ وہ ہر وقت اپنے خیالات میں گم رہتا ہے۔ جو شخص بھی سامنے آ جاتا ہے اس پر بھروسہ کر لیتا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ اب تک سکندر خیالات کی دنیا میں سفر کرتا رہا ہے۔ وہ خیالی پلاؤ پکانے کا بہت شوقین تھا۔ وہ ایسی دنیا کی تلاش میں تھا جس میں اُفق کے پرے شہر آباد ہوں۔ پھر پہاڑوں کے اونچے سلسلے قائم ہوں جن میں مہربان دیوتا رہتے ہوں۔

ان لوگوں کا کہنا تھا کہ اس خیالی دنیا میں سکندر اپنے استادِ محترم ارسطو کے نقشِ قدم پر چلتا رہا اور چاہتا تھا کہ انسانی ارتقاء کے مطالعہ میں وہ ایسی منزلیں طے کرتا ہوا چلا جائے جہاں پہلے کسی کا قدم نہ پہنچا ہو۔

جانشین کا مسئلہ طے کرنے میں تاخیر ہونے لگی تھی۔ تب لشکر کے سپہ سالار بھڑک اٹھے۔ وہ مطالبہ کرنے لگے کہ اس معاملہ کا فی الفور فیصلہ ہونا چاہئے تا کہ لوگ اس فیصلے کے پابند ہو جائیں اور مقدونیہ کے اتحاد و یکجہتی کا شیرازہ بکھر نہ جائے۔ لشکر کے تقریباً سارے ہی سالار اس حق میں تھے کہ ہر ایک کو فراموش کر کے سکندر کو اس کے باپ فلپ کا جانشین بنایا جائے۔

لشکریوں کے اس فیصلے کے سامنے مقدونیہ کے دو بڑے سردار اینٹی پیٹر اور اینٹی گونس بھی جھک گئے۔ وہ بذاتِ خود بھی سکندر کے حق میں تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ لشکر کے سارے سالار ہی ان کی طرح سکندر کے حق میں فیصلہ دے رہے ہیں تب انہوں نے اپنا آخری فیصلہ دیا کہ فلپ کا جانشین اس کا بیٹا سکندر ہی ہو گا۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد اینٹی پیٹر اور اینٹی گونس دونوں لشکر کے چند دیگر سرداروں کے ساتھ سکندر کی طرف گئے۔ وہ اس وقت اپنی مطالعہ گاہ میں بیٹھا مطالعہ میں مصروف تھا۔ ان سب کو دیکھتے ہی اس نے مطالعہ ترک کر دیا اور ان کا بہترین استقبال کیا اور انہیں اپنے قریب بیٹھنے کے لئے کہا۔ ان میں سے کوئی بھی بیٹھا

نہیں۔ سکندر کی تعظیم کی خاطر کھڑے رہے اور جو فیصلہ ہوا تھا اس سے سکندر کو آگاہ کیا۔ انہوں نے سکندر پر یہ بھی انکشاف کیا کہ گو اس کے باپ فلپ نے مرنے سے پہلے کسی کو اپنا جانشین نامزد نہیں کیا تھا لیکن لشکر کے سارے ہی سالار اس حق میں ہیں کہ فلپ کے بعد صرف سکندر ہی اس ذمہ داری کو نبھا سکتا ہے اور اس عہدے کا وہی حق دار ہے۔

لہٰذا سکندر کی جانشینی کا اعلان کر دیا گیا۔ اس طرح فلپ کے بعد مقدونیہ کا بادشاہ سکندر سوئم ہوا جو بعد میں سکندرِ اعظم کے نام سے مشہور ہوا۔

انہی دنوں مقدونیہ کا بہترین سالار پارمینو بھی ایشیا سے لوٹ آیا۔ اس لئے کہ اسے سکندر کے باپ فلپ کے قتل کی اطلاع مل گئی تھی۔ پارمینو کو فلپ نے درۂ دانیال کے اس پار ایشیا پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا تھا اور وہاں اس نے کچھ کامیابیاں بھی حاصل کی تھیں۔ جس وقت وہ ایشیا سے یونان میں داخل ہوا اس وقت تک مقدونیہ کے دو بڑے سالاروں اینٹی پیٹر اور اینٹی گونس نے دوسرے سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد سکندر کی جانشینی کا اعلان کر دیا تھا اور اسے مقدونیہ کا بادشاہ تسلیم کر لیا تھا۔ پارمینو واپس آیا تو اس نے بھی اس فیصلے کو سراہا۔

اب مقدونیہ کے تین بڑے سالار ایک طرح سے سکندر کے حق میں تھے۔ ان تینوں سے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں کہ جہاں تک اینٹی گونس کا تعلق ہے تو وہ ایک طرح کا سرکش اور حریص شخص تھا۔ اینٹی پیٹر وفاداری کا پیکر تھا۔ اسے احکام کی تعمیل کے سوا کسی سے سروکار نہ تھا۔ پارمینو غیر معمولی صلاحیتوں کی وجہ سے ان دونوں کے درمیان پُل اور اتصال کی کڑی کا کام دے سکتا تھا۔

فلپ کے مرنے کے بعد حالات یکدم تبدیل ہو گئے تھے۔ اس کی موت نے مقدونیہ کو ایک چھوٹی سی ریاست میں تبدیل کر کے رکھ دیا تھا اس لئے کہ مقدونیہ کے تینوں جانب جو پہاڑی قبائل رہتے تھے جو اس سے پہلے فلپ کو ہی اپنا بادشاہ خیال کرتے تھے وہ فی الفور علیحدگی اختیار کر کے آزادی کے مالک بن گئے۔ ان سے بھی آگے دریائے ڈینیوب کے ساتھ ساتھ بربری قسم کے لوگ رہتے تھے جو حملہ آور ہونے، دشمن کے خلاف ترک تاز کرنے کا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ انہوں نے بھی مقدونیہ سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔

اس کے علاوہ سیتھین قبائل جو فلپ کے دور میں جمیعتِ متحدہ یونان میں شامل ہو گئے تھے فلپ کی موت کے بعد وہ بھی علیحدہ ہو گئے تھے۔ ایتھنز جو یونان کی ایک

عظیم ریاست خیال کی جاتی تھی اور جس سے فلپ نے بہترین سلوک کیا تھا اس نے بھی فلپ کی موت پر جشن منایا اور جمیعتِ متحدہ یونان سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اس طرح مقدونیہ ایک طرح سے سمٹ کر رہ گیا تھا۔ دوسری طرف لشکر کی حالت بھی بری تھی۔ پہلے مقدونیہ کے پاس بہت بڑا لشکر تھا لیکن اب جن جن ریاستوں اور جن جن قبائل نے مقدونیہ سے علیحدگی اور آزادی اختیار کر لی ان کے جو لشکری فلپ کے لشکر میں شامل تھے وہ بھی اپنے اپنے علاقوں کی طرف بھاگ گئے۔ اس طرح جہاں مقدونیہ کی سرزمین سمٹی وہاں اس کے لشکر میں بھی کافی حد تک کمی ہو گئی تھی۔

مقدونیہ کا بادشاہ بننے کے بعد سکندر نے جب خزانے کا جائزہ لیا تو اس میں بھی کچھ نہ تھا۔ اس لئے کہ اپنے خزانے ہی کو بھرنے کے لئے موت سے پہلے فلپ نے اعلان کیا تھا کہ وہ ایشیا پر حملہ آور ہو گا۔ دراصل فلپ کی امیدوں کا انحصار اس امر پر تھا کہ ایشیائی ساحل کے زرخیز اور دولتمند علاقوں سے وہ حملہ آور ہو کر بے انداز دولت حاصل کرے گا اور اپنے خزانے کو بھر دے گا۔ یہ ایک طرح سے جوا تھا جو فلپ کھیلنا چاہتا تھا۔

اب مقدونیہ کے خزانے کی یہ حالت تھی کہ خزانے میں لشکریوں کو دینے کے لئے دو مہینے سے زیادہ کے اخراجات نہ تھے۔ اس سلسلے میں سکندر اور دوسرے سالاروں نے جب سکندر کے استاد ارسطو سے مشورہ کیا تو ارسطو نے سکندر کے علاوہ دوسرے سپہ سالاروں کو بھی یہی مشورہ دیا کہ جو جو قوتیں، جو جو ریاستیں، جو جو قبائل مقدونیہ سے علیحدگی کا اعلان کر چکے ہیں ان پر حملہ آور ہو کر مقدونیہ کی طاقت اور قوت کو پھر بحال کرنا چاہئے۔

ارسطو کا یہ فیصلہ سن کر سکندر نے اپنے لشکر کو منظم کیا۔ اپنی غیر موجودگی میں مقدونیہ کا نظام چلانے کے لئے اس نے اپنے مرکزی شہر پیلا میں اپنے سالار اینٹی پیٹر کو چھوڑا اور خود لشکر لے کر باغی قوتوں پر حملہ آور ہونے کے لئے نکلا۔

سکندر سب سے پہلے بربروں و سیتھین اور آس پاس کے دیگر قبائل پر حملہ آور ہوا اور ان سب کو پہلے کی طرح مطیع اور فرمانبردار بنایا۔ اس کے بعد اس نے یونان کی اہم ریاست تھیبس کا رخ کیا۔ تھیبس والوں کے پاس کافی بڑا لشکر تھا اور ان کے لشکر کے دو حصے تھے ایک تھیبس کے قلعے میں تھا، دوسرا شہر کے اندر۔ بہرحال سکندر

اپنے لشکر کے ساتھ ان کی طرف بڑھا۔ تھیبس والوں کو جب خبر ہوئی کہ سکندر ان
حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہا ہے تو جو لشکر شہر میں تھا اس نے باہر نکل
مقابلہ کرنا چاہا لیکن سکندر اور اس کے سالار اور اس کے لشکری بڑے ہولناک انداز
میں ان پر ٹوٹ پڑے۔ لمبے نیزوں والے مقدونوی لشکر بے روک سیلاب کی طرح
تھیبس کے لشکریوں میں گھسنے لگے اور ان کی صفوں کی صفیں کاٹنے لگے۔

سکندر کے تیز حملوں کے سامنے تھیبس والے جب پیچھے شہر میں داخل ہوئے
ان کے پیچھے سکندر اور اس کے لشکری بھی شہر میں داخل ہو گئے تھے۔

اب شہر کے اندر لشکری اور شہر کے لوگ عجیب سی افراتفری کے عالم میں ادھر
اُدھر بھاگ رہے تھے۔ خانہ بخانہ جنگ شروع ہو گئی تھی۔ تھیبس کے لشکریوں کا اس
طرح قتل عام شروع ہوا کہ ان کے لئے مقدونیوں کی پیش قدمی روکنا مشکل ہو گیا
عین اسی وقت تھیبس والوں کا جو لشکر اس وقت قلعے میں محصور تھا وہ بھی باہر نکل
سکندر اور اس کے لشکر پر حملہ آور ہوا مگر ان کی بھی کوئی پیش نہ چلی اور مقدونیوں نے
سکندر اور دوسرے سالاروں کی سرکردگی میں انہیں بھی کاٹنا شروع کر دیا تھا۔

کافی دیر تک تھیبس کے لشکریوں کا قتل عام ہوا۔ شہر کے اندر چاروں طرف
لاشیں ہی لاشیں بکھری دکھائی دینے لگی تھیں۔ اس کے بعد جب رات آئی تو رات
کے وقت تھیبس شہر کو نذرِ آتش کر دیا گیا۔

دوسرے دن جب سورج طلوع ہوا تو وقت کی آنکھ نے دیکھا تھیبس جو
ایک آباد شہر تھا، کھنڈروں میں تبدیل ہو چکا تھا۔ پھر مقدونوی لشکری شہر کے اندر
بکھری لاشیوں کو ٹھکانے لگانے کے لئے گڑھے اور قبریں کھودنے لگے تھے۔
ہزار لاشوں کو شہر سے باہر نکالا گیا۔ اس وقت سکندر شہر سے باہر ایک باغ میں
محافظ دستے کے ساتھ بیٹھ گیا تھا اور شہر سے گرفتار کئے جانے والے قیدی اس
سامنے پیش کئے جا رہے تھے۔ جبکہ سکندر کے بہت سے لشکری تھیبس کے کھنڈر
کے اندر نقدی و جواہرات کی تلاش میں سرگرداں تھے۔

سکندر کے پاس تھیبس شہر سے جو قیدی باغ میں لائے گئے ان میں ایک عورت
بھی تھی۔ اس عورت پر الزام لگایا گیا تھا کہ اس نے سکندر اعظم کے ایک لشکری کو
موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ وہ عورت بے حد خوبصورت تھی۔ اس کے ساتھ دا

بھی تھے۔ قیدیوں میں وہ سب سے زیادہ مطمئن اور بے فکر نظر آتی تھی ورنہ دوسرے
قیدیوں کی بری حالت تھی۔ ان کے چہرے اترے ہوئے تھے۔ سکندر نے اس عورت
کو مخاطب کر کے پوچھا۔

"تم پر الزام ہے کہ تم نے ہمارے ایک لشکری کو موت کے گھاٹ اتارا۔ کیا یہ
درست ہے؟"

اس عورت نے اس موقع پر بڑی جرأت مندی کا اظہار کرتے ہوئے سکندر کو
مخاطب کر کے کہا۔

"یہ ایک حقیقت ہے ...... میں اس سے انکار نہیں کرتی۔ تمہارے لشکر کا ایک
سالار جو تھیبس کا ایک بربری تھا وہ میرے گھر میں گھس آیا۔ اس نے میری بے حرمتی
کی پھر وہ میرے گھر میں اس تلاش میں لگ گیا کہ شاید میں نے کہیں ہیرے و
جواہرات اور نقدی چھپا رکھی ہو۔ اس نے اس سلسلے میں جب مجھ سے رقم کا مطالبہ کیا
تو میں نے اس سے کہا کہ میری نقدی اور میرے جواہرات باغ کے کنوئیں میں محفوظ
ہیں۔ میرے اس جواب پر وہ بے حد خوش ہوا اور مجھے ساتھ لے کر وہ کنوئیں کے
پاس پہنچا تو میں نے موقع پا کر اسے دھکا دے کر کنوئیں میں گرا دیا اور جب تک
اس کے ساتھی لشکری اس کی مدد کو پہنچتے، میں نے پتھر مار مار کر اسے کنوئیں میں ہلاک
کر دیا۔"

مؤرخین لکھتے ہیں کہ سکندر اس عورت کی جرأت مندی اور سچائی سے بڑا متاثر
ہوا۔ بڑی ہمدردی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تُو کون ہے؟"

عورت پھر بڑی جرأت مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"تم نے میرے بھائی کا نام سن رکھا ہوگا۔ اس کا نام تھیاجیس تھا۔ میں اس
کی بہن ہوں اور وہ کائی رونیا کے میدان میں تمہارے لشکر کے مخالف لشکریوں کی
سالاری کر رہا تھا اور تم لوگوں کا مقابلہ کرتے ہوئے میرے بھائی نے اسی میدان
میں جان دے دی تھی۔"

سکندر اس عورت کی طرف گھورے جا رہا تھا جبکہ وہ عورت اپنا بیان دے کر
اپنی سزا سننے کے لئے چپ چاپ کھڑی ہو گئی تھی۔ کچھ دیر سکندر خاموش رہا، پھر اس

عورت سے متعلق فیصلہ دیتے ہوئے کہنے لگا۔

''اس عورت کو رہا کر دیا جائے ...... اور اس کے بچوں کو اس کے ساتھ محفوظ مقام پر پہنچا دیا جائے۔''

اس طرح اپنے باپ کے مرنے کے بعد سکندر نے جب مقدونیہ کے حکمران کی حیثیت سے اپنے سفر کی ابتداء کی تو وہ بیس سال کا ہو چکا تھا۔ ایک سال کے اندر اندر اس نے مقدونیہ کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ مطالعہ میں غرق رہنے والا تنہائی پسند سکندر اب صاحب عزم بن گیا تھا۔ وہ اپنے سالاروں کے ہر مشورے کو اندھا دھند صحیح نہ سمجھتا تھا۔ خطرات کے ہجوم میں بے تکلف گھس جاتا اور پختہ ارادہ کر لیتا کہ وہ مقدونیہ کی بہتری کے لئے ہر کام کرے گا۔

سکندر کی خوش بختی نے جہاں اس کا یہ ساتھ دیا کہ وہ اپنے باپ کے مرنے کے بعد مقدونیہ کا بادشاہ بن گیا وہاں اس کی دو اور خوش بختیوں نے اس کا ساتھ دیا۔ پہلی یہ کہ کسی نے اس کے ایک رشتہ دار کو زہر دے کر ہلاک کر دیا جو فلپ کے بعد تخت و تاج کا دعویٰ کر سکتا تھا۔

دوسری خوشخبری سکندر کے لئے جو سامنے آئی وہ یہ تھی کہ اس کی سوتیلی ماں قلوپطرہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا اور اس کے شیر خوار بچے کا کسی نے گلا گھونٹ کر ہلاک کر دیا تھا۔ اب شاہی خاندان میں سے کوئی بھی ایسا نہ رہا جو سکندر کے راستے کی دیوار بنتا۔ اور اب وہ بلا شرکت غیرے یونان کا بادشاہ کہلا سکتا تھا۔

تھیبس کو فتح کرنے اور اس کو اپنے سامنے زیر کرنے کے بعد سکندر نے جو سب سے پہلا حکم دیا وہ کچھ یوں تھا:۔

''لشکر کے نام ہر فرمان صرف میری طرف سے صادر ہوگا۔ اگر غلطیاں بھی ہوں گی تو میں خود کروں گا۔''

تھیبس کو فتح کرنے کے بعد اب سکندر اور اس کے سالاروں میں یہ مشورے ہونے شروع ہو گئے تھے کہ تھیبس شہر کو اسی حالت میں چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ آہستہ آہستہ اپنے زخموں کے اندمال کی تدبیر کر سکے یا اسے بالکل تباہ و برباد کر دیا جائے۔

اینٹی گونس اور دوسرے متعدد کمانداروں کی رائے تھی کہ قلعے کو گرا دینا چاہئے اس لئے کہ تھیبس کے لوگ دو مرتبہ مقدونیہ والوں کا مقابلہ کر چکے ہیں۔ ان

سالاروں کا کہنا تھا کہ قلعے کو گرا دینے سے دوسرے لوگوں کو عبرت ہوگی اور وہ آئندہ کسی قسم کی سرکشی اور بغاوت کھڑی کرنے سے متعلق سوچ بھی نہ سکیں گے۔

یوں تھیبس کو تباہ و برباد کر کے کھنڈر بنا دیا گیا۔ اب صورتِ حال یہ تھی کہ سکندر نے سارے باغی قبائل، باغی ہمسایہ قوتوں اور یونان کی ریاستوں کے سوائے اسپارٹا کو مطیع اور فرمانبردار بنا لیا تھا۔ باقی صرف ایتھنز کی ریاست رہتی تھی۔

ایتھنز کے لوگ بڑے متلون مزاج تھے۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ سکندر کے باپ فلپ کو اپنا سربراہ اور سپہ سالارِ اعلیٰ مان چکے تھے اور اپنی ریاست کو جمعیتِ متحدہ یونان میں بھی شامل کر چکے تھے۔ لیکن ان کی متلون مزاجی کا یہ عالم تھا کہ جس وقت فلپ قتل ہوا تو ایتھنز کے لوگوں نے اس کے قتل پر خوشی سے جشن منایا۔

اب جو ایتھنز والوں کو یہ خبریں پہنچنی شروع ہوئیں کہ فلپ کے بیٹے سکندر نے فلپ سے بھی بڑھ کر کامیابیاں حاصل کرنا شروع کر دی ہیں، سارے باغیوں کو اس نے اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا لیا ہے، بڑے بڑے سرکش قبائل کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا ہے، تھیبس کی طاقتور ریاست پر حملہ آور ہو کر اسے کھنڈرات میں تبدیل کر دیا ہے اور ان کے پاس یہ خبریں بھی پہنچ گئیں کہ سکندر نے اس قدر تیزی اور سرعت کے ساتھ پیش قدمی کرتے ہوئے تھیبس پر حملہ کیا کہ تھیبس والے سنبھل نہ سکے اور چند ہی دنوں کے اندر اندر ان کی لہلہاتی شاداب ریاست کو کھنڈر میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔

یہ ساری صورتِ حال ایتھنز والوں کے لئے بڑی حوصلہ شکن تھی۔ اب وہ ان خدشات کا بھی اظہار کر رہے تھے کہ سکندر مختلف قبائل، مختلف ریاستوں کو اپنا مطیع بنانے کے بعد فارغ ہو چکا ہے اور یقیناً وہ ایتھنز کا رخ کرے گا۔ انہیں یہ بھی خدشہ تھا کہ کہیں تھیبس کی طرح ایتھنز پر بھی حملہ آور ہو کر سکندر اسے کھنڈرات میں تبدیل کر دے۔ اس صورتِ حال کو سامنے رکھتے ہوئے ایتھنز والوں نے اپنے کچھ نمائندے سکندر کی طرف بھجوائے اور اس سے یہ التجا کی کہ جس طرح اس کے باپ فلپ کے دور میں کارنتھ کے مقام پر یونان کی ساری ریاستوں اور قبائل کا ایک اجلاس طلب کیا گیا تھا اور اس اجلاس میں فلپ کو پورے یونان کا سالارِ اعلیٰ اور حاکم مقرر کر دیا گیا تھا ویسی ہی کانفرنس پھر کارنتھ میں طلب کی جائے۔

سکندر اعظم نے ایتھنز والوں کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ لہٰذا فلپ ہی دور کی طرح کارنتھ میں پھر اسپارٹا کے علاوہ یونانی ریاستوں کا اجلاس طلب کیا گیا اس اجلاس میں ایک بار پھر جمعیت متحدہ یونان وجود میں آئی اور سکندر کو ساری یو ریاستوں کا سربراہ اور سپہ سالار اعلیٰ تسلیم کر لیا گیا۔

اس طرح اپنے باپ فلپ کے مرنے کے بعد سکندر نے نہ صرف یونان کو کیا بلکہ اپنے باپ کی نسبت بھی اس نے زیادہ طاقت اور قوت پکڑ لی تھی۔ یونان سارے حالات کو اپنے حق میں کرنے کے بعد سکندر اب بڑی تیزی سے ایشیا پر آور ہونے کے لئے تیاریاں کرنے لگا تھا۔

ممنون، برسین اور اناہیتا اب اپنے دستوں کو لے کر گارڈیم سے دمشق کی طر جا چکے تھے۔ کریٹیز بھی ممنون کے ان دستوں میں شامل تھا۔ ممنون اور اس کے ا خانہ کی مستقل رہائش دمشق ہی میں تھی۔

دمشق میں قیام کے دوران ایک روز ممنون اپنی حویلی میں داخل ہوا۔ وہ معم کے خلاف کچھ سنجیدہ اور چپ چاپ تھا۔ جب وہ اس کمرے میں گیا جس میں بر اور اس کی بہن اناہیتا بیٹھی ہوئی تھیں تب اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے بر نے مخاطب کیا۔

''لگتا ہے کوئی غیر معمولی واقعہ ہوا ہے جس کی بناء پر آپ آج اس قدر چ چاپ اور خاموش ہیں۔''

ممنون آگے بڑھ کر ایک نشست پر بیٹھ گیا۔ سرسری سی ایک نگاہ اس نے با باری اپنی بیوی برسین اور اس کی بہن اناہیتا پر ڈالی پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میں آج یہاں سے تخت جمشید کی طرف روانہ ہوں گا۔ اس لئے کہ شہن داریوش نے اپنے سارے بڑے بڑے سالاروں کو اپنے ہاں طلب کر لیا ہے۔''

ممنون کے اس انکشاف پر اناہیتا فکرمندی سے اس کی طرف دیکھنے لگی تھی یہاں تک کہ برسین نے اسے مخاطب کیا۔

''کیوں ...... خیریت تو ہے؟ شہنشاہ نے سارے سالاروں کو کیوں طلب ہے؟''

جواب میں فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے ممنون کہنے لگا۔

''دراصل ہمارے علاقوں پر یونانی حملہ آور ہونے کا ارادہ کر چکے ہیں۔ مقدونیہ کے تاجدار فلپ نے یونان کی ساری ریاستوں کا اپنے ساتھ الحاق کر لیا ہے اور ساری ریاستوں نے اسے اپنا حاکم اور سالار مقرر کر لیا ہے۔ اس نے ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہونے کا اعلان بھی کر دیا ہے اور سب سے پہلے اس نے اپنے ایک سالار کو درہ دانیال عبور کر کے ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ بھی کر دیا ہے۔ اس سالار کا نام پارمینو ہے اور یہ عنقریب یونان سے نکل کر ایشیا پر حملہ آور ہو جائے گا۔ انہی خدشات کے پیش نظر داریوش نے اپنے سارے سالاروں کو تخت جمشید طلب کر لیا ہے تاکہ یونانیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے صلاح و مشورہ کیا جائے۔''

ممنون جب خاموش ہوا تب اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے برسین کہنے لگی۔

''کیا میں اور اناہیتا بھی آپ کے ساتھ جائیں گی؟''

ممنون نے نفی میں گردن ہلائی اور کہنے لگا۔

''نہیں، تم دونوں بہنیں یہیں رہو گی۔ میرے خیال میں سارے سالاروں کا تخت جمشید کی طرف آنا جانا ہی ہوگا۔ اس لئے کہ داریوش یونانیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے احکامات جاری کرنے کے بعد فوراً لشکریوں کو ان کی طرف روانہ کرے گا تاکہ ان کی راہ روکی جا سکے۔''

ممنون جب خاموش ہوا تب اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے برسین کہنے لگی۔

''اگر یہ بات ہے تو پھر آپ کریٹیز کو ہمارے پاس چھوڑ جائیں۔ وہ میرا بھائی ہے اور یہ کہ آپ کے بعد......''

برسین اپنی بات مکمل نہ کر سکی۔ اس لئے کہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے ممنون بول اٹھا۔

''میری غیر موجودگی میں تم دونوں بہنوں کو فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سے پہلے بھی تو میری غیر موجودگی میں تم دونوں یہاں رہتی ہو۔ کریٹیز میرے ساتھ جائے گا۔ اب وہ ہمارے لشکر میں کوئی عام عسکری کی حیثیت نہیں رکھتا۔

یہاں آ کر اس نے بہترین تیغ زنی کے مظاہرے کئے ہیں۔ مستقر میں مختلف تیغ زنوں کے درمیان جو مقابلے ہوتے رہے ہیں ان مقابلوں کے دوران اس نے سارے تیغ زنوں کو اپنے سامنے زیر کر کے رکھ دیا بلکہ کئی مواقع پر اس نے بہ یک وقت دو دو تین تین تیغ زنوں سے اکیلے میں مقابلہ کر کے انہیں بھی نیچا دکھایا۔ لہٰذا اب وہ ہمارے لشکر کا ایک عام عسکری نہیں، اچھے سالاروں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ اس بناء پر وہ میرے ساتھ تخت جمشید جائے گا۔ اب میرے پاس وقت نہیں ہے۔ تم اٹھو، میری تیاری کرا دو۔''

ممنون کے کہنے پر برسین اور اناہیتا دونوں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ جلدی جلدی انہوں نے ممنون کے لئے سارا سامان تیار کیا۔ اتنی دیر تک ممنون خود بھی تیار ہو گیا تھا۔ پھر ممنون اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر حویلی سے نکل گیا تھا۔ مستقر کی طرف گیا۔ وہاں کریٹیز کو بھی اس نے ساتھ لیا اور اپنے چند مسلح دستوں کے ساتھ ممنون اور کریٹیز دمشق سے نکل کر تخت جمشید کی طرف چلے گئے تھے۔

ایران کا بادشاہ جو تخت جمشید میں بیٹھتا تھا اور ان دنوں جس کا نام داریوش سوئم تھا وہ دنیا کے مشہور اور معروف جرنیل اور ایران کے حکمران سائرس یعنی کوروش کی نسل کا آخری حکمران تھا۔

کوروش کے بعد اس کا بیٹا کمبوجیہ ایران کا حکمران بنا تھا۔ اپنے دورِ حکومت میں یہ اکثر مصریوں کے خلاف برسرِ پیکار رہا۔ آخر اس نے خودکشی کر لی تھی۔ کمبوجیہ کے بعد داریوش اول ایران کا حکمران بنا۔ اس نے کافی فتوحات حاصل کیں۔ یہ یونان پر بھی حملہ آور ہوا۔ تاریخ میں اسے داریوشِ اعظم بھی کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ اس نے اپنی سلطنت کو خوب وسعت دی۔

اس کی سلطنت کی حدود مشرق میں پنجاب اور سندھ، مغرب میں مقدونیہ اور تراکیہ دوسری طرف افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں اور ایک طرف چین کی برف پوش وادیوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ اپنے دور میں اس نے لادیوں اور ملتیوں کی قوت سے جنگ کی۔ ایتھنز اور ایریٹیریا پر بھی حملہ آور ہوا۔ مصر کو بھی اپنا ہدف بنایا۔ اسے ایران کا عظیم ترین حکمران خیال کیا جاتا ہے۔ اسی نے تخت جمشید کو اپنا پایۂ تخت بنایا تھا۔

اس نے اپنے دور میں سونے چاندی کے سکے بھی جاری کئے تھے۔

داریوش اول یعنی داریوش اعظم کے بعد اس کا بیٹا زرکیسز ایران کا بادشاہ بنا اس کی ماں سائرس یعنی کوروش کی بیٹی تھی۔ اپنے دور میں اس نے مصر کو فتح کیا۔ بابل پر حملہ آور ہو کر اسے بھی فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ بابل کا سب سے بڑا بت اٹھا کر یہ ایران میں لے آیا تھا جس کا نام مردوک تھا۔ یہ یونان پر حملہ آور ہوا، ایتھنز کا محاصرہ کر کے اسے فتح کیا، اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور اسے تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

زرکیسز کے بعد اس کا بیٹا اُردشیر دراز دست کے نام سے ایران کا حکمران بنا۔ اس کے دور میں کئی بغاوتیں اٹھیں۔ اسی کے دور میں یونان کی ریاست ایتھنز نے طاقت اور قوت پکڑی اور اس نے یونانیوں کے ساتھ صلح کا معاہدہ کیا۔ اُردشیر دراز دست کا آخری دور طوائف الملوکی کا شکار بھی رہا۔

اُردشیر دراز دست کے بعد داریوش دوئم ایران کا حکمران بنا تھا۔ یہ شہنشاہ مضبوط قوتِ ارادی سے محروم تھا اس لئے اس نے سلطنت کے سارے کام اپنی بیوی پری ستی اور خواجہ سراؤں کے سپرد کر دیئے تھے۔

داریوش دوئم نے اپنی زندگی میں اپنے بیٹے ارشک کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا تھا حالانکہ اس کی بیوی پری ستی ایسا نہیں چاہتی تھی۔ اس کا ارادہ تھا کہ اس کے بیٹے کورُو کو ولی عہد مقرر کیا جائے لیکن زندگی میں پہلی بار داریوش دوئم نے اپنی بیوی کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور اپنے بیٹے ارشک کو ولی عہد مقرر کیا اور داریوش دوئم کے بعد یہی ارشک اُردشیر دوئم کے نام سے ایران کا بادشاہ ہوا۔ اسی کے دور کی مشہور مہموں میں کناسہ کی جنگ ہے۔ اسی کے دور میں مصر میں شورشیں اور بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ جیلان والوں نے بھی اس کے خلاف بغاوت کی تھی۔

اُردشیر دوئم اپنی زندگی میں اپنے بڑے بیٹے کو ولی عہد مقرر کرنا چاہتا تھا لیکن اس کے بیٹے اوکس نے باپ کی زندگی میں اسے قتل کرا دیا۔ بھائی کو قتل کرانے کے بعد اوکس نام کے شہزادے کو یقین تھا کہ باپ اس کو جانشین بنا دے گا لیکن اس کے راستے میں ابھی اور بھائی بھی تھے جن میں سب سے نمایاں اریاست تھا جو نہایت خوش خلق اور نیک اطوار شہزادہ تھا۔ ایرانی امراء بھی اسے بہت پسند کرتے تھے۔

اُوکس نے اریاست کو بھی راستے سے ہٹانے کا مصمم ارادہ کیا اور نہ صرف اریاست کو اس نے قتل کرا دیا بلکہ اس سے چھوٹے اپنے بھائی ارسام کو بھی اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اُردشیر دوئم کو جب پے در پے اپنے بیٹوں کے مرنے کا صدمہ پہنچا تو وہ یہ صدمہ برداشت نہ کر سکا، مر گیا اور اس کے مرنے کے بعد اس کا قاتل بیٹا اوکس اُردشیر سوئم کے نام سے ایران کا حکمران بنا۔

اُردشیر سوئم کے دور میں جگہ جگہ بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ لیکن ان بغاوتوں پر اس نے قابو پا لیا اور مصر میں بھی بغاوت ہوئی لیکن وہاں بھی بغاوت فرو کر دی گئی۔ اُردشیر سوئم جب ساری بغاوتوں کو فرو کرنے میں کامیاب ہو گیا تو ایران کی مملکت میں جو یونانی آ کر آباد ہو گئے تھے وہ گروہ در گروہ اس کے لشکر میں شامل ہونے لگے تھے۔ اس طرح اُردشیر اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کرنے لگا تھا لیکن زندگی نے اسے مہلت نہ دی۔

اُردشیر سوئم کا ایک بڑا معتمد اور قابلِ اعتبار خواجہ سرا تھا۔ اس کا نام باگواس تھا۔ شروع میں اس کی تمام کوششوں کا مطمعِ نظر اُردشیر کی سلطنت کو مضبوط اور مستحکم بنانا تھا اور اس نے اُردشیر کی مملکت کو استحکام بخشنے میں قابلِ قدر خدمات بھی انجام دیں اور اُردشیر کے مختلف منصوبوں میں شریک کار رہا۔ اس کے علاوہ وہ بادشاہ کی نظروں میں بڑی وقعت رکھتا تھا۔ پر برا ہو وقت کا، یہی خواجہ سرا اُردشیر کے خلاف سازشوں میں بھی شریک تھا۔

ایران کے بادشاہ کے ہاں جو اسے عزت و وقعت ملی تھی اس نے اس پر اکتفا نہ کیا بلکہ اب وہ ایران کا بادشاہ بننے کے خواب دیکھنے لگا تھا۔ چنانچہ موقع پا کر اس نے اُردشیر کے کھانے میں زہر ملا دیا جس سے وہ 338 قبل مسیح میں ہلاک ہو گیا۔

اُردشیر سوئم کا خاتمہ کرنے کے بعد خواجہ سرا باگواس ایک شخص کِدمان کو ایران کے تاج و تخت کا مالک بنانا چاہتا تھا اور یہ کِدمان ایران کے حکمران خاندان کا آخری فرد خیال کیا جاتا تھا۔ یہی کِدمان داریوش سوئم کے لقب سے ایران کا بادشاہ بنا اور اسی کے دور میں سکندرِ اعظم ایران پر حملہ آور ہوا تھا۔

کِدمان جو بعد میں داریوش سوئم کے نام سے حکمران بنا اس سے متعلق مؤرخین

کی مختلف آراء ہیں۔ کچھ کہتے ہیں کہ یہ دارا بن دارا بن بامن اسفند یار تھا۔ ابو ریحان البیرونی کے مطابق یہ داریوش بن ارسخ تھا۔ قدیم داستانوں میں اسے دارا بن دارام بھی لکھا گیا ہے اور اکثر مؤرخین نے اسے داریوش سوئم کا بیٹا قرار دیا ہے۔

یونانی مؤرخ لکھتے ہیں کہ داریوش سوئم کے نام سے کِدمان ہی ایران کا حکمران بنا۔ وہ ارسان کا بیٹا تھا اور آستن کا پوتا تھا اور آستن داریوش دوئم کا بیٹا تھا۔ اُردشیر سوئم نے جب شاہی افراد کے خاندان کا خون بہانا شروع کیا تو داریوش سوئم کی نسل سے کِدمان بچ نکلا تھا۔

مؤرخین کا ایک گروہ لکھتا ہے ان مؤرخین میں حسن پیرینہ پیش پیش ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

''اُردشیر سوئم کے زمانے میں کِدمان کا منصب مختلف علاقوں کے رؤساء اور حکمرانوں کو شاہی مکتوب پہنچانا ہوا کرتا تھا۔ پھر جب اُردشیر سوئم نے جیلان میں باغی کادوسی قبائل کا خلاف جنگ کی تو اس جنگ میں کادوسیوں کے بہادر اور جرأت مند سردار کا دست بدست مقابلہ کر کے کِدمان نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اس کی اس جرأت مندی اور بہادری سے اُردشیر بڑا متاثر ہوا۔ لہٰذا اُردشیر نے اس بہادری کے صلے میں کِدمان کو انعام و اکرام سے نوازا اور ساتھ ہی اسے آرمینیا کا حاکم بھی مقرر کر دیا تھا۔''

خواجہ سرا باگواس نے جب اُردشیر سوئم کو ہلاک کر دیا تو اس کا خیال تھا کہ اُردشیر کی ہلاکت کے بعد کِدمان جب داریوش سوئم کی حیثیت سے ایران کا بادشاہ بنے گا تو امورِ مملکت وہ باگواس کے حوالے کر دے گا۔ اس لئے کہ باگواس ہی اسے حکمران بنانے والا تھا۔

لیکن عنانِ حکومت سنبھالتے ہی کِدمان یعنی داریوش سوئم نے باگواس کو عملاً بے عمل کر دیا۔ اس پر باگواس داریوش سوئم کے قتل کی سازش کرنے لگا۔ سازش کی اطلاع داریوش کو بھی ہو گئی۔ اس نے باگواس کو بلا بھیجا اور اس کے لئے زہر کا ایک پیالہ خاص طور پر تیار کیا۔ جب باگواس آیا تو داریوش نے اسے زہر کا پیالہ پیش کیا اور پینے کا حکم دیا۔ باگواس مجبوراً زہر کا پیالہ پی گیا اور وہیں ختم ہو گیا۔ اس طرح داریوش کو اہلِ دربار کی سازشوں سے نجات مل گئی تھی۔

داریوش سوئم اپنے پیش روؤں سے زیادہ کشادہ دل اور کم ہوس کار انسان تھا۔

اگر اس کے حق میں حالات معتدل رہتے تو وہ بڑی کامیابی سے حکومت کر سکتا تھا اور ایران کی ترقی اور اس کے انتظام کو پہلے کی نسبت زیادہ استحکام بخش سکتا تھا۔ لیکن داریوش کی بدقسمتی کہ اسی کے دور میں مغرب سے سکندرِ اعظم کی صورت میں ایک طوفان اٹھا۔ جس کا راستہ کوئی روک نہ سکا۔ اور یہ طوفان نہ صرف داریوش بلکہ ایرانی مملکت کے علاوہ کئی اور حکومتوں کو بھی بہا لے گیا۔

PDF LIBRARY 0333-7412793

داریوش سوئم نے تختِ جمشید میں اپنے تقریباً سارے ہی سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔

تختِ جمشید کوہستانی سلسلے کے پاس ایک مسطح میدان کی صورت میں تھا اور یہ تختِ جمشید کہلاتا تھا۔ یہ مقام ہموار سطح سے 40 فٹ کی بلندی پر واقع تھا۔ اس کی لمبائی 1523 فٹ اور چوڑائی 920 فٹ کے لگ بھگ تھی۔

ایران کا یہ تختِ جمشید بھی تختِ سلیمان کی طرح سفید پتھروں کے ہموار ٹکڑوں سے تعمیر کیا گیا تھا۔ اس کی وسعت اور صنعت گری دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی تھی۔ اس کے آثار آج بھی موجود ہیں۔

تختِ جمشید کی سطح پر پہنچنے کے لئے متعدد سیڑھیاں چڑھنا پڑتی تھیں۔ یہ سیڑھیاں اتنی چوڑی تھیں کہ ان پر دس سوار با آسانی ایک ساتھ چڑھ سکتے تھے۔ اسی تختِ جمشید کے آس پاس بہت سے شاہی محل بھی تعمیر کرائے گئے تھے جن میں قصرِ قاچارا، قصرِ آپادانہ تعمیر کا ایک نایاب نمونہ تھے۔

بہرحال تختِ جمشید پر ایران کے تقریباً سارے سالار اور مختلف علاقوں کے حاکم جمع ہوئے تھے اور بادشاہ کی آمد کا انتظار کرنے لگے تھے۔ ممنون اور کریٹیز قریب قریب بیٹھے ہوئے تھے۔

بادشاہ کا انتظار کرتے ہوئے کریٹیز کی نگاہیں سامنے تین بڑے بڑے کتبوں پر جم کر رہ گئی تھیں۔ اس موقع پر اس نے ممنون کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"میرے بھائی! یہ کیا تحریریں ہیں؟ کیا میں اپنی جگہ سے اٹھ کر انہیں پڑھ سکتا ہوں؟"

اس پر ممنون مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"بادشاہ اور ملکہ کی آمد سے پہلے پہلے تم جو کام چاہو کر سکتے ہو۔ کوئی اعتراض

نہیں کرے گا۔ یہ جو تم تین کتبوں کی طرف اشارہ کر رہے ہو تو یوں جانو یہ تین کتبے ایران کے تین مختلف شہنشاہوں نے اپنی طرف سے تحریر کروا کر یہاں تختِ جمشید میں نصب کروائے تھے۔ ان میں سے ایک کتبہ داریوش اوّل کا ہے جسے داریوشِ اعظم بھی کہا جاتا ہے۔ دوسرا کتبہ ایران کے شہنشاہ زرکیسز کا ہے اور تیسرا کتبہ اس کے بعد آنے والے شہنشاہ اُردشیر سوئم کا ہے۔''

کریٹیز اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ پہلے ایک کتبے کے قریب گیا۔ وہ کتبہ داریوش اعظم کا تھا۔ اس پر یہ تحریر کندہ تھی۔

''داریوش کہتا ہے آہورِ فردا مع دوسرے خداؤں کے میری مدد کرے۔ آہورِ فردا اس مملکت کو دشمن، قحط اور جھوٹ سے محفوظ رکھے۔ کوئی بد خواہ دشمن، خشک سالی اور جھوٹ اس مملکت میں نہ آنے پائے۔ یہ عنایت میں آہورِ فردا اور دوسرے خداؤں سے مانگتا ہوں۔ بادشاہت مجھے آہورِ فردا اور دوسرے خداؤں نے دی ہے۔''

یہ تحریر پڑھنے کے بعد کریٹیز تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر دوسرے کتبے کی طرف بڑھا۔ وہ کتبہ ایران کے شہنشاہ زرکیسز کا تھا جس کی تحریر کچھ اس طرح تھی:۔

''زرکیسز کہتا ہے آہورِ مزدا کے فضل سے یہ ستون میں نے بنائے ہیں جو تمام ملکوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ پارس میں بعض اور خوبصورت چیزیں بھی میں نے اور میرے باپ دادا، میرے باپ داریوش نے بنائی تھیں۔ پر خوش منظر عمارت جو نظر آتی ہے وہ ہم نے بنائی ہے۔''

دوسرے کتبے کو پڑھنے کے بعد کریٹیز تیسرے کتبے کی طرف بڑھا جو ایران کے شہنشاہ اُردشیر سوئم کا تھا۔ اس پر لکھا تھا۔

''خدائے بزرگ آہورا مزدا ہے جس نے یہ زمین بنائی۔ جس نے یہ آسمان بنایا۔ جس نے انسان پیدا کئے اور ان کے لئے خوشیاں مہیا کیں اور مجھ اُردشیر سوئم کو بادشاہ بنایا۔ میں سب بادشاہوں میں یکتا ہوں۔''

بہرحال تینوں کتبوں کی تحریریں پڑھنے کے بعد کریٹیز پھر ممنون کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور الجھن محسوس کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''آپ کے بادشاہ اور ملکہ کب تشریف لائیں گے؟''

اس پر ممنون مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''کریٹیز! تم صحرائی آدمی ہو۔ مانا تمہارا واسطہ کسی بادشاہ سے پڑتا ہے اور نہ ملکہ سے۔ لیکن یہاں ملکہ اور بادشاہ ایک طرح سے خود مختار ہوتے ہیں اور ان پر کوئی پابندی نہیں ہوتی۔''

ممنون رُکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''کریٹیز میرے بھائی! ایران میں بادشاہ کو قومی زندگی میں مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ وہ مختارِ کل ہوتا ہے۔ وہ ایک دفعہ جو قانون بنا لیتا ہے اسے کبھی بدلنا نہیں پڑتا۔ ملک کی خوشحالی اور بد حالی کا انحصار بادشاہ کے دم سے ہوتا ہے۔ کوئی عالم، مدبر اور طاقتور بادشاہ اگر ہوا تو ملک خوشحال ہو جاتا ہے۔ نا اہل، نا عاقبت اندیش، کمزور بادشاہ کے ہاتھوں میں عنانِ حکومت آ جائے تو ملک کو تباہی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

بادشاہ قومی اور ملکی روایات کی ہمیشہ پیروی کرتا ہے۔ اسے امورِ سلطنت میں امرا سے مشورہ بھی کرنا پڑتا ہے۔ بادشاہ ایک مرتبہ جو فیصلہ دے دیتا ہے اس سے منحرف نہیں ہوتا۔ عوام بادشاہ کے احترام کی خاطر جھک کر زمین تک جاتے ہیں اور ان کے پاؤں پر بوسہ دیتے ہیں۔''

(اس دور میں ایران میں بادشاہ کو ظل اللہ نہیں سمجھا جاتا تھا۔ یہ مرتبہ ایرانی بادشاہوں کو سکندر کے بعد ملا۔ اس کے بعد ساسانی بادشاہوں کو بھی ظل اللہ کے نام سے ہی پکارا جانے لگا تھا)

یہاں تک کہنے کے بعد شاید وقت گزارنے کے لئے ممنون کریٹیز کو مخاطب کرتے ہوئے پھر کہہ رہا تھا۔

''کریٹیز میرے بھائی! بادشاہوں کے کھانا کھانے کے خاص آداب ہوتے ہیں۔ بادشاہ خود تنہا کھانا کھاتا ہے۔ ملکہ البتہ بادشاہ کے ساتھ میز پر بیٹھ سکتی ہے۔ اس موقع پر مادرِ ملکہ کو ملکہ پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ کھانے کی میز پر سب سے

مقدم ملکہ مادر ہوتی ہے۔ اس کے بعد بادشاہ بیٹھتا ہے، آخر میں ملکہ مملکت بیٹھتی ہے۔ ایرانی شہنشاہوں میں صرف اُردشیر سوئم ایسا بادشاہ تھا جس نے اپنے بھائیوں کو بھی بادشاہ اور ملکہ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے کی اجازت دی تھی۔

شاہی دستر خوان بہت وسیع ہوتا ہے۔ اس دستر خوان کے اخراجات اس قدر ہوتے ہیں کہ ایک دن میں شاہی دستر خوان پر لگ بھگ پندرہ ہزار آدمی کھانا کھاتے ہیں۔

کرٹیز میرے بھائی! بادشاہ جس قدر فرمان جاری کرتا ہے اس کے فرمانوں اور مراسلوں پر اس کی مُہر ثبت ہوتی ہے۔ صوبوں کے حکمران اس مُہر کی بہت تعظیم کرتے ہیں۔

ایران میں سات بڑے بڑے خاندان ہیں جن کو ایران میں خاص امتیازی حقوق حاصل ہیں۔ ان خاندانوں کے سربراہوں کو پوری سلطنت میں بھی عمل دخل ہوتا ہے۔ یہ جب چاہیں بادشاہ سے ملاقات کر سکتے ہیں سوائے اس وقت کہ جب بادشاہ حرم سرا میں ہو۔ یہ امراء شہزادگان کہلاتے ہیں۔ بادشاہ شادی کے لئے عموماً انہی اُمراء کے خاندانوں سے اپنے لئے کوئی لڑکی منتخب کرتا ہے۔ بادشاہ کی مجلس مشاورت بھی انہی اُمراء پر مشتمل ہوتی ہے۔"

اتنا کہنے کے بعد ممنون رکا، کچھ سوچا پھر وقت گزارنے کے لئے وہ مزید کہہ رہا تھا۔

"کرٹیز میرے بھائی! یہ تو میں نے تم سے بادشاہ کے حالات کہے۔ جہاں تک بادشاہ کی ملکہ کا تعلق ہے تو ملکہ حرم سرا میں مختارِ کل ہوتی ہے۔ اسے تاج پہننے کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ محل میں سب کام اس کی مرضی سے ہی انجام پاتے ہیں۔ بادشاہ کی دوسری بیگمات پر اس کی حکومت ہوتی ہے۔ اسے کثیر تعداد میں سالانہ وظیفہ ملتا ہے۔ اگر کوئی ملکہ ہوشیار ہوتی ہے تو اس کا دربار پر بھی اثر ہوتا ہے۔ ملکہ محل ہونے کے باوجود مادر ملکہ کے زیرِ اثر ہوتی ہے۔ محل کے اندر خواجہ سرا بھی کام کرتے ہیں۔ کوئی بادشاہ فضول خرچی اور عشرت پسند ہو تو خواجہ سراؤں کو من مانی کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اس صورت میں نتیجہ بڑا تباہ کن ہوتا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ممنون خاموش ہو گیا۔ اس لئے کہ ایران کا بادشاہ

داریوش سوئم آتا دکھائی دیا تھا اور اس کے ساتھ مختلف اُمراء کا ایک ہجوم تھا۔

بادشاہ جب قریب آیا تو پہلے سے تختِ جمشید پر بیٹھے ہوئے سب لوگ احتراماً اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ آخر ایران کا شہنشاہ داریوش سوئم تختِ جمشید پر نمودار ہوا۔ اس موقع پر کرٹیز نے دیکھا داریوش سوئم ارغوانی رنگ کا لباس پہنے ہوئے تھا۔ لباس کا دامن مع جُبہ تھا جو پیچھے لٹک رہا تھا۔ بادشاہ کا تاج خاصا بلند تھا۔

کرٹیز نے یہ بھی دیکھا کہ داریوش سوئم کے کانوں میں بالیاں تھیں۔ گلے میں طلائی ہار اور زنجیریں بھی دکھائی دے رہی تھیں۔ پیٹی سونے کی تھی۔ اس کی داڑھی لمبی، بال گھنگھریالے تھے۔ اس کے ہاتھ میں شاہی عصا تھا جس کے سرے پر سونے کا سیب بنا ہوا تھا۔

داریوش جب اپنی نشست پر بیٹھ گیا تب ایک سرکردہ سالار اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ ایسا شاید اس کی حفاظت کے لئے کیا گیا تھا اور اس سالار کے ساتھ ایک غلام بھی کھڑا ہو گیا تھا جو داریوش سوئم کے لئے مگس رانی کرنے لگا تھا۔

داریوش تھوڑی دیر تک وہاں جمع ہونے والے لوگوں کا جائزہ لیتا رہا پھر وہ اپنے مختلف سالاروں اور اُمراء کو پکارتے ہوئے انہیں آگے آ کر بیٹھنے کے لئے کہنے لگا۔ پکارے جانے والوں میں داریوش سوئم کا داماد مہرداد، اہم سالار رزاسس، لیڈیا کا حاکم سپہ دار، سواروں کا سالار ہرزن، ایران کا سپہ سالارِ اعلیٰ اور امیر البحر ممنون، اس کے علاوہ بھی بہت سے سالاروں کو پکارا گیا تھا۔

جس وقت ممنون کا نام پکارا گیا ممنون اپنی جگہ سے اٹھا اور کرٹیز کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میرے بھائی! تم یہیں بیٹھو۔ میں آگے جاتا ہوں اور دیکھتا ہوں اس موقع پر داریوش سوئم کیا احکامات دیتا ہے؟"

داریوش سوئم نے اپنے جن امراء، سالاروں اور حاکموں کے نام پکارے تھے وہ سب اس کے قریب جا کر بیٹھ گئے تھے۔ اس موقع پر داریوش ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"مجھے یونانی حکمرانوں کے ارادوں کی خبر ہو چکی ہے۔ مقدونیہ کے حکمران فلپ نے ایک طرح سے ساری یونانی ریاستوں کو متحد کر لیا ہے۔ ان سب کا حکمران اور

سپہ سالار بن گیا ہے۔ ایسا کرنے کے بعد جو اس نے سب سے پہلا اعلان کیا
تھا کہ وہ اپنی طاقت و قوت کو استوار کر کے ہماری مملکت پر حملہ آور ہو گا اور یہ
کرنے کے لئے اس نے جو پہلا قدم اٹھایا ہے وہ یہ کہ اس نے اپنے ایک
پارمینو کو بہت بڑا لشکر مہیا کیا۔ اسے درۂ دانیال کے اس پار ہمارے علاقوں پر حملہ
ہونے کے لئے بھیج دیا ہے۔ اب وہ یونانی سالار ہمارے علاقوں میں داخل ہو
ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد داریوش رکا، تھوڑی دیر تک بڑے غور سے ممنون
طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

"ممنون! سب اُمراء اور سالار جانتے ہیں صرف تم ہی میرے سب سے ز
قابلِ اعتماد اور بھروسے کے سالارِ اعلیٰ ہو۔ یونانیوں کے سالار پارمینو کو روکنے
لئے میں تمہیں نامزد کرتا ہوں۔ ایک لشکر لے کر اس کی طرف بڑھنا اور اسے
سرزمینوں سے مار بھگانا۔"

داریوش رُکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا کہنے لگا۔

"یہ تو ایک عارضی اور وقتی فیصلہ ہے۔ اس کے بعد اگر یونان کے حکمران
پوری طاقت و قوت کے ساتھ ہماری مملکت پر حملہ آور ہوتے ہیں تو اس سے
میں نے ایک تجویز مرتب کی ہے۔ اگر تم میں سے اس پر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو
جھجک بول سکتا ہے۔

پہلا مرحلہ یہ ہو گا کہ ممنون یونانی سالار پارمینو کے خلاف حرکت میں آئے
اور مجھے امید ہے کہ ممنون پارمینو کو مار بھگائے گا۔ اگر پارمینو کی شکست سے
حاصل کرتے ہوئے یونانی حکمران ہماری مملکت پر حملہ آور نہیں ہوتے تو پھر ہمارا
حسب معمول چلتا رہے گا۔ ہر صوبے کا حاکم اپنی جگہ پر مستعد اور چوکس رہے
سالار بھی پہلے کی طرح اپنے لشکر کی تربیت کا کام جاری رکھیں گے۔

اگر ممنون یونانیوں کے سالار پارمینو کے ساتھ جنگ میں مصروف ہو جاتا
اور یہ جنگیں طول پکڑتی ہیں اور اس دوران یونان کے حکمران پوری طاقت و قو
کے ساتھ ہم پر حملہ آور ہوتے ہیں ایسی صورت میں سب سے پہلے ہمارے تین سا
اپنی اپنی طاقت اور قوت کو مجتمع کرتے ہوئے یونانیوں کی راہ روکیں گے اور انہیں

نے کی کوشش کریں گے۔

جو تین سالار سب سے پہلے یونانیوں کی یورش کو روکیں گے اور ان کے خلاف
الی کارروائی کریں گے ان میں پہلا میرا داماد مہرداد ہو گا، دوسرا لیڈیا کا حاکم
دار اور تیسرا نامور سالار رزاسس ہو گا۔ یہ تینوں سب سے پہلے یونانیوں کی راہ
یں گے۔ اگر یہ یونانیوں کو روک کر انہیں شکست دینے اور بھاگ جانے پر مجبور کر
ں گے تو قصہ ختم ہو جائے گا۔ اگر یہ اپنے مقصد میں ناکام رہیں گے تو اس کے
حالات کو دیکھتے ہوئے ہم کوئی دوسرا قدم اٹھائیں گے۔"

داریوش سوئم کے سارے سالاروں، اُمراء اور سرکردہ لوگوں نے اس کی اس
ز سے اتفاق کیا تھا۔ اس موقع پر ممنون داریوش سوئم کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے

"شہنشاہِ محترم! میرے پاس ایک تجویز ہے۔ میرے خیال میں اگر اس پر عمل
جائے تو ہم یونانیوں کو اپنے علاقوں پر حملہ آور ہونے سے روک سکتے ہیں۔"

داریوش سوئم نے مسکراتے ہوئے ممنون کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"کہو! تمہارے پاس کیا تجویز ہے؟"

ممنون غور سے داریوش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"یونانیوں کا سپہ سالار پارمینو ہمارے علاقوں میں داخل ہو چکا ہے اور اس کا
مقابلہ کرنے کے لئے میں یہاں سے واپس جاتے ہی اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں
جاؤں گا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ جس وقت ایران کا حکمران اپنے سارے لشکر کو لے
ہماری مملکت پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کرے تو ردِعمل کے طور پر ہم
بھی ایک قدم اٹھائیں۔

آپ جانتے ہیں کہ یونانی ہمارے علاقوں پر جب حملہ آور ہوں گے تو سب
سے پہلے انہیں آبنائے دانیال کو عبور کرنا ہو گا۔ میں چاہتا ہوں جس وقت یونانی ہم پر
حملہ آور ہونے کے لئے آبنائے دانیال کو عبور کر رہے ہوں اس وقت ہم بھی اپنے
بحری بیڑے کو حرکت میں لائیں۔ یہ کام آپ میرے سپرد کریں۔ میں چاہتا ہوں کہ
اپنے بحری بیڑے کو میں بھی سمندر میں حرکت میں لاؤں اور جس وقت آبنائے
دانیال کو عبور کرنے کے بعد یونانی ہماری سرزمینوں میں داخل ہوں تو میں سمندر کو عبور

کر کے یونان پر حملہ آور ہو جاؤں۔

ہماری سرزمینوں میں پہنچنے کے بعد یونانیوں کو جب خبر ہو گی کہ ہم نے ا سرزمینوں پر حملہ کر دیا ہے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان کے پاؤں تلے زمین نکل جائے گی۔ ہمارے علاقوں میں آگے پیش قدمی کرنے کی بجائے وہ کی حفاظت کے لئے دوبارہ آبنائے دانیال کو عبور کر کے واپس جائیں گے۔ اتن تک میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ یونان کی مختلف ریاستوں پر کاری ضرب واپسی کا سفر شروع کر دوں گا۔

ہم پر حملہ آور ہونے والا یونانی لشکر واپس یونان جائے گا اور جو تباہی بربادی کا کھیل ہم نے وہاں کھیلا ہو گا کچھ عرصہ اس تباہی کے آثار کو مٹانے میں صرف کر دیں گے اور مجھے امید ہے کہ اس کے بعد شاید اہل یونان ہم پر حملہ ہونے کی ہمت اور جرأت نہ کریں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد ممنون جب خاموش ہو گیا تب داریوش سوئم تھوڑا تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

''ممنون! تم صرف میرے لشکریوں کے سالار اعلیٰ اور امیر البحر ہی نہیں میرے عزیزوں میں سے ایک ہو۔ جو تجویز تم نے پیش کی ہے میں اس پر عمل نہیں کرنے دینا چاہتا۔ دیکھو، یہ بڑا خطرناک مرحلہ ہے اور میں تمہیں ضائع نہیں چاہتا۔ لہٰذا میں تمہاری اس تجویز کو قابل عمل نہیں خیال کرتا۔''

یوں داریوش سوئم نے ممنون کی تجویز کو رد کر دیا تھا۔ لیکن اگر داریوش سوئم اس موقع پر ممنون کی تجویز پر عمل کرنے کا حکم دیا ہوتا اور ممنون اپنے بحری بیڑے حرکت میں لاتے ہوئے عین اس وقت یونان پر حملہ آور ہوتا جس وقت سکندر آبنائے دانیال کو عبور کر کے ایشیا میں وارد ہوا تھا تو یقیناً آگے پیش قدمی کرنے بجائے سکندر اپنے لشکر کو لے کر یونان کی حفاظت کے لئے واپس لوٹ جاتا۔ او ایران اور یونان کی تاریخ یقیناً مختلف ہوتی۔

بہر حال ممنون کی تجویز رد کرنے کے بعد کافی دیر تک داریوش سوئم اپنے اور سالاروں کو مختلف احکامات جاری کرتا رہا۔

یونانیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ان کے لئے رسد اور کمک کے انتظام

اس نے آخری شکل دے دی تھی۔

اس طرح کافی دیر تک وہ اپنے سالاروں اور اُمراء سے اسی موضوع پر احکامات کرتا رہا، گفتگو کرتا رہا۔ اس کے بعد اس نے سب کو اپنے اپنے علاقوں کی جانے کا حکم دے دیا تھا۔ پھر وہ اجلاس ختم کرتے ہوئے اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا اور اپنے محل کی طرف چلا گیا تھا۔

داریوش سوئم کے جانے کے بعد سب لوگ کچھ دیر تک کھڑے رہے۔ جب داریوش نگاہوں سے اوجھل ہوگیا تب لوگ آپس میں گفتگو کرنے لگے۔ اس موقع کریٹیز ممنون کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”بھائی! ہم یہاں سے واپس کس وقت روانہ ہوں گے؟“

اس موقع پر ممنون نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”کیا کوئی خاص معاملہ ہے؟“

جواب میں کریٹیز مسکرایا اور کہنے لگا۔

”نہیں، میں چاہتا ہوں اگر آپ یہاں سے فی الفور واپسی کا ارادہ رکھتے پھر تو میں خاموش رہوں گا۔ اگر آپ آنے والی شب کو یہاں سے روانہ ہونا چاہتے ہیں تو میں چاہوں گا کہ اتفاق سے میں یہاں آیا ہوں اور یہاں کے کچھ اہم مقامات کو بھی دیکھ لوں گا۔ اگر آپ پسند کریں گے تو میں ایسا کروں گا ورنہ.....“

ممنون نے مسکراتے ہوئے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا، کہنے لگا۔

”میرے بھائی! تم فکرمند نہ ہو۔ ہم آنے والی شب کو ہی یہاں سے کوچ کریں گے اور کوچ سے پہلے میں تمہیں یہاں کے اہم مقامات ضرور دکھاؤں گا۔ میرے خیال میں یہاں تختِ جمشید میں چار انتہائی اہم چیزیں ہیں جو دیکھنے کے لائق ہیں میں وہ چاروں تمہیں دکھاؤں گا۔

ان میں اول تو قصرِ ابادانہ ہے۔ دوئم قصرِ قاچارہ، سوئم ایوانِ صدستون چوتھی دیکھنے کے لائق چیز نقشِ رستم ہے۔“

جواب میں کریٹیز مسکرایا، کہنے لگا۔

”اگر یہ معاملہ ہے تو پھر میرے خیال میں یہاں رک کر ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ جن مقامات کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ دیکھتے ہیں۔ اس کے بعد

تیاری کر کے یہاں سے کوچ کرتے ہیں۔“

ممنون نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ پھر دونوں وہاں سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ سب سے پہلے انہوں نے قصرِ ابادانہ کا رخ کیا۔

مؤرخین کا خیال ہے کہ تختِ جمشید میں جس قدر عمارتیں تعمیر کی گئیں ان میں قصرِ ابادانہ سب سے زیادہ اہم اور ممتاز تھا۔ دونوں قصرِ ابادانہ کے قریب پہنچے۔ اس محل میں جو نیلے رنگ کا پتھر استعمال ہوا تھا وہ شمالی ترکستان کے شہر سنگ دیانہ سے لایا گیا تھا جو تختِ جمشید سے اس وقت لگ بھگ دو ہزار میل کے فاصلے پر تھا۔ یہ محل وسیع وعریض رقبے میں پھیلا ہوا تھا اور اسے ایران کے شہنشاہ داریوش اعظم کے حکم سے تعمیر کیا گیا تھا۔ ابادانہ مسطح میدان سے لگ بھگ چار گز اونچائی پر تعمیر کیا گیا تھا۔ اس میں داخل ہونے کے لئے کافی اور کھلی وسیع سیڑھیاں تھیں۔ اس محل کا ایوانِ عام 65 گز مربع اور اس کے ستون لگ بھگ 72 کے قریب تھے۔

ان ستونوں اور کچھ دیواروں پر طرح طرح کی اُبھرواں تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ ان تصویروں میں مختلف ممالک کے مختلف نمائندے تحائف لاتے ہوئے دکھائے گئے تھے۔ ایک خاصی بڑی تصویر میں گھوڑے رتھ کھینچ رہے تھے۔ ایک اور اس سے بھی بڑی تصویر میں کوئی شہسوار گھوڑے پر بیٹھا تھا اور ایک جگہ سب سے بڑی تصویر میں ایران کا شہنشاہ داریوش اوّل اپنے سونے کے تخت پر جلوہ افروز تھا۔

ممنون اور کریٹیز کافی دیر تک قصرِ ابادانہ دیکھتے رہے۔ پھر وہاں سے نکلے۔ اب انہوں نے ایک دوسرے قصر قاچارہ کا رخ کیا تھا۔

جہاں تک قصرِ ابادانہ کا تعلق ہے تو اس قصر کے آثار آج بھی موجود ہیں اور انسان ان آثار کو دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ یہ کیسے تعمیر کیا گیا تھا۔ ڈھائی ہزار سال کا عرصہ گزر جانے کے باوجود آج بھی ابادانہ کے کھنڈرات اپنے اندر بڑی دلچسپی اور کشش رکھتے ہیں اور دیکھنے والوں کو دعوتِ نظارہ دیتے ہیں۔ اسے دیکھ کر انسان کی عقل حیران رہ جاتی ہے کہ اس پر کتنی دولت خرچ ہوئی ہو گی اور کتنے کاریگروں اور مزدوروں نے کام کیا ہوگا۔

شکاگو یونیورسٹی کے ایک پروفیسر کیمرون نے یہاں کھدائی کے دوران مٹی کی ایک لوح برآمد کی تھی جس میں یہ تحریر درج تھی:۔

"ساز و سامان، کاریگر اور مزدور مملکت کے گوشے گوشے سے منگوائے گئے تھے۔ کاریگروں اور مزدوروں کو ان کی استعداد کے مطابق چاندی، شراب اور گوشت کی صورت میں معاوضہ دیا جاتا تھا۔"

ابادانہ کے کھنڈرات کی کھدائی سے 1933ء میں سونے کی دو تختیاں بھی برآمد ہوئی تھیں جو اب بھی تہران کے نوادرات کے عجائب خانہ میں رکھی ہوئی ہیں۔ ان لوحوں پر بھی یہ تحریر کندہ ہے:۔

"اس عمارت کو داریوش کے حکم پر تعمیر کیا گیا تھا۔"

اس کے علاوہ بھی یہاں کھدائی کے دوران سونے کے کچھ پترے ملے ہیں جن پر جو تحریر لکھی ہوئی تھی اس سے پتہ چلتا ہے کہ محل کے دروازوں پر سونے کے کچھ پترے چڑھے ہوئے تھے۔ کچھ رنگین ٹائلیں بھی دستیاب ہوئی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ محل کے در و دیوار پر ٹائلوں کا کام بھی ہوا تھا۔

قصرِ ابادانہ کو دیکھنے کے بعد ممنون کریٹیز کو کافی دیر تک قصرِ قاچارہ کے کچھ حصے دکھاتا رہا۔

قصرِ قاچارہ کے کھنڈرات قصرِ ابادانہ کی طرح اب بھی موجود ہیں۔ تختِ جمشید میں قصرِ قاچارہ سب سے اونچی عمارت خیال کی جاتی تھی جو داریوش کا ذاتی محل ہوا کرتا تھا۔ اس کے بعض دروازوں کی سنگین محرابیں اور ستون اب تک قائم ہیں۔ ان پر مافوق الفطرت مخلوق کی تصویریں نہایت مہارت سے بنائی گئی ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی حرکات بھی نمایاں نظر آتی ہیں۔

یہ تصاویر عظیم الجثہ جانوروں کی ہیں لیکن ان کے سر انسانوں کے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایرانی فن کاروں نے انسانی قوت کو ظاہر کرنے اور داریوش کے محل کو عظیم تر بنانے کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو وقف کر دیا تھا۔ دروازے کے ایک ستون کی تصویر جس پر ابھی تک زمانے کا کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ ویسی کی ویسی موجود ہے۔ اس تصویر میں ایک غضب ناک شیر پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہے۔ داریوش اوّل کی تلوار اس کے سر میں پیوست ہے۔

ممنون اور کریٹیز نے قصرِ قاچارہ سے نکل کر اب قصرِ اعادلیش کا رخ کیا تھا۔

اس راستے میں وہ ایوانِ صد ستون دیکھنے میں لگ گئے تھے۔

کہتے ہیں تختِ جمشید میں آخری وسیع و عریض عمارت جس کے آثار اب تک موجود ہیں وہ زرکسیز کے ایوانِ عام کے ہیں۔ اس ایوان کے پہلو میں شہنشاہ کی یادگار شبیہہ نظر آتی ہے۔ اسے ہی ایوانِ صد استون کہتے ہیں۔

یہ ایوان مربع شکل کا تھا جس کا طول اور عرض 225 فٹ کے لگ بھگ تھا۔ اس کے وسیع دروازے پر بیلوں کی ابھرواں تصویریں بنی ہوئی تھیں جن کے اگلے بازوؤں کے اوپر پَر دکھائے گئے تھے۔ پھر ان کے اوپر تین زبانوں قدیم فارسی، عیلامی اور آشوری زبانوں میں کتبے کندہ کئے گئے تھے۔ ان کتبوں کا مضمون کچھ اس طرح تھا۔

"میں زرکسیز ہوں۔ بادشاہِ اعظم، شاہِ شاہاں۔ مختلف زبانیں بولنے والی اقوام کا بادشاہ۔ داریوش کا فرزند۔ میں نے آہورا مزدا کی عنایت سے یہ ایوان بنایا ہے جس میں تمام اقوام کے نمائندوں کی تصویریں ہیں۔"

جیسا کہ اس ایوان کے نام سے ظاہر ہے اس کے ایک سو ستون تھے جو دس دس کی متوازی قطاروں میں نصب تھے۔ ان میں سے اب ایک بھی باقی نہیں۔ صرف ان کے آثار نمایاں ہیں جن سے ستونوں کی گنتی کی جا سکتی ہے۔ ایوان کی کچھ دیواریں زمانے کی دست برد سے محفوظ رہ گئی ہیں جن پر اُبھرواں تصویریں کندہ ہیں۔ ایک تصویر میں شہنشاہ کو خبیث روحوں سے لڑتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ وہاں تصویروں میں پارسی اور قومِ ماد کے حکام دکھائے گئے ہیں جو اپنے شہنشاہ کو خراجِ عقیدت پیش کر رہے ہیں۔ ایک تصویر میں 28 مقبوضہ ممالک کے حکمران سونے کا تخت سروں پر اٹھائے ہوئے ہیں جن کے اوپر آہورا مزدا یعنی خدا کی علامتی تصویر بنی ہوئی ہے۔

بہرحال ایوانِ صد ستون کو دیکھتے ہوئے اور اس کے پاس سے گزرتے ہوئے ممنون اور کریٹیز نے قصرِ حادلیش کا رخ کیا اور اس کے مختلف حصے دیکھنے لگے تھے۔

کہتے ہیں ایوانِ صد ستون کے ساتھ ہی قصرِ حادلیش تھا جو زرکسیز کا رہائشی محل تھا۔ گو محل کے اکثر حصے تباہ و برباد ہو چکے ہیں لیکن محل کے باہر آثار ابھی تک موجود

ہیں۔ ان آثار میں وسیع حصے کے بڑے کمرے، شہ نشین، ملکہ کے کمرے اور دوسرے کمروں کی نشاندہی ہوتی ہے۔ ایک اندر کی دیوار پر زرکسیز کی اُبھرواں بنی ہوئی ہے جس پر اس کا نام کندہ ہے۔

یہاں ایک بہت بڑی سیڑھی بھی موجود تھی جو قصرِ حادیش کو قصرِ قاچارہ ملاتی تھی۔ اسی قصرِ حادیش کے عقب میں تین مُردہ خانے بھی تھے جو اب تک ہیں۔ قصرِ حادیش کو دیکھنے کے بعد ممنون اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ اس کی طر دیکھتے ہوئے کریٹیز نے پوچھا۔

''اب کدھر جانے ارادہ ہے؟''

جواب میں ممنون مسکرایا اور کہنے لگا۔

''اب میں تمہیں ایک ایسی جگہ لے کر جاؤں گا جسے نقشِ رستم کہتے ہیں گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔ اس لئے کہ وہ جگہ یہاں سے لگ بھگ تین فرسنگ فاصلے پر ہے۔''

کریٹیز ممنون کے کہنے پر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ پھر دونوں نے اپنے گھوڑ کو ایڑھ لگائی اور شہر سے باہر نکل کر انہوں نے پلورہ نام کی ندی کا رخ کیا تھا۔ وہ جا کر وہ اپنے گھوڑوں سے اترے اور ان عمارات کو دیکھنے لگے جنہیں نقشِ رستم کہ پکارا جاتا تھا۔

یہ ایک کوہستانی سلسلے کے اوپر پلورہ نام کی ندی کے قریب ایک بہت پتھروں کا کام تھا جس کے متعلق لوگوں کا خیال تھا کہ یہ کام صرف رستم ہی کر سکتا تھا۔ اس بناء پر اس کا نام ہی نقشِ رستم رکھ دیا گیا تھا۔

وہاں چند مقبرے تھے جو پہاڑوں کے پہلوؤں کو تراش کر بنائے گئے تھے سب ایک ہی طرح کے تھے اور ایک دوسرے کے اوپر واقع تھے۔ دو مقبروں کے سامنے کے حصے شاہی محلات کے جھروکوں کی مانند بنے ہوئے تھے جو اندر سے ب تھے۔ اس کے سامنے کے حصے میں شاہی محلات کے جھروکوں کی مانند کچھ عمارتیں ب ہوئی تھیں جو اندر سے بند تھیں۔

ان کے سامنے چھوٹا سا ایک ایوان ہوا کرتا تھا جس کے چار ستون تھے اور ایک ستون کے اوپر بیلوں کے سروں کے نمونے بنائے گئے تھے۔ جبکہ ایوان کے دوسرے

ے بڑے ستونوں پر مختلف قسم کی تصویریں بنائی گئی تھیں۔

ایک ستون پر بادشاہ تین پایوں کے ایک تخت پر کھڑا تھا۔ اس کے بائیں ہاتھ کمان تھی جس کی ٹھیک زمین پر لگی ہوئی تھی۔ اس کا دایاں ہاتھ ایک آتش کدے کی طرف دراز تھا جو عبودیت کی علامت خیال کیا جاتا تھا۔ اس کے سر کے اوپر علامتی ر پر خدا کا سایہ دکھایا گیا تھا۔

اس کے پیچھے بھی سورج چمکتا دکھایا گیا تھا۔ اس تصویر میں 28 آدمیوں کی وں تصویریں بنائی گئی تھیں جو ایک دوسرے کے اوپر تین قطاروں میں کھڑے اور اپنے سروں پر انہوں نے تختِ شاہی اٹھا رکھا تھا۔

نیچے ان سب کے نام بھی کندہ تھے۔ یہ ان ممالک کے حکمران تھے جن کو ایران کے شہنشاہ نے فتح کیا تھا۔ اس کے سامنے تین مقبرے بھی تھے۔

مؤرخین کا خیال ہے کہ ان تین مقبروں میں سے ایک مقبرہ داریوشِ اعظم کا، ا زرکسیز اور تیسرا اُردشیر دراز دست کا تھا۔

ممنون اور کریٹیز کچھ دیر تک نقشِ رستم کے علاوہ وہاں جو دوسری تاریخی اہمیت کی قدیم عمارتیں تھیں ان کو دیکھتے رہے، اس کے بعد اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے، اس جگہ آئے جہاں ان کے ساتھ آنے والے مسلح دستوں نے قیام کیا ہوا تھا۔

رات کا کچھ حصہ دونوں نے اپنے دستوں کے ساتھ گزارا، پھر رات کے پچھلے میں دونوں اپنے لشکر کے اس حصے کو لے کر وہ تختِ جمشید سے دمشق کی طرف انہ ہو گئے تھے۔

دمشق پہنچنے کے بعد ایرانی سپہ سالار ممنون نے وقت ضائع نہیں کیا۔ اس نے دمشق میں صرف ایک روز قیام کیا۔ جو لشکر اس نے اپنے ساتھ لے کر یونانی سالار پارمینو کا مقابلہ کرنا تھا اسے تیار کیا اور اگلے روز دمشق سے ایشیائے کوچک کی طرف روانہ ہوا تھا۔ اس لشکر میں جہاں ممنون کی بیوی برسین اور برسین کی بہن اناہیتا شامل تھیں وہاں لشکر میں انی کریٹیز بھی ممنون کے نائب کی حیثیت سے شامل تھا۔

دوسری طرف سکندرِ اعظم کے باپ فلپ نے اپنی موت سے پہلے اپنے سالارِ اعلیٰ پارمینو کو ایشیا پر حملہ آور ہونے کے لئے ایک لشکر دے کر روانہ کیا تھا۔ بحیرہ فاسفورس کو عبور کرنے کے بعد پارمینو اپنے لشکر کے ساتھ ایشیا کے ساحل پر اُترا۔ پارمینو کے ساتھ اس کے نائب کی حیثیت سے ایک یونانی سالار کالاس بھی شامل تھا۔

پارمینو اور کالاس ایشیا میں داخل ہونے کے بعد ساحل سمندر پر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کرنے کے بعد چند روز تک اپنے اِردگرد کے علاقوں کا جائزہ لیتے رہے۔ انہوں نے اپنے مخبر اور طلایہ گر مختلف سمتوں کی طرف پھیلا دیئے تھے۔ اور جب ان مخبروں نے پارمینو اور کالاس کو مطلوبہ اطلاعات فراہم کیں تب پارمینو اور کالاس دونوں نے آپس میں مشورہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ سب سے پہلے ایشیائے کوچک کے شہر گری نیوم پر حملہ آور ہو کر اسے فتح کیا جائے۔

ایشیائے کوچک چونکہ ایرانی سلطنت میں شامل تھا اور یہ ساری کارروائی سکندر کے باپ کے دور میں ہو رہی تھی۔ لہٰذا سکندر کے باپ کے دور میں ایرانی مطمئن تھے اور وہ یونان کی طرف سے اپنے علاقوں پر حملہ آور ہونے کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ اس بناء پر گری نیوم میں کوئی خاص لشکر نہ تھا جو یونانیوں کے سامنے مزاحمت کرتا۔ چھوٹا سا ایک لشکر شہر کی حفاظت کے لئے تاہم موجود ضرور تھا۔

یونانی سپہ سالارِ اعلیٰ پارمینو اور اس کا نائب کالاس دونوں گری نیوم کی طرف بڑھے۔ شہر پر انہوں نے حملہ کیا اور شہر کو فتح کرنے میں انہیں کسی خاص مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ اس طرح شہر گری نیوم کو فتح کر کے وہ اس پر قابض ہو گئے۔

شہر کو فتح کر کے شہر کے اندر جس قدر لوگ تھے پارمینو اور کالاس نے انہیں غلام بنا لیا۔

گری نیوم کی فتح سے پارمینو اور کالاس دونوں کے حوصلے بڑھے۔ چند ہفتوں تک انہوں نے گری نیوم ہی میں قیام کئے رکھا۔ اپنے لشکریوں کو ستانے کا موقع فراہم کیا۔ جن لوگوں کو غلام بنایا گیا تھا ان کی خرید و فروخت سے بھی بہت سی رقوم حاصل کیں۔ گری نیوم ہی میں قیام کے دوران پارمینو اور کالاس نے مشورہ کیا کہ اب مزید پیش قدمی کرنی چاہئے۔ ان کے مخبروں نے جو پہلے سے انہیں اطلاعات فراہم کی تھیں ان کی روشنی میں اب یونان کے ان دونوں سالاروں نے گری نیوم سے نکل کر ایشیائے کوچک کے دوسرے شہر پی تان پر حملہ آور ہو کر اسے فتح کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

جس وقت پارمینو اور کالاس دونوں یونانی سالار گری نیوم سے نکل کر پی تان پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہے تھے کہ انہی دنوں ایرانی سپہ سالار ممنون اور انی کریٹیز دونوں اپنے لشکر کے ساتھ ایشیائے کوچک میں داخل ہو چکے تھے۔

ممنون اور کریٹیز دونوں کو خبر ہو چکی تھی کہ یونانیوں نے ایرانی شہر گری نیوم پر حملہ آور ہو کر اسے فتح کر لیا ہے اور وہاں کی آبادی کے اکثر حصے کو غلام بنا لیا ہے۔ گری نیوم کی فتح کا انتقام لینے کے لئے ممنون اور انی کریٹیز نے ایک نیا قدم اٹھایا۔ انہوں نے ایک یونانی شہر سیزیک پر حملہ آور ہو کر اور اسے فتح کر کے گری نیوم کا انتقام لینے کی ٹھان لی تھی۔

لہٰذا ممنون اور انی کریٹیز دونوں اپنے لشکر کے ساتھ پیش قدمی کرتے ہوئے بحیرۂ فاسفورس کے کنارے بلند ترین پہاڑ ایڈا سے گزر کر سیزیک شہر کے سامنے نمودار ہوئے۔ شہر کے اندر یونانیوں کا ایک حفاظتی لشکر تھا۔ وہ لشکر ممنون اور انی کریٹیز کا مقابلہ نہ کر سکا۔ لہٰذا انہیں شکست ہوئی اور جس طرح پارمینو اور اس کے نائب کالاس نے ایرانیوں کے شہر گری نیوم پر حملہ آور ہو کر اس پر قبضہ کر لیا تھا بالکل اسی

طرح ممنون اور اس کے نائب انی کریٹیز نے یونانیوں کے شہر سیزیک پر حملہ آور ہو کر اس پر قبضہ کر لیا تھا اور یونانیوں کے اس شہر کو فتح کرنے کے بعد ممنون اور انی کریٹیز نے وہاں سے مالِ غنیمت کی صورت میں بہت کچھ حاصل کیا۔

سیزیک کو فتح کرنے کے بعد ممنون اور انی کریٹیز کے حوصلے اسی طرح بڑھے تھے جس طرح گری نیوم کو فتح کرنے کے بعد پارمینو اور کالاس کے حوصلے جوان ہوئے تھے۔ سیزیک کو فتح کرنے اور وہاں سے خاصی مقدار میں مالِ غنیمت حاصل کرنے اور اپنے لئے وہاں سے ضرورت کی ہر شئے جمع کرنے کے بعد ممنون اور انی کریٹیز نے سیزیک سے نکل کر اب پی تان شہر کا رخ کیا تھا۔

اس وقت تک یونانی سپہ سالار پارمینو اور کالاس دونوں نے پی تان شہر کا محاصرہ کر لیا تھا۔ ممنون کو جب خبر ہوئی کہ یونانیوں نے دوسرے ایرانی شہر پی تان کا محاصرہ کیا ہے تو اس نے اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے پی تان شہر کی طرف یورش کی تھی۔

پارمینو اور کالاس کو جب خبر ہوئی کہ ایرانیوں کا لشکر ممنون اور کریٹیز کی سرکردگی میں ان کے شہر سیزیک کو فتح کرنے کے بعد بڑی برق رفتاری سے ان کا مقابلہ کرنے کے لئے پی تان کا رخ کر رہا ہے تو دونوں نے آپس میں صلاح و مشورہ کرنے کے بعد پی تان کا محاصرہ ترک کر دیا اور پی تان سے کئی میل دور جا کر انہوں نے ایک ایسے میدان میں پڑاؤ کر لیا جہاں ان کی پشت پر کوہستانی سلسلہ تھا اور سامنے کھلے میدان تھے۔ وہاں پڑاؤ کر کے پارمینو چاہتا تھا کہ حملہ آوروں سے کسی حد تک محفوظ رہے۔

وہاں پڑاؤ کرنے کے بعد پارمینو نے اپنے نائب سالار کالاس کو ایک لشکر مہیا کیا اور اس کے ذمہ یہ کام لگایا کہ اس لشکر کو لے کر وہ نکلے اور ایرانیوں کے ایک مخالف سمت کے شہر ترادو کا رخ کرے، اس پر حملہ آور ہو اور وہاں سے اپنے لشکر کے لئے یہ اجناس و خوراک اور ضروریات کا دوسرا سامان حاصل کرے۔

اس وقت تک ممنون اور انی کریٹیز بھی اپنے لشکر کے ساتھ پی تان پہنچ چکے تھے۔ پی تان شہر سے باہر انہوں نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔

جس وقت یونانیوں نے پی تان شہر کا محاصرہ کیا تھا، پی تان شہر کے لوگ بڑے

...ئے تھے۔ اس لئے کہ پی تان میں چھوٹا سا ایک لشکر تھا جو زیادہ عرصہ تک ... یونانیوں کے سامنے مدافعت نہیں کر سکتا تھا۔ تاہم جب ممنون اور انی کریٹیز ... گئے تب شہر کے لوگ جہاں اپنے آپ کو محفوظ خیال کرنے لگے وہاں وہ ... اور انی کریٹیز اور ان کے لشکریوں کو ضروریات کا سارا سامان بھی فراہم کرنے ... لگے۔

پی تان شہر کے نواح میں ایک روز ممنون اپنے خیمے میں اپنی بیوی برسین اور ... حسین و جمیل بہن اناہیتا کے ساتھ بیٹھا کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ خیمے ... دروازے پر انی کریٹیز نمودار ہوا اور دھیمے سے لہجے میں کہنے لگا۔

"کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟"

انی کریٹیز کو اپنے خیمے کے دروازے پر دیکھتے ہوئے ممنون مسکراتے ہوئے اپنی ... جگہ کھڑا ہوا، آگے بڑھا، بڑے پیار سے اس نے کریٹیز کا ہاتھ تھاما اور اسے ... میں لاتا ہوا کہنے لگا۔

"میرے بھائی! تمہیں میرے پاس آنے کے لئے اس قدر تکلفات سے کام ... کی ضرورت نہیں ہے۔"

پھر دونوں آگے بڑھ کر نشستوں پر بیٹھ گئے تھے۔ بیٹھنے کے ساتھ ہی کریٹیز نے ... ان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

"کیا آپ نے مجھے بلایا ہے؟ ایک سالار میری طرف گیا تھا اور اس نے ... دی ہے کہ آپ مجھے بلا رہے ہیں۔"

ممنون پھر مسکرایا اور کہنے لگا۔

"میرے بھائی! یقیناً میں نے تمہیں بلایا ہے۔ دراصل میں تمہیں قسمت ... نے کا ایک موقع فراہم کرنا چاہتا ہوں۔"

اس موقع پر عجیب سے انداز میں کریٹیز نے ممنون کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"اگر میرے لئے قسمت آزمانے کا کوئی موقع اٹھ رہا ہے تو میں ضرور اس سے ... اٹھانے کی کوشش کروں گا۔"

کریٹیز کے خاموش ہونے پر لمحہ بھر کے لئے ممنون نے بڑے غور سے اس کی ... دیکھا اور پھر کہنے لگا۔

''میرے بھائی! تمہیں یہ تو خبر ہے کہ جس وقت ہم نے پی تان کی طرف قدمی کی تھی، یونانی سپہ سالار پارمیتو اپنے لشکر کو لے کر مغرب کی طرف ہٹ گیا اب اس نے ایک کوہستانی سلسلے کے اندر پڑاؤ کر رکھا ہے۔ اس نے اپنے نائب جس کا کالاس ہے اسے ایک لشکر فراہم کیا ہے تاکہ وہ ہمارے شہر تراود پر حملہ آ اور اپنے لشکر کے لئے وہاں سے ضرورت کا سامان حاصل کرے۔ یہ خبر تھوڑی پہلے ہمارے مخبروں نے مجھے دی ہے۔ اسی خبر کی روشنی میں، میں چاہتا ہوں قسمت آزماؤ۔ میں تمہیں لشکر کا ایک حصہ فراہم کرتا ہوں۔ تم تراود شہر کا رخ کر تراود تک کچھ راہنما بھی تمہارے ساتھ ہوں گے جو تراود کی طرف جانے والی شاہراہوں سے خوب واقف ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تراود کے نواح میں تم یو سالار کالاس کا مقابلہ کرو اور اسے تراود پر حملہ آور ہونے نہ دینا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد ممتون رکا، کچھ سوچا پھر اپنی بات کو آگے بڑھا ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''کریٹیز میرے بھائی! ابھی تک تم ایک سالار کی حیثیت سے شہنشاہ داریوش نگاہوں میں نہیں آئے۔ میں نے اپنے طور پر تمہیں اپنے لشکر میں اپنا نائب مقرر ہے لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اگر تراود کے نواح میں تم یونانی سالار کالاس شکست دینے میں کامیاب ہو گئے، اپنے شہر کی تم نے حفاظت کر لی اور یونانیوں کو بھگایا تو یقیناً تمہارا شمار داریوش کی نگاہوں میں ایران کے صف اوّل کے سالاروں میں ہونے لگے گا۔''

ممتون جب خاموش ہوا تو کریٹیز کے چہرے پر خوشگوار سا تبسم نمودار ہوا۔ اس موقع پر اس کی چھاتی تن گئی۔ پھر ایک عزم اور استقلال میں وہ ممتون کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''سب سے پہلے تو میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ مجھے یہ مہم سونپ رہے ہیں۔ ساتھ ہی میں آپ کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ میں یونانی لشکریوں اور ان کے سالار کالاس پر ایسی ضرب لگاؤں گا کہ ان کے سامنے بھاگنے اور شکست قبول کرنے کے علاوہ کوئی اور راستہ نہ رہنے دوں گا۔''

کریٹیز کے ان الفاظ پر ممتون خوش ہو گیا تھا۔ پھر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور

کہنے لگا۔

''اگر یہ بات ہے تو پھر اٹھو۔ میں لشکر کا ایک حصہ تمہارے حوالے کرتا ہوں۔ اٹھو اور اسی وقت تراود شہر کی طرف روانہ ہو جاؤ۔''

جست لگانے کے انداز میں کریٹیز اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس ساری گفتگو کے دوران برسین اور اس کی بہن اناہیتا دونوں خاموش رہی تھیں۔ جب خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کریٹیز اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا تب نفرت و بےزاری اور ایک طرح کے طنز کا اظہار کرتے ہوئے اناہیتا ممتون کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''بھائی! جس مہم پر آپ اس عرب کو مقرر کر رہے ہیں میں پہلے سے آپ کو بتائے دیتی ہوں کہ اس مہم میں یہ نہ صرف بری طرح زخمی ہو گا بلکہ بدترین انداز میں ناکام رہے گا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یونانی سالار کالاس اسے شکست دے کر اسے زندہ گرفتار کر کے اپنا اسیر بنا لے۔''

اناہیتا اس سے آگے بھی کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ممتون نے ناپسندیدگی کے انداز میں اس کی طرف دیکھا تھا۔ اس موقع پر برسین انتہائی غصے اور برہمی میں اناہیتا کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''اناہیتا! ایسے موقع پر اس طرح کے بدشگونی کے جملے نہیں بولنے چاہئیں۔''

برسین مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے کریٹیز کہنے لگا۔

''برسین میری بہن! میں عرب ہوں ...... میں مواحد ہوں۔ اور ہم جیسے لوگ اس طرح کی بدشگونیوں پر کوئی یقین نہیں رکھتے۔ میرے خداوند کو منظور ہوا تو میں اس مہم میں اپنے بھائی ممتون کی امیدوں پر پورا اُتروں گا۔''

اس کے ساتھ ہی ممتون اور کریٹیز دونوں خیمے سے نکل گئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد کریٹیز ایک لشکر کے ساتھ ایرانی مخبروں کی راہنمائی میں تراود شہر کا رخ کئے ہوئے تھا۔

انی کریٹیز جس وقت تراود شہر کی طرف بڑی برق رفتاری سے پیش قدمی کر رہا تھا اس وقت دشمن سالار کالاس تراود تک پہنچ نہ پایا تھا۔ راستے ہی میں تھا۔ اسے جب اس کے مخبروں نے اطلاع دی کہ ایرانیوں کی طرف سے ایک سالار انی کریٹیز بڑی تیزی سے اس کا مقابلہ کرنے کے لئے پیش قدمی کر رہا ہے تو جہاں کالاس اپنے

لشکر کے ساتھ اس وقت تھا وہیں اس نے پڑاؤ کر لیا تھا اور کریٹیز کا مقابلہ وہیں کرنے کی ٹھان لی تھی۔

دوسری طرف انی کریٹیز بھی ایرانی مخبروں کی راہنمائی میں بڑی تیزی سے اس جگہ کا رخ کئے ہوئے تھا جہاں کالاس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔

جونہی انی کریٹیز اپنے لشکر کے ساتھ کالاس کے لشکر کے سامنے گیا، کالاس نے جنگ کی ابتداء کرنے کے لئے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں، شاید کالاس یہ سمجھتا تھا کہ دشمن کا جو لشکر اس کے سامنے آیا ہے اسے وہ لمحوں میں شکست دے گا اور دوبارہ وہ تراود کی طرح پیش قدمی شروع کرے گا۔

کالاس کی طرف دیکھتے ہوئے انی کریٹیز نے بھی اپنے لشکر کی صفیں استوار کرنا شروع کیں۔ اس نے اپنے لشکر کی صفوں کو خوب پھیلا کر رکھا۔ اس پھیلاؤ کی وجہ سے یونانیوں پر ایک طرح سے رُعب طاری ہو گیا تھا کہ ان کے مقابلے پر آنے والے لشکر کی تعداد ان سے کہیں زیادہ ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں تھا۔

پھر یونانیوں کے سالار کالاس نے ہی جنگ کی ابتداء کی اور وہ انی کریٹیز اور اس کے لشکریوں پر وحشت و بربریت کی ستم آرائیوں سے لیس تخریب کی پیاس، آگ و خون کا پیغام دیتے رقابت بھرے جذبوں کی ہلچل، سفاہت و رذالت پر اتری اذیتوں کی گہری غمناکیوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

یونانیوں کی طرف سے ایرانیوں پر یہ ایک خوفناک حملہ تھا۔ انی کریٹیز نے پہلے یونانیوں کے حملے کو روکا اس کے بعد اپنے کام کی ابتداء کرنے کے لئے وہ بگولوں کے مزاج تک کو برہم کر دینے والے مقدرات کے نگہبانوں اور روحوں کو ویران کر دینے والے جنگجو عناصر کی یلغار کی طرح حرکت میں آیا، جوابی کارروائی کی۔ ابتداء اس نے کی اور وہ اپنے لشکریوں کے ساتھ صاعقۂ آسمانی کے شراروں سے کھیلنے، طوفانوں سے لڑنے والی پُر التہاب آتش، ہر شے کی استقامت و عزیمت کو آلام کی بارش میں تبدیل کر دینے والے اذیت کے بے روک قلزموں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

تراود شہر سے ذرا فاصلے پر کھلے میدانوں میں ایرانیوں اور یونانیوں کے درمیان ہولناک جنگ ہوئی۔ شروع شروع میں یونانیوں نے دباؤ ڈالنے کی کوشش کی اور

انہیں یقین بھی ہو گیا کہ بہت جلد وہ ایرانی لشکر کو اپنے سامنے سے مار بھگائیں گے لیکن تھوڑی دیر بعد یونانیوں کے سامنے مقابلہ کرنے کے بعد جب انی کریٹیز نے پینترا بدلا اور اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے اس نے سامنے کے علاوہ دائیں بائیں سے بھی یونانیوں پر ضربیں لگانی شروع کیں تب اس کے اس عمل سے سامنے اور دائیں بائیں کے پہلوؤں کی طرف سے ان گنت یونانی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے جس کی بناء پر کالاس نے محسوس کیا کہ ایرانیوں کے سپہ سالار انی کریٹیز نے پینترا بدل کر ایک طرح سے اس کے لشکر کا قتل عام شروع کر دیا ہے۔

یہ کیفیت زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی۔ اس لئے کہ کالاس نے اندازہ لگا لیا کہ جس انداز میں دشمن اس پر حملہ آور ہو رہے ہیں اگر ایسی کیفیت مزید تھوڑی دیر جاری رہی تو حملہ آور اس کے لشکر کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیں گے۔ لہٰذا اس نے فوراً اپنے لشکر میں پسپائی کے بگل بجوائے اور شکست اٹھا کر وہ اپنے سپہ سالارِ اعلیٰ پارمینو کی طرف بھاگا تھا۔

انی کریٹیز نے انتہائی خوفناک انداز میں کالاس کا پیچھا کیا۔ بہت سے یونانیوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ کالاس کو گرفتار کر لیا گیا اور بہت کم یونانی اپنی جانیں بچا کر واپس پارمینو کی طرف جانے میں کامیاب ہوئے تھے۔

انی کریٹیز نے سب سے پہلے تعاقب ترک کر کے واپسی کا رخ کیا۔ جہاں جنگ ہوئی تھی وہاں گیا۔ دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز پر اس نے قبضہ کر لیا۔ اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کی۔ اس کے بعد وہ اس جگہ آیا جہاں یونانی سالار کالاس کو رکھا گیا تھا۔

انی کریٹیز نے دیکھا کالاس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ وہ بڑی اذیت میں تھا۔ کریٹیز تھوڑی دیر تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر اپنے ہوئے لشکریوں میں سے ایک کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اس کے ہاتھ پشت پر کیوں باندھے ہوئے ہیں؟ اسے کھول دو۔''

کالاس کے ہاتھ کھول دیئے گئے۔ کالاس بڑی بے چینی سے اپنے بازوؤں کو ملنے اور سہلانے لگا تھا۔ اس موقع پر کریٹیز نے اسے مخاطب کیا۔

''میرا نام انی کریٹیز ہے۔ میں جانتا ہوں تمہارا نام کالاس ہے۔ اگر میں غلطی

پر نہیں تو ایشیا کی سرزمینوں میں تمہارا یہ پہلا ٹکراؤ ہے۔ تم نے اس سے پہلے بھی یونان میں کئی جنگوں میں حصہ لیا ہو گا۔ لیکن لشکر میں شامل ہونے اور کسی لشکر ساتھ ٹکرانے کا میرا یہ پہلا موقع ہے۔

کالاس! اس میں شک نہیں کہ میں نے تمہیں شکست سے دوچار کیا ہے لیکن اور تمہارا سپہ سالار اعلیٰ پارمینو اپنی مرضی سے تو ان سرزمینوں میں داخل ہو کر جنگ نہیں اترے ہو۔ تمہارے حکمرانوں نے تمہیں اس طرف بھیجا ہو گا لہٰذا میں سمجھتا تم دونوں سالار مجبور و محض ہو۔ اس بناء پر میں نہ تم سے کوئی تعرض کروں گا نہ تم کوئی سزا دوں گا۔ میں تمہیں رہا کرنے کا حکم دیتا ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی ایک سالار کو اتی کریٹیز نے گھوڑا لانے کے لئے کہا۔ سالار جب گھوڑا لایا تب کالاس کی طرف دیکھتے ہوئے اتی کریٹیز پھر کہنے لگا۔

''یہ گھوڑا میں نے اپنی طرف سے تمہیں مہیا نہیں کیا، تمہارے بہت سے لشکر ان گنت گھوڑے چھوڑ کر بھاگے ہیں۔ ان میں سے ایک گھوڑا تمہیں مہیا کیا جا ہے۔ اس پر بیٹھو، واپس اپنے سالار پارمینو کی طرف چلے جاؤ۔''

کریٹیز کے ان الفاظ پر کالاس عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھے جا تھا۔ اس موقع پر کریٹیز کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا۔

''میرے خیال میں تم میری باتوں پر اعتماد اور اعتبار نہیں کر رہے۔ کیا تم یہ سمجھ ہو کہ میں تم سے مذاق کر رہا ہوں؟ دیکھو کالاس! میں سنجیدہ ہوں۔ ٹھٹھہ و مزاح کر کا ویسے بھی عادی نہیں ہوں۔ اس گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ ا دو لشکری تمہاری حفاظت کے لئے روانہ کرتا ہوں جو تمہیں وہاں تک چھوڑ کر آئیں گے جہاں تمہارے بھاگنے والے لشکری پہنچ چکے ہوں گے۔ وقت ضائع نہ کرو۔ میں بھی زیادہ دیر یہاں قیام نہیں کروں گا۔ اپنے زخمیوں کی میں دیکھ بھال کر چکا ہوں میں صرف یہاں اپنے لشکر کو تھوڑی دیر آرام کرنے اور کھانا کھانے کا موقع فراہم کروں گا اس کے بعد میں یہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔''

کالاس کو شاید اب کریٹیز کی باتوں کا اعتبار آ گیا تھا۔ لہٰذا آگے بڑھا، رکاب میں پاؤں جمایا، گھوڑے کی زین پر ہو بیٹھا۔ باگ تھامتے ہوئے اس نے الوداعی انداز میں ہاتھ ہلاتے ہوئے کریٹیز کی طرف دیکھا۔ اس موقع پر کریٹیز کے دو سالار

اس کے ساتھ ہو لئے تھے۔ اس طرح کالاس بخیر و عافیت وہاں سے چلا گیا

کالاس کے جانے کے بعد کریٹیز نے وہاں لشکر کے لئے کھانا تیار کرنے کا حکم لشکریوں کو اس نے آرام کا موقع دیا، اس کے بعد اس نے پی تان شہر کے لئے کوچ کر لیا تھا جہاں ممنون نے لشکر کے دوسرے حصے کے ساتھ قیام کر رکھا تھا۔

پی تان شہر کے نواح میں ایک روز برسین اور اس کی چھوٹی بہن اناہیتا اپنے کھلے اور وسیع خیمے کے ایک حصے میں بیٹھی کسی موضوع پر گفتگو کر رہی تھی۔ ممنون مسکراتا ہوا خیمے میں داخل ہوا۔ ممنون کی یہ حالت دیکھتے ہوئے برسین اور دونوں نے پہلے ذومعنی انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر دونوں کی ممنون کے چہرے پر جم گئی تھیں۔ اتنی دیر تک ممنون دونوں کے سامنے آ کر تھا۔ اس کے بعد گفتگو کا آغاز ممنون کی بیوی برسین نے کیا تھا۔ ممنون کو مخاطب کر کے وہ کہہ رہی تھی۔

''میں دیکھتی ہوں آپ خلافِ معمول بڑے خوش خوش اور مسکراتے ہوئے خیمے میں داخل ہوئے ہیں۔ کیا میں یہ اندازہ لگاؤں کہ آپ کو کوئی خوشخبری ملی اپنے شہنشاہ داریوش کی طرف سے کوئی اچھا پیغام آیا ہے یا.....؟''

برسین کو رُک جانا پڑا۔ اس لئے کہ ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں ممنون کہنے لگا۔

''برسین! تمہارا اندازہ درست ہے۔ میں تم دونوں کو سنانے کے لئے خوشخبری لایا ہوں۔ نہیں! میرے خیال میں، میں نے جو جملہ ادا کیا ہے یہ غلط یہ جو خوشخبری برسین! صرف تمہارے لئے ہے میرے خیال میں جو کچھ میں کہتا ہوں اناہیتا اسے اپنے لئے ایک بری خبر ہی جانے گی۔''

لمحہ بھر کے لئے ممنون رکا، پھر گفتگو کا سلسلہ دوبارہ جاری رکھتے ہوئے وہ کہ تھا۔

''تاہم جو خبر میں لے کر آیا ہوں وہ یہ ہے کہ ترادو شہر کے نواح میں یونا کے سالار کالاس کے ساتھ انی کرٹیز کا ٹکراؤ ہوا۔ انی کرٹیز نے نہ صرف یونانیو بدترین شکست دی بلکہ یونانی سالار کالاس کو اس نے زندہ گرفتار کر لیا اور پھر اس معرکہ مارنے کے بعد جب رومن سالار کالاس کو اس کے سامنے لایا گیا تو اس

الا فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے کالاس کو معاف کر دیا اور اسے واپس اپنے سالار پارمینو کی طرف جانے کی اجازت دے دی۔

یہ خبر جہاں ہماری طرف آئی وہاں یہی خبر کچھ مخبر لے کر شہنشاہ داریوش کی طرف بھی چلے گئے ہیں اور میرے خیال میں اس کامیابی پر انی کرٹیز یقیناً داریوش نگاہوں میں ایک اچھا اور صاحب حیثیت سالار بن جائے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد ممنون جب رکا تب بے پناہ نفرت و انتہا درجہ کی بے ادبی اور اعلیٰ پیمانے کے تعصب بھرے انداز میں اناہیتا بول اٹھی۔

''بھائی! میں آپ کے خیالات سے قطعی طور پر اتفاق نہیں کرتی بلکہ میں تو یہ قول کرتی ہوں کہ جب ہمارے شہنشاہ داریوش کو خبر ہو گی کہ ایرانیوں کا ایک لشکر ایک بدو کی کمانداری میں دیا گیا تھا تو اول تو وہ اس فیصلے پر بھی برہم اور ناراض ہو گا کہ ایک جاہل بدو سالار کیسے بن گیا؟ اور جب داریوش کو یہ خبر پہنچے گی کہ بدو نے یونانیوں کو شکست دی اور یونانیوں کے سالار کو گرفتار کرنے کے بعد جاہلیت اور احمقانہ کاری سے کام لیتے ہوئے رومن سالار کی گردن کاٹنے کی بجائے اسے واپس اپنے لشکر کی طرف جانے کی اجازت دے دی تو میرے خیال میں یہ خبر سن کر داریوش جو پہلا حکم جاری کرے گا وہ یہ ہو گا کہ اس بدو کی گردن کاٹ دی جائے۔ اس لئے کہ یہ لشکریوں کی کمانداری کرنے کے قابل ہی نہیں ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اناہیتا جب خاموش ہوئی تو اس کے ان الفاظ کے جواب میں ممنون غصے کا اظہار کرتے ہوئے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ دوسری طرف برسین بھی کھا جانے والے انداز میں اناہیتا کی طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر برس پڑی۔

''اناہیتا! تم ہر وقت انسانیت کی حدود پار کر کے بربریت پر اترتے ہوئے گفتگو کرتی ہو۔ تم جانتی ہو کہ میں انی کرٹیز کو اپنا بھائی کہہ چکی ہوں اور میں اس کی ذات کو اب اس انداز میں وابستہ کر چکی ہوں کہ میں اس کے خلاف ایک لفظ بھی سننا پسند نہیں کرتی۔ اناہیتا! تمہارا نام تو ایرانی دیوی کے نام پر رکھ دیا گیا تھا لیکن تم میں، میں سمجھتی ہوں برداشت، نرم روی اور رحم دلی کا کوئی مادہ نہیں ہے۔ اناہیتا! تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ تم کرٹیز کے خلاف اس طرح کی گفتگو کرو۔ وہ اب ایرانی سالاروں میں سے ایک ہے۔ یونانیوں کو شکست دینے کے بعد میں یقین دلاتی ہوں کہ وہ

دار یوش کی نگاہوں میں عزت و احترام کی حیثیت سے دیکھا جائے گا۔''

برسین یہیں تک کہنے پائی تھی کہ خیمے کے دروازے پر ایک مسلح جوان نمو اور پھر ممنون کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے انی کریٹیز اور اس کے لشکر کے آ اطلاع کی تھی۔

یہ خبر سن کر ممنون بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا پھر اپنی بیوی برسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''تم دونوں بہنیں میری آمد سے پہلے جس موضوع پر گفتگو کر رہی تھیں ا گفتگو کرو۔ میں ذرا کریٹیز کی طرف جاتا ہوں، اس کا استقبال کرتا ہوں، اس کی فتح مندی پر اسے مبارکباد بھی دیتا ہوں۔''

اس موقع پر برسین ممنون کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''اس موقع پر میں تو یہ چاہ رہی تھی کہ کریٹیز کو اپنے خیمے میں بلاتی، اس کی مندی پر اسے مبارکباد پیش کرتی۔ لیکن اب میں ایسا نہیں کروں گی۔ اس لئے جب وہ خیمے میں آئے گا تو انا ہیتا اس کے خلاف کوئی نہ کوئی بات ضرور کہے گی کی بناء پر اسے دکھ اور تکلیف ہو گی۔ میں اب کریٹیز کی اہانت پسند نہیں کرتی۔ جب آپ کریٹیز کے استقبال کے لئے باہر جائیں اور اسے فتح مندی پر مبارکباد دیں تو میری طرف سے بھی اسے کہئے گا کہ تمہاری بہن تمہیں اس شاندار کامیابی مبارکباد پیش کرتی ہے۔''

اپنی بیوی برسین کے ان الفاظ پر ممنون خوش ہو گیا تھا۔ پھر وہ آنے والے ا مسلح جوان کے ساتھ بڑی تیزی سے اپنے لشکر کے ایک طرف گیا جہاں کریٹیز چکا تھا اور اس کے لشکری وہاں خیمہ زن ہو رہے تھے۔

ممنون نے شاندار انداز میں کریٹیز کا استقبال کیا، اسے گلے لگا کر اس پیشانی چومی، اپنی اور اپنی بیوی برسین کی طرف سے شاندار فتح پر مبارکباد دی۔ ا کے بعد دونوں مل کر نئی نصب ہونے والی خیمہ گاہ کا جائزہ لینے لگے تھے۔ ممنون ا کریٹیز دونوں نے چند روز مزید پی تان شہر کے نواح میں قیام کیا اس کے بعد انہو نے وہاں سے کوچ کی تیاری کی اور اپنے لشکر کے ساتھ وہ دمشق کی طرف چلے گئے تھے۔

پارمینو اور اس کا نائب سالار کالاس بھی ایشیا سے نکل کر فیلقوس کی موت کی وجہ سے واپس یونان کا رخ کر گئے تھے۔

ایشیا پر حملہ آور ہونے کی ابتداء کرنے سے پہلے سکندر نے سارے اُمراء، اپنے سارے سالاروں اور ہنرمندوں کے علاوہ اہم شخصیات کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔ اس اجلاس میں سکندر کی ماں اولمپیاس بھی شامل ہوئی تھی۔ اس اجلاس میں سکندر کو اس کے نامور سالاروں نے مشورہ دیا کہ چونکہ اس کے باپ فلپ نے ایشیا پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا اس بناء پر اب ایشیا پر حملہ آور ہونے میں تاخیر سے کام نہیں لینا چاہئے۔

انہوں نے سکندر پر یہ بھی انکشاف کیا کہ وہ ایشیا کی طرف اپنے لشکر کی نقل و حرکت اور جہاں جہاں محفوظ قیام گاہیں ہو سکتی ہیں ان کے نقشے بھی تیار کر لئے ہیں۔ ان سالاروں نے سکندر کو مشورہ دیا کہ شروع میں کم از کم 25 ہزار مسلح جوانوں کے ساتھ ایشیا پر حملہ آور ہونا چاہئے۔

جس سالار نے یہ مشورہ دیا تھا وہ جب خاموش ہوا تب کسی قدر خدشات کا اظہار کرتے ہوئے سکندر کہنے لگا۔

''آپ سب لوگوں کو خبر ہو گی کہ ہمارے پاس اس وقت نہ کوئی بڑا بحری بیڑہ ہے نہ ہی ہمارے قبضے میں کوئی سمندر ہے۔ جبکہ ہمارے مقابلے میں ایرانی بحری بیڑہ جگہ جگہ چھایا ہوا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم سمندر کو عبور کرنے لگیں تو ایرانی بحری بیڑہ ہم پر چڑھ دوڑے اور ایشیا میں داخل ہونے کی بجائے ہم سمندر کی تہہ میں اُترتے چلے جائیں۔''

سکندر کے ان خدشات کے جواب میں اس کے باپ فلپ کے دور کا عظیم سپہ سالار پارمینو کہنے لگا۔

''ایشیا کے ساحل پر اترنے کے لئے ہم سمندر کا راستہ اختیار ہی نہیں کریں گے اور دانیال کی تنگ آبنائے سے گزر کر ہم ایشیا کے ساحل پر اتر جائیں گے۔ اس کے علاوہ آپ جانتے ہیں میں ایک بار اپنے لشکر کے ساتھ ایشیا سے ہو آیا ہوں۔ میں نے لشکر کو جن جن مقامات سے بخیر و خوبی گزرنا ہے ان کی نشاندہی کر لی ہے تاہم۔

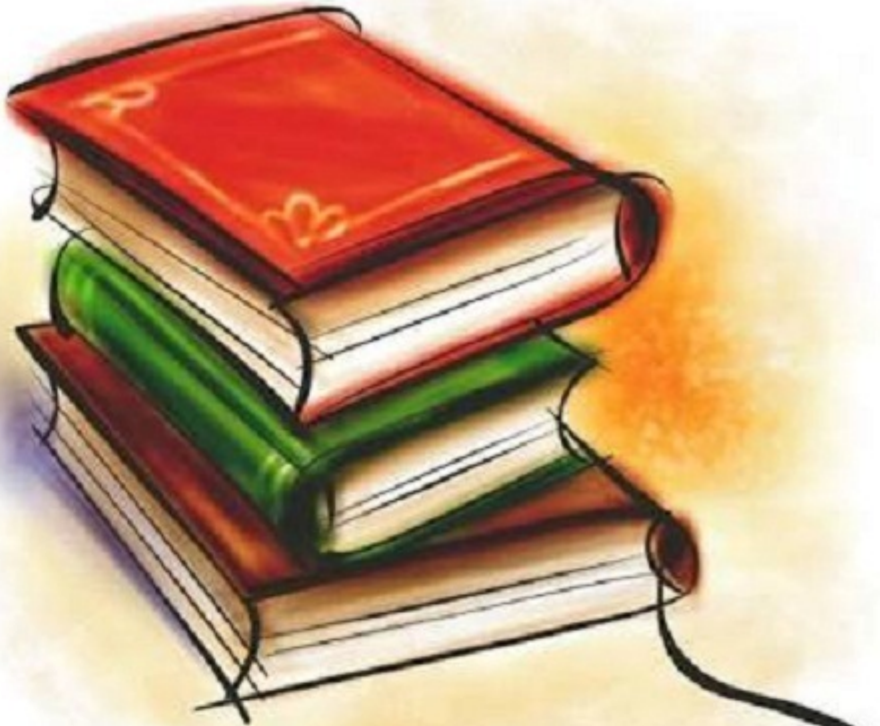

PDF LIBRARY
0333-7412793

آبنائے دانیال کو عبور کرتے وقت بے شک تھوڑا سا خطرہ موجود ہے لیکن اسے قبول کر لینے کے نتائج ہمارے لئے بے حد فائدہ مند ہوں گے۔ اس طرح ہم ایک ہی ضرب میں اس زرخیز اور دولت مند ساحلی علاقے پر قابض ہو جائیں گے جو یونان کے بالکل سامنے واقع ہے۔ اور پھر ہمیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ دانیال کی تنگ آبنائے کو عبور کرنے کے بعد جب ہم ساحل پر اتریں گے اپنے قدم جمانے کے لئے ہمیں وہاں بہت سی محفوظ بندرگاہیں بھی ملیں گی۔"

پارمینو کے ان الفاظ کے جواب میں سکندر نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"تمہارا اشارہ کن بندرگاہوں کی طرف ہے جو ہمارے لئے قیام گاہیں اور محفوظ پناہ ثابت ہو سکتی ہیں؟"

اس پر پارمینو پھر کہنے لگا۔

"ہمارے سامنے ایشیا کے ساحل پر سب سے پہلی بندرگاہ ملتیس ہے۔ وہاں بھی ہم قیام کر کے اپنی عسکری طاقت کو استوار کر سکتے ہیں۔

دوسری بندرگاہ انی سوس ہے۔ یہ بھی بہت اہم بندرگاہ ہے جہاں سات سونے والے سو رہے ہیں۔ (مشہور ہے کہ اصحابِ کہف کا واقعہ اسی شہر میں پیش آیا تھا۔ اسی بناء پر انہیں سات سونے والے قرار دیا ہے)

تیسری بندرگاہ جس سے ہم مستفید ہو سکتے ہیں وہ ہیلی کارنوس کی ہے اور چوتھی بندرگاہ سب سے اہم ہے، اس کا نام سارڈس ہے۔ یہ لیڈیا کے علاقے میں واقع ہے اور اسی علاقے کا آخری حکمران کروئس تھا جس پر ایران کا شہنشاہ سائرس حملہ آور ہوا اور اسے شکست دی۔ غرض اس طرح دانیال کی تنگ آبنائے کو عبور کرنے کے بعد دوسرے کنارے چند بندرگاہوں کو اپنی گرفت میں لینے کے بعد ہم بحیرۂ اسود سے غلہ لانے کا راستہ محفوظ کر لیں گے۔"

اس موقع پر سکندر کے پاس بیٹھے اس کے کچھ سالاروں نے شراب پینی شروع کر دی تھی اور ان کی اس حرکت کو سکندر کی ماں اولمپیاس نے انتہا درجہ کا ناپسند کیا تھا تاہم وہ خاموش ہی رہی تھی۔

سکندر نے ایشیا پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنے سارے سالاروں، امراء اور

دانشمندوں کا وہ اجلاس اس لئے طلب کیا تھا کہ وہ حملہ آور ہونے کے لئے سارے پہلوؤں پر غور کرنا چاہتا تھا اس لئے کہ چند ہی برس پہلے تک یونان اور اس کی مختلف ریاستوں میں مستقل لشکر رکھنے کا کوئی رواج نہیں تھا۔ یہ رواج چونکہ نیا نیا شروع ہوا تھا لہٰذا اس کی وجہ سے سپہ سالاروں کے ذہنوں میں خدشات بھی اٹھتے تھے۔

مجموعی طور پر یونان کی حالت یہ تھی کہ جب تک ایران نے یونان پر حملے نہ کئے تھے اور ہمہ گیر لڑائیاں شروع نہ ہوئی تھیں یونان میں پیشہ ور سپاہی موجود ہی نہ تھے۔ اس زمانے کے اسلحہ بردار دراصل رضا کار قسم کے لوگ ہوتے تھے۔ لڑائی کے بعد وہ ہتھیار گھروں میں لے جاتے اور جب تک ان کی خدمات کی ضرورت پیش نہ آتی وہ گھروں پر رہتے۔ جب ان کی ضرورت ہوتی وہ ہتھیار لے کر موقع پر پہنچ جاتے۔

بعد کے دور میں جب یونان کے اندر خانہ جنگی شروع ہو گئی تو لشکریوں کے لئے زیادہ مدت تک میدانِ جنگ میں ٹھہرے رہنا ناگزیر ہوا۔ یوں مسائل اٹھنے لگے۔ لشکریوں کے کنبے کے لئے معاش کی کوئی صورت باقی نہ رہی۔ شروع میں کنبے کو خوراک وغیرہ بہم پہنچانے کا بندوبست کر دیا گیا تھا۔ پھر لشکریوں کی غیر حاضری میں اس کے کنبے کو نقد رقم بھی ملنے لگی اور پھر آہستہ آہستہ لشکریوں کے لئے تنخواہ مقرر کرنے کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔

جب نئی نئی مہمیں اٹھنے لگیں تو یونان کے اندر نئے نئے لشکری بھرتی کرنے کا رواج بھی پیدا ہوا۔ سب سے پہلے یونان کی ریاست اسپارٹا نے زیادہ تر غلاموں کو لشکر میں بھرتی کر کے انہیں باقاعدہ تنخواہ پر جنگی تربیت دینا شروع کر دی تھی۔ اس کے علاوہ سمندر کے اندر جنگی جہازوں کو کھینے والوں اور ملاحوں کے ساتھ بھی وہی طریقہ اختیار کیا گیا۔ انہیں مستقل تنخواہوں پر رکھا جانے لگا۔

لیکن وہاں بھی ایک سقم تھا۔ وہاں پر رکھے جانے والے یہی لشکری جب کسی مہم سے فارغ ہو جاتے تو ان کی تنخواہ کا سلسلہ منقطع کر دیا جاتا اور یہ لشکری جنگ کے خاتمے پر اپنے گھروں میں پہنچتے تو پھر وہ لشکری نہ رہتے۔ ان میں سے کچھ کسان بن جاتے، کچھ دکاندار اور کچھ دوسرا کاروبار کرنے والے بن جاتے۔ اس طرح اب سکندر کے دور تک پارمینو اور ایسے ہی دوسرے یونانی سالاروں نے اپنے لشکریوں کو

طرح طرح کے حقیقت پر مبنی خواب دکھانے شروع کر دیئے تھے۔

یہ اکثر و بیشتر اپنے لشکریوں سے کہتے ایشیا سے دولت کا سیل بہتا ہوا آ رہا ہے۔ مثلاً سکے، قیمتی دھاتیں، ہاتھی دانت، سنگِ جراحت، سنگِ سلیمانی اور بیش بہا جواہرات۔ یہ دولت تاجروں اور بردہ فروشوں کے ذریعے آ رہی ہے۔ خود یونان سے تارکین وطن مسلسل ایشیا کی طرف جا رہے ہیں۔ مثلاً سنار، گلدستوں کے نقش و نگار کا کام کرنے والے، آباد کار، طبیب، گویے، آوارہ گرد لوگ اپنی تجارت کو ترقی دینے والے، ایشیائے کوچک کی بڑی منڈیوں کا رخ کر رہے ہیں۔

لشکریوں کو یہ بھی ترغیب دی گئی کہ ایشیا میں صور، سارڈس، اور قرطاجنہ تجارت کے بڑے بڑے مرکز ہیں۔ یہ سالار اپنے لشکریوں کو یہ بھی ترغیب دیتے کہ جہاں یونانی شہروں میں صنعت و حرفت اور تجارت ترقی کر چکی ہے وہاں ایشیا کے مختلف علاقوں میں دولت اور دوسری قیمتی اشیاء کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ اس طرح یونانی لشکری یونان سے نکل کر ایشیا پر حملہ آور ہونے کے لئے بے چینی کا اظہار کرنے لگے تھے۔

روانگی کے سارے معاملات اپنے سالاروں سے طے کرنے کے بعد سکندر نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ اپنی ماں اولیپیاس کو یونان میں چھوڑے گا تا کہ سکندر کی غیر موجودگی میں وہ سلطنت کی دیکھ بھال کا کام سرانجام دے۔ سارے سالاروں اور اُمراء کے ساتھ مل کر یہ بھی مشورہ کیا گیا کہ سالاروں میں سے اینٹی پیٹر کو مقدونیہ کے مرکزی شہر پیلا میں اولیپیاس کے پاس چھوڑا جائے تا کہ اگر سکندر کے کوچ کرنے کے بعد یونانی ریاستوں میں سے کوئی بھی بغاوت اور سرکشی اختیار کرنے کی کوشش کرے تو اینٹی پیٹر اس بغاوت اور سرکشی کو کچل سکے۔

پھر سارے اُمراء اور سالاروں کی موجودگی میں اینٹی پیٹر کے ذمہ یہ بھی کام لگایا کہ وہ سلطنت کے معاملات چلانے کے لئے اولیپیاس سے مشورہ کرنے کے ساتھ ساتھ جو بوڑھے لشکری ماضی کی جنگوں میں حصہ لیتے رہے ہیں ان سے بھی مشورے کرتا رہے گا اور سکندر کے کوچ کرنے کے بعد وہ نئے نئے لشکری بھرتی کر کے ان کی تربیت کا کام سرانجام دیتا رہے گا اور جب کبھی بھی سکندر کو ایشیا میں مزید لشکر کی

ضرورت ہو گی تو اینٹی پیٹر تربیت یافتہ لشکریوں کو ایشیا میں بھیجتا رہے گا۔

اس کے علاوہ اینٹی پیٹر کے ذمہ سکندر نے یہ بھی کام لگایا کہ اگر ایشیا میں اسے طویل عرصہ قیام کر کے اپنی فتوحات کا دائرہ وسیع کرنے کا موقع مل گیا تو وہ مناسب وقت پر اپنے لشکر کے مختلف گروہ واپس یونان بھیجتا رہے گا تا کہ وہ لشکری چند ماہ اپنے اہل خانہ کے پاس رہ کر دوبارہ سکندر کے پاس پہنچ جائیں اور جس قدر لشکری رخصت پر ایشیا سے یونان بھیجے جائیں گے ان کے بدلے میں اینٹی پیٹر یونان سے اتنے ہی تربیت یافتہ لشکری ایشیا میں سکندر کے پاس بھیجتا رہے گا۔

یہ سارے معاملات طے کرنے کے بعد سکندر کی سرکردگی میں یونانی لشکر نے ... خطرے کے آبنائے دانیال کو کشتیوں کے ذریعے عبور کرنا شروع کیا۔ انہوں نے اسی جگہ سے سمندر پار کرنا شروع کیا تھا جس حصے کے سامنے ٹرائے کا وہ پہاڑی سلسلہ تھا جس سلسلے کے آس پاس اہلِ یونان نے اسپارٹا کی حسینہ ہیلن کو حاصل کرنے کے لئے ایشیا والوں سے لگاتار دس سال جنگ کی تھی۔

بہرحال ٹرائے کے اسی کوہستانی سلسلے کے سامنے یونانیوں کی کشتیاں ساحل پر لگیں۔ سب سے پہلے خود سکندر ساحل پر اُترا۔ اُس وقت اس نے زرّہ بکتر پہن رکھی تھی۔ سر پر خود تھا جو سورج کی روشنی میں چمک رہا تھا اور اس خود پر سفید شیر بنا ہوا تھا۔ اس کے بعد یونان کا سارا لشکر ساحل پر اتر گیا۔ اب ان کے سامنے ٹرائے کا پہاڑی سلسلہ تھا جس کے آگے پیچھے، دائیں بائیں ایشیائی ساحل کی سرخی مائل زمین پھیلی ہوئی تھی۔ اس وقت موسم بالکل صاف تھا۔ ٹھنڈی سمندری ہوائیں چل رہی تھیں جن میں بھی ایک گونہ سکون تھا۔

ساحل پر اترنے کے بعد یونانیوں نے جو سب سے پہلا کام کیا وہ یہ کہ انہوں نے سنگ مرمر کے پتھر لے کر اپنے سب سے بڑے دیوتا زیوس کے لئے وہاں ایک قربان گاہ بنائی۔ اس لئے کہ زیوس کو یونانی سارے راہبروں کا محافظ خیال کرتے تھے۔ سب سے بڑے دیوتا زیوس کی قربان گاہ بنانے کے بعد یونانیوں نے ایک دوسری قربان گاہ اپنی ایتھنا نام کی دیوی کے لئے بھی بنائی۔ اپنی دیوی دیوتاؤں کے لئے یہ قربان گاہیں بنانے اور ان پر شراب لنڈھانے کے بعد سکندر نے اپنے لشکر کے ساتھ پیش قدمی شروع کی۔

اب سکندر اپنے لشکر کے ساتھ ٹرائے کے اُن کھنڈرات میں داخل ہوا جہ
ہیلن کو حاصل کرنے کے لئے دس سالہ جنگ لڑی گئی تھی۔ سکندر اور اس کے لشکر
نے دیکھا تباہ ہونے والے ٹرائے شہر کے بُرج کہیں کہیں بچے ہوئے تھے اور
حصہ گردشِ روزگار سے گر رہا تھا اور وہ کھنڈروں میں تبدیل ہو چکے تھے۔ اب
کھنڈروں اور ویرانوں میں صرف ماہی گیر ہی آباد تھے اور ان کھنڈروں کے اندر
سا ایک مندر بھی دکھائی دے رہا تھا۔

جب سکندر اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچا تو جو ماہی گیر وہاں موجود تھے
سب سکندر اور اس کے لشکریوں کے گرد جمع ہو گئے۔ اس موقع پر چھوٹے سے
مندر کے کچھ پجاری بھی سکندر کی خدمت میں پیش ہوئے اور انہوں نے سکندر کو
زنگ کی ایک ڈھال اور ایک ٹوٹا ہوا بربط پیش کیا۔ مندر کے ان پجاریوں نے قسم
کر سکندر سے کہا۔

"یہ دونوں چیزیں یونان کے سورما ایکلیز کی ہیں۔"

ایکلیز یونان کا وہ سورما تھا جس نے ہیلن کو حاصل کرنے کے لئے سب سے
بڑھ کر جرأت مندی اور شجاعت کا مظاہرہ کیا تھا اور جو اسی جنگ میں کام آ گیا تھا
سکندرِ اعظم چونکہ ایکلیز کو اپنا روحانی جنگجو استاد خیال کرتا تھا اور وہ خود بھی ایکلیز
چاہتا تھا لہٰذا اُسے ایکلیز سے بے انتہا محبت تھی۔ اسی بناء پر اور اسی محبت کی وجہ
سکندرِ اعظم یونانی شاعر ہومر کی شہرہ آفاق نظم ایلیڈ کا نسخہ ہمیشہ اپنے پاس رکھا کر
تھا۔ اس لئے کہ اس نظم میں ایکلیز کے کارناموں کو بڑے نمایاں طریقے سے پیش
گیا تھا۔

جب مندر کے ان پجاریوں نے سکندرِ اعظم کو ڈھال اور بربط پیش کیا تو بربط
سکندرِ اعظم نے پجاریوں کے پاس ہی رہنے دیا تاہم ایکلیز کی ڈھال اس نے
لی۔ اپنی ڈھال اس نے مندر کے پجاریوں کے حوالے کر دی تاکہ ایکلیز کی ڈھا
کی جگہ وہ سکندر کی ڈھال اپنے مندر میں رکھ لیں۔ ایکلیز کی ڈھال لے کر سکند
اعظم نے اپنے سالاروں سے کہا۔

"ایکلیز کی یہ ڈھال ہمارے لشکر کے اندر رہے گی اور مجھے امید ہے اس کی
موجودگی ہمارے سالاروں اور لشکریوں کے لئے جرأت مندی اور بلند حوصلگی کا باعث

بنے گی۔"

اس کے بعد جب سکندرِ اعظم نے ان پجاریوں سے ہیلن کو حاصل کرنے والی
جنگ سے متعلق سوال کئے تو اس سوال و جواب میں ایکلیز اور یونان کے دوسرے
سورما پیٹروکلوس کا ذکر آیا۔ یہ دونوں ٹرائے شہر میں لڑی جانے والی جنگ میں مارے
گئے تھے۔

پھر وہ پجاری سکندرِ اعظم اور اس کے بہت سے سالاروں کو ایکلیز اور پیٹرو
کلوس کی قبروں پر لے گئے۔ ٹرائے میں قیام کے دوران سکندرِ اعظم نے دو کام
لئے۔ پہلا یہ کہ اس نے اپنے سب سے تجربہ کار سالار پارمینو کے ذمہ یہ کام لگایا کہ
لشکر کے لئے جاسوسی کرنے والے سارے ہی دستے اس کے تحت کام کریں گے اور
وہی جاسوسوں کا نظم و نسق سنبھالے گا اور انہیں مختلف علاقوں میں اطلاعات فراہم
کرنے کے لئے روانہ کرتا رہے گا۔

یہ حکم ملنے کے فوراً بعد پارمینو نے اپنے کچھ سرکردہ مخبروں کو دشمن کی نقل و
حرکت اور ان کے محل وقوع جاننے کے لئے روانہ کر دیا تھا۔

دوسرا کام سکندر نے ٹرائے کے ان کھنڈرات میں یہ کیا کہ چونکہ اہلِ یونان نے
ٹرائے میں جو جنگ لڑی تھی اس میں کافی یونانی مارے گئے تھے لہٰذا یونانی ٹرائے کے
ان کھنڈرات کو دیکھ کر بڑے مایوس ہوئے تھے اور اس مایوسی میں اس وقت اور اضافہ
ہو گیا جب انہوں نے دیکھا کہ ٹرائے میں اب کھنڈر ہی کھنڈر ہیں۔ نہ وہاں کوئی
آبادی ہے۔ سوائے ماہی گیروں کے کوئی شخص نظر نہ آتا تھا۔

اس ساری صورتِ حال کا سکندر نے جائزہ لیا۔ اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ
سب سے پہلے اپنے پرانے آباؤ اجداد کی قبروں کے پاس لشکر کا پڑاؤ قائم کیا جائے۔
جب پڑاؤ قائم ہو گیا تو اس نے دوسرا حکم یہ دیا کہ لشکر کا ایک حصہ پتھر چن چن کر
لائے اور دوسرا حصہ تعمیر کا کام شروع کر دے۔

لشکر کے اندر جو ہنر مند تھے ان کے ذریعے سکندر نے یہ اندازہ لگایا کہ پرانے
ٹرائے شہر کی فصیل کہاں ہوا کرتی تھی۔ جب یہ اندازہ لگا لیا گیا تو اپنے لشکر اور اپنے
لشکر میں شامل ہنر مندوں کے ذریعے سکندر نے پرانے اور قدیم شہر ٹرائے کی فصیل
کو از سرِ نو تعمیر کرنے کا حکم دیا۔

سارے لشکری اس کام پر جُت گئے تھے۔ جب فصیل تیار ہو گئی تب سکندرِ اعظم نے یہ بھی حکم دیا چونکہ یونان سے نکل کر ہم نے پہلا قدم ٹرائے کی اسی سرزمین پر رکھا ہے اور اس طرح ایشیا میں یہ پہلا مقام ہے جہاں ہم قابض ہوئے ہیں لہٰذا ٹرائے اور اس کے آس پاس کے سارے علاقے کو خراج سے مستثنیٰ قرار دے دیا جائے۔

یہ سارے حکم جاری کرنے کے بعد سکندرِ اعظم نے اب ایران پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی شروع کی تھی۔

ایرانیوں کو بھی یونانیوں کے حملہ آور ہونے کی اطلاع مل چکی تھی اور جس وقت ایشیا میں داخل ہونے کے لئے یونان سے کوچ کر رہا تھا اس وقت ہی ایران داریوش نے اپنی مملکت کے صوبوں میں سے لیڈیا، سیریا اور کاپا تھوپیا کے حاکموں اور سرداروں کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے اپنے لشکر لے کر آبنائے دانیال پہنچ جائیں۔ اور یونانیوں کے سامنے ایسی سخت اور ناقابل تسخیر مزاحمت کریں کہ یونانی یونان سے نکل کر آبنائے دانیال کو عبور کر کے ایشیا میں داخل نہ پائیں۔

لیکن ایرانیوں کی بدقسمتی کہ ایسا نہ ہو سکا۔ ایران کا شہنشاہ داریوش چاہتا تھا کہ یونانی سرزمینوں سے نکل کر ایشیا میں پاؤں تک نہ رکھنے پائیں۔ لیکن جن کو اس نے یونانیوں کی راہ روکنے کا حکم دیا تھا وہ وقت پر اکٹھے ہو کر آبنائے تک نہ پہنچ سکے جس کی بناء پر سکندر اپنے لشکر کے ساتھ آبنائے دانیال کو عبور کر کے بڑھنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

جس وقت سکندرِ اعظم کی آبنائے دانیال عبور کرنے کی خبریں ایران میں پہنچیں لشکریوں کو امیر البحر اور سپہ سالار ممنون نے ایک بار پھر اپنے شہنشاہ داریوش نے ایک تجویز پیش کی۔

اس نے کہا تھا کہ جن جن شہروں، قصبوں، میدانوں اور سبزہ زاروں سے گزر کر نے پیش قدمی کرنی ہے وہاں شہروں اور دیہات کی آبادی کو نکال کر انہیں ادی جائے۔ راستے میں جہاں جہاں کہیں بھی یونانیوں کو رسد اور ضرورت کا ملنے کی امید ہے وہاں سے ضرورت کی ہر شے ہٹا لی جائے۔ اگر ہٹائی نہ جا سکے تو ضائع کر دیا جائے۔

دوسری تجویز ممنون نے اس موقع پر یہ پیش کی کہ اسے یہ اجازت دی جا وہ اپنے بحری بیڑے کو حرکت میں لائے اور لشکر کا ایک حصہ لے کر مقدونیہ میں ا ہو جائے۔

ممنون کا خیال تھا کہ جس طرح یونانی سمندر کو عبور کر کے ایشیا کی سرزمی میں داخل ہوئے ہیں حالانکہ ان کے پاس کوئی بڑا بحری بیڑہ بھی نہیں ہے اسی ط ایرانی بھی حرکت میں آئیں اور اپنے ناقابل تسخیر اور بڑے بیڑے کو حرکت میں لا ہوئے لشکر کا ایک خاصا بڑا حصہ مقدونیہ میں داخل کر دیا جائے۔ اس طرح یونانیو دو محاذوں پر ایرانیوں سے جنگ کرنا پڑے گی۔ ایک خشکی پر دوسری سمندر میں۔

ممنون کا یہ بھی خیال تھا کہ اگر ایرانی بحری بیڑہ سمندر کو عبور کرنے کے ب مقدونیہ اور یونان کی دوسری ریاستوں میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا تو سک کے پاس صرف ایک ہی راستہ ہو گا اور وہ یہ کہ وہ فوراً پلٹے اور واپس اپنی سرزمین کی طرف چلا جائے۔ لیکن ایران کے شہنشاہ داریوش کی بدقسمتی کہ اس نے اپنے سالار ممنون کی اس تجویز پر عمل کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ شاید داریوش کو یہ زعم کہ یونانیوں کے مقابلے میں ایران کی سلطنت بڑی وسیع اور طاقتور ہے۔ اگر ایک موقع پر یونانیوں کے سامنے ایرانیوں کو پسپائی بھی اختیار کرنا پڑی تو کوئی فر نہیں پڑے گا، کئی دوسرے محاذوں پر ایرانی یونانیوں کو شکست دے کر بھاگ جان پر مجبور کر دیں گے۔ لیکن شاید قدرت کو ایسا منظور نہ تھا۔

ایران کے شہنشاہ داریوش نے اپنے جن سرداروں اور سالاروں کو آبنا دانیال پر ہی یونانیوں کی راہ روکنے کا حکم دیا تھا وہ ایسا کرنے میں ناکام ہوئے تھ داریوش نے دوسرا حکم یہ جاری کیا کہ اب دریائے گرانیک کے کنارے یونانیوں ک راہ روکی جائے اور انہیں کسی بھی صورت دریائے گرانیک عبور نہ کرنے دیا جائے ساتھ ہی یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ دریائے گرانیک کے کنارے ایرانی پیادے و سوا صف آرائی کریں اور کسی بھی صورت یونانیوں کو دریا عبور نہ کرنے دیں۔ دریائے گرانیک ایشیائے کوچک کا مشہور اور معروف دریا خیال کیا جاتا ہے۔ یہ کوہستانی سلسل سے نکلنے کے بعد بڑی تیزی سے بہتا ہوا میدانی علاقوں میں داخل ہوتا ہے۔ اس ک ئی بھی کافی زیادہ تھی۔ دوسرے اس کی تہہ میں کیچڑ تھا۔ کنارے اس کے تجرید

ان والے تھے اور دریا کو عبور کرتے وقت کناروں پر چڑھنا تکلیف دہ بھی تھا۔ یہ ستانی سلسلوں سے نکل کر مختلف میدانوں کو پامال کرتا ہوا بحیرۂ مارمورہ میں گرتا

چنانچہ داریوش کا حکم ملنے کے بعد ایرانی لشکری دریائے گرانیک کے کنارے جمع شروع ہو گئے تھے۔

دوسری طرف سکندر کے سالار پارمینو نے اپنے جن طلایہ گروں اور جاسوسوں کو ان کی نقل و حرکت پر مقرر کیا ہوا تھا انہوں نے پارمینو کو اطلاع کر دی تھی کہ گو شہنشاہ داریوش کے حکم پر ایرانی لشکری آبنائے دانیال پر ان کی راہ نہیں روک لن اب وہ مشرق کی جانب سے گروہ در گروہ کوچ کرتے چلے آ رہے ہیں۔ یہ کر سکندر اور اس کے سالار پارمینو کو کسی طرح کی کوئی تشویش اور فکرمندی نہ اس لئے کہ ان کے سامنے سب سے بڑا مرحلہ سمندر کو عبور کرنا تھا۔ اب وہ کو عبور کر چکے تھے اور ان کے سامنے اب کھلے اور وسیع میدان تھے جہاں وہ بھی جگہ ایرانیوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے تیار تھے۔

اب یونانیوں نے آہستہ آہستہ آگے بڑھنا شروع کر دیا تھا۔ یونانی ان وں کو دیکھ کر بڑے خوش اور حیران ہو رہے تھے۔ سب سے پہلے انہوں نے ان ایڈا کا نظارہ کیا اور پھر اس کے آگے جب انہیں برف سے لدی ہوئی اونچی انی چوٹیاں نظر آئیں تو مؤرخین لکھتے ہیں:۔

"اس موقع پر یونانیوں کو اپنا متبرک اور دیوتاؤں کا پسندیدہ کوہستانی سلسلہ یاد آ گیا۔"

بہرحال سکندر اعظم بھی اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے دریائے گرانیک کی بڑھنے لگا تھا جہاں ایرانیوں نے اس کی راہ روکنے کا ارادہ کیا تھا۔

دریائے گرانیک کے کنارے پہنچ کر اسکندر، پارمینو اور دوسرے سالار کچھ دیر دریا کا جائزہ لیتے رہے انہوں نے دیکھا کہ دریا کے دوسرے کنارے پر ایرانی ان پہنچ چکے تھے۔ ایرانی سوار و پیادے اپنے اپنے مقام پر بالکل ترتیب کے چھوٹے چھوٹے گروہوں میں مستعد کھڑے دکھائی دے رہے تھے۔

اس موقع پر اسکندر اور اس کے سالاروں نے یہ بھی دیکھا کہ ان سوار اور پیادہ

ایرانی دستوں کے ایک طرف ایران میں کام کرنے والے تنخواہ دار یونانیول لشکر بھی کھڑا تھا اور ان کے پیچھے سلسلہ کوہ کی چوٹی کے ساتھ اور بہت کھڑے تھے جنہوں نے تیر کمان سنبھال رکھے تھے۔

اس کے علاوہ ایک مقام پر بہت سے پیادے لمبی لمبی برچھیاں ہاتھ بالکل مستعد تھے۔ یہ بھی اپنی شکل وصورت سے یونانی ہی لگتے تھے۔ اس یونان سے بہت سے لوگ ہجرت کر کے ایرانی مملکت میں داخل ہوئے تھے او حکمرانوں نے انہیں اپنے لشکر میں شامل کر لیا تھا۔ اسکندر اور اس کے سالارو یہ بھی دیکھا کہ ایران کا جو لشکر دریا کے دوسرے کنارے پر آیا تھا ان میں سے اچھے ہتھیار ایرانی سواروں کے پاس تھے پھر جوش وخروش سے بہنے والے د کنارے مختلف آوازیں نکالتے ہوئے اپنی موجودگی کا پتہ دے رہے تھے۔

یونانیوں نے یہ بھی دیکھا کہ ان ایرانی لشکریوں نے ڈھیلے ڈھالے لباس رکھے تھے۔ ان کی ٹوپیاں رنگین تھیں۔ چھوٹی چھوٹی ڈھالیں، چھوٹی چھوٹی بر ان کے کولہوں پر لٹک رہی تھیں اور وہ دریا کے کنارے کھڑے پہلے تو خاموش ساتھ اہل مقدونیہ کی طرف دیکھتے ہوئے ان کا جائزہ لیتے رہے انہوں نے دیکھا کہ یونانی لشکریوں نے گھاگرے پہن رکھے تھے تب وہ طنزیہ انداز میں یون کو پکار پکار کر کہنے لگے۔

''تمہیں کس نے بھاری رقوم دے کر ہمارا مقابلہ کرنے کے لئے بھیج دیا۔ تم اپنے لباس سے عورتیں لگتے ہو۔تم لوگوں نے گھاگرے پہن رکھے ہیں۔''

سکندر کچھ دیر تک دریائے گرانیک کے دوسرے کنارے ایرانی لشکروں کا جا لیتا رہا پھر اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''اب بولو! ہمیں کیا کرنا چاہیے ...... دریائے گرانیک کے اس پار تم سب ایرانیوں کا جائزہ لے چکے ہو اور جس قسم کے طعن اور تشنیع بھرے نعرے ہمار خلاف لگا رہے ہیں انہیں بھی تم لوگ سن چکے ہو ...... کیا ہمیں ابھی اور اسی وا دریائے گرانیک کو عبور کر کے ایرانیوں پر حملہ آور نہیں ہونا چاہیے؟''

اسکندر کے ان الفاظ کے جواب میں اس کے سارے چھوٹے بڑے سالار س سے زیادہ تجربہ کار اور سکندر کے دست راست سالار پارمینو کی طرف دیکھنے

تھے۔ اس موقع پر پارمینو نے سکندر کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''اس وقت اور اس جگہ سے دریائے گرانیک کو عبور کرنے کی کوشش سخت نامناسب ہے۔ اس دریا سے متعلق میں نے سن رکھا ہے کہ یہ بڑا خطرناک ہے۔ بعض جگہ اس کا پانی بہت گہرا ہے وہ ہمارے لشکریوں کے لئے نقصان دہ بھی ثابت ہوسکتا ہے۔ لہٰذا اس موقع پر میں یہی مشورہ دوں گا کہ ایرانی لشکر جو ہمارے مقابلے میں کرنا چاہتے ہیں کر لیں۔ اگر اس وقت ہم آگے بڑھیں گے دریا کو عبور کرنے کی کوشش کریں گے تو ہماری صف بندی برقرار نہ رہ سکے گی۔ اس کے علاوہ جب ہمیں پانی سے نکل کر بلند کنارے کی چڑھائی کو طے کرنا پڑا تو وہ موقع بھی ہمارے لئے خطرناک ہوگا۔ اس لئے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی خاطر ایرانی ہم پر حملہ آور ہوکر ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد پارمینو جب خاموش ہوا تو عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے سکندر کہنے لگا۔

''پارمینو! یہ دریائے گرانیک آبنائے دانیال کے مقابلے میں تو کچھ بھی نہیں ہے تم نے آبنائے دانیال کو عبور کرتے وقت ایسی تشویش کا اظہار نہ کیا تھا جیسی تشویش تم اس دریا کو عبور کرنے کے سلسلے میں کر رہے ہو۔''

جواب میں پارمینو کہنے لگا۔

''آج دیر ہو چکی ہے میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ کل علی الصبح پیش قدمی کی جائے تو مناسب ہوگا۔''

پارمینو کے ان الفاظ کے جواب میں سکندر کہنے لگا۔

''جو کام تم کل کرنا چاہتے ہو وہ آج کیوں نہیں اور سنو! ایرانی دریائے گرانیک کے کنارے کھڑے بدستور ہماری ہنسی اور ہمارا ٹھٹھہ اڑا رہے ہیں۔''

پارمینو ایک تجربہ کار سالار تھا اور وہ یہ بھی خیال کر رہا تھا کہ دریا کے اندر تجربہ کار مقدونوی لشکر کو دوسرے کنارے پر ایرانی رسالے سے مقابلے کی دعوت دینا بالکل ہی انوکھی سی بات ہے اس لئے کہ دریا خطرناک تھا اور کسی بھی بڑی صورت حال کا سامنا یونانیوں کو کرنا پڑ سکتا تھا لیکن سکندر کو گوارہ نہ تھا کہ دوسرے کنارے پر کھڑے ایرانیوں کو ان کے ٹھٹھے اور مذاق کا بروقت جواب نہ دیا جائے۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے سکندر نے اپنے سالار پارمینو کی تجویز سے اتفا
نہ کیا۔ اس نے فوراً اپنے ہراول لشکر کو حکم دیا کہ فوراً دریا میں کود پڑو تاکہ دریا کو
کر کے ایرانیوں پر حملہ آور ہونے کی ابتداء کر دی جائے ساتھ ہی سکندر خود بھی بو
فالس نام کے اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور باقی لشکر کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

سکندر کا حکم ملتے ہی اس کا مقدمۃ الجیش دریا میں اتر گیا اور اس کے
پیچھے لشکر کو لے کر سکندر بھی دریا کو عبور کرنے کے لئے دریا میں اترا تھا۔

سکندر اپنے لشکر کے ساتھ دریائے گرانیک میں اترا تو مصیبتیں ہجوم کر
یونانیوں پر نزول کرنے لگیں جب وہ دریا میں اترے تو بڑے خوش ہوئے اس
کہ اس وقت پانی گھٹنوں تک تھا اس کے باوجود پانی کی رفتار اور اس کا بہاؤ اس
تیز تھا کہ وہ نیچے کی طرف لے جا رہا تھا۔

لیکن جوں جوں یونانی لشکری دریا میں آگے بڑھنے لگے پانی کی گہرائی
ہوتی چلی گئی اور بہاؤ میں بھی خوفناک حد تک تیزی آنے لگی تھی۔ اس طرح وہ
پانی یونانیوں کے قدم اکھاڑنے لگا تھا اور انہیں بہاتے ہوئے اس طرف لے جا
تھا جہاں ایرانیوں کے سوار لشکر کا وسطی حصہ مستعد اور تیار کھڑا تھا۔

دریا کو عبور کرتے وقت جس وقت یونانی افراتفری کا شکار ہوئے تو ان کی صف
بندی ٹوٹ گئی۔ یونان پانی کی تیز لہروں سے بچنے کے لئے نہ صرف ادھر ادھر
لگے بلکہ پانی میں بہتے ہوئے نیچے کی طرف جانے لگے۔ اس موقع پر دوسری مصیبت
یہ نازل ہوئی کہ سامنے کی طرف سے ایرانیوں نے تیر اندازی شروع کر دی تھی۔
جب پانی میں گرتے تو پانی کی ایسی پھوار اٹھتی جس سے آنکھیں لمحہ بھر کے
چندھیا جاتی تھیں اور پانی بہاتے ہوئے دور نیچے لے جاتا چلا گیا تھا۔

دریا کو عبور کرتے ہوئے یونانیوں پر دوسری مصیبت یہ نازل ہوئی کہ جب
دریا کا آدھے سے زیادہ پاٹ عبور کر چکے تو ان کے بہت سے لشکری نئی مصیبت
شکار ہو گئے وہاں دریا کی تہہ میں گہرا کیچڑ تھا جس کی وجہ سے لشکری وہاں دھنسنے لگے
اور ان کے آگے بڑھنے کی رفتار کافی حد تک کم ہو گئی تھی۔

بہرحال سکندر اور پارمینو کی سرکردگی میں یونانی لشکری کسی نہ کسی طرح گرتے
پڑتے اور پتھروں کا سہارا لیتے ہوئے دوسرے کنارے پر پہنچے اور وہاں ان کی ایر

سواروں سے مٹھ بھیڑ ہوئی۔

جب دونوں طرف کے لشکری آپس میں ٹکرائے تو لشکریوں کی لمبی برچھیاں و
لمبی چھتروں اور ایک دوسرے سے ٹکراتے ہوئے شیشے کی سی جھنجھناہٹ پیدا کر
تھیں۔ کچھ گھوڑے پانی میں کچھ خشکی پر گر رہے تھے اور جو سوار گھوڑوں سے گر
جاتے تھے وہ پانی میں بہتے ہوئے آگے جاتے اور پھر کنارے کی طرف جانے کی
کوشش کرتے۔ اسی اثناء میں خود سکندر بھی اپنے ہردلعزیز گھوڑے بیوسی فالس سے گر
پڑا تاہم کسی نہ کسی طرح وہ کنارے پر آنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

جس وقت سکندر کنارے کے پاس آیا ایک ایرانی سالار اس پر گہری نگاہ رکھے
ہوئے تھا۔ سکندر کو دیکھتے ہی وہ اپنی برچھی تان کر اس کی طرف بڑھا اور اپنی برچھی
کی نوک اس نے سکندر کے سینہ بند پر دے ماری تھی یہ برچھی سکندر کو اس زور سے
لگی تھی کہ اس کے خود پر جو شہپر لگے ہوئے تھے وہ نیچے گر گئے تاہم چونکہ وہ
مضبوط فولادی زرہ پہنے ہوئے تھا لہٰذا اس ایرانی سالار کی لگنے والی برچھی نے اسے
کوئی نقصان نہ پہنچایا تھا۔ اسی دوران ایک اور ایرانی سالار اس کی طرف لپکا اور اپنی
تلوار کی ضرب اس کے سر پر لگائی لیکن اس سے بھی سکندر بچ نکلا تھا تاہم مورخین
لکھتے ہیں کہ تلوار کی اس ضرب سے تھوڑی دیر کے لئے سکندر چکرا گیا تھا اور اس کے
ہوش و حواس گم ہو گئے تھے۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانا شروع ہو گیا تھا۔ سکندر
کی یہ حالت دیکھتے ہوئے پارمینو کا بیٹا جو لشکر میں سالار کی حیثیت سے شامل تھا اور
جس کا نام کلائٹس تھا وہ بھی سکندر کے قریب آ گیا۔ اتنی دیر تک ایک اور ایرانی سالار
سکندر پر حملہ آور ہوا اور اپنی چمکتی ہوئی تلوار کی ایک ضرب اس نے سکندر پر لگاتے
ہوئے اس کا خاتمہ کرنا چاہا۔ اگر تلوار کا یہ وار سکندر کو لگ جاتا تو یقیناً سکندر کا وہیں
خاتمہ ہو جاتا لیکن پارمینو کا بیٹا کلائٹس فوراً حرکت میں آیا جس ایرانی سالار نے اپنی
تلوار بلند کر کے سکندر پر گرانا چاہی تھی کلائٹس نے اس پر حملہ آور ہو کر اس کا تلوار
والا بازو ہی کاٹ ڈالا تھا۔ اس بنا پر سکندر اس ایرانی سالار کی ضرب سے بچنے میں
کامیاب ہو گیا۔

کہتے ہیں سکندر پر جس نے پہلی ضرب لگائی وہ داریوش کا داماد مہرداد تھا اس
کے بعد جس نے سکندر پر حملہ آور ہو کر اسے ہلاک کرنا چاہا وہ ایرانی لشکر کا سالار

رزاسس تھا اور تیسری بار جس سالار نے اپنی تلوار بلند کر کے سکندر پر گرانا چاہی ا
خاتمہ کرنا چاہا اور اس کے تلوار والے بازو پر پارمینو کے بیٹے کلائٹس نے تلوار ما
جو اس کا بازو کاٹ دیا تھا وہ سالار ایرانی مملکت کے صوبے لیڈیا کا حاکم سپہر دار تھ

جس وقت سکندر اپنے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ دریائے گرانیک کو پار کر کے بعد کنارے پر پہنچا تھا اس وقت یقیناً مقدونوی لشکر کے اندر افراتفری پھیلی سکندر کے محافظ دستے بھی بے ترتیبی کی نظر ہو گئے تھے لیکن اس موقع پر سکندر لشکر میں جو جزیرۂ کریٹ کے تیر انداز تھے انہوں نے کافی سنبھالا دیا اور تیر اندا کرتے ہوئے انہوں نے اپنے لشکریوں اور سکندر کے محافظ دستوں کو موقع فراہ کہ وہ کنارے پر اتر جائیں۔

پھر آہستہ آہستہ سکندر کا سارا لشکر دریا کو عبور کر کے جب ساحل پر اتر گیا ان کے سامنے ایرانی افراتفری اور خستہ حالی کا شکار ہونا شروع ہو گئے۔ ساحل اترنے کے بعد سب سے پہلے پارمینو نے اپنے کام کی ابتدا کی اس نے لمبی بر والے اپنے لشکریوں کو آگے بڑھایا یہ یونانی بڑی ترتیب اور بڑی تنظیم کے ساتھ آ بڑھے اور ایرانیوں کے مقابلے پر آئے انہوں نے. جب اپنی لمبی برچھیوں ایرانیوں پر حملہ آور ہونا شروع کیا تب ایرانی پیچھے ہٹے۔ یہ یونانیوں کے سامنے ایرانیوں کی پہلی پسپائی تھی۔

اب دریائے گرانیک پر عام جنگ شروع ہو گئی تھی گو پارمینو کے لمبی برچھ والے لشکر کے سامنے ایرانی سواروں کے کچھ دستے پیچھے ہٹے تھے لیکن جب ان نے دیکھا کہ ان کے لشکر کے دوسرے حصے آگے بڑھ کر یونانیوں سے ٹکرا گئے تب ان کے بھی حوصلے بڑھے وہ بھی پلٹے اور حملے شروع کر دیئے۔

اس وقت تک سکندر بھی اپنے محافظ دستوں کے ساتھ سنبھل چکا تھا۔ اپنے دستوں کی ترتیب درست کرنے کے بعد اس نے سب سے پہلے ایرانی لشکر میں ش یونانی دستوں کو اپنا ہدف بنایا اور بڑی برق رفتاری سے ان پر حملہ آور ہوا تھا۔

گو سکندر کا یہ حملہ بڑا زور دار، بڑا جان لیوا تھا لیکن ایرانی لشکر میں شامل یونانیوں نے حملے کو روکا اور وہ یونانیوں کے سامنے پتھر کے پیکروں کی طرح ج لڑتے رہے تھے۔

اس لڑائی کے دوران ایک ایرانی لشکری کی برچھی سکندر کے گھوڑے کو لگی اور وہ گھوڑا زمین پر گر گیا۔ گھوڑے کے گرنے سے سکندر بھی ڈگمگاتا ہوا زمین پر گرا اس موقع پر اس کے بدن پر کافی خراشیں بھی آئی تھیں۔ تاہم اس کے لشکریوں نے اسے دیکھ لیا تھا اور اسے ایک دوسرا گھوڑا مہیا کر دیا تھا اس لئے کہ سکندر کا اپنا گھوڑا جس کا نام بیوسی فالس تھا وہ دریائے گرانیک عبور کرتے ہوئے جب سکندر دریا کے کنارے پر آیا تھا تو کنارے کے قریب سکندر اس گھوڑے سے گر گیا تھا۔ لہٰذا گھوڑا آگے جا کر ساحل پر چڑھ گیا تھا۔ اس بنا پر ایرانیوں کے ساتھ جنگ کے دوران سکندر کو دوسرے گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگ کرنا پڑی تھی۔

بہر حال دریائے گرانیک کے ساحل پر یونانی اور ایرانیوں کے درمیان گھمسان کا رن پڑا اس لڑائی میں آخر کار یونانی فتح مند رہے ایرانیوں کو شکست ہوئی وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔

درائے گرانیک کے کنارے یونانیوں نے اپنی پہلی فتح پر شاندار خوشیاں منانی شروع کیں۔ لشکری اس فتح پر جشن کا سماں برپا کرنے لگے تھے پھر یونانی مختلف گروہوں میں بٹ گئے کچھ نے وہاں خیمے نصب کرنے شروع کر دیئے تھے۔ ایک دوسرا گروہ زخمیوں کو اٹھا اٹھا کر ایک جگہ جمع کرنے لگا تھا جہاں طبیب زخمیوں کی دیکھ بھال کرنے لگے تھے۔ تیسرا گروہ بھاگنے والے ایرانیوں کے ہتھیار اور دوسری قیمتی اشیاء جمع کر کر کے ایک جگہ ڈھیر لگانے لگا تھا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ اس فتح کے بعد سکندر نے جو پہلا کام کیا وہ یہ تھا کہ اس نے اپنے سر سے آہنی خود اتار پھینکا اور دریائے گرانیک میں نہا کر اس نے ایک طرح سے اس جنگ کی تھکاوٹ دور کی تھی۔ فتح کے بعد سکندر کے لشکر نے وہیں دریائے گرانیک کے کنارے اپنا پڑاؤ قائم کر لیا تھا جب دریائے گرانیک میں نہانے کے بعد سکندر باہر نکلا تو اس کے سارے سالار اس کے پاس جمع ہو گئے سب سے پہلے کہتے ہیں پارمینو نے سکندر کو مخاطب کیا اور کہنے لگا۔

”میں سمجھتا ہوں آپ نے میرے مشورے کے خلاف دریائے گرانیک کو عبور کرنے کا حکم دے کر ایک طرح سے بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا۔ لیکن دریا سے آپ بڑے اچھے انداز میں گزرے آپ کے اس طرح دریا میں کودنے سے آپ کے

لشکریوں کو بھی حوصلہ ملا انہیں بڑی تقویت ہوئی۔"

پارمینو جب خاموش ہوا تب اسے مخاطب کر کے سکندر کہنے لگا۔

"یہ ایرانی لشکر میں، میں نے کچھ لشکریوں کے ایسے چہرے بھی دیکھے جو ہم سے یعنی یونانیوں سے ملتے جلتے ہیں اور یہ کہ سب سے بعد وہی لوگ ہمارے سامنے سے پسپا ہوئے تھے۔"

سکندر کے اس استفسار کے جواب میں پارمینو کہنے لگا۔

"یہ جن لوگوں کی آپ نشان دہی کر رہے ہیں وہ یونانی تھے جو یونان سے ہجرت کر کے ایشیا میں آ کر آباد ہو گئے تھے اور بعد میں ایرانی لشکر میں شامل ہو گئے تھے۔"

اس پر سکندر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"گویا دریائے گرانیک کے کنارے یونانیوں کے خلاف یونانی بھی لڑے۔"

سکندر اپنے سالاروں اور دوسرے ساتھیوں کے ساتھ میدان جنگ کی طرف گیا۔ مختلف لاشوں کا جائزہ لیا گیا ان لاشوں میں ایران کے شہنشاہ داریوش کے داماد مہرداد کی لاش بھی ملی۔ مہرداد کے ساتھ اس کا چچا اور اس کے بہت سے دوسرے سرکردہ ساتھی بھی جنگ میں مارے گئے تھے۔ اس کے علاوہ اس جنگ میں ایران کا بہترین سالار رزاسس بھی مارا گیا تھا اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ ایرانی صوبے لیڈیا کا حاکم سپہرداد بھی اس جنگ میں کام آ گیا تھا۔

ساری لاشوں کا جائزہ لینے کے بعد سکندر اپنے سالاروں کے ساتھ اس جگہ گیا جہاں بڑے بڑے الاؤ روشن کیے جا چکے تھے اس لئے کہ سورج غروب ہو رہا تھا اور آگ کے ان الاؤ کے پاس طبیب بیٹھے زخمیوں کی مرہم پٹی کر رہے تھے سکندر اپنے سالاروں کے ساتھ کچھ دیر تک وہاں رک کر اپنے لشکریوں کے علاج معالجے کی نگرانی کر رہا تھا۔ ساتھ ہی وہ وہاں قیام کر کے اپنے لشکریوں کے حالات پوچھتا اور جو کارنامے انہوں نے جنگ کے دوران انجام دیئے انہیں بڑے غور اور محویت سے سنتا رہا۔

اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ اس کے محافظ دستے کے ہر اس لشکری کو جو جنگ میں کام آ گیا ہے ہتھیاروں کے ساتھ دفن کیا جائے اور ان کی موت کی اطلاع

ان کے لواحقین کو یونان میں کر دی جائے۔

اس کے بعد اس نے اپنے لشکر میں مجسمہ سازوں کے نگران لسی لیس کو حکم دیا کہ وہ لوگ جو میدان جنگ میں مارے گئے ہیں ان میں سے ممتاز اور سرکردہ یونانیوں کی یادگار میں کانسی کے مجسمے ڈھالے جائیں اور ان مجسموں کو اس ستون کے آس پاس نصب کر دیا جائے گا جو میدان جنگ میں فتح کی یاد میں تعمیر کیا جائے گا تاکہ ان لوگوں کی یاد تازہ رہے جنہوں نے یونان کی خاطر دریائے گرانیک کے کنارے اپنی جانوں کی قربانی دی۔ اس طرح یونانیوں کے دماغوں سے ان لوگوں کے خدوخال محو نہ ہونے پائیں گے۔

یہ سارے انتظامات کرنے کے بعد آخر میں سکندر نے اس سارے مال غنیمت کا جائزہ لیا غنیمت کے سامان کے قریب ہی ایرانیوں سے ہاتھ آنے والی اس نے 300 زریں بھی دیکھیں ان ساری چیزوں کا جائزہ لینے کے بعد اس نے ایک بحری جہاز مال غنیمت سے بھر کر مقدونیہ میں اپنی ماں اولمپیاس اور اپنے سالار اینٹی پیٹر کی طرف روانہ کیا اور اس سامان میں 300 ایشیائی زریں اس نے اس غرض سے روانہ کیں کہ ان زروں کو ایتھنز شہر میں پاتھینیا کے مندر میں چڑھاوے کے طور پر پیش کر دیا جائے اور جس جگہ وہ زریں رکھی جائیں وہاں ایک کتبہ نصب کیا جائے اور اس کتبے پر یہ تحریر لکھی جائے۔

"فلپ کے بیٹے سکندر اور تمام یونانی با استثنائے اہل سپارٹا یہ چڑھاوا پیش کر رہے ہیں جو انہوں نے ایشیائی اجنبیوں سے بزور چھینا۔"

اس کے علاوہ سکندر نے کافی رقوم بھی اس مال غنیمت کے علاوہ مقدونیہ روانہ کیں۔ اس طرح دریائے گرانیک کے کنارے جہاں یونانیوں کو مال غنیمت کی صورت میں بہت کچھ ملا وہاں ایرانیوں کو شکست دینے کے بعد سکندر اور ان کے لشکریوں کے حوصلوں کو ایک نیا ولولہ اور ایک نئی جہت نصیب ہوئی تھی۔

دوسری طرف ایرانی لشکر میں شکستگی کے آثار نمودار ہوئے تھے۔ ایران کے شہنشاہ داریوش نے ممنون کی تجویز پر عمل نہیں کیا تھا اور خاصہ نقصان اٹھایا تھا۔ اگر وہ ممنون کی تجویز پر عمل کرتے ہوئے اسے اجازت دے دیتا کہ وہ اپنے بحری بیڑے کو حرکت میں لاتے ہوئے مقدونیہ اور یونان کی دوسری ریاستوں کا رخ کرے تو یقیناً

سکندر ایشیا پر حملہ آور ہونے کی بجائے واپس جا کر یونان کی حفاظت کو ترجیح دیتا۔

جس وقت دریائے گرانیک کے کنارے ایرانیوں اور یونانیوں میں جنگ ہ تھی اس وقت بھی ممنون اپنے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ موجود تھا اس نے دوسر سالاروں سے کہا تھا کہ جب یونانیوں کے ساتھ اس کا ٹکراؤ ہو تو وہ آہستہ آ پسپائی شروع کر دیں اس کا کہنا تھا کہ جب سارے سالار آہستہ آہستہ پسپا ہو ہوئے اس جگہ آئیں گے جہاں ممنون نے اپنے لشکر کے ساتھ گھات لگا رکھی تھی ممنون اچانک اپنی گھات سے نکل کر یونانیوں پر حملہ آور ہو گا اور انہیں تباہ و برباد کے رکھ دے گا لیکن ایرانیوں کی بدقسمتی کہ ایرانی لشکر کے تینوں سالار مہرداد، رزا اور سپہرداد نے ممنون کی اس تجویز پر عمل ہی نہ کیا شاید وہ ایسا کرنا بھول گئے تھے پسپا ہونے سے پہلے ہی وہ جنگ کے کام آ گئے تھے اور جب دریائے گرانیک کنارے یونانیوں کے ہاتھوں ایرانیوں کو شکست ہوئی تب ممنون کی تجویز دھری دھری رہ گئی تھی اور جو لشکر اس کے ساتھ اس وقت تھا اس کے ساتھ اس نے دمشق طرف جانے کی بجائے سمندر کا رخ کیا اب وہ اپنے بحری بیڑے کی طرف چلا تھا جب کہ دمشق میں اس نے جو ایک لشکر حفاظت کے طور پر رکھا ہوا تھا اس کماندار اس نے داریوش سے اجازت لے کر کریٹیز کو بنا دیا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں گو دریائے گرانیک کے کنارے یونانیوں کے ہاتھوں ایرانیو کو شکست کا سامنا کرنا پڑا لیکن ایرانیوں نے اس جنگ میں بڑی جانثاری دکھائی بہترین جرأت مندی کا مظاہرہ کیا اور جب تک ایک ایک سالار نے جان نہ د دی یونانی لشکر کو فتح نصیب نہ ہوئی۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ دریائے گرانیک کنارے لڑی جانے والی اس جنگ میں ایرانی سالاروں کی جانثاری اور وفا شعاری یہ عالم تھا کہ ایران کے صوبے فریکیا کے حاکم نے شکست کی خبر سنی تو اپنا ہی خنجر نکا کر اس نے اپنے سینے میں پیوست کر دیا اور اپنا خاتمہ کر لیا۔

برسین اور اناہیتا دونوں دمشق شہر میں اپنی رہائش گاہ کے ایک کمرے میں بیٹھی ی موضوع پر گفتگو کر رہی تھیں کہ اچانک بھاگتے ہوئے کریٹیز اس کمرے میں ل ہوا وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اناہیتا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ غصے اور غضب ی میں اس کا چہرہ تپے ہوئے سرخ لوہے جیسا ہو گیا تھا۔ آنکھیں غضب اور ماںیاں برسانے لگی تھیں اس موقع پر بڑی تیزی سے وہ آگے بڑھی پھر اس کا ہاتھ ہوا اور کئی طمانچے اس نے کریٹیز کے منہ پر دے مارے پھر انتہائی غضب ناکی کھولتے لہجے میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”تمہیں جرأت کیسے ہوئی کہ ہم دونوں بہنوں کے کمرے میں اجازت لئے بغیر ل ہو جاؤ ...... تمہاری حیثیت ہی کیا ہے ...... تم ایک اجڈ جاہل بدو ہو ...... کمرے دروازے پہ کھڑے ہو کر تمہیں جازت لینی چاہیے تھی پھر میں تمہیں اجازت دیتی تم کمرے میں داخل ہوتے ورنہ واپس دفع ہو جاتے ...... اس کے علاوہ میں آج تم یہ بھی واضح کر دوں ......“

اس سے آگے اناہیتا کچھ نہ کہہ سکی اس لئے کہ اس وقت تک برسین بھی اپنی سے اٹھ کر قریب آ گئی تھی۔ غصے اور غضب ناکی میں برسین کا چہرہ بھی لال سرخ گیا تھا اور وہ اس انداز میں اناہیتا کی طرف دیکھ رہی تھی کہ اس کی آنکھیں آگ مار رہی تھیں پھر برسین کا ہاتھ اٹھا اور اس نے زوردار انداز میں کئی طمانچے اناہیتا منہ پر دے مارے تھے۔ اناہیتا جیسی نازک اندام لڑکی برسین کے وہ طمانچے اشت نہ کر سکی اور کمرے کے فرش پر گر گئی۔ اس نے اپنا ہاتھ اپنے اس گال پر رکھ جس پر برسین نے طمانچے برسائے تھے پھر فرش پر پڑے ہی پڑے وہ عجیب سے از میں برسین کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ یہاں تک کہ کمرے میں برسین کی غضب

ناک آواز سنائی دی تھی۔

"کریٹیز میرا بھائی ہے وہ اجازت لئے بغیر میرے کمرے میں داخل ہو ہے اور اسے ایسا کرنے کی اجازت میں نے ہی دی تھی۔ وہ کبھی بغیر پوچھے مے کمرے میں نہیں آیا لیکن میں نے اسے کہا تھا کہ تم جب چاہو اپنی بہن کے کم میں آ سکتے ہو۔ لہٰذا تمہیں کیسے جرأت ہوئی تم نے کیونکر اتنی بڑی جسارت کر ل میری ہی موجودگی میں تم میرے بھائی کے منہ پر طمانچے مارو۔ اسے جاہل، اجڈ بدو کہو اور تم کون ہوتی ہو اسے میرے کمرے میں داخل ہونے سے روکنے والی؟"

اتنی دیر تک اناہیتا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اداس و افسردہ کھڑی برسین نے جب مڑ کر کریٹیز کی طرف دیکھا تو وہ اپنی جگہ پر نہیں تھا وہ اس کم کے دروازے پر کھڑا تھا۔ جونہی برسین نے اس کی طرف دیکھا بڑی عاجزی انکساری میں اس نے برسین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"برسین میری بہن! غلطی اناہیتا کی نہیں میری ہے۔ مجھے واقعی کمرے میں کر آنا چاہیے تھا۔ دراصل میرے پاس خبر ہی ایسی تھی کہ میں جذبات میں اپنے آ پر قابو نہ رکھ سکا اور بھاگتا ہوا کمرے میں داخل ہو گیا۔ میری وجہ سے آپ کو طرح اناہیتا پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے تھا۔ اس لئے کہ اس معاملے میں اس کی کوئی نہیں ہے۔ میری بہن! اگر وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے تو کسی سے نفرت یا چاہت اظہار کرنا یہ اس کا فطری حق ہے اور اپنے جذبات کا اظہار یہ جب اور جس وا چاہے کر سکتی ہے کوئی اس پر پابندی عائد نہیں کر سکتا۔"

کریٹیز یہیں تک کہنے پایا تھا کہ رک گیا اس لئے کہ اتنی دیر تک برسین تیزی سے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھی تھی۔ ہاتھ آگے بڑھا کر اس نے کا بازو پکڑا اسے کھینچتی ہوئی کمرے میں لائی، ایک نشست پر بٹھایا خود بھی وہاں گئی۔ اس موقع پر اسے نہ جانے کیا سوجھی اس لئے کہ اناہیتا ابھی تک اپنی جگہ اد وفکرمند اور ششدر کھڑی تھی۔ برسین مسکرائی اٹھی آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا اور ا کا منہ کئی بار چوما پھر اس کے کان میں کہنے لگی۔

"میری بہن! تو نے جو رویہ آج اخی کے ساتھ روا رکھا ہے درست نہ تھ دیکھ! وہ دمشق شہر کے لشکریوں کا محافظ اور سالار ہے اور یہ عہدہ اسے ہمارے شہن

ہی طرف سے ملا ہے۔ ایسے شخص کے ساتھ اس قدر بدتمیزی سے پیش آنا میری بہن اچھا نہیں لگتا اور تو یہ بھی جانتی ہے کہ میں اسے اپنا بھائی کہہ چکی ہوں اور اسے سگے بھائیوں کی طرح چاہتی ہوں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ تو اس سے نفرت کرتی ہے اسے ناپسند کرتی ہے لیکن اس نفرت اس ناپسندیدگی کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ تو جب چاہے سرعام اس کی بے عزتی کا باعث بنتی رہے۔ تجھے ماحول کو بھی دیکھنا چاہیے ان دنوں یونانی ہم پر حملہ آور ہوئے ہیں سلطنت میں جابجا خوف اور تشویش کی لہریں پھیلی ہوئی ہیں اور تم ہو کہ......"

برسین اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکی تھی اس لئے کہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے اناہیتا نے اپنا خوبصورت اور خوشبو بھرا ہاتھ اس کے منہ پر رکھ دیا تھا پھر ہلکی سی مسکراہٹ میں کہنے لگی۔

"میں آئندہ ایسا نہیں کروں گی لیکن آپ بھی اسے کہہ دیں کہ یہ میرے سامنے کم آنے کی کوشش کیا کرے۔ اس لئے کہ جو نفرت مجھے اس سے ہے اس میں ذرہ برابر کمی نہیں ہو سکتی۔"

برسین نے اس کی پیٹھ تھپتھپائی اس کے بعد اسے ایک نشست پر بٹھا دیا۔ دوبارہ وہ کریٹیز کے پاس آ کر بیٹھی اور کسی قدر تجسس بھرے انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"بھائی! اب کہو تم کیا خبر لے کر آئے تھے جس کی وجہ سے بدحواسی کے عالم میں تم کمرے میں بھاگتے چلے آئے۔"

کریٹیز سنجیدہ ہو گیا کہنے لگا۔

"برسین میری بہن! میں واقعی ایک بری خبر لے کر آیا ہوں اور وہ یہ کہ دریائے گرانیک کے کنارے ایرانی لشکر کو یونانیوں کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔"

کریٹیز کے یہ الفاظ اناہیتا نے بھی سن لئے تھے۔ یہ خبر سن کر اس کا چہرہ پیلا ہو گیا تھا۔ ایک دم اس نے اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں دے لی تھیں پھر زور سے چلاتے ہوئے چیخنے کے انداز میں وہ بول اٹھی تھی۔

"کیا......؟"

اس کے ساتھ ہی بے خیالی کے انداز میں اناہیتا نے کریٹیز کی طرف دیکھا اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"اگر ہمارے لشکر کو یونانیوں کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے پھر بھائی اس وقت کہاں ہے......؟"

کریٹیز نے اناہیتا کے اس سوال پر کوئی توجہ نہ دی نہ ہی اس کی طرف دیکھا وہ برابر برسین کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ دوبارہ گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہنے لگا

"میری بہن! دریائے گرانیک کے کنارے لڑی جانے والی اس جنگ میں ہمارے شہنشاہ داریوش کا داماد مہرداد بھی مارا گیا۔ دوسرا بڑا سالار جو کبھی بھائی ممنون کے تحت کام کیا کرتا تھا اور جس کا نام رزاسس تھا وہ بھی اس جنگ میں کام آ چکا اور سب سے بڑی بات کہ صوبہ لیڈیا کا حاکم سپہرداد بھی ختم ہو چکا ہے۔ جہاں تک بھائی ممنون کا تعلق ہے تو وہ دریائے گرانیک کے کنارے سے اپنے بحری بیڑے کی طرف چلے گئے ہیں لیکن افسوس مرنے والے سارے ایرانی سالاروں نے بھائی کی ہدایات پر عمل نہیں کیا جس کی بنا پر انہیں شکست اور موت کا سامنا کرنا پڑا۔

شہنشاہ داریوش کے حکم کے مطابق دریائے گرانیک کے کنارے مہرداد، رزاسس اور سپہرداد نے یونانیوں کی راہ روکنی تھی۔ کوشش یہ کرنی تھی کہ یونانی لشکر دریائے گرانیک کو عبور نہ کر سکے۔ ان تینوں سالاروں کے لئے شہنشاہ کی طرف سے اپنی جنگی قابلیت کا مظاہرہ کرنے کا دوسرا موقع تھا اس لئے کہ اس سے پہلے شہنشاہ نے انہیں حکم دیا تھا کہ تینوں اپنے اپنے لشکر کے ساتھ آبنائے دانیال پہنچ جائیں اور یونانیوں کو یورپ سے نکل کر ایشیا میں داخل ہی نہ ہونے دیں۔

لیکن مرنے والے ان تینوں سالاروں کی بدقسمتی کہ وہ آپس میں اتحاد و تعاون اور یکجہتی قائم نہ رکھ سکے اور مقررہ وقت پر ایک جگہ جمع نہ ہو سکے جس کی بنا پر ان کی غفلت کے باعث یونانی آبنائے دانیال کو عبور کر کے ایشیا میں داخل ہو گئے۔ شہنشاہ کی طرف سے انہیں دوسرا حکم ملا تھا کہ اب اگر یونانی ایشیا میں داخل ہو ہی گئے ہیں تو انہیں دریائے گرانیک کو عبور نہ کرنے دیا جائے لیکن یہاں بھی ایرانی ناکام رہے۔ بھائی نے ان تینوں سے کہا تھا کہ وہ دریا کے کنارے یونانیوں کا مقابلہ ضرور

لیکن آہستہ آہستہ پسپا ہوتے یا پیچھے ہٹتے چلے جائیں اس لئے کہ بھائی اس اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ پیچھے گھات میں تھے۔ ان کا خیال تھا کہ جونہی لڑتے ہوئے یونانی آگے بڑھیں گے تو یکدم گھات سے نکل کر ہم حملہ آور ہوں گے اور آگے بڑھتے ہوئے یونانیوں کا خاتمہ کر دیں گے لیکن مرنے والے ان سالاروں نے ایسا نہیں کیا جس کی بنا پر دریائے گرانیک کے کنارے ایرانی لشکر کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور بھائی مایوس ہو کر اب اپنے بحری بیڑے کی طرف چلے گئے۔

برسین اور اناہیتا دونوں پریشان اور فکرمند ہو گئی تھیں دونوں گہری سوچوں میں کھو گئیں پھر برسین نے کریٹیز کو مخاطب کیا۔

"بھائی! اب کیا بنے گا......؟"

کریٹیز نے کچھ سوچا پھر افسردہ سے لہجے میں برسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میری بہن! اب یونانی سکندر کی سرکردگی میں دریائے گرانیک کو تو عبور کر چکے ہیں میرے خیال میں اب وہ ایران کے دوسرے علاقوں کی طرف پیش قدمی کریں گے۔ وہ کدھر کا رخ کرتے ہیں ابھی ان کی پیش قدمی سے متعلق ہمیں کوئی خبر نہیں اور فی الوقت تو ان کی راہ روکنے کے لئے آس پاس اور نزدیک کوئی بھی ایرانی لشکر موجود نہیں ہے۔ اب دیکھیں یونانیوں کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے ہمارا شہنشاہ اب اگلا قدم کیا اٹھاتا ہے؟"

اس کے ساتھ ہی کریٹیز اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا پھر برسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میری بہن! میں یہی خبر آپ سے کہنے آیا ہوں میں اب جاتا ہوں میں آپ پر یہ بھی انکشاف کر دوں کہ اگر ہمارے شہنشاہ داریوش کی طرف سے یونانیوں کی اور ان کی یورش کو روکنے کی کوئی بڑی کوشش نہ کی گئی تو پھر ایرانی لشکر پر یونانیوں کا رعب اور دبدبہ بیٹھ جائے گا اور پھر یونانی ایرانیوں کے مقابلے میں اس سیلاب کی صورت اختیار کر لیں گے جس کی راہ نہ روکی جا سکے۔ اگر یونانیوں کو کسی مناسب جگہ روک کر انہیں شکست سے دوچار نہ کیا گیا تو پھر ایران میں حالات دن بدن

تشویش ناک ہوتے چلے جائیں گے۔ لوگوں کے اندر خوف و ہراس کی لہر جائیں گی۔

میری بہن! فی الحال تو میں دمشق ہی میں ہوں جوں جوں مجھے جنگ ا سے متعلق خبریں ملتی رہیں گی میں آ کر آپ کو ان سے مطلع کرتا رہوں گا۔"

اس کے ساتھ ہی کریٹیز برسین اور انابیتا کے پاس سے چلا گیا تھا۔

ریائے گرانیک کے کنارے لڑی جانے والی جنگ میں ایرانیوں کی بدترین ہ اور یونانیوں کی شاندار فتح نے ایشیائے کوچک میں حالات ایرانیوں کے یکسر ل کر دیئے تھے۔ ایشیائے کوچک کے ایرانی مقبوضہ جات کے تمام والی گرانیک کی لی وجہ سے خوف و ہراس کا شکار ہو گئے تھے۔ گرانیک کی فتح کے بعد سکندر اں سے پیش قدمی کی۔ اب اس نے سارد شہر کا رخ کیا۔ ان علاقوں کا حاکم تھا جو جنگ گرانیک میں مارا جا چکا تھا۔ جب سکندر نے اپنے لشکر کے ساتھ قوں کی طرف پیش قدمی شروع کی تو سپہرداد اور جو ان علاقوں میں قائم مقام تھا اس نے بڑی بزدلی اور کم ہمتی کا مظاہرہ کیا اس نے شہر کے اور آس پاس ے رؤساء کو جمع کیا پھر اپنے ساتھ لیا۔ شاندار انداز میں اس نے سکندر کا کیا۔ شہر اور شہر کے سارے خزانے اس کے حوالے کر دیئے تھے۔ اس طرح ح سے ایشیائے کوچک پر سکندر کا قبضہ ہو گیا تھا اور سکندر نے ان علاقوں پر الار کالاس کو حاکم مقرر کیا تھا۔

ارد شہر پر قبضہ سکندر کے لئے بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ اس لئے کہ سارد کا قلعہ ط اور مستحکم تھا اس کے اردگرد ناقابل تسخیر تین فصیلیں تھیں اور یہ فصیلیں ایسی یں کہ بڑے بڑے کوہستانی پتھروں سے بنی ہوئی تھیں اور چوڑائی میں اس ں کہ بہ یک وقت کئی لشکری بے فکر ہو کر اس پر بھاگ دوڑ سکتے تھے۔ اگر گرانیک کے کنارے شکست اٹھانے والے شکست خوردہ لشکری دریا کے ے سے بھاگ کر سارد شہر کے قلعے میں آ کر محصور ہو جاتے اور پوری طاقت و یک جہتی کے ساتھ سکندر کا مقابلہ کرتے تو رونما ہونے والے حالات یقیناً تے اس لئے کہ یہ قلعہ انتہائی مضبوط اور مستحکم تھا اس کے اردگرد تین فصیلیں

تھیں اور ان فصیلوں کو عبور کر کے شہر اور قلعے کو فتح کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔

سپہرداد جو مارا جا چکا تھا وہ سارد کا حاکم تھا اس نے اپنے حاکمیت کے دور تین اہم اختیار اپنے ہاتھ میں لے رکھے تھے۔ اول یہ کہ وہ اس علاقے کا حاکم دوئم یہ کہ وہ ان علاقوں میں جس قدر لشکر تھے ان کا سالار بھی تھا اور یہ کہ ایرانی شہنشاہ داریوش کی طرف سے ان علاقوں میں وہ دبیر اور منشی بھی تھا۔

سارد شہر پر قبضہ کرنیکے بعد اور اس کے آس پاس اور اردگرد کے علاقوں کو اپنی گرفت میں لینے کے بعد ان تینوں عہدوں پر سکندر نے اپنے تین مختلف مقرر کیے۔ حاکم تو کالاس کو بنایا گیا جب کہ دوسرے دو عہدوں کے لئے اس اپنے دو مزید سالار مقرر کر دیئے تھے۔

اتنے عرصے تک سکندر کے حکم پر اس کے لشکر میں جو مجسمہ ساز تھے انہوں کئی مجسمے بھی تیار کر لئے تھے۔ دریائے گرانیک کا کنارہ چھوڑنے سے پہلے سکندر وہاں اپنی فتح کی یادگار میں ایک ستون کھڑا کیا تھا اور اس ستون کے آس پاس کچھ سالاروں کے مجسمے پیوست کرائے تھے۔ اس کے علاوہ اس نے مرنے سالاروں سے بہت سوں کے مجسمے مقدونیہ کی طرف بھی روانہ کیے تا کہ اہل یونا معلوم ہو سکے کہ جن لوگوں نے یونان کے لئے جانیں قربان کی ہیں اہل یونان فراموش نہیں کر سکتے۔

اب سکندر کی ترک تاز اور یورش میں اضافہ ہونے لگا تھا۔ دریائے گرا کے علاقوں کے آس پاس قبضہ کرنے کے علاوہ ایرانی مملکت کے انتہائی مضبوط اور شہر سارد پر بھی قابض ہونے کے بعد سکندر نے اب ایشیائے کوچک کے دوسرے شہروں کی طرف توجہ دی تا کہ ان علاقوں میں اپنے پاؤں مضبوطی سے جما لے اور اطمینان کے بعد دوسری فتوحات کی ابتدا کرے۔

سارد پر قبضہ کرنے اور وہاں اپنی حالت مستحکم کرنے کے بعد سکندر اعظم ایشیائے کوچک کے دوسرے بڑے شہر افیس کا رخ کیا۔ افیس کا حاکم بھی یونا سے اس قدر خوفزدہ ہوا کہ اس نے ان کا مقابلہ نہیں کیا بلکہ اس نے سکندر اور کے لشکر کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اس طرح سارد کے بعد افیس پر بھی سکندر کا ہو گیا۔

اب سکندر نے ان علاقوں کے تیسرے بڑے اور اہم شہر ملیٹس کا رخ کیا یہ شہر کا قلعہ اور فصیل انتہا درجہ کے مستحکم تھے۔ اس کے علاوہ دریائے گرانیک کے جس ایرانی لشکر کو شکست ہوئی تھی وہاں سے بچے کھچے لشکری بھی ملیٹس ہی جا کر ڈیرے ڈالے ہوئے تھے اور ایک طرح سے وہ یونانیوں کے خلاف انتقامی کارروائی کرنے کا ارادہ بھی رکھتے تھے۔ لہٰذا اہل ملیٹس کے علاوہ ملیٹس کے حاکم نے سارد اور افیس شہر کے حاکموں کی طرح سکندر کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالے نہ اس کی فرماں برداری اختیار کی بلکہ اس نے یونانیوں کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی تھی۔

اب ملیٹس میں جو ایرانیوں کا لشکر تھا انہوں نے ملیٹس شہر کا دفاع کرنا شروع کر دیا تھا جب کہ سکندر نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور وہ اس شہر کو وقت ضائع کیے بغیر فتح کرنا چاہتا تھا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ملیٹس شہر کے لوگ بڑے حوصلہ مند تھے اور ان کے حوصلے میں مزید اضافہ اس وقت ہوا جب ممنون نے شہر کی حفاظت کے لئے ایک اور لشکر بھی ملیٹس کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ اب ان علاقوں میں چونکہ کوئی بڑا سالار موجود نہ تھا لہٰذا ممنون ہی اپنے بحری بیڑے سے نکل کر ان علاقوں پر نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ ملیٹس کے اندر جو ایرانیوں کا لشکر تھا انہوں نے یونانیوں کے ابتدائی حملوں کا بڑی جرات مندی سے مقابلہ کیا لیکن ان کی بدقسمتی شہنشاہ داریوش کی طرف سے انہیں کوئی مدد نہ ملی جس کی بنا پر وہ زیادہ دیر تک سکندر کا مقابلہ نہ کر سکے۔

آخر سکندر نے قلعہ شکن اوزاروں سے شہر کی دیواروں میں شگاف کر دیئے اور فصیلوں کے اندر جونہی شگاف پیدا ہوئے یونانی ان شگافوں کے ذریعے قلعہ اور شہر میں داخل ہو گئے اور شہر کے اندر لوگوں کا قتل عام کرتے ہوئے انہوں نے لوٹ مار شروع کر دی تھی۔

لوٹ مار کا بازار جب ختم ہوا تو بچنے والے لوگوں کو اسیر بنا لیا گیا پھر سب کا جائزہ لیا گیا۔ ملیٹس شہر میں کافی یونانی بھی آباد تھے۔ اسیر ہونے والوں میں سے جس قدر یونانی تھے انہیں آزاد کر دیا گیا تھا اور غیر یونانیوں کو غلام بنا کر انہیں شہر بہ شہر فروخت کر دیا گیا تھا۔

ملیٹس کو فتح کرنے کے بعد سکندر نے اب اپنے لشکر کے ساتھ ہیلی کارنس شہر

کا رخ کیا یہ بڑا اہم شہر تھا اور ایران کے شہنشاہ داریوش کی طرف سے اس شہر اور ا کے گرد و نواح کا حاکم اور والی ممنون ہوا کرتا تھا۔ اس شہر کے محل وقوع نے ا انتہاء درجہ کا محفوظ مقام بنا دیا تھا اس کے علاوہ چونکہ اس کا حاکم ممنون تھا لہٰذا ممنو نے اس شہر کے قریب ہی دو نہایت مضبوط اور مستحکم قلعے بھی بنائے تھے اور مورخ لکھتے ہیں کہ ہیلی کارنس ایک طرح سے ان علاقوں کا صدر مقام تھا جن کا و داریوش کی طرف سے ممنون تھا۔

ایران کے شہنشاہ کی طرف سے ممنون کے لئے ایک بہت بڑا اعزاز تھا کہ ایران کے بحری بیڑوں کا امیرالبحر ہونے کے ساتھ ساتھ ان علاقوں کا حاکم بھی تھ لہٰذا ممنون نے ان سارے علاقوں کے استحکام کے لئے غیر معمولی اقدام کر رکھے ت اس بنا پر ہیلی کارنس کو تسخیر کرنا دوسرے شہروں کی طرح آسان نہ تھا۔

دوسری طرف ممنون کو خبر ہوئی کہ ملیتس کو فتح کرنے کے بعد اب سکندر ا لشکر کے ساتھ ہیلی کارنس کا رخ کرنے والا ہے تب وہ اپنے بحری بیڑے سے ا اور اپنا ایک لشکر لے کر ہیلی کارنس شہر کی حفاظت کے لئے وہ وہاں پہنچ گیا تھا ممنو کے وہاں آنے سے شہر کے لوگوں کو جہاں تقویت ملی وہاں شہر کے اندر جو ایرانیو محافظ لشکر تھا اس کے حوصلے بھی کافی حد تک بلند ہوئے تھے۔

ہیلی کارنس شہر کے استحکام کا یہ حال تھا کہ اس کے ارد گرد ایک بہت بڑ خندق تھی جس کی چوڑائی 30 ہاتھ اور گہرائی 15 ہاتھ تھی۔

یونانیوں کے لئے اس خندق کو عبور کرنا بہت دشوار تھا چنانچہ سکندر جب اپ لشکر کے ساتھ وہاں پہنچا اور اس نے خندق کا جائزہ لیا تو اس نے فیصلہ کیا کہ جب تک خندق کو پر کر کے اور اسے پار کر کے شہر پر حملہ آور ہونے کی ابتداء نہ کی گئی اُ وقت تک شہر فتح نہ ہو سکے گا لہٰذا سکندر کے حکم پر یونانی خندق کو پر کرنے میں لگ گئے اور بڑی عرق ریزی سے کام لیتے ہوئے انہوں نے خندق کا ایک حصہ پر ک دیا۔

اس حصے سے سکندر اپنے لشکر کے ساتھ خندق کو عبور کر کے شہر کی فصیل کے قریب پہنچ گیا پھر پہلے کی طرح یونانیوں نے قلعہ شکن اوزاروں سے فصیل کا ایک حصہ گرا کر اس میں شگاف ڈال دیا۔

یونانیوں کا خیال تھا کہ چونکہ اب وہ فصیل کے اندر شگاف پیدا کر چکے ہیں لہٰذا شہر جلد ان کے ہاتھوں فتح ہو جائے گا اس لئے کہ اس سے پہلے جن جن شہروں کی فصیلوں میں انہوں نے شگاف کیے تھے وہاں کوئی بھی لشکر ان کا مقابلہ نہ کر سکا تھا اور وہ ان شہروں کو فتح کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے اور لہٰذا ہیلی کارنس کے متعلق بھی ان کا یہی خیال تھا کہ چونکہ اس کی فصیل میں وہ شگاف کر چکے ہیں لہٰذا وہ شہر اب ان کا ہے۔ لیکن ہیلی کارنس میں ممنون تھا جو جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا تھا لہٰذا یونانی جب فصیل کے گرے ہوئے حصے سے شہر میں داخل ہونا شروع ہوئے تو ممنون نے اس جواں مردی، اس جرات مندی سے ان کا مقابلہ کیا کہ انہیں شہر میں داخل نہ ہونے دیا اس طرح پورا دن یونانی اور ایرانیوں کے درمیان ہولناک جنگ ہوتی رہی یونانی کوشش کرتے رہے کہ شہر میں داخل ہو جائیں ایرانی اس کوشش میں تھے کہ یونانیوں کو مار بھگائیں۔ آخر شام تک یونانی شہر میں داخل نہ ہو سکے۔

سکندر نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اس نے جنگ موقوف کر دی اور اس کے بعد اس نے شہر کو فتح کرنے کے لئے لکڑی کے اونچے اونچے برج بنانا شروع کر دیئے تھے تاکہ ان برجوں کے ذریعے شہر کی فصیل پر چڑھ کر شہر کو فتح کیا جا سکے۔

جب رات ہوئی تو ممنون نے ایک بہت اہم فیصلہ کیا اپنے سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد اس نے شہر سے نکل کر یونانیوں پر شب خون مارنے کا فیصلہ کیا۔ لہٰذا لشکر کے ایک حصے کے ساتھ وہ نکلا۔ یونانیوں نے فصیل پر چڑھنے کے لئے جو لکڑی کے بڑے بڑے برج تعمیر کرائے تھے ان سب کو اس نے آگ لگا دی ساتھ ہی یونانیوں پر شب خون بھی مارا۔ اتنی دیر تک یونانی بھی اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ رات کے وقت ایک بار پھر یونانی اور ایرانیوں کے درمیان شدید لڑائی ہوئی جس میں طرفین کا بہت زیادہ جانی نقصان بھی ہوا۔

آخر شب خون کی تکمیل کر کے ممنون اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر شہر میں داخل ہوا اور اس نے یہی اندازہ لگایا چونکہ اپنے شہنشاہ داریوش کی طرف سے کوئی خاص رسد اور کمک نہیں مل رہی لہٰذا وہ زیادہ دیر یونانی لشکر کے سامنے شہر کا دفاع نہ کر سکے گا اور اس نے یہ فیصلہ کیا کہ شہر کو آگ لگا دی جائے اور خود وہ اپنے لشکر کو لے کر ہیلی کارنس کے قریب ہی جو دو مضبوط اور مستحکم قلعے ہیں ان میں منتقل ہو جائے۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد ممنون نے ہیلی کارنس کو آگ لگا دی اور بچے کھچے لشکر کو لے کر مذکورہ دو قلعوں میں منتقل ہو گیا۔

اس جنگ میں سکندر کے لشکر کا کافی نقصان ہوا تھا۔ بہت سے یونانی اس جنگ میں کام آئے تھے۔ اس لئے کہ اس کے سامنے ہیلی کارنس تو جل گیا تھا اسے یہ بھی خبر ہو چکی تھی کہ ممنون لشکر کے ایک حصے کے ساتھ قریبی قلعوں میں منتقل ہو گیا تھا لیکن اس نے قلعوں کو متسخر کرنے کا ارادہ نہ کیا اس لئے کہ پہلے ہی اس کے لشکر کا بہت نقصان ہو چکا تھا۔ تاہم سکندر نے ہیلی کارنس شہر کے نواح میں اپنے لشکر کا پڑاؤ کر لیا اور اس کے لشکر میں جس قدر شادی شدہ لشکری تھے انہیں اس نے یونان چھٹیوں پر روانہ کر دیا یہ چھٹی صرف چند ماہ کی تھی اور انہیں روانہ کرتے وقت اس نے تاکید کی کہ واپسی پر وہ اپنے ساتھ نئے لشکریوں کو بھی لے کر آئیں جن کی تربیت یونان میں مکمل ہو چکی ہو۔

ہیلی کارنس کے جلتے ہوئے شہر سے آخر سکندر نے کوچ کیا اور ایرانی سلطنت کے اس حصے میں داخل ہوا جسے پمفیریا کہہ کر پکارا جاتا تھا۔

سکندر نے اس علاقے کے متعدد شہروں کو فتح کر لیا وہ ساحلی علاقوں کو اس لئے فتح کرنے کا ارادہ کر چکا تھا تاکہ ایرانیوں کے لئے ان کا بحری بیڑہ بیکار ہو جائے اور ساحل کی طرف سے انہیں کوئی مدد نہ مل سکے۔

ساحلی علاقوں کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد سکندر نے اپنے لشکر کے ساتھ پھر شمال کا رخ کیا اور ان علاقوں کی طرف بڑھا جنہیں قدیم ایرانی دور میں پسیڈیا کا علاقہ کہہ کر پکارا جاتا تھا۔

ان علاقوں میں سکندر کا واسطہ جنگجو پہاڑی قبائل کے ساتھ پڑا۔ ان قبائل کو پسپا کرنے کے بعد سکندر نے فریگیا کے علاقے کا رخ کیا اور اسے بھی فتح کر کے وہاں اپنا نظام حکومت قائم کیا۔ فریگیا کے بہت سے علاقوں کو فتح کرنے کے بعد آخر کار سکندر اعظم نے فریگیا کے علاقوں کے مرکزی شہر اور دارالسلطنت گارڈیم شہر کو فتح کرنے کا ارادہ کر لیا تھا اور اس مقصد کے لئے اس نے گارڈیم شہر سے چند میل دور اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تھا۔

دوسری طرف ہیلی کارنس کے قریبی قلعوں میں منتقل ہونے کے بعد ممنون نے

ویکھا کہ سکندر ایران کے ساحلی علاقوں کی طرف چلا گیا ہے تو وہ بھی ان قلعوں لا کر اپنے بحری بیڑے کی طرف چلا گیا تھا۔ ممنون نے چند ماہ پہلے اپنے بادشاہ ا کو تجویز پیش کی تھی کہ اسے اجازت دی جائے کہ وہ اپنے بحری بیڑے کے یونان میں داخل ہو کر یونانی علاقوں پر حملہ آور ہو جائے تاکہ سکندر واپس جانے ہو جائے لیکن داریوش نے اسے ایسا کرنے کی اجازت نہ دی تھی۔

اب ممنون نے جب دیکھا کہ سکندر ایک شہر کے بعد دوسرے شہر کو فتح کرتا چلا ہے اور ایران کے اندرونی حصوں کی طرف بڑھنے کا ارادہ رکھتا ہے تب اس نے طور پر فیصلہ کر لیا کہ وہ اپنے بحری بیڑے کے ساتھ یورپ پر حملہ آور ہو جائے

آخر کار ممنون اپنے بحری بیڑے کو حرکت میں لایا اور اس نے یہ منصوبہ بنایا کہ یہ اور یونان میں وہ ایک نیا محاذ جنگ کھول دے گا اور سکندر کی توجہ ایرانی ں کی بجائے وہ مقدونیہ اور یونان کی طرف مبذول کر دے گا۔

چنانچہ اپنے بحری بیڑے کے ساتھ حرکت میں آتے ہوئے سب سے پہلے اس انی علاقے کیوس پر حملہ کر دیا اور اسے فتح کر لیا اس کے بعد ممنون اپنے بحری ے کے ساتھ آگے بڑھا اور یونانی جزیرے لسبس کا اس نے رخ کیا۔

ممنون نے اس جزیرے کے تمام مشہور شہروں پر حملہ آور ہو کر انہیں فتح کر لیا ایک شہر باقی رہ گیا تھا جس کا نام مٹی لین تھا۔ آخر ممنون اپنے لشکر کے ساتھ ہر کی طرف بڑھا لیکن ایران کی بدقسمتی کہ ممنون کی زندگی نے اس کا ساتھ نہ دیا استے ہی میں بیمار ہو گیا اور کچھ عرصہ صاحب فراش رہ کر فوت ہو گیا۔ اس کی ے ایران کے شہنشاہ داریوش اور اس کی سلطنت کو ناقابل تلافی نقصان ہوا

ایک روز کریٹیز دمشق کے شہر کے نواح میں چند میل کے فاصلہ پر جو لشکر کا اور تربیت گاہ تھی وہاں سے اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہا دمشق شہر کا رخ کر ا کہ اچانک ایک طرف سے ایک گھڑ سوار بڑی تیزی کے ساتھ اپنے گھوڑے کو ہوا نمودار ہوا اس سوار نے اپنا چہرہ ڈھانپ رکھا تھا اس کے سر پر فولاد کا چمکتا

ہوا آہنی خود تھا جسم پر اس نے انتہائی قیمتی پوستین پہن رکھی تھی۔

کریٹیز کے پاس سے گزرتے ہوئے اچانک وہ سوار حرکت میں آیا اپنی کے اندر سے اس نے بھاری پھل کا ایک خنجر نکالا اور تاک کر اس نے کریٹیز دے مارا تھا۔ بھاری پھل کے اس خنجر کا نشانہ اس سوار نے کریٹیز کی چھاتی کو بنایا لیکن اس کا نشانہ خطا گیا اور خنجر کریٹیز کی ٹانگ کو زخمی کرتا ہوا آگے نکل گیا تھا میں پیوست نہ ہوا تھا خنجر مارنے کے بعد اس سوار نے اپنے گھوڑے کو ایڑھ پر لگاتے ہوئے اس کی رفتار تیز کر دی تھی اب اس نے کریٹیز کے آگے آگے دمشق رخ کر لیا تھا۔

یہ صورت حال کریٹیز کے لئے یقیناً پریشان کن تھی اس نے اپنے گھوڑے ایڑھ لگائی اور اس گھڑ سوار کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا۔

آگے آگے بھاگنے والے اس سوار نے جب دیکھا کہ کریٹیز اس کے قریب گیا ہے اور تھوڑی دیر تک وہ اپنے گھوڑے سے جست لگا کر اسے پکڑ میں کامیاب ہو جائے گا تب ایک دم اس نے اپنے گھوڑے کو موڑا اب وہ گھوڑے کو دمشق شہر کے مخالف سمت سرپٹ دوڑانے لگا تھا۔ اس کا رخ درخ کے ایک گھنے جھنڈ کی طرف تھا۔

کریٹیز نے بھی فوراً اپنے گھوڑے کو روکتے ہوئے اس کا رخ موڑا۔ دوبارہ خنجر مارنے والے کے تعاقب میں لگ گیا تھا۔

کریٹیز کی پنڈلی سے خون بہہ رہا تھا لیکن اس کی پرواہ کیے بغیر اپنے گھوڑے ہ پر ایڑھ لگائے وہ خنجر مارنے والے کے تعاقب میں لگ گیا تھا۔

اب سامنے قریب ہی درختوں کے گھنے جھنڈ آ گئے تھے کریٹیز نے مہمیز پر مہمیز لے ہوئے اپنے گھوڑے کی رفتار تیز سے تیز کر کے رکھ دی تھی یہاں تک کہ وہ خنجر نے والے کے قریب چلا گیا پھر اپنے پاؤں اس نے رکاب سے علیحدہ کیے دونوں مضبوطی کے ساتھ زین کے ہنے پر جمائے، ہاتھوں پر زور دیا اور پھر خنجر مارنے لے سوار پر اس نے جست لگا دی تھی۔

کریٹیز کے ایسا کرنے سے اس کا گھوڑا رک گیا تھا دوسری طرف جب اس نجر مارنے والے پر جست لگائی تو وہ اپنا توازن کھو بیٹھا لہٰذا وہ بھی اپنے گھوڑے را اور کریٹیز بھی اس کے اوپر زمین پر گر گیا تھا۔

دونوں جب گھوڑے سے گرے تب جس نے خنجر مارا تھا اس کے چہرے سے ب اتر گیا وہ اناہیتا تھی۔

اسے دیکھتے ہی کریٹیز ایک دم علیحدہ ہو گیا تاہم اس کے چہرے پر پریشانی اور مندگی کے آثار تھے پھر کسی قدر غصے کا اظہار کرتے ہوئے اس نے اناہیتا کو مخاطب

”تم نے یہ گندی اور ذلیل حرکت کیوں کی ......؟“

اناہیتا اپنا لباس درست کرتی ہوئی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی جس رومال سے نے چہرے پر نقاب ڈالا ہوا تھا وہ رومال کھول کر اس نے اپنے کندھے پر ڈال پھر انتہائی غصے اور برہمی کا اظہار کرتے ہوئے وہ برس پڑی۔

”آخر تم یہاں سے چلے کیوں نہیں جاتے ...... کہیں دفع ہو جاؤ ...... جہاں میں

تمہاری شکل نہ دیکھ سکوں ...... تمہیں دیکھ کر میری طبیعت میں خلجان اٹھتا ہے میرے دماغ میں ایک انتقامی ہلچل برپا ہو جاتی ہے ...... گارڈیم شہر میں تم جب بار داخل ہوئے تھے تو تم نے میری ملازمت اختیار نہ کر کے مجھے انتہا درجہ کا ذ رسوا کیا تھا ...... لہٰذا میں تمہیں ذلیل و رسوا کرنے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جا دوں گی ...... میں تمہارے ساتھ اس وقت تک ایسی ہی حرکتیں کرتی رہوں گی تک تم یہاں سے چلے نہیں جاتے۔''

اناہیتا کی اس گفتگو سے کریٹیز نہ خفا ہوا نہ غصے کا اظہار کیا بلکہ اس کی طر دیکھتے ہوئے کسی حد تک نرم لہجے میں کہنے لگا۔

''مجھے دیکھ کر اگر تمہیں اتنی ہی بے زاری ہوتی ہے اور تمہاری طبیعت میں خلجان پیدا ہوتا ہے تو تم خود کہیں اور چلی جاؤ جہاں تم میرا سامنا نہ کر سکو۔''

اس پر پہلے سے زیادہ غصے میں اناہیتا برس پڑی۔

''میں کیوں چلی جاؤں ...... یہ ہمارا علاقہ ہے ...... تم خود جدھر سے آئے ادھر ہی دفع ہو جاؤ ...... اگر نہیں جاؤ گے تو یاد رکھنا ایک روز میرے ہاتھوں مار ضرور جاؤ گے۔''

اس کے ساتھ ہی بھاگنے کے انداز میں اناہیتا اپنے گھوڑے کی طرف بڑھی رکاب میں پاؤں رکھے بغیر جست لگا کر وہ گھوڑے پر سوار ہوئی اور پھر گھوڑے ایڑھ لگاتی ہوئی وہ اسے دمشق شہر کی طرف سرپٹ دوڑا رہی تھی۔

کریٹیز اپنی جگہ پر کھڑا ہو کر تھوڑی دیر تک اسے جاتا ہوا دیکھتا رہا پھر ا گھوڑے کی زین کے ساتھ بندھی ہوئی خرجین سے مرہم پٹی کا سامان نکالا۔ ٹا سے خون نکل نکل کر اس کے لباس کا نچلا حصہ تر ہو گیا تھا تاہم زخم اتنا گہرا نہ تھا۔ گہری خراش دیتا ہوا نکل گیا تھا۔ کریٹیز نے پہلے زخم کو صاف کیا پھر مرہم نکال کر پر پٹی باندھی۔ مرہم پٹی کا سامان واپس اس نے گھوڑے کی زین کے ساتھ لٹکتی خرجین میں ڈالا لباس درست کیا اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ کر وہ درختوں کے جھنڈ کی طرف گیا جھنڈ سے تھوڑا سا آگے پانی کا ایک جوہڑ تھا جوہڑ کے کنارے بیٹھ کر اس نے پہلے اپنے لباس کا نچلا خون آلود حصہ خوب صاف کیا اسے نچوڑا اس کے بعد اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے ایڑھ لگا کر اس نے اسے دمشق شہر کی طرف دوڑا دیا

تھا۔

شہر میں داخل ہونے کے بعد کریٹیز نے اس حویلی کے سامنے اپنے گھوڑے کو روکا جس پر برسین اور اناہیتا کی رہائش تھی گھوڑے کو اس نے باہر ہی باندھا۔ جب وہ حویلی میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا برسین حویلی کے بائیں جانب جو پھل دار درخت تھے انہیں پانی دے رہی تھی اور اس کام میں اناہیتا اس کی مدد کر رہی تھی۔

برسین نے جونہی کریٹیز کو حویلی میں داخل ہوتے دیکھا پانی کا برتن اس نے رکھ دیا اور کریٹیز کی طرف لپکی۔ اناہیتا بھی اس کے پیچھے پیچھے تھی اناہیتا کسی قدر فکرمند تھی کہ شاید کریٹیز اس کی شکایت لے کر اس کی بہن برسین کے پاس آیا ہے تاہم وہ بالکل مطمئن انداز میں اپنی بہن برسین کے پیچھے کھڑی رہی۔

برسین جب کریٹیز کے قریب آئی تو اس نے چند لمحوں تک بڑے غور سے کریٹیز کی طرف دیکھا پھر اس کے لباس کے نچلے حصے پر اس کی نظریں جم گئی تھیں اس کے بعد فکرمندانہ انداز میں اس نے کریٹیز کو مخاطب کیا۔

''کریٹیز! میرے بھائی میں آج دیکھتی ہوں تمہارا چہرہ اترا ہوا ہے اور اداس اور افسردہ ہو ایسا ملول میں نے تمہیں پہلے کبھی نہ دیکھا تھا اور پھر یہ تمہارے لباس کے نچلے حصے کو کیا ہوا ہے؟''

برسین کے اس سوال پر پیچھے کھڑی اناہیتا فکرمند ہو گئی تھی تاہم ٹالنے کے انداز میں کریٹیز کہنے لگا کچھ نہیں ہوا میری بہن بس یہ لباس تھوڑا سا بھیگ گیا تھا۔ اس سلسلے میں برسین مزید کوئی سوال کرنا چاہتی تھی کہ دکھ بھرے انداز میں کریٹیز کہنے لگا۔

''میری بہن تم میرے لباس کے اس حصے کو بھول جاؤ میں تمہارے لئے ایک نہایت بری خبر لے کر مستقر سے شہر میں داخل ہوا ہوں۔''

برسین پریشان ہو گئی تھی اس کے پیچھے کھڑی اناہیتا بھی فکرمند دکھائی دے رہی تھی پھر برسین نے سوال کیا۔ ''کیسی بری خبر ہے میرے بھائی؟''

جواب میں تھوڑی دیر تک کریٹیز گردن جھکائے کھڑا رہا اس کے بعد اس نے تفصیل کے ساتھ ممنون کے اپنے بحری بیڑے کے ساتھ یونان پر حملہ آور ہونے وہاں مختلف شہروں کو فتح کرنے اور پھر وفات پا جانے کی خبر سنا ڈالی تھی۔

یہ خبر سن کر برسین اور اناہیتا دونوں وہیں کھڑے رونے لگی تھیں جب کہ کریٹیز ان دونوں کے سامنے گردن جھکائے ملول اور افسردہ کھڑا تھا تھوڑی دیر تک ایسا ہی سماں رہا پھر برسین نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ اناہیتا ابھی تک اپنا چہرہ ڈھانپے سسکیوں اور ہچکیوں میں رو رہی تھی اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے برسین نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا کئی بار اس کا منہ چوما اسے تسلی دی۔ اناہیتا کچھ دیر تک برسین کے شانے پر سر رکھ کر بری طرح ہچکیوں اور سسکیوں میں روتی رہی یہاں تک کہ برسین نے اسے سنبھال لیا پھر برسین چونکی اور کریٹیز کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''بھائی! ہماری قسمت میں جو کچھ تھا وہ تو ہمیں مل گیا میرا شوہر تو واپس نہیں آ سکتا کریٹیز اب ایک بھائی کی حیثیت سے تم ہی ہم دونوں کے پاسبان اور محافظ ہو۔ میں جانتی ہوں میرے شوہر کے بعد ان علاقوں کا دفاع انتہا درجہ کا کمزور ہو جائے گا اور یونانی بڑی آسانی سے ایک علاقے کے بعد دوسرا علاقہ فتح کرتے ہوئے ایرانی سلطنت کے اندر گھستے چلے جائیں گے۔ ان حالات میں نہ جانے ہم پر کیا بیتے گی لیکن بھائی میں تم سے یہ کہوں کہ حالات کی نزاکت اور خطرے کو دیکھتے ہوئے جب تم اپنے لشکر کو لے کر ادھر ادھر جانا چاہو تو ہم دونوں بہنوں کو فراموش نہ کرنا ہمیں ساتھ لے کر جانا۔''

برسین جب خاموش ہوئی تب اس کی طرف دیکھتے ہوئے کریٹیز کہنے لگا۔

''میری بہن! یہ تم کس قسم کی گفتگو کر رہی ہو ...... کیا میں کریٹیز ایسا کر سکتا ہوں ...... آپ نے مجھے اپنا بھائی کہا ہے اور میں بہن کے لئے بھائی کا قرض ادا کروں گا میں سیدھا مستقر سے یہی خبر سنانے آپ کی طرف آیا تھا ...... میں اب واپس جاؤں گا اس لئے کہ بھائی ممنون کے مارے جانے اور یونانیوں کے شہر پر شہر فتح کرنے کے بعد لشکریوں میں آج کل بے چینی اور تشویش پائی جاتی ہے لہذا میرا ہر وقت ان کے اندر رہنا بڑا لازمی اور ضروری ہے۔''

اس پر برسین بڑی شفقت سے سے مخاطب کرکے کہنے لگی۔

''نہیں میرے بھائی! اندر حویلی میں چلو ہم دونوں کے ساتھ بیٹھو تمہارے کچھ دیر بیٹھنے سے ہمیں ایک طرح کی تسلی اور سکون ہو گا۔'' کریٹیز اپنی جگہ پر کھڑا رہا پھر کہنے لگا۔

''نہیں بہن! مجھے جانے دو اس لئے کہ حویلی میں قیام کر کے میں اناہیتا کے …طلب کا باعث نہیں بننا چاہتا نہ ہی اس کی دل شکنی کرنا چاہتا ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی برسین کے جواب کا انتظار کیے بغیر کریٹیز مڑا اور باہر چل دیا …دروازے سے نکل کر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے ایڑھ لگاتے ہوئے …ل جا رہا تھا۔

ایشیائے کوچک کے مختلف شہروں کو فتح کرنے کے بعد سکندر نے اب ا
کے ساتھ گارڈیم شہر کا رخ کیا تھا۔ یہ وہی شہر تھا جہاں ایک گاڑی کھڑی تھی جس
متعلق لوگوں کا خیال تھا جو اس گاڑی کے جوئے کی گانٹھ کھولے گا وہی ایشیا
کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔اس گاڑی سے متعلق خبریں سکندر تک بھی
تھیں لہٰذا گارڈیم میں داخل ہو کر اس گاڑی یعنی چھکڑے کو دیکھنے کا بڑا مشتاق تھا۔

گارڈیم شہر کے لوگ اہل مقدونیہ سے بھی زیادہ توہم پرست تھے اس چھکڑ
گاڑی سے متعلق ان لوگوں کا خیال تھا کہ یہ گاڑی اس شخص کی تھی جس نے گار
بنیاد رکھی تھی جب کہ شہر کے پجاریوں و پروہتوں کا خیال تھا کہ گاڑی کے جوئے
گانٹھ تھی اس میں طلسم تھا ان کا خیال تھا کہ ایک آدمی شہر میں داخل ہو گا جو جو
گانٹھ کھولے گا اور جو آدمی یہ گانٹھ کھولے گا وہ ایشیا کا بہت بڑا بادشاہ بن جا
اب لوگ اس انتظار میں تھے کہ سکندر جو ایشیا پر حملہ آور ہوا ہے دیکھیں گارڈیم شہ
اس چھکڑے کی گانٹھ وہ کھول پاتا ہے یا نہیں؟

اس گاڑی سے متعلق لوگوں کی دو آراء تھیں کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ گاڑی
شخص کی تھی جس نے گارڈیم شہر کی بنیاد رکھی تھی۔

دوسرے گروہ کا خیال تھا کہ نہیں یہ گاڑی ان علاقوں کے سب سے بڑے
گوڈیس کی تھی۔

کچھ لوگوں کا یہ بھی خیال تھا کہ یہ گوڈیس نے جوئے کی اس گانٹھ میں ایک
ڈالا ہوا تھا اور گانٹھ ایسی لگائی تھی کہ اس کے سرے دکھائی نہیں دیتے تھے اور ساتھ
اس کے لئے یہ پیش گوئی بھی کر دی تھی کہ جو بھی شخص وہ گانٹھ کھولے گا ایشیا کا
اس کے سر پر رکھ دیا جائے گا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ گارڈیم شہر کے اس چھکڑے سے متعلق گارڈیم شہر ہی نہیں گرد
و نواح کے علاقے میں بھی بہت سی عجیب و غریب اور طلسماتی قسم کی کہانیاں مشہور
تھیں۔ مشہور رومن مورخ آریان کے مطابق جس وقت سکندر اپنے لشکر کے ساتھ
گارڈیم شہر فتح کرنے کے لئے پیش قدمی کر رہا تھا تو گارڈیم میں کسی نے مزاحمت نہ
کی اس لئے کہ یہ سارا علاقہ ان دنوں کسی حاکم کسی سالار کے بغیر ہی تھا۔

سکندر بہرحال اپنے لشکر کے ساتھ گارڈیم شہر میں داخل ہوا اور اس گاڑی کو دیکھنے
کا اس قدر مشتاق تھا کہ شہر میں داخل ہونے کے بعد اس نے سب سے پہلا کام یہی
کیا کہ وہ اس گاڑی کی طرف گیا اس کا جائزہ لیا۔

گاڑی اور اس کے جوئے کا جائزہ لینے کے بعد سکندر نے رسے کی گانٹھ کو دیکھا
اس کا جائزہ لیتا رہا اس نے یہ بھی دیکھا کہ رسے کی گانٹھ اس طرح لگائی گئی تھی کہ
دونوں سرے گانٹھ کے اندر آ گئے ہوئے تھے اور کوئی بھی سرا نظر نہ آتا تھا جس سے کام
کی ابتداء کر کے گانٹھ کو کھولا جا سکے۔

سکندر کچھ دیر تک اس گانٹھ کو کھولنے یا ڈھیلا کرنے کی تدبیر سوچتا رہا مؤرخین لکھتے
ہیں کہ اس موقع پر اسے یہ فکر اور اندیشہ بھی لاحق تھا کہ اگر وہ جوئے کی اس گانٹھ کو
کھولنے میں ناکام رہا تو ارد گرد جمع ہونے والے لوگوں پر اس کا بہت برا اثر پڑے گا اس
لئے کہ اس موقع پر نہ صرف اس کے ان گنت لشکری اس طلسماتی گاڑی کے گرد جمع ہو
گئے تھے بلکہ شہر کے لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا ایک سمندر بھی وہاں آن جمع ہوا تھا اب وہ
دیکھنے کے لئے بڑے بے چین تھے کہ یونانی حکمران سکندر گانٹھ کھول پاتا ہے یا
نہیں۔

اس گانٹھ کو کھولنے سے متعلق مؤرخین کی دو آراء ہیں ایک گروہ کہتا ہے کہ سکندر
نے جب گانٹھ کا جائزہ لیا اور اسے گانٹھ کھولنے کے لئے گانٹھ کا کوئی سرا دکھائی نہ دیا
تب اس نے تلوار نکالی اور گانٹھ کاٹ دی۔

لیکن جو لوگ اس موقع پر موجود تھے ان کے حوالے سے کچھ مؤرخین کا خیال ہے
کہ سکندر نے اپنی تلوار نکال کر گانٹھ کو کاٹا نہیں وہ کافی دیر تک گانٹھ کا جائزہ لیتا رہا جب
گانٹھ کھولنے کے لئے اسے سرے نظر نہ آئے تب اس نے خیال کیا کہ اگر کسی طرح
گانٹھ کو ڈھیلا کر دیا جائے تو اسے کھولنا آسان ہو جائے گا۔ اس بنا پر گاڑی کا تھوڑی

دیر تک جائزہ لینے کے بعد اس نے گاڑی میں سے لکڑی کی ایک میخ نکال دی اس میخ کے نکالے جانے سے وہ رسہ ڈھیلا پڑ گیا جس کی وجہ سے گانٹھ بھی ڈھیلی ہو گئی کھنچے ہوئے رسے ہی کی وجہ سے وہ گانٹھ سخت ہو رہی تھی رسہ ڈھیلا ہونے سے گانٹھ بھی ڈھیلی ہوئی اور اس طرح سکندر نے وہ گانٹھ کھول دی۔

گانٹھ کے کھلنے سے سکندر کی بڑی شہرت ہوئی وہ سرما کا موسم تھا ایشیائے کوچک کے سارے علاقوں میں برف پڑنا شروع ہو گئی تھی اور سطح مرتفع کے سارے علاقے سفید ہو گئے تھے۔ برف باری کے اس موسم میں چاروں طرف یہ افواہ پھیل گئی کہ یونان کے سنہرے بالوں والے نوجوان سکندر کو آسمانی حمایت حاصل ہے۔ اس لئے کہ اس نے گارڈیم کے جوئے کی گانٹھ کھول دی ہے اور اب وہی ایشیا کا بادشاہ بن جائے گا۔ اس کے بعد گرد و نواح کے کسانوں و مزدوروں اور دوسرے لوگوں میں بھی ایک زبان سے دوسری زبان ایک کان سے دوسرے کان تک افواہ پھیلتی ہوئی دوسرے علاقوں میں بھی سکندر کی کامیابی کا شہرہ ہو گیا تھا۔

سکندر نے ابھی گارڈیم شہر ہی میں قیام کیا ہوا تھا کہ یونان سے کچھ اور تربیت یافتہ لشکری اس کے پاس پہنچ گئے تھے اور انہوں نے آ کر بتایا کہ ایران کا امیر البحر ممنون اپنے بحری بیڑے کو لے کر بحرہ ایجہ کے اکثر جزیروں پر قابض ہو گیا تھا اور وہیں کے ایک جزیرے کو اس نے اپنا مرکز بنا لیا تھا جو درہ دانیال کے دہانے پر واقع تھا۔ آنے والوں نے سکندر پر یہ بھی انکشاف کیا کہ ممنون کا بحری بیڑہ یونان کے قریب پہنچ گیا تھا اور یہ خبر سن کر یونان میں سکندر کے سالار اینٹی پیٹر نے بڑی عجلت کے ساتھ ایرانی بیڑے کے مقابلے کی تیاریاں کی تھیں۔ سکندر کو یہ بھی بتایا گیا کہ اس کے سالار اینٹی پیٹر کو یہ بھی خدشہ تھا کہ ایران کا امیر البحر کہیں یونانی ریاست اسپارٹا کے ساتھ مل کر سارے یونان کو فتح نہ کر لے اس لئے کہ سپارٹا کی ریاست وہ واحد ریاست تھی جو سکندر کے ساتھ تعاون نہیں کر رہی تھی۔

اسی دوران جب ممنون کے فوت ہونے کی خبر پہنچی تو سکندر کافی حد تک مطمئن ہو گیا وہ جانتا تھا کہ یونانی، ایرانیوں کے بحری بیڑے کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس لئے کہ ایران کا بحری بیڑہ بہت بڑا اور انتہا درجہ کا طاقتور تھا جب کہ یونانیوں کے پاس چھوٹی چھوٹی کشتیاں تھیں جو ایرانی بیڑے کا کسی بھی صورت مقابلہ کرنے کے قابل نہ تھیں۔

سکندر کا خیال تھا کہ ممنون کے مارے جانے کے بعد اب ایران کا بحری بیڑہ بھی ان کے لئے نقصان دہ نہیں رہے گا اس لئے کہ ممنون ایک بڑا تجربہ کار امیر البحر تھا اور اس جیسا امیر البحر ایران کو نہیں ملے گا۔ دوسرے سکندر نے یہ بھی جائزہ لے لیا تھا کہ چونکہ وہ ایرانی بحری بیڑے کا مقابلہ نہیں کر سکتا لہٰذا ایرانی بیڑے کی افادیت کو ختم کرنے کے لئے اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ سمندر کے کنارے کی ساری بندرگاہوں پر قبضہ کر لے گا۔ جب ساری بندرگاہیں یونان کے قبضے میں آ جائیں گی تو ایرانی بیڑے کی کوئی اہمیت نہیں رہے گی۔ لہٰذا اس بیڑے کا مقابلہ کرنے کے لئے یونانیوں کو کوئی بیڑہ تیار کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہو گی۔ اس کے علاوہ سکندر کو یہ بھی یقین تھا کہ ایرانی بیڑہ سمندر کے کسی بھی حصے میں تین دن سے زیادہ سرگرداں نہیں رہ سکتا اس لئے کہ لازم تھا کہ وہ بیڑہ کسی بندرگاہ پر پہنچے اور وہاں سے پینے کے پانی کے علاوہ کھانے کی اشیاء خوراک اور رسد کا دوسرا سامان اپنے لئے حاصل کرے۔

اس سلسلے میں سکندر کی حکمت عملی بڑی کامیاب تھی وہ چونکہ سمندر کے کنارے کے ساتھ ساتھ ساری بندرگاہوں پر قبضہ کرتا چلا جا رہا تھا اور ایسا کر کے وہ ایرانی بیڑے کی اہمیت کو زائل کرنا چاہتا تھا تا کہ ایرانیوں کے پاس کوئی بندرگاہ ہی نہ رہے جہاں وہ اپنے بحری بیڑے کو لنگر انداز کر کے یونان کے خلاف حرکت میں لا سکیں۔

یونان سے روانہ ہو کر ایشیا میں داخل ہوتے وقت سکندر کا یہی ارادہ تھا کہ وہ ایرانیوں سے یونانیوں کے مقبوضہ جات چھینے گا اس لئے کہ ایشیائے کوچک کے علاوہ اس کے آس پاس کے سارے علاقے کبھی یونان کے قبضے میں ہوا کرتے تھے جن پر ایران کے مختلف حکمرانوں نے حملہ آور ہو کر قبضہ کر لیا تھا سکندر کے سامنے پہلا منصوبہ یہ تھا کہ وہ یونان کے علاقے ایرانیوں سے واپس لے گا جب اس نے ایشیائے کوچک اور آس پاس کے سارے ان علاقوں کو فتح کر کے اپنے قبضے میں کر لیا جو کبھی ان کے ماتحت ہوا کرتے تھے تب اس نے یونان کی طرف قاصد بھجوائے کہ اس نے ان کے سارے مقبوضہ جات ایرانیوں سے چھین کر ان پر قبضہ کر لیا ہے۔

اب سکندر صرف ان علاقوں پر اکتفا نہیں کرنا چاہتا تھا اس کے حوصلے بڑھ گئے تھے وہ نہیں چاہتا تھا کہ صرف یونانی مقبوضہ جات ہی ایران سے واپس لے کر وہ یونان لوٹ جائے وہ یہ خیال کرنے لگا تھا کہ جس طرح ماضی میں ایرانیوں نے یونانی مقبوضہ

جات پر حملہ آور ہو کر ان پر فتوحات کا جال پھیلاتے ہوئے اپنے قبضے میں کر لیا تھا وہی کام سکندر بھی دہرائے گا اور اپنے علاقے ایرانیوں سے چھیننے کے بعد وہ ایران کی مملکت پر حملہ آور ہو گا اور جس طرح ماضی میں ایرانی دوسری مملکتوں کے علاقوں پر قبضہ کرتے رہے ہیں اس طرح سکندر بھی ایران کے دوسرے علاقوں پر قابض ہونے کی کوشش کرے گا۔

اس کے اس ارادے کو گارڈیم شہر میں آکر اور زیادہ تقویت ملی تھی شہر میں آکر جو اس نے گاڑی کی وہ طلسمی گانٹھ کھول دی تھی تو چاروں طرف شور مچ گیا تھا کہ ایشیائی حکومت کا تاج سکندرِ اعظم ہی کے سر پر سجے گا۔ اس پیش گوئی نے بھی سکندر کو حوصلہ دیا کہ ایرانی مملکت پر حملہ آور ہو اور علاقے پر علاقے فتح کرتا ہوا مشرق کا رخ کرتا چلا جائے۔

گارڈیم شہر میں قیام کے دوران جس وقت سکندر مملکت ایران کے اندرونی حصوں پر حملہ آور ہونے اور مزید علاقے فتح کرنے کا ارادہ کر چکا تھا وہاں اس وقت اس کے سامنے ایک بہت بڑا اندیشہ بھی سر اٹھا رہا تھا۔

وہ اندیشہ یونان کے لئے خطرے کا باعث بھی بن سکتا تھا اس لئے کہ اپنے بحری بیڑے کے ساتھ حملہ آور ہو کر ممنون نے ایک جزیرے لس بس پر قبضہ کر کے اس کے شہروں کو اپنے قبضے میں کر لیا تھا اور وہاں ایرانی لشکری بھی متعین کیے تھے۔

سکندر کو خطرہ تھا کہ کہیں جزیرہ لس بس سے ایرانی حرکت میں آکر یونان پر حملہ آور ہو کر نہ صرف مقدونیہ بلکہ یونان کی دوسری ریاستوں کے لئے خطرے کا باعث نہ بن جائیں۔ لہٰذا وہ چاہتا تھا کہ ایران کی مملکت کے اندرونی حصوں پر حملہ آور ہونے سے پہلے جزیرہ لس بس میں جو ایرانی لشکر ہے پہلے اس کا خاتمہ کر دیا جائے تاکہ وہ اپنی پشت کو محفوظ بناتے ہوئے ایران پر اپنے حملوں کی ابتداء کر سکے۔

اس مقصد کے لئے اس نے گارڈیم شہر ہی میں قیام کیے رکھا لشکر کا ایک حصہ اس نے لس بس جزیرے کی طرف روانہ کیا اور یہ یونانی لشکر وہاں مقیم مختلف شہروں میں ایرانی لشکریوں پر حملہ آور ہوتا رہا اور وہاں جس قدر ایرانی لشکری تھے ان کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اس طرح سکندر کا وہ لشکر یہ کارروائی کر کے واپس آ گیا۔ سکندر کو یقین تھا کہ اب اگر وہ مملکت ایران میں داخل ہو کر ایران کے شہنشاہ داریوش کا مقابلہ کرتا ہے تو پشت کی جانب سے اسے یونان کے لئے کوئی خطرہ نہ ہو گا۔

...کی موت اور یونانی جزیروں میں ممنون نے جو اپنے لشکری متعین کیے تھے ان ...ے سکندر کو بڑی تقویت حاصل ہوئی اب وہ بڑے اطمینان اور دل جمی کے ...یم شہر سے کوچ کر کے ایران کے دوسرے علاقوں کی طرف پیش قدمی کر سکتا

...یم شہر سے روانہ ہونے سے پہلے اس نے آگے جانے والے راستوں سے ...یم کے لوگوں سے رہنمائی بھی حاصل کی تھی جن لوگوں سے گارڈیم شہر میں ... رہنمائی حاصل کی ان میں گارڈیم شہر کا بڑا کاہن بھی شامل تھا سکندر نے ...ائی کرنے کے لئے اس بڑے کاہن سے سوال کیا تو اس کاہن نے جو جواب ...دلچسپ تھا۔ سکندر کو مخاطب کر کے اس کاہن نے سکندر کو بتایا۔

...تم میدانی علاقوں میں آگے بڑھو گے تو وہاں تم عجیب و غریب دیوتاؤں کا ...گے۔ ان میں تمہیں داغوہ دیوتا کے پجاری اور ماننے والے بھی دکھائی ...۔ (یہ فلسطینیوں کا قومی دیوتا تھا۔ اشدود شہر کے علاوہ غزہ میں بھی اس کی ...تی تھی)

...نے یہ بھی کہا کہ اس کے علاوہ راستے میں تمہیں بعل دیوتا کے ماننے والے ...یں گے جو بعل دیوتا کے سامنے بچوں کو قربان کرتے ہیں۔ (بعل بابل اور ...کا مشہور دیوتا تھا دراصل اسے سورج کا دیوتا بھی سمجھا جاتا تھا۔ شام میں ...کی عبادت کا سب سے بڑا مرکز خیال کیا جاتا تھا۔ یہ مقام دمشق اور بیروت ...دمشق سے لگ بھگ 35 میل کے فاصلے پر تھا۔

...یم کے اس کاہن نے مزید کہا کہ جب تم اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھو گے تو ...تمہیں ایک ایسے دیوتا کے ماننے والے بھی ملیں گے جس دیوتا کا نام کرنوس ...ے ماننے والوں کا خیال ہے کہ اس دیوتا کی چار آنکھیں ہیں دو سو جاتی ہیں تو دو ...میں لگی رہتی ہیں۔ سوتی ہوئی کھل جاتی ہیں تو بیدار آنکھوں میں نیند آ جاتی

...نے مزید کہا کہ جن علاقوں کی طرف تم جاؤ گے ان علاقوں میں سمندر کے ...یوں یعنی کنعانیوں نے صور نام کا ایک شہر ایسا بسایا ہے جو چٹانوں کے

سہارے کھڑا ہے اور صور شہر کے لوگ اپنے مردوں کو جلاتے ہیں اور ساتھ ہی پتھروں کی پرستش کرتے ہیں جنہیں شہاب ثاقب کہتے ہیں اور جو آسمان سے ٹوٹے ہوئے گولے کی مانند زمین پر گرتے ہیں اور سیاہ لوہے کی مانند ہو جاتے ہیں۔

اس نے یہ انکشاف بھی کیا کہ ایسے ہی پتھروں میں سے ایک شہابی پتھر یہاں بھی موجود ہے اس کے نیچے ایک شگاف ہے جو زمین کے اندر چلا جاتا ہے (اس شہاب ثاقب کی طرف ہے جو ایک چٹان کی صورت ہے اور جو صخرہ کے نام سے مشہور ہے۔ اب یہ چٹان بیت المقدس کے حرم شریف میں آ گئی ہے اور اس پر خوبصورت قبہ بن گیا ہے۔ یہودیوں کے دور عروج میں یہ مقام ہیکل کی قربانگاہ ہوا کرتا تھا۔ قربانیوں کا خون نیچے بہتا ہوا زمین دوز راستے سے باہر نکل جاتا تھا)

اس بوڑھے کاہن نے سکندر کو یہ بھی انتباہ کیا کہ جب تم جنوب کی طرف بڑھو گے تو راستے میں تمہیں ایسا سمندر بھی دکھائی دے گا جسے وہاں کے لوگ زمین بند کے نام سے یاد کرتے ہیں جس کے اردگرد اگنے والی نباتات زہریلی ہوتی ہیں پانی شور اور ہر پتھر سیاہ ہے (زمین بند سمندر سے اس کاہن کی مراد بحرہ لوط ہے جو چاروں طرف سے خشکی سے گھرا ہوا ہے جسے بحرۂ مردار بھی کہتے ہیں)

گارڈیم سے کوچ کرنے کے بعد سکندر نے اپنے لشکر کے ساتھ جنوب کا رخ کیا۔ اس علاقے میں داخل ہونے کے بعد یونانی بڑے حیران ہوئے اس لئے کہ سامنے وہ میدان تھا جس کی زمین کا رنگ سرخی مائل تھا ہر طرف سرخ رنگ کا غبار نظر آتا تھا کہیں کہیں گرم علاقوں میں پیدا ہونے والے درختوں کے سبز جھنڈ نظر آتے تھے۔ ان علاقوں کے دائیں بائیں اور آس پاس جو چٹانیں تھیں وہ سیاہی مائل تھیں اور ان سے بہت دور جو کوہستانی سلسلے دکھائی دے رہے تھے گرمی کے باوجود بھی ان کی چوٹیوں پر برف جمی دکھائی دیتی تھی اور پھر سامنے وہ کیلیکیا کے میدان پھیلے ہوئے تھے جنہیں اس سے پہلے یونانیوں نے کبھی دیکھا ہی نہ تھا اور جنہیں کیلیکیا کہہ کر پکارا جاتا تھا۔

کیلیکیا دراصل زمانہ قدیم میں اس ریاست کا نام تھا جو جزیرۂ قبرص کے سامنے سمندر کے کنارے واقع تھی طرسوس اور اسوس اسی ریاست کے اہم شہر جانے جاتے تھے۔

سکندر اعظم جب کیلیکیا کی طرف بڑھتے ہوئے سرخی مائل میدانوں میں آگے بڑھا تو سورج کی حدت میں اضافہ ہوتا چلا گیا تھا۔ گرمی اپنے عروج اور شدت پر آ رہی تھی یونانی سفر کرتے ہوئے پسینے میں شرابور ہو رہے تھے ایک جگہ ان میدانوں کے اندر ایک چٹان کے کتبہ کو دیکھتے ہوئے سکندر نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ سکندر نے دیکھا ایک بڑا خوبصورت کتبہ چٹانوں کے اندر پیوست تھا کتبے کے اوپر مقامی زبان میں کوئی عبارت لکھی ہوئی تھی جسے سکندر جان نہ سکا۔ کتبے کی عبارت کے اوپر ایک انسانی شکل بھی بنی ہوئی تھی جس نے شاہی لباس پہن رکھا تھا اور ہاتھ اس نے اس طرح اوپر اٹھائے ہوئے تھے جیسے دعا کر رہا ہو۔

اس کتبے کو دیکھ کر سکندر بڑا متاثر ہوا ان سرزمینوں کے اندر وہ لوگ جو اس کی رہنمائی کا کام سرانجام دے رہے تھے اور جو مقامی زبانوں کو جانتے تھے ان میں سے ایک کو سکندر نے بلایا اور اس کتبے کی عبارت پڑھنے کے لئے کہا۔

اس مقامی آدمی سے جب وہ کتبہ پڑھوایا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ کتبہ آشوری عربوں کے بادشاہ ساردانا پالس کا نصب کردہ تھا اور اس کی تحریر کچھ اس طرح تھی۔ ''ساردانا پالس نے سُوس شہر صرف ایک دن میں تعمیر کر دیا لیکن اے اجنبی! تو کھا پی اور عیش و عشرت کر انسانی زندگی کا بہترین مشغلہ یہی ہے۔''

یہاں سے آگے پیش قدمی کرتے ہوئے سکندر نے اپنے سب سے تجربہ کار سالار پارمینو کو اپنے چند دستوں کے ساتھ ایک بلند کوہستانی سلسلے کی طرف بھیجا تھا تاکہ اس کے اوپر جا کر وہ یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرے کہ ایران کا شہنشاہ داریوش کس سمت سے ان کا مقابلہ کرنے کے لئے آتا ہے اس لئے کہ اب سکندر تک یہ خبریں پہنچنا شروع ہو گئی تھیں کہ ایران کا شہنشاہ بذات خود یونانیوں سے فیصلہ کن جنگ کرنے کے لئے اپنے مرکزی شہر سے نکل چکا ہے۔

پارمینو کے چند دستوں کے ساتھ کوہستانی سلسلوں کی طرف چلے جانے کے بعد اب سکندر کے ساتھ سب سے زیادہ تجربہ رکھنے والا سالار بطلیموس تھا۔ میدانوں میں آگے بڑھتے ہوئے سکندر، اس کے سالار اور یونانی لشکری پیش قدمی کے ساتھ ساتھ گردوپیش کی چیزوں کے معائنے اور مشاہدے کا بھی خاص اہتمام کرنے لگے تھے۔

مثلاً رات کے وقت وہ دیکھتے کہ ستاروں کے جھرمٹ پر کیا تبدیلیاں رونما ہوتی

ہیں اس کے علاوہ پیش قدمی کرتے ہوئے جتنا راستہ وہ طے کرتے اس کی پیمائش بھی کرتے چلے جاتے۔ لشکر کے اندر جو ماہر طبیب تھے وہ ہر علاقے میں نئی نئی بیماریوں کا حال معلوم کرتے اور ان کے ساتھ سکندر اور سالار بطلیموس دونوں روزانہ رونما ہونے والے واقعات کو لکھ بھی لیتے تھے اور لشکر میں شامل طبیبوں کی مدد سے نئے نئے پودے وگھونگے، جل مرغوں کی کھالیں وکیڑے مکوڑے اور پرندوں کے نئے نئے نمونے جمع کرتے رہتے تھے اور جب ان کا کافی ذخیرہ ہو جاتا تو پھر ان ساری چیزوں کو سکندر یونان میں اپنے استاد ارسطو کی تجربہ گاہ کے لئے بھجوا دیا کرتا تھا۔

اب آگے بڑھتے ہوئے سکندر اور اس کا سالار بطلیموس جس مقام سے بھی گزرتے وہاں کے باشندوں سے ہر قسم کے سوال کرتے جاتے۔ مثلاً یہ کہ سڑکیں کیسی ہیں اور آگے جو علاقے آ رہے ہیں وہاں غذا اور اجناس کا کیا حال ہے؟ لوگ کس قسم کے ہیں۔ سکندر نے اپنے لشکر کے ساتھ اب کیلیکیا کی طرف پیش قدمی شروع کر دی تھی۔ کیلیکیا پہنچنے کے لئے راستے میں ایک پل کو عبور کرنا پڑتا تھا جو کیلیکیا شہر سے لگ بھگ ڈیڑھ فرسنگ کے فاصلے پر تھا اسی تنگ پل کو عبور کرنے کے بعد کیلیکیا کی طرف جاتا تھا۔ یونانیوں اور ان کے سالار اعلیٰ سکندر کی خوش قسمتی کہ وہاں تک کوئی بھی ایرانی لشکر ان کا مقابلہ کرنے کے لئے رونما نہ ہوا۔ پل ایسا تنگ تھا کہ چار آدمی ایک ساتھ بمشکل اس پر سے گزر سکتے تھے اس مقام پر اگر ایرانی یونانیوں کا مقابلہ کرتے، ان کی راہ روکتے تو یقیناً سکندر کے خلاف وہ فوائد حاصل کر سکتے تھے لیکن لگتا تھا ایران کا بادشاہ داریوش سکندر اعظم کو کوئی اہمیت نہ دے رہا تھا۔ دراصل داریوش کو زعم تھا کہ اس کی سلطنت انتہا درجہ کی وسیع اور عریض ہے اور اگر ایک جگہ سکندر ایرانی لشکر کو شکست دینے میں کامیاب بھی ہو گیا تو ایسے بہت سے مواقع سامنے آئیں گے کہ ایرانی کسی نہ کسی طرح سکندر کو شکست دے کر مار بھگانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

اس پل کو عبور کرنے کے بعد سکندر جب کیلیکیا شہر کی طرف بڑھا تو کیلیکیا میں اس وقت داریوش کی طرف سے ارسان نام کا ایک حاکم تھا۔

ارسان کو جب خبر ہوئی کہ یونانی لشکر پل کو عبور کرنے کے بعد بڑی تیزی سے کیلیکیا کا رخ کر رہا ہے تو اس نے بڑی حماقت کا ثبوت دیا۔ بجائے اس کے کہ وہ قلعہ بند ہو جاتا اور تیز رفتار قاصد اپنے شہنشاہ داریوش کی طرف مدد کے لئے روانہ کرتا

اس نے اپنے طور پر ہی سکندر کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی شہر کو آگ لگا کر اسے خاکستر اور کھنڈرات میں تبدیل کر کے رکھ دیا تاکہ سکندر کو وہاں سے رسد اور ضروریات کا دوسرا سامان نہ مل سکے اور خود شہر سے فرار ہو گیا۔

بہرحال سکندر کیلیکیا شہر کے خاکستر کھنڈرات کے قریب پہنچ گیا گرمی اپنے عروج پر آ گئی تھی اور جھلسا دینے والی لو بھی چل رہی تھی۔

مورخین لکھتے ہیں کہ ان علاقوں میں ایک چشمہ تھا جو چشمہ صیدنوس کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ اس کا پانی کوہستانی سلسلے کی بلند چوٹیوں سے نیچے گرتا تھا اس کے اردگرد سرسبز درختوں کے جھنڈ بھی تھے۔

اس کا پانی گرمیوں میں بھی نہایت سرد ہوتا تھا۔ سکندر گرمی کی شدت کی وجہ سے جب بدحال ہونے لگا تو نہانے کے لئے اس نے اس چشمے میں کودنے کا فیصلہ کیا۔

اس چشمے میں اترتے ہی اس پر بے ہوشی کی کیفیت طاری ہو گئی لشکریوں نے اسے باہر نکالا تو اس وقت اس پر سکوت طاری تھا۔ وہ شدید بخار میں مبتلا ہو گیا تھا اس لئے کہ شدید گرمیوں میں جب کہ اس کا جسم گرم تھا ایک دم وہ برف جیسے پانی میں اترا تو گرم سرد ہونے کی وجہ سے اسے شدید بخار ہو گیا تھا۔

بہرحال بخار کا یہ شدید حملہ تھا یونانیوں نے جب دیکھا کہ سکندر کی حالت تو بڑی بری ہو رہی ہے کچھ سالار اس کی زندگی سے بھی ناامید ہو رہے تھے سب سے بڑا سالار پارمینو وہاں نہیں تھا اس لئے کہ وہ ایران کے بادشاہ داریوش پر نگاہ رکھنے کے لئے بلند کوہستانی سلسلوں کی طرف گیا ہوا تھا اور اس کی غیر موجودگی میں سارے کام کو سنبھالنے والا بطلیموس ہی تھا۔ سکندر کافی دیر تک بے سدھ اور بے ہوش سا پڑا رہا۔ اس کے لشکری بڑے فکر مند ہوئے انہیں یہ رنج تھا کہ اگر اس بخار کی وجہ سے سکندر مر گیا تو لوگ کیا کہیں گے کہ سکندر نہ کسی نیزے کی ضرب سے مرا نہ کسی نے تلوار سے اس کا خاتمہ کیا بلکہ چشمے میں نہا کر ہی اس عالم فانی سے کوچ کر گیا۔

سکندر کے اس بخار نے آخر زور پکڑا لشکر کے اندر جو طبیب تھے انہوں نے اب اپنی بڑی کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح سکندر کو اس تیز بخار سے نجات دیں لیکن جو بھی دوا انہوں نے سکندر کے لئے تجویز کی وہ کارگر ہوتی دکھائی نہ دی۔ آخر جب سکندر کی حالت بگڑ کر نازک ہو گئی تو ایک مقامی حکیم کی خدمات حاصل کی گئیں۔ اس حکیم کا نام فیلقوس

تھا۔ کہتے ہیں اس فیلقوس نے ایک تیز دوا سکندر کے لئے تیار کی تیز ہونے کی وجہ سے اس دوا کی طرف سے سکندر کو خطرہ بھی تھا دوا تیار کر کے سکندر کو پلانے سے پہلے اس حکیم نے صاف کہہ دیا تھا کہ اس دوا کے دو ہی نتیجے ہو سکتے ہیں سکندر کو صحت یا موت۔

دوسری طرف سکندر کے سب سے بڑے سالار پارمینو کو بھی اس کی بیماری کی خبر ہو چکی تھی جو اس وقت کوہستانی سلسلوں کی طرف گیا ہوا تھا۔ جس وقت حکیم فیلقوس دوا تیار کر کے سکندر کو پلانا چاہتا تھا کہتے ہیں عین اسی وقت ایک یونانی قاصد سکندر کے نام اس کے سالار پارمینو کا ایک خط لے کر آیا۔

اس خط میں سکندر کے نام پارمینو نے لکھا تھا۔ "حکیم فیلقوس سے خبردار رہنا یہ شخص داریوش سے ملا ہوا ہے اور زر کثیر کے لالچ میں تمہاری جان لینے پر آمادہ ہے۔"

جس وقت پارمینو کا یہ خط سکندر کو ملا اور سکندر وہ خط پڑھ رہا تھا عین اسی وقت حکیم فیلقوس اپنی تیار کردہ دوا لے کر سکندر کو پلانے کے لئے آیا تھا۔

سکندر نے اپنے سالار پرمینو کا وہ خط پڑھ کر اپنے تکیہ کے نیچے رکھ دیا اتنے میں حکیم فیلقوس بالکل اس کے قریب پہنچ گیا تھا۔ فیلقوس نے سکندر کو دوا پیش کی اور سکندر نے بڑے اطمینان سے دوا پینی شروع کر دی اور ساتھ ہی دوا پیتے ہوئے اس نے اپنے سالار پارمینو کا خط نکال کر فیلقوس کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔

یہ منظر بڑا قابل دید تھا ایک طرف سکندر دوا پی رہا تھا جس سے متعلق سکندر کو اس کے سالار پارمینو نے محتاط رہنے کے لئے خط لکھا تھا اور دوسری طرف حکیم فیلقوس بڑے غور سے پارمینو کا خط پڑھ رہا تھا۔

بہرحال نتیجے کے طور پر پارمینو کے خدشات غلط ثابت ہوئے حکیم فیلقوس کی دوا اثر کر گئی سکندر ٹھیک ہو گیا۔ شاید تقدیر کو یہ منظور نہ تھا کہ ایک عظیم فاتح جو ایشیا کو فتح کرنے کے ارادے سے مقدونیہ سے چلا تھا وہ ایشیا کے دروازے پر پہنچ کر ہی دم توڑ دے۔ بہرحال فیلقوس کی دوا کام کر گئی۔ سکندر ٹھیک ہو گیا اور اب اس نے مزید پیش قدمی شروع کی اس کا رخ اب ایسوس شہر کی طرف تھا جو کیلیکیا کے علاقے کا انتہائی اہم ترین شہر شمار کیا جاتا تھا۔

PDF LIBRARY 0333-7412793

جب سکندر شہر پر شہر فتح کرتا ہوا پیش قدمی کرتا رہا اور اس کی ان فتوحات کی
یں ایران کے شہنشاہ داریوش تک پہنچیں تب داریوش بڑا فکرمند ہوا۔ یہ انکشاف بھی
ا کے لئے دل ہلا دینے والا تھا کہ جو جنگیں اب تک سکندر کے ساتھ ہوئی تھیں ان
ں میں داریوش کے بڑے بڑے سالار اور والی کام آ چکے تھے اور پھر سب سے
ہ کر داریوش کو یہ صدمہ تھا کہ اس کا امیر البحر اور بہترین سپہ سالار ممنون بھی وفات پا
ا تھا۔

بہرحال داریوش سکندر کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلا اور نکلا بھی اس حالت میں
عیش و عشرت کا پورا سامان جو اسے اپنے قصر اور محل میں میسر تھا وہ ساتھ لے کر
تا ہوا اس کی ملکہ، اس کی بیٹیاں اس کے ہمراہ تھیں اور پھر اس کے ذاتی خیمے کا یہ
م تھا کہ خیمے کے اندر انتہائی قیمتی حمام کا اہتمام کیا جاتا تھا اور اس حمام کے اندر
نے چاندی کے مٹکوں کے علاوہ سونے کے لوٹے اور سونے ہی کے عطردان تھے جو
ت کاری کا بہترین نمونہ خیال کیے جاتے تھے اور پھر اس کا خیمہ اور اس کے یہ
م ہر وقت خوشبوؤں سے مہکے رہتے تھے۔ اپنے مرکزی شہر سے کوچ کرنے کے بعد
مقام پر اپنے لشکر کے ساتھ داریوش نے پڑاؤ کیا پھر ایک بہت بڑا شامیانہ نصب
ا گیا۔ اس شامیانے کے نیچے ان گنت انتہائی خوبصورت اور قیمتی کرسیاں لگا دی
یں پھر ایران کے شہنشاہ داریوش نے اپنے بڑے بڑے سالاروں کو سکندر کا مقابلہ
نے سے متعلق مشورہ کرنے کے لئے اس نے شامیانے تلے طلب کر لیا تھا۔

سکندر کا مقابلہ کرنے کے لئے داریوش کافی دیر تک اپنے سالاروں کے ساتھ
لاح و مشورہ کرتا رہا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ ایران کے شہنشاہ داریوش کے لشکر میں مقدونیہ کا رہنے والا

ایک باشندہ تھا وہ ایک طرح سے سکندر کا ہم وطن ہی تھا تاہم داریوش کے لشکر میں و
سالار تھا اس نے داریوش کو بڑے خلوص اور بڑی جانثاری سے مشورہ دیتے ہوئے کہا
"شہنشاہ داریوش کو چاہیے کہ وہ اپنے لشکر کو تنگ میدانوں اور پہاڑوں سے گھرے ہوئے دروں میں ہرگز نہ لے کر جائے کیونکہ یونانیوں کی نسبت ایرانی لشکر کی تعداد چونکہ بہت زیادہ ہے لہٰذا ہمارا لشکر بے کار ہو جائے گا" اس نے یہ بھی مشورہ دیا کہ "تنگ وادیوں یا تنگ دروں سے لڑی جانے والی لڑائی میں لشکر کی تعداد کی زیادتی اپنی اہمیت کھو بیٹھتی ہے اور کئی مواقع پر چھوٹے چھوٹے لشکر بڑی تعداد میں رکھنے والے لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتار کر شکست اور ناکامی کو ان کا مقدر بنا دیتے ہیں۔"

لیکن ایران کا شہنشاہ داریوش تو اپنی طاقت واپنی قوت اور اپنی وسیع سلطنت کے زعم میں ڈوبا ہوا تھا اس نے اس یونانی سالار کے مشورے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اس کے مشورے کو اس نے درخور اعتناء نہ سمجھا۔

آخر داریوش نے اپنا پڑاؤ سمیٹا اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کرتا ہوا وہ ایسوس شہر کی طرف بڑھا دوسری طرف سکندر بھی اسی شہر کا رخ کیے ہوئے تھا۔

داریوش اپنے بہت بڑے اور جرار لشکر کو لے کر ایسوس کے میدانوں میں پہنچا جنگ کے لئے ایسوس کے میدانوں کا انتخاب ہی ایران کے شہنشاہ داریوش کی سب سے بڑی غلطی تھی۔ اس میدان کے شمال میں بلند کوہستانی سلسلہ تھا اور جنوب میں ایک گہری خلیج تھی۔ یہ میدان اپنی وسعت میں بمشکل دو میل کے لگ بھگ ہو گا دوسری طرف سکندر بھی بڑی تیزی سے یلغار کرتا ہوا اسی میدان میں پہنچ گیا تھا اس طرح ایسوس کے میدانوں میں ایشیا اور یورپ کے دو طاقتور حکمران اور لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے آ گئے تھے۔

کہتے ہیں سکندر جس وقت ایسوس کے میدانوں میں نہیں پہنچا تھا اور اسے خبر ہوئی کہ ایران کا شہنشاہ اپنے لشکر کو لے کر ایسوس کے میدانوں میں پہنچ گیا ہے تب سکندر نے اپنے سارے سالاروں کو جمع کیا اور بے پناہ خوشی طمانیت اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم لوگوں کو خوش اور مطمئن ہو جانا چاہیے اس لئے کہ میں سمجھتا ہوں جنگ کا دیوتا ہمارا ساتھ دے رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمہارا جنگ کا دیوتا ایران کے شہنشاہ

یوش کے لاتعداد لشکر کو ایک ایسے تنگ میدان میں لے آیا ہے جو کوہستانی سلسلے اور
ندر کے درمیان واقع ہے اور اس میدان میں ایرانی لشکر کی کثرت داریوش کے کسی
م نہ آ سکے گی۔

بہرحال سکندر اپنے لشکر کے ساتھ ایسوس کے میدانوں میں پہنچ گیا اس کی پہلے
ہی انتہائی آرزو تھی کہ ایران کے شہنشاہ داریوش کا مقابلہ کسی تنگ درے یا میدان
ہو وہ چاہتا تھا کہ اگر تنگ میدان میں ایرانی لشکر کا اس کے ساتھ آمنا سامنا ہو تو
لی لشکر کی عددی فوقیت ختم ہو کر رہ جائے گی۔ آخر داریوش نے خود ہی سکندر کی اس
و کو پورا کر دیا تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں اس کے باوجود داریوش کے لشکر کے سامنے
کرنے کے بعد سکندر انتہائی فکرمند اور بے چین تھا چونکہ پڑاؤ کرنے کے بعد
ں لشکریوں کے لئے صرف ایک رات باقی تھی اگلی صبح دونوں قوتوں نے جنگ کی
ء کرنی تھی جس کے نتیجہ میں سکندر کی قسمت کا فیصلہ ہو جانا تھا کہ وہ ایشیا کا تاج
ں کرنے میں کامیاب ہوتا ہے یا ناکام رہ کر جان دیتا ہے۔ گو یہ رات بسر کرتے
ے گزشتہ فتوحات ایک ایک کر کے اس کے سامنے آتی تھیں لیکن آنے والے لمحوں
لئے وہ اس لئے فکرمند تھا کہ ایران کا شہنشاہ داریوش خود ایک لشکر لے کر اب اس
امنے تھا اور پریشان تھا کہ دیکھیں جنگ کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اگلے روز دونوں شہنشاہوں نے اپنے اپنے لشکروں کو
ت کرنا شروع کیا۔ صفیں استوار کی جانے لگی تھیں بڑے بڑے سالار اپنے لشکریوں
ئزہ لیتے ہوئے اپنے گھوڑوں کو ادھر ادھر بھگا رہے تھے۔ اس موقع پر سکندر بھی
شکر کی صفیں درست کرنے کے بعد اپنے لشکر کے وسطی حصے میں آگے آیا اور پھر
شکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے ایک جذباتی تقریر کرتے ہوئے انہیں
ب کیا۔

"ہم وطنو! یورپ میں تم نے جس جس مقام پر قدم رکھا فتح و نصرت نے تمہارا
م کیا اب تم ایشیا کی سرزمین میں آ گئے ہو۔ ایشیا اب تمہیں کامیابی کے تحت تاج
نے کو تیار ہے۔

یہ سرزمین تراکیا یا الیریا نہیں کہ تم اپنی قوتوں کو پہاڑوں میں صرف کرتے رہو۔
ی دنیا ہے جہاں کی زمینیں سرسبز اور جہاں دولت میں فراوانی ہے۔ یہ دنیا اب

تمہیں ورثہ میں ملنے والی ہے۔ تمہیں یاد ہے ایران کے موجودہ شہنشاہ داریوش کے آباؤ اجداد میں سے داریوش اعظم اور زرکسیز نے تم سے آب و خاک کی طلب کی تھی ایران کے انہی دو حکمرانوں نے تمہارے شہروں ہی نہیں تمہاری عبادت گاہوں کی بھی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی تھی۔ تمہارے آباؤ اجداد کی دولت انہوں نے جی کھول کر لوٹی تھی۔ تمہاری تقدیر کا فیصلہ اس سے پہلے ایران کے درباروں میں ہوا کرتا تھا لیکن اب ایسا نہیں ہوگا تم دیکھتے ہو اب تک جو ایرانی سالار اور لشکری تمہیں دکھائی دیتے ہیں انہوں نے اپنے گلوں میں عورتوں کے ہار پہنے ہوئے ہیں لہٰذا آگے بڑھ کر جب ان پر حملہ آور ہونا تو انہیں عورتیں سمجھ کر ان کے زیور اتار لینا۔''

سکندر کی اس تقریر نے اس کے لشکریوں میں ایک نیا جذبہ جوش اور ولولہ پیدا کر دیا تھا اور وہ اس تنگ میدان کے اندر ایرانی لشکر پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کرنے کا تہیہ کر چکے تھے۔

ایران کے شہنشاہ داریوش اور سکندر کے لشکر استوار کرنے میں زمین آسمان کا فرق تھا سکندر اپنے لشکر کے اگلے حصے میں تھا اپنے لشکر کو اس نے مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا تھا اور پھر اس کے بڑے بڑے نامور سالار اس کے دائیں بائیں بالکل مستعد تھے اور اپنے حصے کے لشکر کے سامنے کھڑے تھے۔ ان میں شکست نہ ماننے والا پارمینو تھا اس کے علاوہ سکندر اعظم کا رشتہ دار بطلیموس تھا جو نامور سالار گنا جا سکتا تھا۔ ان کے علاوہ اینٹی گونس تھا، کلائٹس تھا اور نوجوان فلوٹس تھا۔ سکندر اپنے ان سالاروں کے ساتھ ایرانی لشکر کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔

دوسری طرف ایرانی لشکر کی حالت یہ تھی کہ تعداد میں وہ یونانیوں کے لشکر سے کہیں زیادہ تھا لیکن سب سے بدبختی کی بات یہ کہ ایرانیوں کا شہنشاہ داریوش اپنے لشکر کے آگے نہیں تھا۔ پچھلے حصے میں تھا اور لشکر کے آگے اس کے نامور سالار یونانیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے شہنشاہ کے حکم پر مستعد اور تیار تھے۔

اس طرح دونوں لشکر تاریخ کے خالی صفحوں میں وقت کے ہولناک اور سرگرداں طوفان کی داستانیں کانچ کے ٹکڑوں کی طرح ٹوٹ کر گرتے انسانوں کی کہانیاں اور اپنے اپنے گھروں کا راستہ بھلا دینے والی وحشت کی ابتداء کرنے کے لئے یہ ایک دوسرے کے سامنے تیار کھڑے تھے۔ آخر ایران کے شہنشاہ داریوش کے حکم پر جنگ کی

اس کے لشکریوں نے کی اور ایرانی لشکر درد کی دیواریں کھڑی کرتے آتشی لاوا تے جوالا مکھی اندھیروں کا ہر قفل کھول دینے والے ستم کے ستیزہ گروں کی طرح ار ہو گئے تھے۔ ایرانیوں کی طرف سے یہ بڑا زور دار حملہ تھا جو انہوں نے ں کے خلاف کیا تھا۔

دوسری طرف یونانی بھی بڑے مستعد اور تیار تھے۔ پہلے انہوں نے ایرانیوں کے کو روکا پھر جوابی کارروائی پر اترے اور وہ بھی دشت، بحر و بر میں سلوٹیں ڈال والی وحشتوں کی سراسیمگی، نظر نظر میں نفس نفس میں خوف و ہراس پھیلا دینے والی ں کی یلغار اور درد کا پیش خیمہ بنتی بے روک سرکش آندھیوں کی طرح حملہ آور تھے۔

ایسوس کے میدانوں میں دونوں لشکر بری طرح ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے انتقام کے در کھلنے لگے تھے۔ سوچوں کے صدف غبار آلود ہونا شروع ہو گئے لسی کی رم جھم دکھوں کے نوحوں میں تبدیل ہوتے ہوئے زندگی کے کاروان لٹے وس ہونے لگے تھے۔ چمکتی پیاسی تلواریں فناء کی تحریریں رقم کرنے لگی تھیں ں خون میں ہر کوئی خوف کا رقص وارد کرنے کے درپے تھا۔ تاریخ کی شہ نشین پر، و موت، آزادی اور غلامی ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہو گئے تھے۔ سوگ کی تی موت چاروں طرف وحشتوں کا رقص کرنے لگی تھی۔

ایرانیوں کا خیال تھا کہ وہ تعداد میں چونکہ یونانیوں سے زیادہ ہیں لہٰذا یونانی دیران کے سامنے ٹھہر نہ سکیں گے۔ لہٰذا شروع میں ہی انہوں نے آندھیوں کی ں اور انتقام بھری خواہشوں کی طرح بڑی تیز رفتاری کے ساتھ یونانیوں پر ضربیں روع کر دی تھیں۔ دوسری طرف یونانی بڑی اعتدال پسندی کے ساتھ اپنے کام را کیے ہوئے تھے اور وہ ایرانیوں کو تھکا مارنے پر تلے ہوئے تھے۔

ایرانیوں نے کئی بار کوشش کی کہ ایسوس کے تنگ میدانوں میں یونانیوں کو مار ائیں لیکن جواب میں یونانی بھی تلاطم و طغیانی کے بکھرے بگولوں و گرداب کی یورش دریدہ دہن و وحشیوں کی طرح چاروں طرف ایرانیوں کے لئے عقوبت کے سمندر رے کرتے جا رہے تھے۔

ایران کا شہنشاہ داریوش جو اپنے لشکر کا بڑے غور سے جائزہ لے رہا تھا اسے اب

اپنی غلطی کا انتہا درجہ کا احساس ہوا۔ اسے ایک مقدونی سالار افیناش نے مشورہ د
کہ یونانیوں کے مقابلے میں کہیں بھی تنگ میدان میں جنگ نہیں کرنی چاہیے
ایرانی نقصان اٹھائیں گے لیکن اپنے اس سالار کی بات پر داریوش نے عمل نہیں کی
اور اب اپنی آنکھوں سے داریوش دیکھ رہا تھا۔

اس کا لشکر جو تعداد میں زیادہ تھا وہ ایسوس کے میدانوں میں پھنسا پھنسا
دکھائی دے رہا تھا۔ لشکری ایک دوسرے کے ساتھ گھتے ہوئے اور جمگھٹے کی صورت
آگے بڑھنے پر مجبور ہو گئے تھے اور وہ کھل کر اور اپنے فطری طریقوں سے کام
ہوئے اپنی تلواروں اور دوسرے ہتھیاروں کو حرکت میں نہیں لا سکتے تھے اس لئے
جب ان کی صفیں خوب گتھی ہوئی تھیں۔ ہر سپاہی تقریباً ایک دوسرے سے جڑا ہوا تھا
خطرہ تھا کہ کہیں ایک لشکری کا ہتھیار اپنے ساتھی پر نہ برس پڑے اور اس کا کام تمام
کر دے۔

جب کہ دوسری طرف یونانی لشکر کی تعداد کم تھی لہٰذا ایسوس کا وہ تنگ میدان ا
کے لئے بڑا سودمند تھا وہ بڑی تیزی سے اپنی صفیں خوب کھول کر آسانی سے ادھر ا
حرکت کر سکتے تھے اور پھر سب سے بڑی بات یونانی جب عقوبت کے سمندر کی طر
ایرانیوں پر حملہ آور ہوتے تو ان کی لاشوں کے ڈھیر لگاتے چلے جاتے تھے اس لئے ک
یونانی جب ایک ایرانی پر تلوار برساتے تو قریب کھڑا دوسرا ایرانی لشکری بھی ان کی
تلواروں کا شکار ہو جاتا تھا اس لئے کہ تنگ جگہ ہونے کی وجہ سے ایرانی ایک دوسرے
کے ساتھ سمٹے اور چمٹے ہوئے بڑی دقت محسوس کر رہے تھے اور اس سے سکندر، اس
کے سالاروں اور لشکریوں نے پورا پورا فائدہ اٹھانے کا تہیہ کر رکھا تھا۔

دونوں طرف کے لشکری بری طرح ایک دوسرے پر ٹوٹ رہے تھے ہر کوئی
دوسرے کو زیر کر کے اپنی کامیابی اور فوز مندی کو آخری شکل دے رہا تھا کہ ایرانیوں
کے فلک شگاف نعروں سے ایسا معلوم ہوتا کہ طبل بج رہے تھے بگل بجائے جا رہے
تھے تاکہ اپنی اپنی فتح کو یقینی بنایا جا سکے۔

اس کے علاوہ ایرانیوں کے فلک شگاف نعروں سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زمین
تھرا رہی ہو ایرانی لشکر کی تعداد مورخین کے مطابق ایسوس کے میدانوں میں چھ لاکھ تھی
اور چھ لاکھ کا یہ لشکر ایسوس کے تنگ میدانوں میں بڑی مشکل سے سما رہا تھا ان کا

سے اس میدان میں سمانا سکندر اور اس کے لشکریوں کے لئے بڑا سودمند ثابت
تھا اور وہ بڑی آسانی سے ان کا قتل عام کرتے ہوئے ان کی تعداد کم کرنے کے
تھے۔

مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ اتنے کثیر لشکر کا بہت بڑا حصہ ایسوس کے میدانوں
گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے جنگ میں پوری طرح حصہ نہ لے سکا۔

اس کے علاوہ تیروں کی بوچھاڑ اس طرح ہو رہی تھی کہ جیسے فضاء میں ٹڈی دل
امڈا ہو۔ لشکری ایک دوسرے کے قریب ہوتے تو تیروں کے وار ہونے لگے پھر
تلوار پڑنے لگی تنگ میدان میں لشکریوں کی کثرت کی وجہ سے ایک عجیب سماں
بن گیا تھا چونکہ لشکری زیادہ تھے میدان تنگ تھا لہٰذا جو لشکری بھی اپنے مدمقابل پر
وہ خالی نہ جاتا تھا۔

دونوں طرف کے لشکری بہترین فداکاری کا ثبوت دیتے ہوئے فتح کے خیال
دھ چڑھ کر وار کر رہے تھے۔

ایرانی لشکر میں داریوش کا ایک بھائی بھی شامل تھا جو اپنے لشکریوں کو ابھار رہا تھا
ان پر خوفناک حملہ آور ہونے کے لئے انہیں انگیخت کر رہا تھا جب کہ خود داریوش
انتہائی خوبصورت اور مضبوط اور مستحکم رتھ میں سوار تھا وہ رتھ ایک طرح کا قلعہ تھا
کے اندر داریوش اپنے آپ کو بالکل محفوظ خیال کرتا تھا اگر کوئی تیر بھولا بھٹکا ادھر
بھی تو اس رتھ کی وجہ سے داریوش محفوظ تھا۔

دوسری طرف سکندر جو اپنے لشکر کے اگلے حصے میں جنگ کر رہا تھا اس نے
ان کو رتھ کے اندر دیکھ لیا تھا لہٰذا وہ چاہتا تھا کہ اپنے محافظ دستوں کے ساتھ اپنے
آنے والے ایرانیوں کو کاٹتا ہوا ایران کے شہنشاہ داریوش تک پہنچ جائے اور اس
آور ہو کر اس کا کام تمام کر دے۔

سکندر کا خیال تھا کہ اگر وہ ایران کے شہنشاہ داریوش کا کام تمام کرنے میں
ب ہو گیا تو جنگ کا خاتمہ ہو جائے گا اس لئے کہ جونہی ایرانی لشکر میں اپنے
کے مارے جانے کی خبر پھیلے گی وہ جنگ ترک کر کے بھاگ کھڑے ہوں گے۔

ایران کے شہنشاہ داریوش کے بھائی نے اندازہ لگا لیا تھا کہ یونانی سپہ سالار
اپنے محافظ دستوں کے ساتھ اس کے بھائی اور ایران کے شہنشاہ داریوش کا عزم

کیے ہوئے ہے اور اس پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے داریوش کا بھائی داریوش کے رتھ کے سامنے آ گیا اور سکندر کے محافظ دستوں پر حملہ آور ہو گیا۔

داریوش کے بھائی نے اپنے پہلے ہی حملے میں سکندر کے متعدد محافظوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ دوسری طرف سکندر نے بھی داریوش کے رتھ کے قریب پہنچ کر داریوش کے اکثر محافظوں کو تہہ تیغ کر کے رکھ دیا تھا۔ اب جنگ کی بھٹی اپنے عروج پر آ گئی تھی۔ ایسوس کے میدانوں میں گھمسان کی جنگ نے چاروں طرف موت اور رقص کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا تھا۔

میدان جنگ کے اندر جگہ جگہ لاشوں کے پشتے لگ گئے تھے جس وقت سکندر اپنے محافظ دستوں کے ساتھ داریوش کے محافظ دستوں پر حملہ آور ہوا تو داریوش کی بدقسمتی کہ اس کے رتھ کے کچھ گھوڑے زخمی ہوئے اور بری طرح بدکے۔

گھوڑوں کے بدکنے کی وجہ سے رتھ توازن کھونے لگا۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے داریوش نے یہی سمجھا کہ اب اس کا میدان میں رہنا خطرے سے خالی نہیں اور اگر وہ اسی طرح اپنے لشکر میں یونانی حملوں کا سامنا کرتا رہا تو اس کا خاتمہ ہو جائے گا۔

لہٰذا وہ رتھ سے نکلا قریب ہی ایک تازہ دم گھوڑے پر سوار ہوا اور میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔

ایسوس کے میدانوں میں لڑی جانے والی جنگ میں ایران کے شہنشاہ داریوش نے نہ صرف بزدلی کا مظاہرہ کیا بلکہ اس نے انتہا درجہ کی غلطی بھی کی اگر وہ اپنے لشکر کے اندر موجود رہتا اور ان کا حوصلہ بڑھاتا رہتا تو شاید ایسوس کے میدانوں میں لڑی جانے والی جنگ کا نتیجہ کچھ اور ہوتا۔

داریوش یہ محسوس کرنے لگا تھا کہ شاید سکندر اپنے محافظ دستوں کے ساتھ آگے بڑھ کر اس کا خاتمہ کر دے گا لیکن ایسا نہ ہوا تھا اس لئے کہ داریوش کے بھائی نے سامنے آ کر سکندر کے محافظ دستوں کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور اس نے سکندر کو اس قابل نہ چھوڑا تھا کہ وہ آگے بڑھ کر داریوش پر حملہ آور ہوتا اور اسے نقصان پہنچاتا لیکن داریوش خوف کھا گیا، ڈر گیا اور رتھ سے نکل کر گھوڑے پر سوار ہو

ر بھاگ کھڑا ہوا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ میدان جنگ سے بھاگنے کے بعد داریوش نے مڑ کر پیچھے نہیں دیکھا اپنے کچھ محافظوں کے ساتھ دریائے فرات کی طرف بھاگا اور دریا کو عبور کر کے اپنی مملکت کے اندرونی حصوں کی طرف چلا گیا۔ ایسوس کے میدانوں میں ایران کے شہنشاہ داریوش کی یہ ناقابل تلافی غلطی تھی جس کا خمیازہ اسے بھگتنا پڑا اور جس کی تلافی وہ آئندہ کی جنگوں میں کسی بھی موقع پر نہ کر سکا۔

داریوش کے اس طرح ایسوس کے میدانوں سے پیٹھ دکھا کر بھاگنے سے ایرانی لشکر کی حالت اجڑی پناہ گاہوں اور ویران کھنڈر بستیوں مفلسی کے گرداب مخدوش اور متروک دیمک زدہ عہدناموں سے بھی زیادہ ابتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد ب ایرانی لشکریوں کو یہ معلوم ہوا کہ ان کا شہنشاہ داریوش تو میدان جنگ سے بھاگ گیا ہے اور وہ انہیں بے آسرا اور بے سہارا چھوڑ گیا ہے تب ایرانی لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ سب سے پہلے پیدل لشکری بھاگے اس کے بعد سواروں نے بھی اب اپنے گھوڑوں کی باگیں موڑتے ہوئے بھاگنے کا عزم کر لیا تھا۔

اس بھگدڑ میں ایرانی لشکری بری طرح یونانیوں کے تیروں کا نشانہ بننے لگے تھے کے بعد جب آگ اور خون کا کھیل کھیلتے ہوئے یونانیوں نے اپنے حملوں میں ا پیدا کی تو ایرانی گروہ در گروہ بھاگ کھڑے ہوئے کچھ یونانیوں نے ان کا ب کر کے ان کا قتل عام کیا اور کچھ یونانیوں نے ان پر تیر اندازی کرتے ہوئے ا خاتمہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس طرح ایسوس کے میدانوں میں ایران کے شہنشاہ ریوش کو بدترین شکست ہوئی اور سکندر فاتح بن کر ابھرا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس جنگ میں لگ بھگ ایک لاکھ ایرانی مارے گئے تھے۔ ایرانیوں کے بھاگنے کے بعد یونانیوں نے شہنشاہ داریوش کے پڑاؤ اور لشکر گاہ کو غارت کر کے رکھ دیا اور ایرانیوں کی لشکر گاہ سے یونانیوں کو کروڑوں کا مال غنیمت ملا۔ اس پڑاؤ اور لشکر گاہ میں چونکہ داریوش کا شاہی خیمہ بھی تھا۔ لہٰذا پڑاؤ کو لوٹتے وقت یونانیوں نے شاہی خیمہ کا رخ نہ کیا داریوش کے شاہی خیمے میں کہتے ہیں اس وقت پرشکوہ اور قیمتی سامان تھا اس خیمے کے اندر سونے چاندی کی افراط تھی اور یونانی لشکریوں نے یہ سارا سامان اپنے بادشاہ سکندر کے لئے محفوظ کر دیا تھا۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ ایرانیوں کو مار بھگانے اور انہیں شکست دینے اور فتح کو یقینی بنانے کے بعد سکندر اپنے گھوڑے سے اترا اپنا جنگی لباس اتارا اور سب سے پہلے اس نے جس خواہش کا اظہار کیا وہ یہ تھی کہ وہ ایران کے شہنشاہ داریوش کے شاہی خیمے کے حمام میں غسل کرنا پسند کرے گا۔ اس کا یہ بھی کہنا تھا کہ وہ جنگ کی گرد وغبار داریوش کے حمام میں چھوڑے گا۔

آخر غسل کرنے کے لئے سکندر داریوش کی شاہی خیمہ گاہ میں اس کے حمام میں داخل ہوا اور حمام کا محل وقوع دیکھتے ہوئے وہ دنگ رہ گیا۔ حمام میں طرح طرح کی خوشبوئیں بکھری ہوئی تھیں کہا جاتا ہے کہ سکندر داریوش کے حمام میں سونے چاندی کے مٹکے ولوٹے اور عطر دان دیکھتے ہوئے ان کی صنعت کاری اور ان کے نمونوں کا جائزہ لیتے ہوئے دنگ رہ گیا تھا۔ جس وقت سکندر حمام میں داخل ہوا اس وقت حمام میں عود وعنبر کی خوشبو چاروں طرف مہک رہی تھی اور شاہی خیمے کے اندر جا بجا عود سوز پڑے ہوئے تھے یہ عود سوز ایک طرح سے عود جلانے کی انگیٹھی ہوتی تھی جسے اگردان کہتے تھے جب کہ عود ایک قسم کی سیاہ لکڑی ہوتی ہے جو آگ میں جل کر نہایت عمدہ خوشبو دیتی ہے۔ ہندی میں اسے اگر کہتے ہیں۔

داریوش کے شاہی حمام میں غسل کرنے کے بعد سکندر باہر نکلا داریوش کے شاہی خیمے کے قریب ہی ایک بہت بڑا اور وسیع شامیانہ تھا جس میں سینکڑوں انتہائی قیمتی زرق برق کرسیاں درباریوں کے لئے بچھی ہوئی تھیں۔

اس موقع پر غسل کرنے کے بعد سکندر اس شامیانے میں بیٹھ گیا اور اپنے سالاروں اور سرکردہ امراء کو اس نے اس شامیانے میں آنے کا حکم دیا۔ اس حکم کے جواب میں اس کے سارے سالار اور سرکردہ لشکری اور امراء اس شامیانے کی کرسیوں پر بیٹھ گئے جب سب لوگ آگئے تب سکندر نے اس وقت داریوش کے شاہی خیمے، اس کے حمام اور اس بڑے شامیانے اور کرسیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا ''بادشاہی اس کا نام ہے۔''

داریوش کی بدقسمتی کہ اس نے اپنی زندگی اپنی جان کو ہر شے پر فوقیت دی حالانکہ لشکر میں وہ اپنی بیوی اور اپنی جوان بیٹیوں کو بھی ساتھ لے کر آیا تھا اور اس کی ایک طرح سے دو انتہائی خوبصورت شہزادیاں لشکر میں شامل تھیں جو اس وقت داریوش کے

خیمے میں موجود تھیں۔

اس موقع پر سکندر کی عظمت کو سلام کرنا پڑتا ہے کہ اس نے داریوش کی ملکہ اور دونوں شہزادیوں کی حرمت اور عزت میں کسی قسم کا فرق نہیں آنے دیا۔ داریوش کی ملکہ اور اس کی دونوں شہزادیوں کے لئے سکندر اعظم نے اپنے خاص محافظ مقرر کر دیئے تھے۔

ایسوس کے میدانوں میں داریوش کی شکست اور سکندر کی فتح کے دور رس نتائج نکلے جنگ کے دوسرے روز سکندر نے جنگ میں نمایاں کام کرنے والوں میں دل کھول کر نہ صرف داد دی بلکہ انہیں انعام واکرام کی بارش سے بھی خوب نوازا۔ زخمیوں کے دلوں میں ہمدردی کا مرہم رکھا اور مرنے والوں کو شاہانہ اعزاز کے ساتھ الوداع کہا۔

ایسوس کے میدانوں میں داریوش کے خلاف اس فتح سے سکندر کو یقین ہو گیا تھا کہ ایران کے شہنشاہ داریوش کا لشکر اب کہیں بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ یہ جنگ ہر طرح سے حقیقی معنوں میں فیصلہ کن جنگ تھی اور یہی جنگ سکندر کے لئے ایشیا کو فتح کرنے کے لئے ایک نیک شگون اور فعال قوت ثابت ہوئی۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ جنگ سے ایک رات پہلے سکندر بڑا فکر مند تھا کہ دشمن کے اتنے بڑے لشکر کا وہ کیسے مقابلہ کرے گا لیکن ایسوس کے میدان جنگ میں سکندر نے یونانی لشکر کو ایک ایسے خطرے سے نکال لیا جو بڑا ہی ہولناک تھا اور وہ یہ بھی لکھتے ہیں یہ کارنامہ کسی ایسے قمار بازی کا نتیجہ نہ تھا کہ جس کے لئے پانسہ پھینکتے ہوئے کوئی خاص حلقہ ہوا ہو یہ بڑی محنت و مشقت اور انتہائی کوششوں کا نتیجہ تھا۔

جنگ کی ابتدا کرنے سے پہلے صبح ہی صبح سکندر نے اپنے سواروں کے کچھ دستوں کو خاص مقام پر کھڑا کر دیا تھا اس کے علاوہ اس نے صبح سے دوپہر کے قریب تک انتہائی محنت سے دامن کوہ میں ایرانیوں کو اپنے ساتھ الجھائے رکھا پھر اپنے سواروں کے ساتھ وہ اس مقام پر پہنچا جہاں سے ایک کامیاب حملہ ہو سکتا تھا۔ ساتھ ہی اس نے اپنے سواروں کو بھی جنہیں اس نے اس مقصد کے لئے پہلے ہی متعین کیا تھا حملہ آور ہونے کا حکم دے دیا۔

لطف کی بات یہ ہے کہ ایرانی تعداد میں بہت زیادہ تھے جب کہ یونانی کم۔ لشکر

کی عددی فوقیت رکھنے کی وجہ سے کوہستانی سلسلے کے دامن میں جہاں ایرانیوں کو
چاہیے تھا وہاں یونانیوں نے پہلے ہی قبضہ جما لیا تھا۔ اس طرح پہاڑ کی ڈھلوان
سواروں کا حملہ جنگی ہنر مندی کا ایک غیر معمولی کارنامہ تھا اور اسی کوہستانی سلسلے
طرف سے یونانی شاہینوں کی طرح ایرانیوں پر حملہ آور ہو کر بپھر بپھر کر ان کا قتل
کرتے رہے۔

دریائے گرے نیک کی جنگ میں سکندر پر خاصہ اضطراب انگیز احساس سوار
اس لئے کہ اسے دریا کو عبور کر کے اپنے سامنے کھڑے ایرانیوں کا مقابلہ کرنا تھا۔
ایسوس کی جنگ میں ایسی کوئی چیز پیش نہ آئی اس نے دیر تک حملہ آور ایرانی لشکر
پیش قدمی کو روکے رکھا۔ سکندر کو یقین تھا کہ ایسوس کے تنگ میدانوں میں وہ
لشکر سے ایرانیوں کے سارے نظام کو درہم برہم کر دے گا اور پھر ایسا ہی ہوا ایسوس
جنگ میں ایرانی لشکر کے نظم و نسق کو درہم برہم کرنے کا کارنامہ ان یونانیوں نے
دکھایا اس کے بعد انہوں نے بھاگتے ایرانیوں کا تیز اور بے پناہ تعاقب بھی کیا۔

بھاگتے ایرانیوں کا شام تک یونانیوں نے تعاقب کیا تھا تاکہ اندازہ ہو سکے کہ
ایرانی آئندہ کیا کریں گے اس کے علاوہ یونانی لشکریوں کو داریوش کے رتھ سے جو
کی ڈھال کمان اور تلوار کے علاوہ شاہی بالا پوش ملا تھا وہ بھی دوسرے روز یونانیو
نے سکندر کے سامنے پیش کر دیا تھا۔ داریوش اس بدحواسی میں بھاگا تھا کہ اپنی سا
چیزیں وہ اپنے رتھ ہی میں چھوڑ گیا تھا۔

جنگی امور کے ماہرین کا کہنا ہے کہ ایران کے شہنشاہ داریوش نے اپنے بے شمار
لشکریوں کو ایک تنگ محاذ پر جمع کرنے میں ایک مہلک غلطی کی۔ زمین ناہموار تھی اس
لئے سوار آسانی سے وہاں نقل و حرکت نہ کر سکتے تھے اس کے علاوہ داریوش کے پاس
آتش فشانی کا جنگی سامان بھی تھا جسے وہ ان تنگ میدانوں میں استعمال نہ کر سکا۔

یہ درست ہے لیکن داریوش کو کبھی امید نہ ہو سکتی تھی کہ ایسوس کے پاس سمندر
کے کنارے تنگ وادی میں یونانیوں کے ساتھ جنگ پیش آ جائے گی۔ یہ بھی کہا جاتا
ہے کہ جنگ ایسوس سے صرف تین دن پیشتر فیصلہ کر لیا گیا تھا کہ شام کے کھلے
میدانوں میں دفاعی جنگ نہیں کرنی چاہیے بلکہ دشمن پر حملہ آور ہونا چاہیے لیکن شاہ
داریوش نے اپنے سالاروں کی بات نہ مانی تھی اس بناء پر اسے ایسوس کے میدانوں

کا خمیازہ بھی بھگتنا پڑا۔

صرف یہ کہہ دینا کہ تنگ میدانوں میں جنگ کرنے کی وجہ سے ایرانیوں کو
شکست اور یونانیوں کو فتح حاصل ہوئی درست نہیں ہے۔ جو مؤرخین یہ کہتے ہیں کہ
ایرانی کمانداروں نے کھلے میدان کو چھوڑ کر کامیابی کیے بہترین مواقع زائل کر دیئے تو
ایسے لوگ یہ مثال پیش کرتے ہیں کہ ایسوس کے میدانوں میں لڑی جانے والی جنگ
کے بعد جو دوسری لڑائی لڑی گئی جس کا نام گاگا میلہ کی جنگ کہا جاتا ہے وہ تو کھلے
میدانوں میں لڑی گئی تھی اس جنگ میں زمین نہ صرف کھلی تھی بلکہ ہموار ہونے کے
ساتھ ساتھ وہاں ایرانی سوار کھل کر اپنے گھوڑوں کو حرکت میں لا سکتے تھے لیکن وہاں
بھی ایرانیوں کو یونانیوں کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

اس بناء پر مؤرخین کا ایک گروہ کہتا ہے حقیقت یہ ہے کہ یونانی لشکر نے صرف
جنگی تنظیم میں جو اعلیٰ درجہ کی مہارت حاصل کر لی تھی اس بناء پر انہوں نے اپنی فتح کو
یقینی بنایا نیز لشکریوں کی کمانداری کے سلسلے میں بھی ایرانیوں میں تربیت اور پختگی کا
فقدان تھا دوسری طرف سکندر کے علاوہ اس کے سالار بھی جنگ کا وسیع تجربہ رکھتے تھے
اور وہ جنگ کے دوران ناممکن کو ممکن بنانے کا ہنر جانتے تھے جس کی بناء پر ایسوس کے
میدانوں میں ایرانیوں کو یونانیوں کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

بہرحال ایسوس کے میدانوں میں فتح کے دوسرے روز سکندر نے مقتولین کے
دفن کا انتظام کرنے کے بعد جنگ کے دوران جو اس کے سالار مارے گئے تھے سب
سے پہلے ان کی جگہ اس نے نئے سالار مقرر کیے اس کے بعد اس نے اپنے لشکر کو جشن
منانے کی اجازت دے دی تھی۔ شادمانی کے جشن میں یونانیوں نے ایسوس کے
میدانوں کے آس پاس جو لوگ آباد تھے انہیں بھی جشن میں شامل ہونے کی اجازت
دے دی تھی۔ اس کے علاوہ ان کے ذمہ جو خراج تھا وہ بھی سکندر نے معاف کر دیا
تھا۔

ایران کے شاہی پڑاؤ سے سکندر کے ہاتھ جو خزانہ لگا مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس کی
قیمت بہت زیادہ تھی اور سکندر نے یہ سارا خزانہ سالاروں میں تقسیم کر دیا تھا۔ جنہوں
نے ایسوس کی جنگ میں ممتاز کارنامے سرانجام دیئے تھے۔

اسی دوران سکندر کو اس کے کچھ طلایہ گردوں اور جاسوسوں نے خبر دی کہ ایران کا

شہنشاہ جس وقت یونانیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ایسوس کے میدانوں کا رخ کر رہا تھا راستے میں اس نے ایک جگہ پڑاؤ کیا تھا۔ وہاں پڑاؤ کے دوران اس نے شاہی خزانے اور دوسری بہت سی قیمتی اشیا کا ایک بہت بڑا حصہ محفوظ کرنے کے لئے دمشق کی طرف روانہ کر دیا تھا۔

سکندر کو جب یہ خبر ملی تو اس نے پارمینو کو حکم دیا کہ وہ اپنے لشکر کا ایک حصہ لے کر دمشق کا رخ کرے اور جو خزانہ ایران کے شہنشاہ داریوش نے دمشق کی طرف بھیجا ہے نہ صرف اس خزانے پر قبضہ کر لے بلکہ دمشق کو بھی فتح کر کے وہاں اپنا حاکم مقرر کر دے یہ حکم پانے کے بعد سکندر کے سالار پارمینو نے ایسوس کے میدانوں سے دمشق کا رخ کیا تھا۔

ایسوس کے میدانوں میں شاندار فتح حاصل کرنے کے بعد سکندر نے اس سے اگلے روز ایران کے شہنشاہ داریوش کی شاہی خیمہ گاہ کا جائزہ لینا شروع کیا اس موقع پر اس کے بہت سے سالار اس کے ہمراہ تھے سکندر اعظم جب ایران کے شہنشاہ داریوش کی شاہی خیمہ گاہ میں داخل ہوا تو دنگ رہ گیا۔

اس لئے کہ وہاں اسے شاہی خیمہ گاہ میں شاہانہ تکلفات دیکھنے کو ملے گو شاہی خیمہ میں اس وقت کوئی پہرے دار موجود نہ تھا اور شامیانوں کا ایک جھنڈ سا بنا ہوا تھا جن کے اندر رنگین فانوسوں کے چراغ جل رہے تھے۔

خیمہ گاہ کے اکثر حصوں پر اعلیٰ درجے کے قالین بچھے ہوئے تھے اس شاہی خیمہ گاہ میں سکندر نے سنگ سلیمانی کا ایک چھوٹا سا حوض دیکھا جو ایران کے شہنشاہ داریوش کے اہل خانہ کے لئے تھا جس کے پانی سے نہایت عمدہ خوشبو آ رہی تھی۔

جس طرح سکندر نے داریوش کے ذاتی حمام میں سونے و چاندی کے برتن دیکھے تھے اس کے اہل خانہ کے سنگ سلیمانی کے حوض کے قریب بھی چاندی کے آفتابے پڑے ہوئے تھے اور جن ڈبوں کے اندر ابٹن رکھا گیا تھا وہ بھی سونے کے تھے ان کے قریب ہی شیشے کے انتہائی قیمتی گلابدان تھے جہاں شاہی خاندان کے لئے سنگ سلیمانی کا حوض بنایا گیا تھا وہاں کچھ تولیئے بھی رکھے گئے تھے۔ سکندر نے ان کا جائزہ لیا وہ ایسے نرم تھے جیسے بطخ کے بچے کے روئیں نرم ہوتے ہیں۔

سکندر نے یہ بھی دیکھا کہ خیمے کے بیچ میں لکڑی کی میزیں لگی ہوئی تھیں جن پر ہاتھی دانت کی نہایت خوبصورت گلکاری کی گئی تھی اس کے علاوہ ان میزوں پر سنہری قابوں میں میوے اور مصالحے دار بھنے ہوئے چنے رکھے ہوئے تھے۔ اس روز سکندر نے اپنے سالاروں کے ساتھ شہنشاہ ایران داریوش کی ان ہی میزوں پر بیٹھ کر کھانا

کھایا۔

میزوں پر کھانا کھاتے ہوئے سکندر کے سالار اور لشکری عجیب سا محسوس کر رہے تھے اس لئے کہ اس اہتمام اور ایسے تکلفات کے ساتھ انہوں نے یونان میں کبھی کھانا نہ کھایا تھا۔ اب وہ دوہری خوشیوں کا شکار ہو رہے تھے۔ ایک تو خوشی ان کو یہ نصیب ہوئی تھی کہ ایسوس کی جنگ میں ہر لشکری کو سونے کی اشرفیاں بھری ہوئی تھیلیاں مل چکی تھیں اور دوسری خوشی یہ کہ وہ انتہائی قیمتی میزوں پر بیٹھ کر سنہری قابوں میں نہایت کھانا کھا رہے تھے۔

اس جنگ نے چونکہ یونانی لشکریوں کو مالا مال کر کے رکھ دیا تھا لہٰذا اس . پہلے یونان کے جن لشکریوں کو بھی سکندر سے شکایات تھیں وہ جاتی رہیں اور اب سب سکندر کو دیوتا قرار دے رہے تھے جو بھی سالار سکندر کے سامنے اسے اس فتح کی مبارکباد دیتا، اس کے ہاتھ چومتا۔

اسی شاہی خیمہ گاہ میں اس وقت سکندر کھانا کھانے کے بعد آہستہ آہستہ شراب پی رہا تھا اور ساتھ ہی اپنے سالاروں کی باتیں بھی سن رہا تھا اور کبھی کبھی وہ اپنے سالاروں کی گفت وشنید سے ہلکے ہلکے قہقہے بھی لگاتا تھا کہ اچانک اس کے کانوں میں کسی کے رونے اور آہ وفغاں کرنے کی صدائیں سنائی دیں۔

سکندر نے یہ آوازیں سن کر ہاتھ میں پکڑا ہوا شراب کا کام میز پر رکھ دیا کسی قدر فکرمند ہو گیا اور پھر اپنے سامنے کھڑے ایک سالار کو مخاطب کر کے اس نے پوچھا۔

''یہ رونے اور آہ وفغاں کرنے کی صدائیں کیسی ہیں؟''

اس پر سکندر کے ایک سالار نے انکشاف کرتے ہوئے اسے بتایا۔

''داریوش کی شاہی خیمہ گاہ میں جہاں اس وقت سکندر اپنے سالاروں اور دوسرے معززین کے ساتھ بیٹھا کھانا کھا رہا تھا اس کے قریب ہی داریوش کے اہل خانہ کا خیمہ بھی موجود ہے اور اس خیمے کے اندر شہنشاہ ایران کی خواتین موجود ہیں انہیں تھوڑی دیر پہلے پتہ چلا ہے کہ داریوش کی ڈھال اور کمان مل گئی ہے لہٰذا یہ خبر سن کر وہ سمجھ رہی ہیں کہ شاید داریوش مارا گیا ہے لہٰذا وہ رو رہی ہیں۔''

اس انکشاف پر سکندر کسی قدر پریشان ہو گیا پھر اپنے سالار کو مخاطب کر کے

کہا۔

''یہ تو کہو کہ ان رونے والی عورتوں میں کون کون ہے؟''

اس پر اس سالار نے پھر انکشاف کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''رونے والی اور آہیں بھرنے والی ان عورتوں میں ایک داریوش کی ماں ہے اس کی ملکہ ہے اس کے علاوہ اس کی دو حسین اور خوبصورت بیٹیوں کے علاوہ ایک شیرخوار بیٹا بھی ہے۔''

''ایران کی ان شاہی خواتین کے پاس جاؤ اور میری طرف سے انہیں پیغام دو ہمارے پاس صرف داریوش کی ڈھال اور کمان ہے جب کہ داریوش خود اپنے جنگی رتھ سے نکل کر گھوڑے پر سوار ہونے کے بعد فرار ہو گیا تھا۔ ان پر یہ بھی انکشاف کرو کہ اس کی جو ڈھال اور کمان ہمیں ملی ہیں وہ اپنے جنگی رتھ میں چھوڑ کر داریوش بھاگا تھا۔ وہ زندہ ہے مرا نہیں ہے۔''

اپنے اس سالار کو سکندر نے یہ بھی حکم دیا کہ۔

''ایران کی ان شاہی خواتین کو جا کر میری طرف سے یقین دلاؤ کہ جس شان و شوکت اور جس عیش وعشرت کے ساتھ وہ پہلے داریوش کے ساتھ زندگی بسر کرتی رہی ہیں اب بھی وہ اسی شان وشوکت سے رہیں گی۔ اگر ان کے ساتھ ملازم ہیں جو ان کی خدمت پر مامور ہیں تو وہ بدستور ان کے ساتھ رہیں گے اور انہیں ان کی تنخواہیں ملتی رہیں گی۔''

سکندر جب یہاں تک کہہ چکا تو وہ خاموش ہو گیا اس لئے کہ اس کا ایک سالار اٹھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ایران کی ان شاہی خواتین کے ساتھ صرف ان کے خدام ہی نہیں بلکہ کچھ خواجہ سرا بھی ہیں جو ان کی خدمت پر مامور ہیں۔''

اس پر سکندر مسکرایا اور کہنے لگا۔

''جس قدر خواجہ سرا ان کی خدمت پر مامور ہیں وہ بدستور ان کی خدمت کرتے رہیں گے اور انہیں بھی پہلے کی طرح ان کی تنخواہیں ہمارے ہاں سے ملتی رہیں گی۔''

سکندر کے ان احکامات سے معلوم ہوتا تھا کہ شاید وہ ایران کے شہنشاہ داریوش کی ماں، اس کی ملکہ، اس کی بیٹیوں اور اس کے شیرخوار بچے کو اپنے ساتھ رکھ کر شاید

فوائد حاصل کرنا چاہتا تھا وہ انہیں یرغمال کے طور پر اپنے ہاں ساری آسائشیں دے شاید داریوش کو اپنے سامنے جھکنے اور اتباع کرنے پر مجبور کر دینا چاہتا تھا۔ بہرحال سکندر نے داریوش کے اہل خانہ کو ہر آسائش مہیا کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

دمشق شہر میں وہ عالی شان حویلی جو ممنون کی تھی اس میں ایک روز ایک کمرے میں اناہیتا اکیلی بیٹھی کمرے میں ادھر ادھر بکھری اشیاء کو سمیٹ رہی تھی کہ کمرے میں اس کی بڑی بہن اور ممنون کی بیوہ برسین داخل ہوئی۔

اپنی بڑی بہن برسین کو دیکھتے ہوئے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چیزیں اناہیتا نے ایک طرف رکھ دیں اور برسین کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ برسین کو دیکھتے ہوئے اناہیتا فکرمند پریشان ہو گئی تھی۔

گو برسین کریٹیز کی وجہ سے اکثر و بیشتر اس سے خفا ہوتی رہتی تھی۔ برہمی کا اظہار کرتی تھی اس کے باوجود اناہیتا دیوانگی کی حد تک اپنی بہن برسین سے محبت کرتی تھی اس لئے کہ ماں باپ کے مرنے کے بعد برسین ہی نے اسے اپنے پاس رکھا اس کی پرورش کی اسے پالا پوسا اس بناء پر وہ برسین کے بغیر رہنے کا تصور بھی نہ کر سکتی تھی۔

اس موقع پر جب اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے برسین کو پریشان اور فکرمندی کی حالت میں دیکھا تو ہاتھ میں پکڑی ہوئی چیزیں اس نے ایک طرف رکھنے کے بعد چند لمحوں تک برسین کی طرف دیکھا پھر آگے بڑھی برسین کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا اس کی ٹھوڑی کے نیچے اپنا ہاتھ لے جاتے ہوئے اس کا چہرہ اوپر کیا ساتھ ہی پھر اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر بڑی محبت میں پوچھنے لگی۔

"میری عزیز و محترم بہن! کیا بات ہے؟ جس طرح آج تم کمرے میں اداس پریشان اور ملول داخل ہوئی ہو اس طرح افسردگی کی حالت میں میں نے تمہیں کبھی نہیں دیکھا کیا بات ہے؟"

برسین نے پہلے خوب زور سے اناہیتا کو اپنے ساتھ لپٹا کر اس کی پیشانی اس کے گالوں پر پیار دیا اس موقع پر اس کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے تھے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھتے ہوئے اناہیتا بیچاری کٹ کر رہ گئی تھی۔

برسین کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے وہ ایک نشست پر جا بیٹھی۔ برسین بھی بیٹھ گئی اور دوبارہ بڑی محبت میں پوچھا۔

"میری بہن! بتاؤ کیا معاملہ ...... آپ کیوں مجھے مزید پریشان کرنا چاہتی ہو؟"

برسین نے اپنی آنکھیں خشک کیں پھر بڑی محبت اور شفقت میں اناہیتا کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہنے لگی۔

"اناہیتا میری عزیز بہن! تمہارے بھائی ممنون کے مرنے کے بعد میں کم از کم اس لحاظ سے مطمئن تھی کہ میں اور تم دونوں بہنیں دمشق میں محفوظ ہیں اور یہ کہ کریٹیز کی صورت میں ہم دونوں بہنوں کا ایک محافظ بھی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں تمہارے بھائی ممنون کے مرنے کی وجہ سے جو دکھ جو غم مجھے پہنچا شاید ایسا دکھ ایسا غم مجھے زندگی بھر نہ ملا ہو اور نہ ملے گا۔ اس کے باوجود میں اس امید پر ہی جی رہی تھی کہ چلو دمشق میں اپنی چھوٹی بہن کے ساتھ میں زندگی کے دن صبر و شکر کے ساتھ کاٹ دوں گی لیکن لگتا ہے اب ایسا نہیں ہوگا۔"

برسین کے ان الفاظ پر اناہیتا چونک سی پڑی فوراً پوچھ لیا۔

"اب کیا ہو گیا میری بہن ...... کیا کوئی انقلاب رونما ہو گیا ہے ...... کیا ہمارے لئے کہیں سے کوئی اور بری خبر آ گئی ہے ......؟"

اس پر برسین دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

"اناہیتا میری بہن! تمہارا اندازہ درست ہے ...... ایک نہیں کئی بری خبریں ہمارے اوپر مسلط کی جا رہی ہیں ...... یاد رکھنا جو حالات ہمارے سامنے آ رہے ہیں وہ ہمارے حق میں اور ہمارے لئے سودمند نہیں ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد برسین رکی اس کے بعد اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"اناہیتا میری بہن! سب سے پہلی اور انتہاء درجہ کی بری خبر یہ ہے کہ ایسوس کے ...ول میں ایران کے شہنشاہ داریوش کو یونان کے حکمران سکندر کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور شکست اٹھا کر داریوش دریائے فرات کے اس پار بھاگ گیا ہے اس جنگ میں داریوش کی ماں، اس کی ملکہ، اس کی بیٹیاں اور ایک چھوٹا بیٹا

گرفتار ہو چکے ہیں۔"

برسین یہیں تک کہنے پائی تھی کہ رک گئی اس لئے کہ یہ خبر سن کر اناہیتا دکھ ا میں پہلی ہو گئی تھی۔ چہرے پر اداسیاں اور ویرانیاں چھا گئی تھیں پھر بڑے دکھ کا اظہا کرتے ہوئے وہ کہنے لگی۔

"یہ ہمارا شہنشاہ داریوش اتنا ہی بزدل اتنا ہی نکما ثابت ہوا کہ ایک نووارد حملہ آور کا مقابلہ نہ کر سکا۔ ایرانی سلطنت اتنی بڑی، اتنی وسیع ہے اس سلطنت کے پاس اس قدر لشکری ہیں جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا اس کے باوجود داریوش شکست اٹھا بھاگ کھڑا ہوا۔ ایسا کر کے اس نے نہ صرف پوری ایرانی قوم کے منہ پر کالک مل د ہے بلکہ اپنے آباؤ اجداد کی عظمت، ان کی سربلندی، ان کی شاندار فتوحات پر بھی ا نے بدنامی کے داغ چسپاں کر کے رکھ دیئے ہیں۔ ایسا حکمران اگر میرے سامنے آ تو میں اس کا منہ نوچ لوں اس کے پاس اتنے بڑے بڑے لشکر ہیں اس کی اتنی وسیع عریض سلطنت ہے اس کے پاس ان گنت وسائل ہیں اس کے باوجود وہ بدنا حکمرانوں کے سامنے سے یوں فرار ہو گیا جیسے وہ جنگ کرنے کا نہ طریقہ جانتا ہو اور ہی اس کے پاس جنگ کرنے کے وسائل ہوں۔ میں سمجھتی ہوں ایسے حکمران تو ......"

اناہیتا اس سے آگے بھی کچھ کہنا چاہتی تھی پر اس کی بات کاٹتے ہوئے برسی بول اٹھی تھی۔

"اناہیتا میری بہن! یہ ایک بری خبر ہے دوسری بری خبر جو میرے لئے اس بھی بدتر ہے وہ یہ کہ کریٹیز کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔"

اس خبر پر اناہیتا کا چہرہ کھل اٹھا تھا آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی تھی ان چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی کچھ دیر تک بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے برسین طرف اس نے دیکھا کہنے لگی۔

"میری بہن! یہ بری خبر تو نہیں ...... میں سمجھتی ہوں یہ تو بہت اچھی خبر ہے اسے گرفتار ہونا چاہیے تھا۔ میں سمجھتی ہوں اسے گرفتار کرنے میں تاخیر سے کام لیا ہے پر آپ نے یہ نہیں بتایا کہ اسے، کس نے گرفتار کیا ...... وہ کیسے گرفتار ہوا اور نے کیا جرم کیا جس کی بنا پر اسے گرفتار کیا گیا۔"

اناہیتا جب خاموش ہوئی تب بے زاری اور غصہ کا اظہار کرتے ہوئے برسین کہنے

"اناہیتا! یونہی سوچے سمجھے بغیر کسی کے خلاف گردان کرنا شروع نہ کر دیا کرو ...... جانتی ہوں تو کریٹیز کے سخت خلاف ہے لیکن اس کی مخالفت کرتے ہوئے میری تجھے کیا ملے گا ...... کیا اس نے بھی کبھی تیری مخالفت کی ہے۔ تو اتنے برے برے اس کے خلاف استعمال کرتی ہے۔ میرے ساتھ کئی بار تیری اس سے ملاقات ہو ہے کیا ایسے غلیظ جملے اس نے بھی تمہارے متعلق استعمال کیے ہیں؟"

یہاں تک کہنے کے بعد برسین رکی اناہیتا کچھ کہنا چاہتی تھی کہ برسین پھر بول

"میں تمہیں دو بری خبریں سنا چکی ہوں اب تیسری بری خبر سنو۔ یونانی حکمران کا ایک سالار دمشق پر حملہ آور ہوا ہے آتے ہی اس نے اپنے بہت بڑے لشکر ساتھ دمشق سے باہر جو لشکر کا مستقر ہے اس کا گھیراؤ کر لیا اور گھیراؤ کرنے کے ہی کریٹیز اور دوسرے سرکردہ سالاروں کو تو گرفتار کر لیا گیا اس کے بعد سکندر کا سالار پارمینو اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہوا۔ دراصل سکندر کا مقابلہ کرنے اور کے مقابل جانے سے پہلے ہمارے شہنشاہ داریوش نے اپنے خزانے کا ایک بہت حصہ دمشق کی طرف روانہ کیا تھا تاکہ خزانہ یہاں پرانے اور قدیم تہہ خانوں میں کر دیا جائے پر لگتا ہے اس خزانے کی خبر یونانیوں کو ہو گئی تھی لہٰذا سکندر کے سالار مینو نے دمشق شہر میں داخل ہونے کے بعد اس خزانے پر بھی قبضہ کر لیا ہے۔

چوتھی خبر یہ ہے کہ یونان کی ایک ریاست تھیبس کا ایک وفد ان دنوں دمشق میں ام کیے ہوئے تھا۔ دراصل یہ وفد ایشیا پر سکندر کے حملہ آور ہونے سے پہلے ہی ایشیا ں داخل ہوا تھا یہ لوگ ہمارے شہنشاہ داریوش کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور ہوں نے التماس کی تھی کہ ایرانی مملکت مقدونیہ کے حکمران سکندر کے خلاف اہل تھیبس کی مدد کرے۔ سکندر کے سالار پارمینو نے تھیبس کے ان سفارتکاروں کو بھی گرفتار کر لیا ہے۔

میں تمہیں چار بری خبریں سنا چکی ہوں اور آخر میں سب سے بری خبر سنانے لگی ہوں اور وہ یہ کہ یونانی سپہ سالار پارمینو کو یہ بھی خبر ہو چکی ہے کہ ممنون کی بیوی اور

بیوی کی بہن نے یہیں قیام کیا ہوا ہے لہٰذا اس نے ہم دونوں کی گرفتاری کا حکم دے دیا ہے شاید تھوڑی دیر تک کچھ مسلح یونانی آئیں اور ہمیں گرفتار کر لیں۔''

برسین کے اس انکشاف پر اناہیتا بے چاری خوف زدہ ہوگئی تھی کانپنے لگی تھی اس کا ہلدی ہوگیا تھا آنکھوں کے اندر دور دور تک ویرانیاں رقص کرنے لگی تھیں خدشات بھری آواز میں وہ اپنی بڑی بہن برسین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''میری بہن! اب کیا ہوگا اگر ان یونانیوں نے ہمیں گرفتار کر لیا تو......''

اس سے آگے کچھ کہتے کہتے اناہیتا رک گئی خوف زدہ ہوگئی تھی۔ مزید لرزنے لگی تھی آخر برسین نے اس کی ہمت بندھائی۔

''تم کچھ کہتے کہتے رک کیوں گئی ہو...... اپنی بات کو مکمل کرو۔''

جواب میں اناہیتا رو دینے والی آواز میں کہنے لگی۔

''میری بہن! اگر یونانیوں نے ہمیں گرفتار کر لیا تو ہمارا انجام دو طرح کا ہوسکتا ہے۔ پہلا یہ کہ یونانی ہمیں سکندر کے سامنے پیش کریں گے تو سکندر خود یا اس کے سالار سب سے پہلے ہماری عزت، ہماری آبرو اور ہماری عفت کو پامال کر کے رکھ دیں گے۔ میری بہن! تمہیں بھی ان کا احساس ہے میں بھی جانتی ہوں کہ ہم دونوں بہنیں انتہاء درجہ کی خوبصورت ہیں اور ہماری خوبصورتی ہی ہمارے لئے مصیبت کا باعث بن سکتی ہے۔

ہمارا دوسرا انجام یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جب سکندر پر یہ انکشاف ہو کہ آپ ایران کے عظیم سپہ سالار اور امیر البحر ممنون کی بیوی اور میں آپ کی بہن ہوں تو ہم دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دینے کا حکم دے دیا جائے۔''

اناہیتا جب رکی تھوڑی دیر کی سوچ بچار کے بعد برسین کہنے لگی۔

''اناہیتا! اس موقع پر اگر تم میری تجویز، میرے صلاح و مشورے پر عمل کرو تو میں خیال کرتی ہوں ہم دونوں بہنیں محفوظ رہ سکتی ہیں۔''

اس پر اناہیتا فوراً جستجو بھرے انداز میں برسین کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھی۔

''میری بہن! اگر آپ کے پاس کوئی ایسی تجویز ہے جس سے ہم دونوں بہنوں کی عزت بچ سکتی ہے اور ہم دونوں کی جان محفوظ ہوسکتی ہے تو بولو میں آپ کی ہر تجویز پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوں۔

جواب میں برسین نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

''میری بہن! اگر یونانیوں نے کریٹیز کو گرفتار کرنے کے بعد اس کا خاتمہ کر دیا میں اور تم اپنے آپ کو حالات کے سپرد کر دیں گی۔ ہماری قسمت اور ہمارے میں جو کچھ لکھا ہوگا اس کا سامنا صبر اور شکر کے ساتھ کر لیں گی۔

لیکن اگر کریٹیز کو موت کے گھاٹ نہ اتارا گیا وہ بچ گیا تو میں سمجھتی ہوں کہ وہ اچھا طریقہ کار ضرور سامنے لائے گا جس کی بنا پر ہم دونوں بہنیں بھی محفوظ ہو ۔ اگر کریٹیز سلامت رہا اور ممنون کی وجہ سے جو میری اور تیری اہمیت ہے اس کو رکھتے ہوئے جب مجھے اور تمہیں دونوں کو یونانی سکندر اعظم کے سامنے پیش تو میرے متعلق تو سب کو خبر ہوگی کہ میں ممنون کی بیوہ ہوں اس لئے میں سمجھتی میرے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کرے گا۔ جب تمہارے متعلق تفصیل جاننے کی کریں تو میری بہن خفا نہ ہونا اس موقع پر تم فوراً کہہ دینا کہ تم کریٹیز کی بیوی اگر ایسا کہو گی تو بچ جاؤ گی ورنہ انتہائی برے حالات سے گزرو گی۔ یونانی سالار رے لوگ تمہیں گدھوں کی طرح نوچیں گے۔''

برسین کے ان الفاظ پر اناہیتا چونکی تھی بے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہنے

''اس جاہل، اس اجڈ، اس کمینے، اس بے غیرت، اس کم ظرف اور رذیل انسان اپنا شوہر تسلیم کر لوں ...... ہرگز نہیں ایسا کبھی نہیں ہوسکتا ...... میں موت کے منہ نا پسند کروں گی لیکن کسی صورت یہ نہیں کہوں گی کہ میں کریٹیز کی بیوی ہوں۔''

کریٹیز سے متعلق اناہیتا مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ایک دم رک گئی اس لئے کہ وہاں اس کمرے کے دروازے پر کریٹیز نمودار ہوا تھا اور مسکراتے ہوئے وہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''تمہیں یہ جملہ کہنے پر کوئی مجبور نہیں کرسکتا جو جملہ میری بہن برسین نے تم سے ہے۔ میں تم دونوں بہنوں کی تھوڑی بہت گفتگو باہر کھڑے ہو کر سن چکا ہوں۔ تم کو فکرمند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں یونانی سالار پارمینو نے مجھے گرفتار کر لیا تھا لیکن اس کا اصل مقصد دمشق سے خزانے کو ل کرنا تھا وہ حاصل کر چکا ہے۔ دمشق پر اس وقت یونانیوں کا قبضہ ہے اور یہاں

سکندر اعظم کے سالار پارمینو نے اپنا حاکم بھی مقرر کر دیا ہے۔
آج شام کے وقت تم دونوں بہنیں تیار رہنا اس لئے کہ یونانی سالار پارمینو اور آپ دونوں کے علاوہ بہت سے سالاروں کو قیدی اور اسیر کی حیثیت سے حکمران سکندر کی طرف لے جائے گا اب یہ معاملہ سکندر کے ہاتھ میں ہے کہ چاہے ہمارے ساتھ سلوک کرے لیکن جب تک آپ دونوں بہنیں باحفاظت و اور احترام کے ساتھ سکندر تک نہیں پہنچ جاتیں اس وقت تک میں تم دونوں کے محا حیثیت سے کام کرتا رہوں گا۔ میں تم دونوں کے ساتھ ہوں گا۔ میرے ساتھ جوان بھی ہوں گے اس سلسلے میں، میں نے یونانی سالار پارمینو سے بات کر لی۔ اس سے یہ بھی کہا ہے کہ ہم کسی قسم کی مزاحمت نہیں کریں گے۔
میں نے اس پر بھی واضح کر دیا ہے کہ ممنون کی بیوی میری بہن ہے اور اس ہمراہ اس کی چھوٹی بہن بھی ہے اگر کسی نے بھی ان دونو کو غلط نیت سے دیکھنا چ کی جان، ان کی عظمت، ان کی عصمت وعفت کو خطرے میں ڈالنا چاہا تو میں جان اپنی زندگی کی پرواہ کیے بغیر اسے کاٹ کر رکھ دوں گا۔ میرے ان الفا جواب میں پارمینو نے میرے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہیں کی وہ مسکرایا تھا ا نے کہا تھا کہ ممنون کی بیوی اور اس کی بہن کو ان کی جان اور عزت دونوں کی دی جاتی ہے اس نے مجھ سے یہ بھی کہا ہے کہ دمشق سے لے کر سکندر کے پا تک مجھے اختیار ہے کہ میں اپنے مسلح جوانوں کے ہمراہ دونوں بہنوں کی حفاظت اب بولیں آپ دونوں کیا کہتی ہیں۔"
یہاں تک کہنے کے بعد کرٹیز جب خاموش ہوا تو کسی قدر پرسکون اندا برسین اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔
"کرٹیز میرے بھائی! اسی طرح دروازے پر کھڑے ہو کر ہی گفتگو کر گے یا اپنی بہن کے پاس کمرے میں داخل ہو کر مزید گفتگو کرو گے۔"
کرٹیز دروازے پر ہی کھڑا رہا پھر بڑی فراخدلی اور بڑی خوشگواری میں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
"میری بہن! میرا یہاں کھڑے رہ کر گفتگو کرنا ہی اچھا ہے۔ آپ جانتی یہاں آپ کے ساتھ میری موجودگی ہمیشہ آپ کی بہن اناہیتا کو گراں گزری

اسے چونکہ میری ذات ہی سے نفرت ہے۔ شروع سے ہی یہ میرے وجود کو قرار دے چکی ہے لہٰذا اس میں اس کا کوئی قصور نہیں۔ اگر میری موجودگی گراں گزرتی ہے تو میں اس کا الزام اسے نہیں دیتا اسے اپنی مرضی کے مطابق عمل ظاہر کرنے کا حق حاصل ہے۔"
یہاں تک کہتے کہتے کرٹیز کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ پہلی بار اناہیتا اس کی دیکھتے ہوئے اور اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔
"اگر گفتگو ہم دونوں بہنوں کی جان وعزت اور عصمت کی حفاظت پر ہونی ہے تو کمرے میں داخل ہو سکتے ہو۔ تمہارا یہاں بیٹھنا اور گفتگو کرنا مجھے گراں نہیں ے گا۔"
اناہیتا کے ان الفاظ پر ہلکا سا تبسم کرٹیز کے چہرے پر نمودار ہوا کمرے میں وہ ہوا۔ ایک نشست پر وہ بیٹھ گیا۔ برسین اور اناہیتا دونوں اس کے سامنے بیٹھ گئی اس کے بعد گفتگو کا آغاز کرٹیز نے کیا تھا۔
"برسین میری بہن! آج شام تک یہاں سے کوچ کیا جائے گا۔ سکندر کے پارمینو کو واپس جانے کی بڑی جلدی ہے۔ وہ دمشق کی طرف اصل میں خزانہ کرنے کے لئے آیا تھا اور اس کا بڑا اور اہم کام بھی یہی تھا جو وہ حاصل کر چکا دارایوش نے جو خزانہ دمشق کی طرف روانہ کیا تھا وہ اس وقت یونانیوں کے قبضے ہے۔ آج شام تک وہ یہ خزانہ اور سارے قیدیوں کو لے کر واپس سکندر کی طرف کر جائے گا۔ ان قیدیوں میں یونان کی ریاست تھیبس سے آنے والا ایک وفد ہے ان سب کو بھی سکندر کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ پارمینو نے یہاں آکر کسی یادتی نہیں کی اور نہ کسی کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ میرے خیال میں اسے ایسا ی نصیحت سکندر نے کی تھی یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان سرزمینوں میں لوگوں سے سلوک کر کے یونانی مقامی لوگوں کے اندر ہردلعزیزی حاصل کرنے کی کوشش ۔ بہرحال معاملہ کچھ بھی ہو میں شام کو پھر آپ دونوں کی طرف آؤں گا۔
میری آمد سے پہلے پہلے آپ دونوں بہنیں اپنا سارا ضروری سامان سمیٹ لیجئے آپ دونوں کے لئے گھوڑے لیتا آؤں گا جن پر سوار ہو کر آپ سفر کریں گی اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس موقع پر میں آپ دونوں بہنوں کو

یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ جب تک میری جان میں جان ہے جب تک میں زندہ
کوئی بھی نہ آپ دونوں کی طرف میلی نگاہ سے دیکھ سکتا ہے نہ آپ دونوں کی جا
خطرے میں ڈال سکتا ہے۔ ہاں! اگر مجھے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تو پھر
دونوں کو اپنے خداوند کے سپرد کر کے کوچ کر جاؤں گا۔"

اس کے ساتھ ہی کرٹیز اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا کہنے لگا۔

"میرے خیال میں آپ دونوں بہنیں تیاری ابھی سے شروع کر دیں ضرو
ہر سامان سمیت لیں اگر آپ دونوں کے پاس ضرورت کا سامان رکھنے کے
خرجینیں نہ ہوں تو میں اس کا اہتمام کرلوں۔" اس پر برسین فوراً بول اٹھی۔

"نہیں بھائی! تمہیں ایسا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے پاس
خرجینیں بہت سی ہیں جن میں ہم دونوں بہنیں اپنا سامان محفوظ کرلیں گی۔ کیا ایسا
نہیں میرے بھائی تم یہاں بیٹھو۔ تینوں اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھائیں گے۔ تمہاری
موجودگی سے مجھے ایک طرح کا حوصلہ ایک طرح کا تحفظ محسوس ہوتا ہے۔"

برسین کے ان الفاظ پر کرٹیز کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا پھر سر
ایک نگاہ اس نے باری باری دونوں بہنوں پر ڈالی پھر برسین کی طرف دیکھتے ہ
کہنے لگا۔

"اگر آپ دونوں بہنیں زحمت اور تکلف محسوس نہ کریں تو کیا آپ دونوں تھ
دیر کے لئے اس کمرے سے باہر تک میرے ساتھ چلیں گی۔"

اس موقع پر اناہیتا سوالیہ سے انداز میں کرٹیز کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ برس
آنکھوں میں بھی جستجو تھی پھر برسین بول پڑی۔

"کیوں خیریت تو ہے میرے بھائی؟"

"آپ میرے ساتھ آئیں۔ میں آپ کو دھوکہ نہیں دوں گا۔"

مسکراتے ہوئے کرٹیز نے کہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ کمرے سے باہر نکلا
برسین اور اناہیتا دونوں اس کے پیچھے پیچھے تھیں دونوں بہنیں جب کمرے
باہر نکلیں تو انہوں نے دیکھا اس کمرے کے علاوہ اس حویلی کے دوسرے کمرو
حویلی کی دیوار اور صدر دروازے تک کے قریب مسلح جوان مستعد کھڑے ہوئے
برسین اور اناہیتا کچھ دیر تک ان مسلح جوانوں کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتی رہیں

کرٹیز نے پھر برسین کو مخاطب کیا۔

"برسین میری بہن! یہ سارے مسلح جوان میرے اپنے ہیں شام تک یہ یہیں
گے۔ تم دونوں بہنوں کی حفاظت کریں گے۔ شام کو میں آؤں گا تم دونوں کو لے
یہاں سے روانہ ہوں گا یہ مسلح جوان بھی ہمارے ساتھ ہوں گے۔ اس کے علاوہ
بہت سے مسلح جوان ہیں جنہیں قیدی بنا لیا گیا ہے اس طرح ہم ایک قافلے کی
ت میں یونانی سپہ سالار پارمینو اور اس کے لشکر کے ساتھ یہاں سے روانہ ہوں

یہ پہلا موقع تھا کہ ان مسلح جوانوں کو اپنی حویلی میں دیکھتے ہوئے اناہیتا نے نہ
ندیدگی کا اظہار کیا تھا بلکہ اس موقع پر اس کے حسین و خوبصورت چہرے اور
خوبصورت لبوں پر ہلکا سا تبسم بھی نمودار ہوا تھا اس کے ساتھ ہی کرٹیز نے مزید
نہ کہا دونوں بہنوں کو الوداع کہا اور پھر وہ حویلی سے نکل گیا تھا۔

برسین کرٹیز کو جاتے ہوئے صدر دروازے تک دیکھتی رہی جب وہ صدر
ازے سے باہر نکل گیا پھر وہ خوش کن انداز میں اپنی بہن اناہیتا کی طرف دیکھتے
ئے کہنے لگی۔

"بھائی ہو تو ایسا ہو۔"

اس کے بعد دونوں بہنیں ایک بار پھر چاروں طرف کھڑے مسلح جوانوں کا جائزہ
کے بعد واپس اپنے کمرے کی طرف چلی گئی تھیں۔

شام کو کرٹیز انہیں لینے کے لئے آیا اس وقت تک وہ دونوں اپنا سامان باندھ کر
ہو چکی تھیں۔ حویلی سے باہر ان کے گھوڑے کھڑے کر دیئے گئے تھے۔ دونوں
نیں کرٹیز کے ساتھ وہاں سے نکلیں۔ جو مسلح جوان وہاں متعین تھے وہ بھی ان کے
اتھ ہو لئے تھے اس کے بعد پارمینو کے لشکر میں وہ دمشق سے سکندر کی طرف کوچ کر
ئے تھے۔

پارمینو کے لشکر کے ساتھ یہ قافلہ رات بھر سفر کرتا رہا اگلے روز سورج طلو ہونے کے تھوڑی دیر بعد ایک کوہستانی سلسلے کے دامن میں پارمینو نے اپنے لشک وہاں پڑاؤ کرنے خیمہ زن ہونے اور آرام کرنے کا مشورہ دیا تھا یہ حکم ملتے ہی آن آن میں وہاں خیمے نصب کر دیئے گئے تھے۔ پڑاؤ قائم ہو گیا تھا۔

دمشق سے روانہ ہونے کے ساتھ ہی کریٹیز نے برسین اور اناہیتا کے ساتھ ہی کیا تھا تاہم کبھی کبھی وہ اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا ان سے علیحدہ ہو کر ادھر اُدھر دوڑ جاتا تھا اور جس وقت پارمینو نے اپنے لشکر کے ساتھ کوہستانی سلسلے کے پاس کرنے کا حکم دیا تھا اس وقت کریٹیز، برسین اور اناہیتا کے ساتھ نہیں تھا۔ وہ دو بہنیں اپنے گھوڑوں پر سوار پریشانی کے عالم میں کھڑی تھیں کہ برسین گھوڑے اتری اس کی طرف دیکھتے ہوئے اناہیتا بھی گھوڑے سے اتر گئی۔ وہ اپنے گھوڑوں باگیں پکڑ کر کھڑی ہو گئی تھیں تاہم کچھ مسلح جوان ان کے ارد گرد ان کی حفاظت لئے ایک حصار ضرور بنائے ہوئے تھے اور برسین اور اناہیتا کو ان کی موجودگی کا احسا بھی تھا اور ان کی وجہ سے وہ مطمئن بھی تھیں۔

پھر اچانک ایک طرف سے کریٹیز اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا جست لگانے انداز میں برسین کے قریب آ کر وہ اپنے گھوڑے سے اترا پھر کہنے لگا۔

"آپ دونوں بہنیں میرے ساتھ آئیں۔"

برسین اور اناہیتا چپ چاپ کریٹیز کے ساتھ ہو لی تھیں۔ تینوں اپنے گھوڑوں باگیں پکڑے ہوئے تھے مسلح جوان ان کے پیچھے پیچھے تھے ایک کافی بڑے خیمے پاس آ کر کریٹیز رک گیا پھر برسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"آپ دونوں بہنیں اس خیمے میں تھوڑی دیر آرام کر لیں۔ گھوڑوں کی با

چھوڑ دیں۔ میں انہیں یہاں کے خیمے کے کھونٹوں کے ساتھ باندھ دیتا ہوں اور ان کے دانے چارے اور پانی کا اہتمام کرتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی گھوڑوں کی باگیں چھوڑ کر برسین اور اناہیتا خیمے میں داخل ہو گئی تھیں کریٹیز کے اشارہ کرنے پر جو مسلح جوان ان کے پیچھے پیچھے آئے تھے انہوں نے گھوڑوں کو خیمے کے کھونٹوں کے ساتھ باندھ دیا تھا گھوڑوں کے ساتھ جو چار پانچ گٹھڑیوں کی صورت میں برسین اور اناہیتا کا سامان تھا وہ مسلح جوانوں نے اتار کر خیمے کے اندر رکھ دیا تھا پھر خیمے کے دروازے پر کریٹیز نمودار ہوا اور برسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"آپ دونوں بہنیں تھوڑی دیر تک ستا لیں میں جاتا ہوں۔ جلد ہی لوٹوں گا آپ دونوں کے لئے کھانا بھی لے کر آؤں گا۔ میرے خیال میں یونانی سالار یہاں زیادہ دیر نہیں رکے گا۔ لشکریوں اور قافلے کو تھوڑی دیر آرام کرنے کا موقع فراہم کرے گا اس کے بعد پھر یہاں سے کوچ ہو گا۔"

اس کے ساتھ ہی کریٹیز جب مڑ کر جانے لگا تب برسین نے پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے روک لیا۔

"بھائی! دمشق سے تو ہم نکل چکے ہیں۔ اب ہم غریب الوطنی کی حالت میں ہیں اور یہاں لے دے کر میرے بھائی ایک تمہارا ساتھ ہے جس کی وجہ سے مجھے اور میری بہن کو ایک طرح کی تقویت اور حوصلہ ہے۔ تم ایسا کرو جب ہمارے کھانے کا انتظام کرو گے تو اپنا کھانا بھی یہیں خیمے میں لے آنا۔ میں چاہتی ہوں کہ ہمارے ساتھ ہی بیٹھ کر تم کھانا کھاؤ۔ کچھ دیر اکٹھے بیٹھ کر باتیں کریں گے۔ اس طرح ہمارا وقت اچھا گزر جائے گا اور یہ جو ہمارے ساتھ مسلح دستے ہیں ان کے بھی کھانے کا اہتمام کر دینا۔"

اس موقع پر کچھ دیر کھڑے ہو کر کریٹیز کچھ سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔

"ان مسلح جوانوں کو تو میں ابھی بھیج دیتا ہوں یہ لشکر گاہ ہی میں کھانا کھا لیں گے۔ اب جب کہ یہاں خیمہ گاہ نصب ہو گئی ہے تو آپ کو کسی قسم کا کوئی خطرہ اور خدشہ نہیں ہے۔ بہرحال آپ میری بہن فکر نہ کریں میں تھوڑی دیر تک کھانا لے کر آتا ہوں۔ جیسا آپ چاہیں گی ایسا ہی ہو گا۔" اس کے ساتھ ہی کریٹیز وہاں سے ہٹ گیا

تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اس کے ساتھ دمشق سے آنے والا اس کا ایک مسلح ساتھی بھی تھا دونوں نے کھانے کے برتن اٹھائے ہوئے تھے کریٹیز کا ساتھی تو برتن رکھ کر گیا جب کہ کریٹیز برسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میری بہن! آپ دونوں کو بھوک لگی ہوگی پہلے کھانا کھالیں۔''

برسین نے کچھ دیر غور سے کریٹیز کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''اگر تم اپنا بھی کھانا ساتھ لائے ہو تو پھر میں تو کھالوں گی اور اگر تم اپنے حصے کا کھانا نہیں لائے صرف ہم دونوں بہنوں کا ہی لائے ہو تو پھر کھانا لے جاؤ میں نہیں کھاؤں گی۔ ہاں اناہیتا کھانا چاہتی ہے تو کھالے۔''

کریٹیز مسکرایا کہنے لگا۔

''آپ فکر نہ کریں میں اپنا کھانا لایا ہوں میں اپنی بہن کے پاس بیٹھ کر کھانا کھاؤں گا۔''

اس پر برسین خوش ہوگئی تھی اس نے اور اناہیتا نے مل کر کھانے کے برتن خیمے کے وسط میں لگائے تینوں نے پہلے مل کر کھانا کھایا کھانے کے برتن برسین نے اٹھائے ایک طرف رکھ دیئے پھر کریٹیز کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''بھائی! اب میں خیمے سے تمہیں نکلنے نہیں دوں گی۔ یہاں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں جب تک ایرانی سپہ سالار پارمینو کا لشکر یہاں سے کوچ نہیں کرتا اس وقت تک یہیں میرے پاس رہو گے۔'' برسین رکی پھر کہنے لگی۔

''اب تم یہ کہو گے کہ یوں چپ چاپ خیمے میں بیٹھ کر وقت کیسے گزرے گا۔ تو جس وقت تم کھانا لینے گئے تھے اس وقت میں نے ایک موضوع سوچا تھا کہ دونوں بہن بھائی خیمے میں بیٹھ کر اس موضوع پر گفتگو کریں گے تو وقت اچھا گزر جائے گا جیسا کہ تم مجھے بتا چکے ہو تم مواحد ہو اور کبھی کبھی تم اپنے آپ کو احناف بھی کہتے رہے ہو بس میں چاہوں گی کہ تم مجھے مواحد کی تفصیل بتانا۔ اکثر و بیشتر میرے شوہر اور میرے پاس بیٹھ کر تم توحید پرستی کا ذکر بھی کیا کرتے تھے۔ میں چاہتی ہوں تم اس موضوع پر میرے ساتھ تفصیل سے گفتگو کرنا جب تم کر چکو گے تب اگر وقت ہوا تو میں تمہیں ایران کے مذہب اور ان کی قدیم رسومات سے متعلق بتاتی رہوں گی اس طرح دونوں

بہن بھائی کا وقت اچھا گزر جائے گا۔''

برسین جب خاموش ہوئی تب آنکھوں ہی آنکھوں میں اناہیتا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے برسین کو مخاطب کرتے ہوئے کریٹیز کہنے لگا۔

''میری بہن! میں آپ کی ہر تجویز سے اتفاق کرتا ہوں اگر آپ اس موضوع پر گفتگو کرنا چاہتی ہیں تو لازم نہیں کہ کوئی دوسرا بھی اس موضوع پر گفتگو سننا پسند کرے لہٰذا آپ کو کسی دوسرے کی دل شکنی کا احساس بھی تو کرنا چاہیے۔''

جواب میں برسین مسکرائی کہنے لگی۔

''میں تمہارا اشارہ سمجھ چکی ہوں اگر تم اناہیتا کا ذکر کرنا چاہتے ہو تو مجھے امید ہے کہ اناہیتا اس معاملے میں اعتراض کھڑا نہیں کرے گی۔ ہاں اگر میری اور تمہاری گفتگو اسے ناپسند ہو تو خیمہ کافی بڑا ہے پیچھے ہٹ کر لیٹ جائے۔ کھانا کھا چکی ہے آرام کرے ہم دونوں بہن بھائی گفتگو کرتے ہوئے وقت گزارتے رہیں گے۔''

اس موقع پر اناہیتا بھی بول اٹھی کہنے لگی۔

''آپ جو چاہیں گفتگو کریں میں نہ مخل ہوں گی نہ دخل اندازی کروں گی۔''

اناہیتا کے ان الفاظ سے برسین خوش ہوگئی تھی کریٹیز کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''اب تم مجھے ان موضوعات پر تھوڑی سی تفصیل ڈالو جن کا میں ذکر کر چکی ہوں۔ اس کے بعد میں تمہیں اپنی طرف سے ایران کے مذہب اور ان کی کچھ رسومات سے متعلق بتاؤں گی اس طرح ہم دونوں بہن بھائی کا وقت اچھا گزر جائے گا۔''

برسین کے خاموش ہونے پر کریٹیز نے کہنا شروع کیا۔

''میری بہن! جیسا کہ میں تمہیں پہلے بتا چکا ہوں میں مواحد ہوں۔ توحید پرست ہوں ہمارا عقیدہ ہے کہ کائنات کا ایک خالق و مالک اور ناظم ہے۔ جسے ہم اللہ کہہ کر پکارتے ہیں توحید یہ ہے کہ جو اس کائنات کا مالک اور اللہ ہے اس کی ذات ہر قسم کے شرک اور دوئی سے پاک ہے۔ وہ یکتا ہے، واحد ہے یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ ایک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کو توحید کہتے ہیں۔''

کریٹیز یہیں تک کہنے پایا تھا کہ برسین بول اٹھی۔

''میرے عزیز بھائی! جس عقیدے کا تم نے ذکر کیا ہے جسے تم توحید کہتے ہو کیا کائنات کے اندر اس کے ثبوت بھی ہیں کہ کائنات کا مالک واحد ہے یکتا ہے؟''

برسین کے اس سوال پر کریٹیز مسکرایا اور کہنے لگا۔

"ہاں اس کے واحد، اس کے لاشریک ہونے کے کئی ثبوت اور دلائل ہیں۔ آپ کے سامنے چند ایک کا ذکر کرتا ہوں۔

میری بہن! مختلف مذاہب میں مذہبی رہنماؤں نے ان گنت دیوتا، ان گنت بنا لئے ہیں کوئی بارش کا خدا ہے کوئی ہریالی کا کوئی زمین و آسمان کا لیکن توحید پر میں ایسا نہیں ہے۔

میری بہن! اس کائنات کو چلانے کے لئے صرف ایک ہی ہستی مناسب ہو ہے اور وہ اللہ ہے کسی بھی نظام کار کے لئے حاکم اعلیٰ کا واحد وغیر منقسم ہونا انتہا کا ضروری ہے ورنہ وہ نظام وہ تنظیم احسن طریقے پر نہیں چل سکتی۔

میری عزیز بہن! انسان برس ہا برس سے اس زمین پر زندگی بسر کر رہا ہے او اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے کہ زمین اور آسمان پوری آہنگی کے ساتھ اپنے اپنے میں لگے ہوئے ہیں اور انسان کی خدمت پر مامور ہیں۔ زمین انسان کے لئے بس طرح بچھی ہوئی ہے۔ آسمان شامیانہ بن کر تنا ہوا ہے پھر آسمان سے پانی برستا زمین اس سے اپنے پھل و اناج پیدا کرتی ہے اور وہ پھل و اناج انسان کے لئے اور بقاء کا ذریعہ بنتے ہیں۔

انسان کبھی کسی وقت بھی کیسے تصور کر سکتا ہے کہ آسمان کا خدا یا دیوتا الگ زمین کا الگ ہو بارش کا کوئی علیحدہ دیوتا ہو پھل لانے والا دوسرا دیوتا ہو۔ مختلف ع کی یہ سازگاری تو صرف اسی وقت ممکن ہے جب ان سب کو ایک ہی کارفرما اور قوت حکمت و رحمت کے ساتھ ایک خاص مقصد کے تحت تصرف میں لانے والی ہو

دوسرا ایک انتہائی اہم پہلو یہ بھی ہے کہ اس کائنات کے مختلف اجزاء کا با تفاوت اور باہمی سازگاری اس بات کی علامت ہیں کہ اس کائنات کا لازم مالک ا ہی ہے۔ آپ دیکھتی ہیں اس کائنات کے سارے اجزاء جیسے زمین و آسمان شب و گرمی و سردی نور و ظلمت حرارت و برودت سب زوجین کا سا اختلاف رکھتے ہیں سب انہی کا سا شدید اتصال بھی رکھتے ہیں۔ تفاوت اور زوجین کا یہ تعلق صرف ا چیزوں میں نہیں بلکہ کائنات کے نظام پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کائنا میں ایک ہمہ گیر تفاوت و سازگاری ہے۔ ہر چیز اپنی ہستی کی بقاء اور اپنے وجو

کے لئے اس بات کی محتاج ہے کہ یہ پورا کارخانہ اس کے لئے سرگرم رہے۔

میری بہن! یہاں میں ایک مثال دیتا ہوں گیہوں کا ایک پودا وجود میں آکر اس تک اپنے کمال کو نہیں پہنچ سکتا جب تک اس کائنات کے تمام عناصر اس کی نگہداشت میں اپنا اپنا حصہ پورا نہ کریں۔ زمین اس کے لئے گہوارہ مہیا کرتی ابر اس کے لئے رطوبت فراہم کرتے ہیں۔ سورج اس کو گرمی پہنچاتا ہے۔ شبنم ٹھنڈک فراہم کرتی ہے۔ ہوائیں اس کو پکنے میں مدد دیتی ہیں اور یہ سب کچھ نظم وضبط کے ساتھ مکمل ہوتا ہے تب گیہوں کا ایک پودا کھیت سے خرمن تک پہنچتا اور ایک پودے کو یہ ساری چیزیں اس وقت تک میسر نہیں آسکتیں جب تک یہ ساری چیزیں کسی ایک ہی مالک کے تحت نہ ہوں اگر یہ مختلف اجزاء، یہ مختلف چیزیں، ہستیوں کے تحت ہوتیں اور مختلف دیوتا یا ہستیاں ان کی مالک ہوتیں تو ان ان کے درمیان باہمی مخالفت کی وجہ سے گیہوں کا پودا اپنے کمال کو پہنچنا تو بہت کی بات یہ کائنات ہی نہ چل سکتی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کریٹیز رکا پھر برسین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میری بہن! اپنے مواحد ہونے، اپنی توحید سے متعلق میں جو کچھ کہہ سکتا تھا یا جو جانتا تھا وہ میں نے کہہ دیا ہے۔ اب تم وقت گزارنے کے لئے ایران کے قدیم اہب سے متعلق کچھ کہو۔"

جواب میں چند لمحوں تک برسین مسکراتی رہی اس موقع پر اناہیتا بھی بڑے غور ان دونوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔ یہاں تک کہ برسین نے گفتگو کا آغاز کیا کہنے

"میرے بھائی! میں تمہاری توحید اور وحدانیت سے انکار نہیں کرتی اس لئے کہ ایران قدیم میں یہاں کے لوگ بھی خالق کائنات کی واحدانیت پر اعتقاد رکھتے تھے اور خالق کائنات کو وہ آہورہ مزدا کہہ کر پکارتے تھے۔ آہورہ مزدا ان کے نزدیک خالق کائنات ہے اپنے اقتدار اور حکومت کو وہ ہمیشہ آہورہ مزدا کی عنایت ہی سمجھا کرتے تھے۔

موجودہ شہنشاہ داریوش کے جد امجد میں سے داریوش اول جسے داریوش اعظم بھی کہتے ہیں اس نے اپنی فتوحات یا کسی کارنامے کی سرگزشت برقرار رکھنے کے لئے

جو کتبے کندہ کرائے اس میں بات بات پر اس نے آہورہ مزدا کا احسان مانا ہے
آہورہ مزدا کا تصور انسانی فہم سے ایک طرح سے بالا خیال کیا جاتا تھا۔ اس بنا پر ا
کی ذات کا احاطہ کرنے کے لئے ایران کے لوگوں نے آگ کو مظہر خداوندی سمجھ
ہوئے اس کی پرستش شروع کر دی تھی۔ اسی غرض کے لئے اہم مقامات پر آتش کدے
بنائے گئے جن کے ساتھ اخراجات پورے کرنے کے لئے جاگیریں بخشی جا
لگیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد برسین رکی کہنے لگی۔

"میرے عزیز بھائی! اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ قدیم ایرانی باشندے آفتاب کے بھی معتقد تھے عہد قدیم کے لوگ آفتاب کی قسم کھاتے تھے اور جنگ اور دوسری ا مہموں کے موقع پر آفتاب ہی سے مدد مانگتے تھے اس زمانے میں آگ اور آفتاب کے علاوہ پانی و ہوا اور روشنی کو بھی مقدس سمجھا جاتا تھا یہاں تک کہ ان عناصر کو بھی خدائی درجہ دے دیا گیا تھا ان سب کے ناموں پر جانوروں کی قربانیاں دی جاتی تھیں جو مغ یعنی آتش پرستوں کے روحانی پیشوا کی موجودگی میں ہوتی تھیں۔ قربانیاں دینے کے لئے ضروری تھا کہ لباس پاک پہنا جائے اور کسی پاک جگہ پر جہاں کی ہوا پاک صاف ہو، قربانیاں دی جاتی تھیں۔ قدیم ایرانیوں کے لئے زمین بڑی مقدس تھی ا اسے آلودہ کرنا ممنوع تھا اس لئے یہ اپنے مُردوں کو موم میں لپیٹ کر زمین میں دفن دیتے تھے۔ یہ موم گویا مردے اور زمین کے مابین حائل ہو جاتی تھی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد برسین رکی پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہنے
لگی۔

"شروع میں ایرانیوں کے ہاں مجسمہ بنانا بالکل ممنوع تھا لیکن ایرانی شہنشاہو اور اُردشیر دراز دست پہلا بادشاہ تھا جس نے یونانیوں کی طرح ایران کی سب سے ا دیوی اناہیتا کا مجسمہ بنایا اور اس کے لئے پہلی مرتبہ معبد بھی بنایا سب کچھ یونانیوں کے اثر کے تحت کیا گیا تھا کیونکہ ان دنوں ایران کے حکمران اکثر و بیشتر یونان پر حملہ آ ہوتے رہتے تھے لہٰذا یونان سے یہ تاثر ایرانیوں کو ملا انہوں نے مجسمہ سازی شروع دی اس طرح ایران کے قدیم مذہب کی اصلی صورت قائم نہ رہی اور رفتہ رفتہ اس بدعتیں بھی شامل ہو گئیں اور ان بدعتوں اور تبدیلیوں کے اکثر و بیشتر ذمہ دار مغ تھے

ب میں غیر ضروری باتیں اپنی طرف سے شامل کر دیا کرتے تھے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد برسین جب رکی تو اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے وبیز بول اٹھا۔

"یہ مغ کون ہوتے ہیں کیا ان سے متعلق میری بہن روشنی نہیں ڈالے گی۔"

جواب میں برسین مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

"دراصل مغ مذہبی پیشوا ہوا کرتے تھے ان کا ایک خاص قبیلہ تھا جس کے سپرد امور ہوتے تھے اس قبیلے کے افراد مغ کہلاتے تھے اور روحانی پیشوا سمجھے جاتے ۔ مغوں کے بغیر کوئی مذہبی رسم ادا نہ کی جاتی تھی کوئی دوسرا شخص مغوں کا پیشہ اختیار کر سکتا تھا۔ البتہ مغ کوئی اور پیشہ اختیار کرنا چاہتے تو ان کے لئے کوئی پابندی نہ "

برسین جب خاموش ہوئی تو بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کریٹیز نے لیا۔

"کیا ایران کی ساری مملکت میں ایک جیسا مذہب رائج تھا؟"

جواب میں برسین نے کچھ سوچا اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر لگی۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ ایران کے موجودہ شاہی خاندان کے بادشاہوں کو کشائی کی آرزو تو تھی لیکن وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ مفتوحہ اقوام کے مذہب کی ت ہر صورت میں برقرار رکھی جائے اس بنا پر پوری ایرانی سلطنت میں ایک جیسا ب نہیں تھا دوسرے مذاہب کے لوگوں کے دین اور مذہب کا بھی پوری طرح ام کیا گیا تھا اس کے علاوہ ان کے مذہب کے ساتھ ساتھ ان کے تمدن کی شان و ت میں بھی کوئی فرق نہ آنے دیا گیا تھا۔

اس شاہی خاندان کے سب سے عظیم بادشاہ کورش اعظم نے ہمیشہ مفتوح اقوام یوتاؤں اور معبدوں کا احترام کیا تھا اس کے فرمانوں میں جہاں معبد کا نام آیا احترام سے ان کا ذکر کیا گیا اور جہاں کہیں بھی معبد تباہ و برباد ہوئے اس نے لی جگہ نئے معبد تیار کروائے اس کے علاوہ اس نے بابل کے مذہبی آداب اور رسومات کو بھی اپنایا۔"

کوروش اعظم کے بعد جب کمبوجیہ ایران کا شہنشاہ بنا تو اس نے مصر میں کچھ عرصہ قیام کیا اور مصر کی ساری رسومات اور عادات کو اس نے نہ صرف احترام کی نگاہ سے دیکھا بلکہ انہیں اپنایا اس کے علاوہ اس خاندان کے حکمرانوں کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے ایشیائے کوچک کے حکمرانوں کو اختیار دیا تھا کہ وہ خود اپنے سکے جاری کریں چنانچہ ایشیائے کوچک کے حکمران اب اپنے سکے خود جاری کرتے تھے اور ان سکوں پر وہ اپنے ہی مقدس دیوتاؤں کی شبیہیں ڈھالتے تھے۔

ایران کے موجودہ شاہی خاندان میں سے صرف ایک بادشاہ زرکسیز تھا جس نے یونان کے شہر ایتھنز کو فتح کر کے آگ لگائی ورنہ کسی شہنشاہ نے آج تک کسی شہر یا معبد کو برباد نہیں کیا اور زرکیسز نے یہ بھی ناحق نہیں کیا اس نے جو ایتھنز شہر کو آگ لگائی اور وہاں جو یونانیوں کے معبد تھے انہیں جلا کر خاکستر کر دیا تو ایک طرح سے ایسا کر کے زرکیسز نے یونانیوں سے انتقام لیا تھا۔ اس لئے کہ کچھ عرصہ پہلے اہل ایتھنز نے سارد کے مقدس جنگل کو آگ لگا دی تھی زرکسیز نے اسی کا انتقام لے کر ایتھنز شہر کو برباد کیا اور وہاں کے معبدوں کو خاکستر بنا کر رکھ دیا۔

ورنہ زرکسیز وہ بادشاہ تھا جس نے ہمیشہ رواداری سے کام لیا اس کی مثال کچھ یوں میں دے سکتی ہوں کہ اہل بابل نے زرکسیز کے خلاف تین مرتبہ بغاوت کی۔ بابل پر وہ حملہ آور ہوا اور اس نے شہر کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا نہ وہاں کے کسی معبد کو اس نے آگ لگائی نہ گرایا بلکہ وہ بابل کے سب سے بڑے دیوتا مرذوک کا بت بابل سے اٹھا کر ایران لے آیا تھا۔ بابل کے حکمران چونکہ اپنے باشاہ کو اپنے سب سے بڑے دیوتا مردوک کا نائب خیال کرتے تھے زرکسیز کا خیال تھا کہ اگر وہ ان کے بڑے دیوتا کو اٹھا کر ایران لے جائے گا تو پھر بابل کے حکمرانوں کی اہمیت کم ہو جائے گی اور بغاوت کے آثار بھی کم رہیں گے۔"

برسین یہیں تک کہنے پائی تھی کہ بڑی برہمی اور بے زاری کا اظہار کرتے ہوئے اناہیتا کہنے لگی۔

"میری بہن! آپ کون سا موضوع لے بیٹھی ہیں۔ چھوڑو اس موضوع کو اس وقت ہم یونانیوں کے قیدی اور اسیر ہیں۔ ہمیں تو یہ سوچنا چاہیے کہ ہمیں اس اسیری اور قید سے کیسے نجات حاصل کرنی چاہیے اور یہ کہ جب یونانیوں کا یہ سالار پارمینو

سکندر کے سامنے پیش کرے گا تو ہمارا کیا انجام ہوگا؟"

اناہیتا کے ان الفاظ پر برسین بھی کسی قدر فکر مند ہو گئی تھی اس موقع پر کریٹیز اٹھا اور کہنے لگا۔

"یونانی لشکر کے یہاں سے کوچ کرنے سے پہلے مجھے چند کام نمٹانے ہیں لہٰذا میں کوچ کے وقت میں پھر آؤں گا۔"

اس کے بعد ہی کریٹیز وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔

پارمینو نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں زیادہ دیر قیام نہ کیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے وہاں سب کو ستانے کا موقع دیا اس کے بعد وہاں سے کوچ کر کے اس نے اربیلا کے میدانوں کا رخ کیا تھا جہاں ابھی تک سکندر اعظم نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔

پارمینو ایک روز اپنے لشکر اور دمشق سے ملنے والے سارے خزانے اور قیدیوں کو لے کر اربیلا کے میدانوں میں پہنچا۔ اس نے دمشق سے ملنے والا خزانہ جب سکندر کے سامنے پیش کیا تو اس خزانے کو دیکھ کر سکندر کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا تھا اس لئے کہ اتنا بڑا خزانہ اس سے پہلے سکندر نے یونان میں کبھی نہ دیکھا تھا پہلے دمشق سے ملنے والی خزانے کی ان ساری اشیاء کو سنبھالنے کا اہتمام کیا گیا۔ اس وقت سکندر کے لشکر کا پڑاؤ وہاں ایک گول دائرے کی صورت میں تھا جس کے درمیان میں کافی کھلی وسیع جگہ چھوڑ دی گئی تھی دمشق سے برسین اور اناہیتا سمیت جو قیدی لائے گئے تھے جو مسلح جوان بھی گرفتار ہوئے تھے ان سب کے لئے بھی خیمے اسی میدان کے گرد لگا دیئے گئے تھے۔ اس کے بعد سکندر نے اپنے سالار پارمینو کو اپنے پاس بلا لیا تھا اور وہ دمشق سے لائے جانے والے قیدیوں سے متعلق اس سے تفصیل جاننے لگا تھا۔

اس دوران کریٹیز اس خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا جس خیمے کے اندر برسین اور اناہیتا کو رکھا تھا اسے دیکھتے ہی برسین مسکرائی اور کہنے لگی۔

"کریٹیز میرے بھائی! تم بڑے اچھے وقت پر آئے ہو میں تمہارے متعلق بڑی فکر مند ہو رہی تھی کہ تم ہمیں چھوڑ کر کہاں چلے گئے ہو ...... دیکھو! یہ بڑا کڑا وقت

ہے۔ میرے بھائی! یہیں ہم دونوں بہنوں کے پاس رہو ...... ہمیں چھوڑ کر نہ جانے یہ یونانی ہمیں اپنے حکمران سکندر کے سامنے پیش کرتے بھی ہیں یا نہیں ویسے ہی ہماری گردنیں مار دینے کا حکم دے دیتا ہے ...... ان حالات میں ہمارے ساتھ ہو گے تو میرے بھائی! موت سے بغل گیر ہوتے ہوئے بھی ہم اذیت محسوس نہ کریں گی۔''

برسین جب خاموش ہوئی تب بڑے پرسکون انداز میں کریٹیز کہنے لگا۔

''میری بہن! میں جس خدائے واحد پر ایمان رکھتا ہوں زندگی اور موت اس کے ہاتھ میں ہے۔ اگر میری اور آپ لوگوں کی موت ایسوس کے انہی میدانوں میں ہوئی ہے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اس موت کو ٹال نہیں سکتی اور اگر ہمارے مقدر خدائے واحد نے زندگی کے ابھی اور چند ماہ و سال بھی رکھے ہوئے ہیں تو سکندر اس سے بڑا کوئی جابر اور ستم گر حکمران بھی زندگی کے وہ دن ہم سے چھین نہیں سکتا میری بہن! تمہیں پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے یہاں دونوں بہنوں کے خیمے کے گرد میں نے اپنے چند مسلح ساتھیوں کو مقرر کیا ہوا ہے۔ میرے ساتھ دمشق سے آئے ہوئے ہیں وہ تم دونوں بہنوں کے خیمے کے گرد منڈلا رہیں گے اس لئے اپنی حفاظت کی طرف سے تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں اس کے علاوہ میں یہاں ہوں اب چونکہ قیدی اور اسیر کی حیثیت سے یہاں آ گئے تو جو بیتے گی مل کر اسے برداشت کریں گے۔''

کریٹیز کی اس گفتگو کا جواب برسین دینا ہی چاہتی تھی کہ عین اسی لمحہ خیمے دروازے پر ایک مسلح یونانی نمودار ہوا وہ شاید ان یونانی لشکریوں میں سے ایک تھا پارمینو کے ساتھ دمشق کی طرف گئے تھے اس لئے کہ وہ کریٹیز کو پہچانتا تھا خیمے دروازے پر آتے ہی کریٹیز کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تمہیں ہمارے حکمران سکندر نے طلب کیا ہے میرے ساتھ چلو۔''

اس یونانی کے ان الفاظ پر انا بیتا تو گہری سوچوں میں کھو گئی تھی تاہم برسین بیچاری کا رنگ ہلدی ہو کر رہ گیا تھا۔ کپکپانے لگی تھی، فکرمند اور پریشان ہو گئی تھی کہ کریٹیز کے لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا بڑے پیارے انداز میں اس نے اپنا برسین کے سر پر رکھا کہنے لگا۔

''میں ابھی آتا ہوں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔''

اس کے ساتھ ہی وہ خیمے سے نکلا اور اس مسلح یونانی کے ساتھ ہو لیا تھا۔

ایک انتہائی شاندار خیمے کے سامنے وہ مسلح یونانی رک گیا اور کریٹیز کو مخاطب کر کہنے لگا

''خیمے کے اندر چلے جاؤ۔''

کریٹیز خیمے میں داخل ہوا اندر صرف دو اشخاص بیٹھے ہوئے تھے ایک سکندر دوسرا اور پارمینو ان دونوں کے سامنے کریٹیز جا کر کھڑا ہو گیا تھا سکندر نے ہاتھ اشارے سے نشست پر اسے بیٹھنے کے لئے کہا۔

سکندر کے کہنے پر کریٹیز فوراً اس نشست پر بیٹھ گیا اور جلد ہی اٹھ کر پھر سکندر سامنے کھڑا ہو گیا۔

اس موقع پر سکندر نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''کیا ہوا تم بیٹھ کر فوراً اٹھ کھڑے ہوئے ہو؟''

جواب میں کریٹیز کہنے لگا۔

''بیٹھنا میرا فرض تھا آپ نے مجھے بیٹھنے کا حکم دیا تھا میں نے آپ کے حکم کی کر دی میں بیٹھ گیا۔ حکم کی تعمیل نہ کرنا سرکشی اور بغاوت ہوتی ہے۔ میں ایسے ت کو پسند نہیں کرتا آپ کے حکم کی تعمیل میں نے کر دی بیٹھنے کے بعد کھڑا اس لئے ہو گیا ہوں کہ آپ کے سامنے مجھے ایک اسیر اور قیدی کی حیثیت سے پیش کیا گیا س حیثیت سے میں ایک ملزم ہوں اور ملزم کی حیثیت سے میں آپ کے سامنے رہ کر ہی ان باتوں کا جواب دینا چاہوں گا جو آپ مجھ سے پوچھیں گے۔''

سکندر کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

''تم خاصے دلچسپ اور کام کے آدمی لگتے ہو بہرحال تم اگر میری باتوں کا جواب ے رہ کر دینا چاہتے ہو تو یوں ہی سہی جو کچھ میں پوچھنا چاہتا ہوں اگر ان سب کا تم نے مثبت دیا تو تمہاری حیثیت ملزم کی سی نہیں رہے گی۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ نام انی کریٹیز ہے۔''

''جی ہاں! میرا نام انی کریٹیز ہے۔'' اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے اس نے دیا تھا۔

"مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ایران کے شہنشاہ داریوش کے لشکر میں جو یونانی ایک بہت بڑا لشکر ہوا کرتا تھا تمہارا باپ اس یونانی لشکر کا سالار اعلیٰ ہوا کرتا تھا ایران کے شہنشاہ داریوش سے کچھ معاملات میں اختلاف کے باعث وہ لشکریوں کی سالاری چھوڑ کر اپنے قبیلے میں عرب کے ریگزاروں کی طرف چلا گیا اور بعد داریوش یا اس کے کسی نمائندے نے اپنے کارندوں کے ہاتھوں تمہارے ماں باپ قتل بھی کرا دیا۔ کیا یہ درست ہے؟"

کریٹیز نے پھر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا تھا۔

سکندر نے پھر بولنا شروع کیا۔

"میرے ایشیا میں داخل ہونے سے پہلے میرا یہ سالار پارمینو اپنے ایک نا کالاس کے ساتھ ایشیائے کوچک میں داخل ہوا تھا۔ ایران کے شہنشاہ نے ممنون تمہیں پارمینو اور کالاس کا مقابلہ کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ ممنون کی شجاعت کا معترف ہوں بڑا اچھا انسان تھا میں نے سنا ہے کہ ممنون نے تمہیں کالاس کا مقا کرنے کے لئے بھیجا تھا اور تم نے کالاس کو شکست دی تھی۔"

لمحہ بھر کے لئے کریٹیز نے گہری نگاہوں سے سکندر کا جائزہ لیا پھر کہنے لگا۔

"مجھے جھوٹ کہنے کی عادت نہیں ہے نہ ہی میں جھوٹ بولوں گا۔ ممنون نے آپ کا سالار کالاس پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا تھا جو میں نے حکم کی تعمیل کی کالا حملہ آور ہوا اور اس کو شکست دی۔ اگر یہ جرم ہے تو میں اس جرم کو تسلیم کرتا ہو یونانیوں کے عظیم حکمران! میں ایک صحرا نشین اور بدو ہوں۔ عرب کے ا ریگزاروں کے اندر ہم لوگ زندگی کو اتنی اہمیت نہیں دیتے اس کے علاوہ میں اس کو ادھار خیال کرتا ہوں میرے خداوند قدوس نے میرے مقدر میں میری عمر کے ماہ و سال لکھے ہوئے ہیں وہ میں نے ہر حال میں پورے کرنے ہیں۔ اگر زیست کے ماہ و سال آپ کے حکم کے تابع ہیں اور آپ کے حکم سے ہی وہ ختم ہو ہیں تو میری زندگی کو کوئی بڑھا نہیں سکتا اور اگر میرے خدا نے ابھی میرے مقدر اور جینا بھی لکھا ہوا ہے تو پھر زبردستی کوئی مجھ پر موت بھی طاری نہیں کر سکتا۔"

سکندر پھر مسکرایا کہنے لگا۔

"تمہاری یہ بات بھی مجھے بہت پسند آئی ہے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی اس کے بعد سکندر نے پھر کریٹیز کو مخاطب کیا۔

"مجھے بتایا گیا ہے کہ تم کسی دیوی، دیوتا کو تسلیم نہیں کرتے کائنات کے ایک ک مانتے ہو۔ پارمینو نے مجھے بتایا ہے کہ تم مواحد ہو وحدانیت کے پیروکار ہو اس ئی کچھ روشنی ڈالو گے۔"

ریٹیز کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا کہنے لگا۔

"اس سے پہلے اس موضوع پر آپ کے سالار محترم پارمینو سے دمشق میں میری ا کے ساتھ گفتگو ہوئی تھی۔ میرے خیال میں اس موضوع پر اسی نے آپ سے ا ہے۔ بہرحال جس وحدانیت اور کائنات کے مالک کی جس یکتائی کا ذکر میں ا تھا وہ کوئی نئی تو نہیں ہے اس مالک کی یکتائی کے قائل یہودی بھی ہیں۔ بے رے گروہ بھی اس کی یکتائی کے قائل ہیں بلکہ یہ وحدانیت خود تم یونانیوں کے ا ہے۔"

کریٹیز کے ان الفاظ پر سکندر چونکا تھا عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھتے کہنے لگا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو...... ہمارے ہاں کون سی وحدانیت اور کائنات کے مالک ائی ہے ذرا تفصیل سے کہو تاکہ میں بھی جانوں۔"

سکندر جب خاموش ہوا تب کریٹیز کہنے لگا۔

"یونانیوں کے عظیم حکمران! قدیم یونانیوں میں بت پرستی اپنے عروج پر تھی بے ی دیوتاؤں کو حاجت روا بنا رکھا تھا اور یہ عقیدہ یونانیوں کے ہاں کئی سو برس ورش پا رہا تھا آخر اس عقیدے پر سب سے پہلی ضرب سقراط نے لگائی۔ میں و یونان کی سب سے بڑی معلم شخصیت اور حکمت کا نمائندہ خیال کرتا ہوں اس ی دیوتاؤں کے وجود کو ٹھکرایا کائنات کے ناظم کی طرف لوگوں کی رہنمائی کی کام کی تکمیل افلاطون نے کی۔ آپ کو ماننا پڑے گا کہ سقراط نے قدیم یونانی ی مذہب سے بغاوت کی تھی اور یونان کے اندر خاص توحید کا علم بلند کیا تھا اور ی اس حق گوئی کی سزا زہر کا پیالہ پینے کی صورت میں وصول کرنا پڑی۔

ونان کے عظیم شہنشاہ! سقراط کے بعد اس کے لائق شاگرد افلاطون نے اس کے آگے بڑھایا اور باقاعدہ توحید کو اس نے ایک نمایاں حیثیت دی۔ افلاطون کے

تصور کے مطابق خدا مادے سے الگ اور واحد شخصیت رکھتا ہے۔ مجھے یہ بھی
ہے کہ ارسطو آپ کا استاد ہے اگر آپ نے اس کے حقائق کو پڑھا ہو تو ارسطو
بھی قدیم یونانی دیومالائی مذہب کو رد کرتے ہوئے خدائے واحد کو کائنات کا ما
ناظم قرار دیا ہے اور اسے اس نے عقلِ اول اور عقلِ فعال کا نام دیا ہے۔"

کریٹیز جب خاموش ہوا تب کچھ دیر تک عجیب سے جستجو بھرے انداز م
اس کی طرف دیکھتا رہا پھر توصیفی سے انداز میں کہنے لگا۔

"تو تم گویا میرے استاد ارسطو سے متعلق بھی بہت کچھ جانتے ہو۔
تمہاری یہ ساری گفتگو بھی مجھے پسند آئی اب یہ کہو کہ کیا تم تیغ زنی فن میں بھی
مہارت رکھتے ہو جس مہارت کی گفتگو تم نے ابھی میرے سامنے کی ہے۔"

اس موقع پر کریٹیز کی چھاتی تن گئی کہنے لگا۔

"یونانیوں کے بادشاہ! میرا تعلق صحرائی عرب کے بدوی قبائل سے ہے ا
کے ان صحراؤں میں ہم جیسے لوگوں کو باپ کے ورثے سے تلوار کے علاوہ کچھ
اگر آپ مجھے تیغ زنی میں آزمانا چاہیں تو میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔"

اس موقع پر سکندر نے اپنے سالار پارمینو کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"پارمینو جن دو خواتین کا تم نے ذکر کیا ہے جن میں سے ایک ممنون کی
دوسری اس کی بہن ہے انہیں میں بعد میں دیکھنا پسند کروں گا۔ پہلے اس کے
اہتمام کرو لشکریوں سے کہو کہ خیمہ گاہ کے درمیان جو دائرہ ہے اس کے ارد گر
جائیں اور اس کریٹیز کا تیغ زنی کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے سالار لیوٹس کو ت

پارمینو کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا کریٹیز کو مخاطب کر کے کہنے

"تمہارے پاس اپنے ہتھیار ہیں یا میں ان کا بھی اہتمام کروں۔"

اس پر کریٹیز اٹھ کر کھڑا ہوا کہنے لگا۔

"آپ نے جس سے میرا مقابلہ کرانا ہے اسے تیار کریں مجھے اپنے
طرف جانے کی اجازت دیں تاکہ میں وہاں سے اپنی تلوار اور ڈھال لے لوں

جب سکندر نے مسکراتے ہوئے اسے ایسا کرنے کی اجازت دے دی
کریٹیز خیمے سے نکلا اس کے ساتھ ہی پارمینو بھی سکندر کے خیمے سے نکل گیا تھ
تھوڑی دیر بعد یونانی لشکری اپنی خیمہ گاہ کے درمیان میں جو کھلا اور وسیع

ارد گرد جمع ہونا شروع ہو گئے تھے یہ ہلچل دیکھتے ہوئے اپنے خیمے میں برسین
ہو گئی تھی۔ اناہیتا کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"اناہیتا میری بہن! دیکھ یہ یونانی لشکری سارے اپنی خیمہ گاہوں سے باہر نکل کر
گول دائرے کی شکل میں جمع ہو رہے ہیں کہیں ایسا تو نہیں کہ دمشق سے لائے
والے قیدیوں کو اس گول دائرے کے اندر کھڑا کر کے ذلیل و خوار کیا جائے۔"

برسین کی اس گفتگو سے اناہیتا پریشان ہو گئی تھی چہرہ اس کا پیلا پڑ گیا تھا خیمے کے
ے کے قریب کھڑے ہو کر برسین کی طرح وہ بھی باہر دیکھنے لگی تھی۔

اس موقع پر برسین کو کچھ خیال گزرا کریٹیز نے جو مسلح جوان ان دونوں کی
ت کے لئے خیمے کے ارد گرد مقرر کیے تھے اس نے خیمے سے باہر نکل کر ان میں
ایک کو بلایا جب وہ خیمے کے دروازے پر آیا تب اسے مخاطب کر کے برسین نے
ا۔

"یہ یونانی لشکر میں جو ہلچل مچی ہوئی ہے بہت سارے لشکری ایک وسیع گول
ے کی شکل میں جمع ہو رہے ہیں یہ کیا ہونے والا ہے؟"

اس پر وہ مسلح جوان پرسکون انداز میں کہنے لگا۔

"خانم! آپ کو فکرمند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے یونانی حکمران
ر نے کریٹیز کو اپنے پاس بلایا تھا اس کے خیمے میں کریٹیز کے ساتھ سکندر کی کیا
و ہوئی یہ تو ہمیں پتہ نہیں کریٹیز اپنے خیمے میں آ گیا ہے اپنے آپ کو مسلح کر رہا
جب ہم نے پوچھا تو پتہ چلا کہ ایک یونانی سالار سے اس کا تیغ زنی کا مقابلہ ہو

اس مسلح جوان کے ان الفاظ پر برسین فکرمند ہو گئی تھی کہنے لگی۔

"کیا کریٹیز کو سزا دینے کے لئے ایسا کیا جا رہا ہے اگر اس مقابلے کے دوران
وں نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا تو ہم تو بے موت ہی مر جائیں گی۔"

اس کے ساتھ ہی وہ مسلح جوان وہاں سے ہٹ گیا تھا برسین اور اناہیتا دونوں بے
ں اپنے چہروں کو ڈھانپے دروازے کی اوٹ میں رہتے ہوئے باہر کا منظر دیکھنے لگی
ا۔

دوسری طرف کریٹیز اپنے خیمے میں اپنے آپ کو مسلح کر چکا تھا۔ اس نے سر پر

خود، جسم پر زرہ پہن لی تھی اپنی ڈھال و تلوار بھی سنبھال لی تھی ایسے میں
دروازے پر پارمینو نمودار ہوا۔
اسے دیکھتے ہی کریٹیز خیمے کے دروازے کی طرف بڑھا اس موقع پر
قدر ہمدردی میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔
"کریٹیز! جس یونانی سالار سے تمہارا مقابلہ ہوگا اس کا نام لیوٹس
وقت تیار ہو کر میدان میں پہنچ چکا ہے میں ابھی ابھی سکندر کے پاس سے آ
مت خیال کرنا کہ تمہارا تیغ زنی کا مقابلہ سزا کے طور پر کرایا جا رہا ہے سکندر
خاص طور پر واضح کر دیا ہے کہ اس تیغ زنی کے مقابلے کے بعد ہی وہ تمہیں
میں شامل کر کے تمہارے لئے کسی منصب کا تعین کرے گا۔ اب جلدی کرو
کے مقابلے کا منصف مجھے مقرر کیا گیا ہے۔ لیوٹس میدان کے وسط میں پہنچ
میں بھی جاتا ہوں تم میرے پیچھے پیچھے ادھر ہی آؤ۔"
اس کے ساتھ ہی پارمینو وہاں سے ہٹ گیا تھوڑی دیر بعد کریٹیز بھی
سے نکلا میدان کے وسطی حصے میں جانے کی بجائے وہ سیدھا برسین اور اناہیتا
کی طرف آیا دونوں بہنیں دروازے پر کھڑی تھیں کریٹیز کو جنگی لباس میں دیکھ
برسین بے چاری پریشان و فکرمند اور بے چین سی ہو کر رہ گئی تھی۔
جونہی کریٹیز قریب آیا انتہائی فکرمندی میں بڑی تشویش کا اظہار کرتے
بول اٹھی۔
"کریٹیز میرے بھائی! کیا معاملہ ہے ...... یہ تمہیں تیغ زنی کے مقابلے
کیوں تیار کیا گیا ہے ...... کیا ہمارے لئے کوئی سزا تجویز کی جا رہی ہے ......؟
اس موقع پر کریٹیز آگے بڑھا بڑے پیارے انداز میں اس نے اپنا ہا
کے سر پر رکھا کہنے لگا۔
"میری عزیز بہن! تمہیں میرے متعلق پریشان اور فکرمند ہونے کی ضر
ہے۔ سکندر میری گفتگو سے متاثر ہوا ہے وہ مجھے اپنے لشکر میں شامل کرنا چ
اس تیغ زنی کے مقابلے کے بعد ہی وہ اپنے لشکر میں میرے لئے کسی منصب
کرے گا۔
برسین میری بہن! میرے ماں باپ مارے جا چکے ہیں۔ اب تم ہی

ہو۔ میں مقابلے پر اترتا ہوں میرے لئے دعا کرنا۔" اس کے ساتھ ہی کریٹیز
سے ہٹ گیا تھا۔
تھوڑا سا ایک طرف جا کر دو خیموں کے درمیان کھڑا ہو گیا تھا اس کی اس حرکت
چہروں کو ڈھانپ کر برسین اور اناہیتا بڑے غور سے اس کی طرف دیکھنے لگی
دو خیموں کے بیچ میں آ کر کریٹیز نے پہلے کعبہ کی سمت کا تعین کیا اس کے بعد
لے لئے اس نے آسمان کی طرف دیکھا اس موقع پر اس کے چہرے پر ہلکا سا
پھر گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھا سجدہ ریز ہوا اس کے بعد انتہائی عاجزی و
میں وہ کہہ رہا تھا۔
"اے دونوں جہان کے پالنے والے تو ہی زندگی کی کراہوں کے اضطراب کو
نجاتی ردا عطا کرتا ہے تو ہی خزاں رسیدہ زخموں کی کائنات میں بہاروں کے
رتے گلستان کھڑے کرتا ہے۔
میرے مالک! تو ہی تند موجوں کے خونی دھاروں اور رگ رگ میں تلاطم برپا
سمندر میں کشتیوں کو رواں دواں رکھتا ہے۔
میرے اللہ! میرے مالک! یہ کوکب و قلزم، یہ زمین و آسمان، یہ شمس و قمر، یہ
و حکمت اور جاہ و جلال رکھنے والے کوہسار سب تیرے کن کا کمال ہیں۔
مالک گزرتے وقت کے پیمانوں میں تو ہی فطرت کے دستور لازوال کو جاری
ہے۔ میرے اللہ! میں تیرا انتہائی عاجز بندہ اور اطاعت گزار غلام ہوں۔ امتحان
موقع پر میری مدد فرما۔
میرے اللہ! تو دلوں کے بھید جانتا ہے۔ تو جانتا ہے تیری اطاعت ہی میری
کا مہتابی عکس ہے۔ تیری وحدانیت میری انگشتری کا نگ ہے تیری توصیف
نفس کے نغموں کا تسلسل ہے۔ تیری عبادت میری پیاس کا صحرا ہے۔ میرے
تو چاہے تو خوابوں کو حقیقت کر دے تو چاہے تو ایک ہی ٹھوکر سے نفرت کو محبت،
ستان، آہوں کو خوشیوں، زوال کو معراج اور ظلمت کو روشنی میں تبدیل کر دے۔
کائنات کے مالک! اپنی ذات کے تقدس کے صدقے میں کعبہ کی حرمت آنے
رسول عربی (ﷺ) کی عظمت لوح و قلم کی تقدس اور اپنی ذات و جلال و جمال
کے صدقے میں میرے اللہ، میرے مالک! میری مدد فرما۔ میرے اللہ! میں

ایک امتحان سے گزرنے والا ہوں۔ مقابلے کے میدان میں اترنے لگا ہوں اے اللہ وقت کی آندھیوں کے غبار زیست کے منجدھار میں مجھے کامران رکھنا۔ ویرانے کے گوشوں میں مجھے فوزمندی طا کرنا۔ مسافت زندگی کے لمحوں میں سرخ امتحان کے تپتے صحراؤں میں میرے اللہ مجھے کامیابی عطا کرنا۔"

انی کریٹیز کے یہ الفاظ برسین اور اناہیتا نے بھی سنے تھے۔ اناہیتا تو افسردہ ہوگئی تھی لیکن برسین دھاروں دھار سسک سسک کر رو رہی تھی۔ جاری اپنی آنکھیں خشک کرتے ہوئے ہونٹ کاٹتے ہوئے کریٹیز کی طرف دیکھ جب کہ اداس افسردہ سے انداز میں اناہیتا اپنی بہن برسین کی طرف دیکھے جا رہی

ایسے میں کریٹیز اٹھ کھڑا ہوا برسین نے دیکھا اس کی آنکھیں بھیگی ہو دونوں خیموں کے بیچ میں سے وہ باہر آیا اس سمت بڑھا جہاں گول دائرے کی میں ان گنت یونانی لشکری کھڑے ہوئے تھے ان کے بیچ میں سے ہوتا ہو میدان میں اترا اب وہ میدان کے وسطی حصے کی طرف بڑھنے لگا تھا جہاں یونا پارمینو کے ساتھ یونانیوں کا سالار لیوٹس کھڑا تھا جس کے ساتھ کریٹیز کا تیغ مقابلہ ہونا تھا۔

اس موقع پر برسین اور اناہیتا دونوں ابھی تک اپنے خیمے کے دروازے کھڑی ہوئی تھیں۔ کچھ دیر برسین گہری سوچوں میں ڈوبی کچھ سوچتی رہی۔ اپنی آنکھوں کو اس نے صاف کرلیا تھا چہرہ بھی پونچھ لیا تھا پھر اچانک اسے کوئی خیا اپنی چھوٹی بہن نابیتا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"اناہیتا میری بہن! اگر تو برا نہ مانے تو کیا ہم بھی خیمے سے باہر نکل کر مقابلہ نہ دیکھیں وہ بائیں طرف سامنے دیکھو وہاں بہت سی عورتیں کھڑی ہیں۔ وہ عورتیں بھی ہیں جو دمشق سے لائی گئی ہیں۔ جو عورتیں یونانیوں کے ہاں ہیں یونانی ہیں وہ بھی وہاں کھڑی ہیں اگر ہم اپنے چہروں کو ڈھانپ کر وہاں کھڑ کریٹیز کا مقابلہ دیکھیں تو کوئی حرج تو نہیں ہے۔"

پھر برسین کو کوئی خیال گزرا اناہیتا کے جواب کا انتظار کیے بغیر دوبارہ بولی

"پر مجھے تم سے یہ جملہ نہیں کہنا چاہیے تھا میں جانتی ہوں تو اس سے ا کرتی ہے جس کی کوئی حد نہیں لیکن میری بہن تو یہ بھی جانتی ہے میں اسے ا

چکی ہوں اور میں اس سے ایسی محبت کرتی ہوں جس کی کوئی اتھاہ جس کا کوئی شمار نہیں ہے اگر تو میرے ساتھ نہیں جانا چاہتی تو تو خیمے ہی میں رہ۔ میں اپنا چہرہ ڈھانپ کر اپنے بھائی کا تیغ زنی کا مقابلہ ضرور دیکھوں گی۔"

اس موقع پر اناہیتا نے برسین کے ان الفاظ کا کوئی جواب نہ دیا تھا پھر اس کے دیکھتے ہی دیکھتے برسین نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا جسم کو بھی خوب چھپا لیا ایک موٹی اور بڑی شال اس نے اپنے اوپر لے لی صرف آنکھیں ننگی رہنے دیں اس کے بعد وہ خیمے سے نکلی اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے اناہیتا بھی بڑی تیزی سے حرکت میں آئی، خیمے میں پڑی ہوئی ایک شال اس نے بھی اٹھائی اپنا جسم اپنا چہرہ برسین ہی کی طرف اس نے ڈھانپ لیا صرف آنکھیں ننگی رکھیں اس کے بعد دونوں بہنیں آگے پیچھے خیمے سے نکل کر آگے بڑھیں اور ان عورتوں کے بیچ میں جا کر کھڑی ہو گئی تھیں جو تیغ زنی کا مقابلہ دیکھنے کے لئے جمع ہو چکی تھیں۔

میدان کے وسطی حصے میں آگے بڑھتے ہوئے کرٹیز جب اس جگہ پہنچا جہاں پارمینو اور لیوٹس کھڑے ہوئے تھے تب باری باری آگے بڑھ کر پارمینو اور لیوٹس نے کرٹیز سے پرجوش مصافحہ کیا اس موقع پر پارمینو نے کرٹیز کو مخاطب کیا۔

''کرٹیز! میں اس نوجوان سے تمہارا تعارف تمہاری آمد سے پہلے کہہ چکا ہوں تمہارے حالات بھی مختصراً اسے بتا چکا ہوں۔ اس کا نام لیوٹس ہے اسی سے تمہارا تیغ زنی کا مقابلہ ہوگا۔''

پارمینو رکا اور اس کے بعد اپنی گفتگو کے سلسلے کو آگے بڑھاتا ہوا کہہ رہا تھا۔

''یہ بالکل دوستانہ و مخلصانہ مقابلہ ہوگا ایک دوسرے کے خلاف رقابت اور دشمنی کا کوئی بھی جذبہ نہیں لایا جائے گا۔ دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کو زخمی کرنے کی کوشش نہیں کرے گا جو ایسی کوشش کرے گا اسے میں مغلوب قرار دے دوں گا۔ تم دونوں پہلے اپنی ڈھالیں، تلواریں سنبھال لو اس کے بعد جو میں کہنا چاہتا ہوں کہوں گا۔''

پارمینو کے کہنے پر کرٹیز اور لیوٹس دونوں نے اپنی تلواریں اور ڈھالیں سنبھال لی تھیں اس موقع پر پارمینو نے پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''جہاں اس وقت تم کھڑے ہو دونوں پانچ قدم گن کر پیچھے ہٹ جاؤ۔''

پارمینو کے کہنے پر دونوں پانچ پانچ قدم گنتے ہوئے پیچھے ہٹ گئے تھے یہاں تک کہ پارمینو نے پھر انہیں مخاطب کیا۔

''اب میری طرف غور سے دیکھو جونہی میں اپنا دایاں ہاتھ فضا میں بلند کروں گا تم مقابلے کی ابتدا کر دینا۔''

اس کے ساتھ ہی کرٹیز اور لیوٹس دونوں بڑے غور سے پارمینو کی طرف دیکھنے

تھے۔ یہاں تک کہ پارمینو نے اپنا دایاں ہاتھ فضا میں بلند کیا تھا ہاتھ کے فضا میں ہوتے ہی کرٹیز اور لیوٹس اپنی ڈھالیں، تلواریں لہراتے ہوئے ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھنا شروع ہوئے تھے۔

شروع میں دونوں بڑی اعتدال پسندی سے ایک دوسرے پر حملے کرتے رہے، پھر آہستہ آہستہ مقابلے میں گرمی آتی چلی گئی۔ حملے تیز ہونا شروع ہو گئے شروع شروع میں رومن سالار لیوٹس خوش اور مطمئن تھا دراصل لیوٹس کا خیال تھا کہ کرٹیز نے چونکہ اس سے پہلے کسی لشکر کی کمانداری نہیں کی اور نہ ہی وہ جنگوں میں حصہ لیتا رہا ہے لہٰذا تیغ زنی کے فن میں خام کار ہی ہوگا لیکن جب مقابلہ طویل ہونے لگا تو اس کے ساتھ ہی کرٹیز کے حملوں میں تیزی اور شدت آنا شروع ہو گئی

اب لمحہ بہ لمحہ کرٹیز ایسے وار کرنے لگا تھا جنہیں لیوٹس بڑی مشکل سے روکنے لگا۔ پھر لیوٹس نے اندازہ لگایا کہ کرٹیز واقعی حملہ آور ہوتے ہوئے طوفانی شکل اختیار کر گیا تھا اب وہ کرٹیز نہ رہا تھا صحرائی بدو دشت کا بگولہ بن گیا تھا۔

تھوڑی دیر کے مزید ٹکراؤ کے بعد اچانک کرٹیز تھوڑا سا ہوا میں اچھلا جنونی انداز میں اپنا کوئی نعرہ بلند کیا اس کے بعد جب اس نے تلوار بلند کر کے پوری قوت سے گرائی تو لیوٹس کی تلوار کو اس نے دستے کے قریب سے کاٹ کر رکھ دیا تھا۔

لیوٹس کی تلوار کٹ کر گر گئی تھی دستہ اس کے ہاتھ میں پکڑا رہ گیا تھا اس کے ساتھ ہی کرٹیز پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا تھا اس دوران پارمینو مسکراتا ہوا آگے بڑھا پہلے اس کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''لیوٹس! اپنی نشست کی طرف چلے جاؤ کرٹیز تم سے مقابلہ جیت چکا ہے۔''

پارمینو کے ان الفاظ پر لیوٹس آگے بڑھا بڑے پرجوش انداز میں اس نے کرٹیز سے مصافحہ کیا اس کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے مقابلہ جیتنے پر اسے مبارکباد دی تھی پھر وہ میدان سے نکل گیا تھا۔ لیوٹس کے جانے کے بعد پارمینو کرٹیز کی طرف متوجہ ہوا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم میرے ساتھ آؤ۔''

کرٹیز اپنی تلوار نیام میں ڈالنے اور ڈھال کو پشت پر باندھنے کے بعد چپ

PDF LIBRARY
0333-7412793

چاپ پارمینو کے ساتھ ہولیا تھا۔

اس موقع پر عورتوں کے ہجوم میں کھڑی برسین مڑی، ساتھ ہی اس نے اناہیتا کو کہنی ماری اور سرگوشی کے انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''آؤ! اپنے خیمے میں چلیں۔''

اناہیتا چپ چاپ برسین کے پیچھے ہو لی تھی دونوں بہنیں خیمے میں داخل ہوئیں جن چادروں میں انہوں نے اپنے آپ کو چھپا رکھا تھا وہ چادریں انہوں نے ایک طرف رکھ دیں پھر برسین فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''اناہیتا میری بہن! تم بھی کیا سوچو گی کہ میں بار بار تمہارے سامنے کریٹیز کا ذکر لے بیٹھتی ہوں دراصل میں اسے بھائی کہہ چکی ہوں اور سگے بھائی جیسے ہی مجھے اس سے محبت ہو چکی ہے اب مجھے یہ فکر لاحق ہوگئی ہے کہ نہ جانے اس سے کیا سلوک کیا جائے گا...... جس وقت اس نے تیغ زنی کا مقابلہ جیتا تھا یقین جانو اس وقت میری خوشی، میری طمانیت کی کوئی انتہا نہ تھی اب پھر میں تفکرات میں ڈوب گئی ہوں کہ رومنوں کا سالار پارمینو اسے اپنے ساتھ لے گیا ہے نہ جانے یہ مقابلہ جیتنے کی وجہ سے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟''

اناہیتا نے برسین کی اس گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا اس کے بعد دونوں بہنیں خیمے میں ایک نشست پر چپ چاپ بیٹھ گئی تھیں۔ دونوں خاموش تھیں اور خیموں میں بھی سکوت چھایا ہوا تھا۔

دوسری طرف پارمینو کریٹیز کو لے کر سکندر کے پاس گیا سکندر اس وقت تک مقابلہ دیکھنے کے بعد اپنے خیمے کی طرف جا چکا تھا دوسرے لوگ اور لشکری بھی وہاں سے ہٹ رہے تھے۔ سکندر سے اجازت لے کر پارمینو کریٹیز کو لے کر اس کے خیمے میں داخل ہوا۔ سکندر اپنی جگہ سے اٹھ کر کریٹیز سے ملا ہاتھ کے اشارے سے اسے ایک نشست پر بیٹھنے کے لئے کہا اس کے بعد سکندر نے کریٹیز کو مخاطب کیا۔

''اس سے پہلے جو میری تمہارے ساتھ گفتگو خیمے میں ہوئی تھی تمہاری گفتگو کے دوران ہی میں نے تمہاری کچھ باتوں اور تمہاری عادات کو پسند کیا تھا اب تم نے میرے سالار لیوٹس سے مقابلہ جیت کر میرے دل میں ایک خاص مقام حاصل کرلیا

لشکر میں لیوٹس ایسا تیغ زن ہے جس کا شمار لشکر کے چوٹی کے تیغ زنوں میں م نے اسے بڑی آسانی سے زیر کر کے ثابت کر دیا ہے کہ تم ایک بے مثال ب قسم کے تیغ زن ہو۔

ب سے پہلے تو میں تمہیں اپنے لشکر میں سالار کے عہدے پر مقرر کرتا ہوں ل میں تمہیں اپنا مشیر بھی مقرر کرتا ہوں۔ میرے لشکر میں میرے بہت سے لیکن سارے سالار مشیر نہیں ہیں چند چوٹی کے سالار ہیں جو سالار ہونے ساتھ میرے مشیر بھی ہیں اور آج سے ان سالاروں اور مشیروں میں تمہارا نام لیا جائے گا۔''

(مورخین اس بات کو وضاحت سے لکھتے ہیں کہ سکندر نے واقعی کریٹیز کو اپنا مشیر تھا اور اس بات کی بھی وضاحت کرتے ہیں کہ اس کا باپ ایرانی لشکر میں ایک سالار رہا کرتا تھا)

اتنا کہنے کے بعد سکندر رکا دوبارہ کریٹیز کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے خیال میں اب تم اٹھو اپنے خیمے میں جا کر آرام کرو اور دیکھو تھوڑی دیر ں پارمینو کے بیٹے فلوٹس کو بلاؤں گا اس کے لئے میں حکم جاری کروں گا کہ وہ تمہارے ساتھ رہے تمہیں میرے لشکر کے بڑے بڑے سالاروں سے متعارف ہے اور لگا ہے بگا ہے تمہیں ساتھ لے کر لشکریوں کے اندر جائے تاکہ لشکری ں کہ تم ان کے بڑے سالاروں میں سے ایک ہو۔''

سکندر رکا کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''تمہاری اطلاع کے لئے میں یہ بھی کہہ دوں کہ اس وقت پارمینو کے دو بیٹے لشکر میں کام کر رہے ہیں دونوں سالار ہیں ایک کا نام فلوٹس ہے دوسرے کا نام ہے۔ اب تم جاؤ جا کر آرام کرو۔''

کریٹیز جب اٹھ کر خیمے سے باہر آیا اسی موقع پر پارمینو اپنی جگہ سے اٹھا اور کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اگر آپ لمحہ بھر کے لئے مجھے اجازت دیں تو میں ایک اہم موضوع پر کریٹیز گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔''

سکندر نے جب مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلائی تب پارمینو خیمے سے

باہر نکلا کریٹیز کو آواز دے کر روکا کریٹیز رک گیا پارمینو اس کے قریب گیا اس کو
کر کے کہنے لگا۔

"میں واپس سکندر کے پاس جاؤں گا میں ایک لمحے کی اجازت لے کر آیا
دراصل میں واپس سکندر کے پاس جا کر اسے اس بات کی ترغیب دوں گا کہ وہ
کر لے۔ کریٹیز! اگر تم برا نہ مانو تو تمہارے ساتھ جو دو لڑکیاں ہیں ان میں سے
نے ایک کو تو دیکھا ہوا ہے جو کبھی ممنون کی بیوی تھی وہ انتہاء درجہ کی خوبصورت
دوسری کو میں نہیں جانتا کہ وہ کیسی ہے؟ اس وقت میرے ذہن میں یہی بات
میں سکندر کو یہ مشورہ دوں گا کہ وہ مجرد زندگی بسر کرنا ترک کر دے اور برسین
شادی کر لے اگر میں سکندر کو یہ مشورہ دوں تو اس سلسلے میں تمہیں کوئی اعتراض تو
ہو گا۔"

جواب میں کریٹیز نے غور سے پارمینو کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"پارمینو! ان دونوں سے میرا کوئی نسبتی رشتہ نہیں ہے برسین میری منہ بولی
ہے۔ مجھے بھائی کہہ کر مخاطب کرتی ہے بھائی جیسی چاہت بھی اس نے مجھے دے
ہے اگر وہ خود سکندر سے شادی پر آمادہ ہو جائے تو اس سلسلے میں، میں کون ہوتا
اعتراض کرنے والا؟"

کریٹیز کے یہ الفاظ سن کر پارمینو خوش ہو گیا تھا اور اس نے کریٹیز کی
تھپتھپائی اور کہنے لگا۔

"اب تم خیمے میں جاؤ اور میں واپس سکندر کے پاس جاتا ہوں اور اس سے
موضوع پر گفتگو کرتا ہوں۔" اس کے ساتھ ہی پارمینو خیمے کی طرف واپس چلا
کریٹیز آگے بڑھا تھا۔

اپنے خیمے میں جانے کے بجائے کریٹیز سیدھا برسین اور اناہیتا کے خیمے کی طرف
گیا۔ خیمے کا پردہ ہٹا ہوا تھا دونوں بہنوں نے بھی اسے اپنے خیمے کی طرف آ
ہوئے دیکھ لیا تھا۔ کریٹیز خیمے کے دروازے پر آ کر رک گیا۔ کچھ کہنا چاہتا تھا
برسین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

"میرے بھائی! خیمے میں داخل ہونے کے لئے اجازت طلب نہ کرنا آ
میں بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔"

اس دوران اناہیتا اپنی جگہ پر بیٹھی رہی اس نے نہ برسین کی طرف دیکھا نہ کریٹیز کی طرف۔ کریٹیز جب خیمے میں داخل ہوا تب بڑی اپنائیت اور شفقت کا اظہار کرتے ہوئے برسین نے اسے اس کی کامیابی پر مبارکباد دی ساتھ ہی اسے اپنے قریب بیٹھنے کے لئے کہا۔

برسین کے قریب بیٹھنے کے بعد کریٹیز کچھ کہنا چاہتا تھا کہ برسین نے پھر اسے مخاطب کیا۔

"میرے بھائی! جس وقت تم نے مقابلہ جیتا تھا یقین جانو اس وقت میری خوشی اور طمانیت کی کوئی انتہا نہ تھی لیکن مقابلہ جیتنے کے بعد جب پارمینو تمہیں اپنے ساتھ لے گیا تو میں فکرمند ہو گئی تھی کہ شاید وہ تمہیں سکندر کے پاس لے گیا ہے اور اب سکندر نہ جانے تمہارے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ یہ بتاؤ کہ مقابلہ جیتنے کے بعد تم سے کیا کہا گیا؟"

جواب میں کریٹیز مسکرایا کہنے لگا۔

"میری بہن! ہر معاملے میں فکرمند نہ ہو جایا کرو مجھے بے حد خوشی ہے کہ میں بے حد آسانی سے تیغ زنی کا وہ مقابلہ جیت گیا تھا۔ مقابلے کے بعد پارمینو مجھے سکندر کے پاس لے گیا تھا اور سکندر نے مجھے نہ صرف اپنے لشکر میں سالار مقرر کر دیا ہے بلکہ اس نے مجھے اپنا مشیر بھی مقرر کر لیا ہے۔"

کریٹیز کے ان انکشاف پر برسین کی خوشیوں کی کوئی انتہاء نہ تھی اس کی آنکھوں کی گہری چمک تھی چہرے پر دور دور تک خوشیاں ہی خوشیاں بکھر گئی تھیں۔

پھر ایک دم کریٹیز سنجیدہ ہو گیا اور برسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"برسین میری بہن! اگر تم برا نہ مانو تو ایک موضوع پر میں تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

برسین سنجیدہ ہو گئی تھی اناہیتا بھی چونک کر دونوں کی طرف دیکھنے لگی تھی پھر برسین کو مخاطب کر کے کریٹیز کہنے لگا۔

"میری عزیز بہن! یونانیوں کا سالار پارمینو، سکندر کو یہ مشورے دے رہا ہے کہ وہ آپ سے شادی کر لے اس سلسلے میں پارمینو نے مجھ سے پوچھا میں نے اس سے یہی کہا تھا کہ برسین میری بہن ہے اگر وہ اپنی خواہش اپنی مرضی سے سکندر کے ساتھ

شادی کرنے پر آمادہ ہو جائے تو اس سلسلے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ میرے خیال میں اس موضوع پر اب پارمینو سکندر سے بات کر رہا ہو گا اور تھوڑی دیر تک پارمینو خود یا کوئی اور تم دونوں بہنوں کو لینے کے لئے آئے گا میرے خیال میں تم دونوں کو سکندر کے سامنے پیش کیا جائے گا اس لئے کہ پارمینو تم دونوں کا ذکر کر رہا تھا یہ انکشاف میں نے میری بہن تم پر اس لئے کیا ہے تاکہ تم دونوں بہنیں ذہنی طور پر تیار ہو جاؤ تمہیں کوئی لینے آئے اور سکندر کے سامنے پیش کرے تو اس سے پہلے ہی تم اس موضوع پر مناسب جواب سوچ سکو۔“

اس کے ساتھ ہی کریٹیز اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

”میں اب اپنے خیمے کی طرف جاتا ہوں ......“

کریٹیز اپنی بات مکمل نہ کر سکا بیٹھے ہی بیٹھے برسین نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کھینچتے ہوئے کہنے لگی۔

”میرے بھائی! اس وقت تو میں تمہیں نہیں جانے دوں گی یہیں میرے پاس ہی بیٹھو جب تک کوئی ہم دونوں بہنوں کو لینے نہیں آتا اس وقت تک میں چاہوں گی تم یہیں رہو بلکہ تم ہم دونوں بہنوں کے ساتھ سکندر کے پاس بھی چلو گے۔“

کریٹیز بیٹھا نہیں کھڑا رہا کہنے لگا۔

”میری بہن! یہ کیسے ہو سکتا ہے جب سکندر مجھے بلائے گا تب میں اس کے پاس جا سکتا ہوں اگر اس نے مجھے بلایا ہی نہیں تو میں کیسے خود بہ خود اس کے پاس چلا جاؤں اور پھر یہ بڑا نازک موضوع ہے۔ یہ آپ دونوں اور سکندر کی زندگی کا سوال ہے۔ ہو سکتا ہے وہ تم دونوں بہنوں کو اپنے حرم میں داخل کر لے یہ بھی ہو سکتا ہے تم دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لے ایسے موقع پر میری موجودگی کو وہ پسند نہیں کرے گا۔ اس بنا پر میرا تم دونوں کے ساتھ جانا مناسب نہیں۔ بہرحال میرے لئے یہ بڑی خوشی اور اطمینان کا باعث ہے کہ اب تم دونوں بہنیں محفوظ ہو۔ تم دونوں سکندر کی نگاہوں میں آ چکی ہو اور اب کوئی بھی تمہیں میلی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا۔

کریٹیز رکا پھر کہنے لگا۔

”آپ دونوں کو پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اگر یہاں تم دونوں کے ساتھ خیمے میں نہ بھی ہوا تو جو کوئی تمہیں لینے آئے گا وہ بڑی عزت اور

...لہ ساتھ لے کر جائے گا۔ بہرحال مطمئن رہیں میں یہ جنگی لباس اتار کر پھر ...ے پاس واپس آتا ہوں“

...ٹیز کے ان الفاظ پر برسین بھی اٹھ کھڑی ہوئی اس کے ساتھ خیمے سے نکلی ...بلے پر جا کر اس نے کریٹیز کو روکا پھر سرگوشی کے انداز میں اسے مخاطب کر ...لی۔

”...ریٹیز میرے عزیز بھائی! میں نہیں چاہوں گی کہ میری چھوٹی بہن ان ...ں کے ہجوم میں پھنس جائے اور اپنا دامن عصمت تار تار کر بیٹھے میں اس سے ...ل بہ چکی ہوں کہ جب تمہیں سکندر یا اس کے کسی سالار کے سامنے پیش کیا ...ئے یہی کہنا کہ تم کریٹیز کی بیوی ہو۔ اس طرح کوئی اس پر ہاتھ نہیں ڈالے گا اور ...ئی کوئی اس کی طرف میلی نگاہ سے بھی نہیں دیکھے گا جب وہ کہہ دے گی کہ وہ ...بیوی ہے۔ اب تم سکندر کے سالار اور مشیر ہو تو ہر کوئی تمہاری وجہ سے اناہیتا کو ...ت اور احترام سے دیکھے گا۔ میرے بھائی! اس سلسلے میں جب تم سے پوچھا ...تو تم بھی کہہ دینا کہ واقعی اناہیتا تمہاری بیوی ہے۔ اس طرح میری بہن کی ...بچ جائے گی۔ میرے بھائی! تمہارا کچھ نہیں جائے گا۔ میں یہ بھی جانتی ہوں وہ ...پسند کرتی ہے تم بھی اسے پسند نہیں کرتے لیکن ایک طرح سے اناہیتا کی عزت ...کرنے کے لئے ایسا جھوٹ بولنا کوئی بڑا گناہ نہیں ہے۔“

...جواب میں کریٹیز مسکرایا کہنے لگا۔

”برسین میری بہن! تم فکرمند کیوں ہوتی ہو...... جیسا تم چاہو گی ویسا ہی ہو گا۔“

کریٹیز کے اس جواب پر برسین خوش ہو گئی تھی پھر اپنے خیمے کی طرف ہو لی ...اپنے خیمے کی طرف چلا گیا تھا۔

...اپنے خیمے میں آنے کے بعد برسین تھوڑی دیر تک بڑے غور سے اپنی چھوٹی ...بہن اناہیتا کی طرف دیکھتی رہی ان موقع پر اس کے چہرے پر دنیا بھر کی افسردگیاں اور ...ھر کر آئے تھے اپنی بہن کی یہ حالت دیکھتے ہوئے اناہیتا رونے والی ہو گئی ...ٹھ کر برسین کے پہلو میں آئی اس سے لپٹ گئی۔ کئی بار اس کی پیشانی اور گال ...پھر کہنے لگی۔

”کیا بات ہے میری بہن! اس سے پہلے اس قدر اداس میں نے تمہیں کبھی نہ

دیکھا تھا‘‘

جواب میں برسین رو پڑی آنسوؤں کا ایک طوفان تھا جو اس کی آنکھوں سے نکلا تھا پھر وہ اناہیتا کو اپنے ساتھ لپٹا کر زار و قطار رونے لگی تھی۔ دوسری طرف بھی اس سے لپٹ کر بے چاری رو رہی تھی۔

کچھ دیر تک دونوں بہنیں ایک دوسرے سے لپٹ کر روتی رہیں جب اچھا کر چکیں تب علیحدہ ہوئیں اپنا چہرہ اپنی آنکھیں خشک کیں پھر غم زدہ سے انداز اناہیتا نے برسین سے پوچھا۔

’’میری بہن! جب ہم دونوں کو سکندر کے سامنے پیش کیا جائے گا اور وہ شادی کرنے کے لئے کہے گا تو تمہارا کیا جواب ہوگا؟‘‘

برسین کچھ دیر سوچتی رہی پھر کہنے لگی۔

’’میری بہن! میرا شوہر فوت ہو چکا ہے میں ایک بیوہ ہوں اب میں ا شادی کر بھی لوں تو مجھے کوئی فکر نہیں ہے اگر میں انکار کر دوں تو یاد رکھنا شا زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ اس بنا پر میرے سامنے ہاں کرنے کے جواب نہیں ہوگا لیکن میں چاہوں گی کہ سکندر کے پاس میں اکیلی جاؤں تم خیمے رہو۔ میری بہن جب کوئی مجھے اور تم دونوں کو لینے کے لئے آئے گا تو میں ا کہوں گی کہ میں اکیلی جا سکتی ہوں میری چھوٹی بہن نہیں جا سکتی جب وہ وجہ تو میں کہہ دوں گی اس کی وجہ میری چھوٹی بہن سے ہی پوچھ لی جائے اس لئے کسی کی بیوی ہے۔

جب تم سے پوچھا جائے تو اپنی زبان سے کہہ دینا کہ تم کریٹیز کی بیو میری بہن! ایسا کہنے سے نہ کوئی حرج ہے نہ گناہ ہے اور نہ ہی ایسا کہنے سے تم بیوی بن جاؤ گی۔

اناہیتا! میں تمہاری ذہنی کیفیت سے واقف ہوں میں جانتی ہوں تم بڑی نفرت اس سے کرتی ہو۔ اس نفرت کے باوجود اگر یہ جملہ ادا کرنے کے بعد عزت ان یونانیوں کے ہاتھوں تار تار ہونے سے بچ جائے تو کیا یہ سودا ہے۔ اگر تم یہ کہہ دو گی کہ تم کریٹیز کی بیوی ہو تو یاد رکھنا ہر کوئی تمہیں عزت اور کی نگاہ سے دیکھے گا۔ اس لئے کہ سکندر اب کریٹیز کو اپنے لشکر میں سالار اور

مقرر کر چکا ہے اور جب لوگوں کو یہ خبر ہوگی کہ تم اس کی بیوی ہو تو ہر کوئی احترام کی نظر سے دیکھے گا۔ اس طرح تم کسی کے ہاتھوں بے عزت ہونے سے ئی۔‘‘

اناہیتا نے اپنی بہن برسین کے ان الفاظ کا کوئی جواب نہیں دیا بے چاری خاموش ری طرف برسین بھی خاموش ہی رہی اور پھر دونوں کریٹیز کی واپسی کا انتظار لگی تھیں۔

دوسری طرف پارمینو واپس سکندر کے خیمے میں داخل ہوا جس نشست سے اٹھا تھا ت پر بیٹھ گیا پھر سکندر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

’’آج میں آپ سے ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔‘‘

سکندر نے غور سے پارمینو کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

’’کیسا موضوع ......؟‘‘

اس پر پارمینو کہنے لگا۔

’’اس سے پہلے میں نے دمشق سے آنے والی دو لڑکیوں کا آپ سے ذکر کیا تھا نا ان دونوں آپ شادی کر لیں یہ بڑا معیوب فعل ہے کہ آپ کی ابھی تک شادی ی کوئی عورت بھی آپ نے اپنے پاس نہیں رکھی۔ کوئی یونانی طوائف آپ کے ن ہے۔ میری طرف دیکھیں میرے دو بیٹے ہیں دونوں نوجوان ہیں دونوں لشکر ل ہیں فلوٹس اور نکانور دونوں شادی شدہ ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ہمارے ہاں ی شادی چھوٹی عمر ہی میں کر دی جاتی ہے۔‘‘

(یونان میں لڑکوں کی شادی عموماً پندرہ سولہ سال کی عمر میں ہو جاتی تھی اور وہ ر میں ہی عسکری خدمات انجام دینے لگتے تھے۔ 25 سال کی عمر تک پہنچتے تجربہ کار لشکری بن جاتے تھے۔ 10 سال کی عسکری خدمات تجربہ کاری کے خیال کی جاتی تھیں۔ یونانی لشکر کے زیادہ تر لشکری نوجوان تھے اور وہ خاصی د کے لئے عسکری خدمات انجام دے سکتے تھے)

مینو اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

’’اگر آپ کے بیٹا نہ ہوا تو آپ کی وفات کی حالت میں آپ کا جانشین کون

بنے گا؟ یہ صورت حال غیر طبعی ہے اور اس سے صحت پر بھی اچھا اثر نہیں پڑ
اس کے علاوہ جانشینی کا مسئلہ بڑا اہم ہے۔"

پارمینو کی اس گفتگو پر سکندر گہری سوچوں میں کھو گیا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ سکندر عورتوں سے گریزاں رہتا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ ماں نے اس پر بڑی پابندیاں عائد کر رکھی تھیں اور کافی مدت کے بعد اس نے ا کے ناخوشگوار تحکم سے آزادی حاصل کی تھی اس کے علاوہ اس کی ماں اور باپ آپس کے جو کشیدہ تعلقات تھے ان سے بھی سکندر نالاں تھا لہٰذا ہر عورت م اپنی ماں کا تحکم نظر آتا تھا۔ وہ بڑا حساس تھا اس کے علاوہ اپنی سوتیلی ماں قلوپ بچے کی موت، اپنے باپ کی عیاشیوں نے بھی اس پر خاصہ گہرا اثر ڈالا تھا۔ لکھتے ہیں کہ سکندر اس بات کو بھی ناپسند کرتا تھا کہ بڑے بڑے سالار اپنے خیم میں طوائفیں رکھیں اس کی بجائے وہ اس بات کو پسند کرتا تھا کہ کسی سے شادی اسے اپنے خیمے میں رکھ لیا جائے۔ لہٰذا کافی سوچ و بچار کے بعد اس نے پا طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھا! جن عورتوں کو تم میرے لئے پسند کر چکے ہو انہیں میرے پاس میں سے میں ایک کا انتخاب کرلوں گا اور اس سے شادی کرلوں گا۔"

سکندر کے ان الفاظ پر پارمینو خوش ہو گیا تھا اپنی جگہ پر اٹھتے ہوئے خیمے سے نکلنے لگا تب سکندر نے اسے پھر مخاطب کیا۔

"جاتے جاتے اپنے بیٹوں میں سے فلوٹس کو میری طرف بھجوا دینا۔"

جواب میں پارمینو نے اپنی گردن کو خم کرتے ہوئے اثبات میں جواب کے بعد وہ سکندر کے خیمے سے نکل گیا تھا۔

برسین اور اناہیتا دونوں بہنیں اپنے خیمے میں چپ چاپ بیٹھی ہوئی اچانک برسین کو کوئی خیال گزرا اور اناہیتا کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہنے لگی۔

"اناہیتا! میں تم سے ایک بات کہتی ہوں برا مت ماننا میری بہن! ایک رکھنا تم مجھے دنیا بھر کی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہو۔ اناہیتا! میں بیوہ ہو چکی ہوں کسی کے سامنے پیش بھی کیا گیا اور اس نے مجھ سے شادی کر لی تو میری ذات فرق اور اثر نہیں پڑے گا لیکن میری بہن میں نہیں چاہتی کہ تیرے لئے میر

ا ای خلاف کام ہو۔ ہمارے ماں باپ مر چکے ہیں اب تم ہی خاندان کی واحد نشانی ے پاس ہو۔ میں تمہیں اپنے ساتھ جب دیکھتی ہوں تو مجھے ایک طرح کا حوصلہ اور انیت ہوتی ہے۔ میں چاہتی ہوں ہم جہاں کہیں بھی رہیں دونوں بہنیں اکٹھی اور ھو رہیں۔ اگر تم مجھ سے کہیں بچھڑ گئیں تو یاد رکھنا میرے لئے زندگی کے باقی دن ارنا بڑا مشکل ہو جائے گا۔"

برسین کی اس گفتگو سے اناہیتا پریشان اور فکرمند ہو گئی تھی اس نے برسین کو اپنے تھ لپٹا لیا اس کا چہرہ چوما پھر کہنے لگی۔

"میری بہن! میں خود آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی۔"

اناہیتا کی یہ حالت دیکھتے ہوئے برسین نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا پھر اس کی انی چومی اس کے ساتھ ہی اسے اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے کہنے لگی۔

"اگر یہ بات ہے تو سکندر کے کسی سالار یا اس کے کسی کارندے کے آنے سے ے پہلے میں چاہوں گی کہ تم اٹھ کر کریٹیز کے خیمے میں چلی جاؤ جب کوئی مجھ سے ہارے متعلق پوچھے گا تو میں کہہ دوں گی کہ میرے ساتھ میری بہن تھی جس کا نام ہتا ہے اور وہ شادی شدہ ہے اور اس وقت وہ اپنے شوہر کریٹیز کے پاس ہے۔"

یہاں تک کہتے کہتے برسین کو رک جانا پڑا کہ عین اسی لمحہ کریٹیز ان کے خیمے کے ازے پر آیا تھا اسے دیکھتے ہی برسین اسے مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اسی انہیں اپنے خیمے کی طرف پارمینو آتا دکھائی دیا۔

خیمے کے دروازے کے قریب ہی کریٹیز نے پارمینو کا استقبال کیا اس کے بعد ینو خیمے کے دروازے پر آن رکا پھر برسین کی طرف دیکھتے ہوئے انتہائی شفقت کہنے لگا۔

"تم دونوں کی حیثیت میری بیٹیوں کی سی ہے اس لئے کہ عمر میں تم دونوں ے بچوں کے برابر ہو۔ میں اس وقت سکندر کے پاس سے اٹھ کر آ رہا ہوں اس ے تم دونوں کو طلب کیا ہے میں ابھی سے تم پر انکشاف کر دوں کہ شاید وہ اپنی بیوی ے طور پر تم دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرے گا لہٰذا تم دونوں نے جو کچھ ملہ کرنا ہے اس تک پہنچنے سے پہلے پہلے کر لینا۔"

پارمینو کی آمد پر برسین اور اناہیتا دونوں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی تھیں اس موقع

پر برسین نے پہلے ایک سرسری سی نگاہ باری باری کرٹیز اور اناہیتا پر ڈالی اس کے د
کے انداز میں ان گنت اشارے تھے پھر پارمینو کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"محترم پارمینو! آپ نے جو ہم دونوں کو بیٹیاں کہا تو اس کے لئے میں آپ
ممنون اور شکر گزار ہوں پر اس موقع پر میں آپ سے کہیں گی کہ اگر ہمیں سکندر
سامنے پیش کرنا ہی ہے تو پھر میں اکیلی جاؤں گی میری چھوٹی بہن اناہیتا نہیں جا
گی۔"

پارمینو کچھ دیر تک عجیب سے انداز میں برسین کو دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

"کیا اس کی کوئی وجہ ہے......؟"

برسین نے پھر ایک نگاہ باری باری کرٹیز اور اناہیتا پر ڈالی پھر کہنے لگی۔

"اس کی وجہ یہ ہے کہ اناہیتا کرٹیز کی بیوی ہے اور کسی کی بیوی کو تم کسی غیر
کے سامنے لے جانے کے مجاز نہیں ہو۔"

برسین کے ان الفاظ کے جواب میں اناہیتا اور کرٹیز دونوں چپ تھے اناہیتا
اپنا چہرہ ڈھانپ رکھا تھا۔ صرف آنکھیں اس کی ننگی تھیں۔ پارمینو نے شکایت بھری ا
نگاہ کرٹیز پر ڈالی پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"کرٹیز! افسوس صد افسوس تم نے مجھ پر یہ انکشاف تک نہ کیا کہ تم شادی ش
ہو اور یہ کہ برسین کی چھوٹی بہن تمہاری بیوی ہے۔"

کرٹیز ان الفاظ پر ٹپٹا سا گیا تھا فوراً سنبھل گیا اور پارمینو کو مخاطب کر کے ک
لگا۔

"کیا اس سے پہلے کبھی آپ نے میرے ساتھ اس موضوع پر گفتگو کی......
آپ نے کبھی میری ذات سے متعلق اس طرح کا سوال کیا...... آپ نے مجھ
پوچھا ہوتا تو یقیناً میں انکشاف کر دیتا جب مجھ سے کسی نے پوچھا ہی نہیں تو میں
مخواہ میں ایک بات کا اعلان اور منادی کراتا پھروں۔"

جواب میں پارمینو ہنس دیا پھر کہنے لگا۔

"برسین میری بیٹی! اناہیتا نہیں رہے گی اسے اب کوئی کسی کے پاس نہیں
سکتا پر اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ یہ اپنا زیادہ وقت اپنے شوہر کے پاس رہا کر
کیونکہ میں اکثر اوقات دیکھتا ہوں یہ آپ کے خیمے ہی میں مجھے دکھائی دیتی

اناہیتا سے متعلق تم پریشان نہ ہو میرے ساتھ آؤ...... میں تمہیں سکندر کے پاس
چلتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی برسین پیچھے ہٹی ایک انتہائی خوبصورت چادر اس نے اٹھائی اپنا
اپنا چہرہ ڈھانپا پھر خیمے کے دروازے کے قریب آ کر رکی اور کرٹیز کو مخاطب کر
کہنے لگی۔

"میں محترم پارمینو کے ساتھ جاتی ہوں تم دونوں یہیں رکو۔"

اس کے ساتھ ہی برسین چپ چاپ پارمینو کے ساتھ ہو لی تھی جب کہ اناہیتا خیمے
ایک نشست پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گئی تھی اس نے انتہائی بے بسی اور افسردگی
عالم میں اپنا سر نشست کی پشت پر ڈال دیا تھا جب کہ کرٹیز خیمے سے باہر ہی کھڑا
گیا تھا۔

پارمینو برسین کو لے کر جب سکندر کے خیمے میں داخل ہوا تو اس وقت سکندر کے
پارمینو کا بیٹا فلوٹس بیٹھا ہوا تھا اور سکندر اسے کچھ سمجھا رہا تھا۔ پارمینو کے ساتھ
سکندر نے برسین کو آتے دیکھا تو اس نے جلدی جلدی فلوٹس کو فارغ کر دیا اس
ساتھ ہی فلوٹس خیمے سے نکل گیا۔ پارمینو برسین کو لے کر خیمے میں داخل ہوا اس
پر سکندر نے برسین پر ایک گہری نگاہ ڈالی۔ ہاتھ کے اشارے سے ایک نشست
بیٹھنے کے لئے کہا۔ برسین بیٹھی نہیں اپنی جگہ پر کھڑی رہی پھر سکندر کو مخاطب کرتے
ئے کہنے لگی۔

"مجھے آپ کے سامنے اس مقصد کے لئے پیش کیا گیا ہے کہ میری قسمت کا
لہ کیا جائے پہلے جو فیصلہ آپ میرے متعلق کر چکے ہیں وہ کہیں اس کے بعد میں
ناپسند کروں گی۔"

سکندر کے لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا کہنے لگا۔

"تمہاری آواز کا ترنم اور اس کی جھنکار بتاتی ہے کہ تم چھوٹی عمر میں ہی بیوہ ہو
ی ہو اگر تم برا نہ مانو تو جس چادر سے تم نے اپنا چہرہ، اپنا جسم ڈھانپ رکھا ہے اسے
اؤ۔"

ایک گہری نگاہ برسین نے سکندر پر ڈالی پھر آہستہ آہستہ اس نے اپنے چہرے اور

جسم سے چادر ہٹا دی تھی۔ برسین کی خوبصورتی و دل موہ لینے والے جسمانی زاویہ دیکھتے ہوئے سکندر خوش ہو گیا تھا پہلی ہی نظر میں اس کا جائزہ لینے کے بعد پارمینو کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میں اس سے شادی کروں گا۔ جس دوسری لڑکی کا تم نے ذکر کیا تھا اسے اپنے ساتھ نہیں لائے۔'' اس پر پارمینو کہنے لگا۔

''دوسری لڑکی اس کی چھوٹی بہن ہے اس کا نام برسین ہے اس کی چھوٹی بہن نام اناہیتا ہے اور وہ کریٹیز کی بیوی ہے۔''

سکندر کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

''پھر تو بہت ہی اچھی بات ہے کریٹیز اب میرا سالار اور مشیر ہے اگر برسین چھوٹی بہن اس کی بیوی ہے تو اس انکشاف پر مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے اب ا میری بہن ہے۔ تم ایسا کرو کہ اپنے کچھ سالاروں کو بلاؤ میرے خیمے میں ابھی ا وقت میں برسین سے شادی کر لوں گا اور کریٹیز اس وقت کہاں ہے؟''

جواب میں پارمینو کہنے لگا۔

''کریٹیز اس وقت اپنی بیوی اناہیتا کے پاس ہے اس لئے کہ وہ خیمے میں ا ہے۔ دراصل یہ دونوں بہنیں اکٹھی رہتی ہیں وہ خیمے میں اکیلی رہتی نہیں، ڈرتی ہے۔

سکندر پھر مسکرایا اور کہنے لگا۔

''اچھا کریٹیز کو رہنے دو باقی سالاروں کو بلاؤ۔''

پارمینو باہر نکل گیا سکندر کے کہنے پر برسین وہاں بیٹھ گئی تھی پھر سرکردہ سالا سکندر کے خیمے میں جمع ہوئے اور اپنے رسم و رواج کے مطابق سکندر نے برسین سے شادی کر لی۔

شادی کی رسم کی ادائیگی کے بعد برسین اٹھ کھڑی ہوئی اور سکندر کی طرف دیکھ ہوئے کہنے لگی۔

''اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے خیمے سے اپنا ضروری سامان لے آؤں۔''

سکندر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا مسکرایا اور کہنے لگا۔

''یہ خیمہ جو ایک وسیع محل کی صورت میں ہے جس میں، میں اس وقت بیٹھا ہو اب یہ خیمہ تمہارا ہے۔ اس خیمے میں تمہیں ضرورت کی ہر شے ملا کرے گی۔ ہاں ا

ں کے باوجود تم اگر اپنی کچھ چیزیں لانا چاہتی ہو تو جاؤ لے آؤ۔''

برسین مڑنے ہی لگی تھی کہ سکندر نے اسے پھر مخاطب کیا اس پر برسین رک گئی۔ کندر کہنے لگا۔

''تمہاری آمد سے پہلے پارمینو کا بیٹا فلوٹس میرے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے ے کریٹیز سے متعلق ہدایات جاری کر دی ہیں۔ میرے خیمے سے نکلنے کے بعد وہ ے خیمے کے قریب ہی ایک عمدہ اور بہترین خیمہ نصب کروائے گا میں چونکہ کریٹیز کو مشیر اور سالار مقرر کر چکا ہوں لہٰذا آئندہ اس کا خیمہ میرے خیمے کے قریب ہی مرے بڑے سالاروں کے درمیان نصب ہوا کرے گا۔ کریٹیز کی بیوی اناہیتا تمہاری ہن ہے لہٰذا تم دن اور رات کے کسی وقت بھی جب چاہو کریٹیز کے خیمے میں جا سکتی اس کے علاوہ مجھے یہ بھی بتایا جا چکا ہے کہ تم کریٹیز کو اپنے سگے بھائی کی طرح ہتی ہو۔ جاؤ! جو سامان تم لانا چاہتی ہو لے آؤ۔''

پھر سکندر نے پارمینو کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''پارمینو! برسین کے ساتھ کچھ جوان روانہ کر دو جو اس کا سامان اٹھا کر لائیں ے۔''

باہر نکلتے نکلتے برسین رکی مڑ کر سکندر کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

''میرے پاس کچھ زیادہ سامان نہیں ہے نہ ہی وزنی ہے آپ کو میرے ساتھ کسی روانہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے میرا بھائی کریٹیز اس وقت وہیں ہے اگر ضرورت ی تو میں اسے اپنے ساتھ لے آؤں گی۔''

سکندر مطمئن ہو گیا تھا اس کے ساتھ ہی پارمینو اور برسین دونوں خیمے سے نکل ے تھے۔

آہستہ آہستہ چلتی ہوئی برسین جب اپنے خیمے کے قریب آئی تو اس نے دیکھا کہ ریٹیز ابھی تک اس کے خیمے کے باہر کھڑا تھا۔ خیمے کے دروازے پر آ کر برسین رک ی پہلے کریٹیز پر ایک نگاہ ڈالی پھر خیمے کے اندر اناہیتا کی طرف دیکھا جو نشست پر ی اور اپنا سر نشست کی پشت پر رکھے آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔ برسین نے کریٹیز خاطب کیا۔

''کریٹیز میرے بھائی! جب سے میں گئی ہوں کیا تم خیمے سے باہر ہی کھڑے

ہو؟“

کریٹیز نے مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلا دی تھی برسین کی آواز سنکر اناہیتا بھی چونکی اور اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ برسین نے پھر کریٹیز کو مخاطب کیا۔

”بھائی! بہت بری بات تمہیں اس طرح اجنبیوں کی طرح باہر کھڑا نہیں ہونا چاہیے تھا۔ خیمے کے اندر جاتے وہاں بیٹھ جاتے میرے خیال میں اناہیتا تمہیں مجھے میں داخل ہونے سے نہ روکتی۔“

برسین کے ان الفاظ کے جواب میں اناہیتا یا کریٹیز میں سے کوئی کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ پارمینو کا بیٹا فلوٹس جو سکندر کے لشکر میں سالار تھا وہاں تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا آیا اور کریٹیز کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”کریٹیز! تمہارے متعلق سکندر نے مجھے کچھ ہدایات جاری کی ہیں پہلی ہدایت یہ ہے کہ تمہارا خیمہ سکندر کے خیمے کے اطراف میں جو بڑے بڑے سالاروں کے خیمے ہوتے ہیں ان میں نصب ہو گا خیمہ تو تمہارا نصب میں کرا آیا ہوں اب سکندر نے میرے ذمہ یہ بھی کام لگایا ہے کہ میں چند دن تمہارے ساتھ رہوں اور وقفے وقفے سے تمہیں اپنے ساتھ لشکر میں لے کر گھماتا رہوں۔ لشکریوں کے علاوہ چھوٹے سالاروں سے بھی تمہارا تعارف کراتا رہوں۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ تم میرے ساتھ چلو اپنا خیمہ دیکھ لو۔ راستے میں میرے باپ پارمینو نے مجھ پر انکشاف کیا کہ تم شادی شدہ ہو اور تمہاری بیوی بھی تمہارے ساتھ ہے لہٰذا تم دونوں میاں بیوی میرے ساتھ چلو اور اپنا خیمہ دیکھ لو۔“

اس کے بعد فلوٹس نے برسین کی طرف دیکھا اور مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میں آپ کو سکندر کی بیوی بننے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں یہ اچھی خبر مجھے راستے میں میرے باپ نے بتائی ہے۔“

فلوٹس کے ان الفاظ پر کریٹیز اور اناہیتا دونوں عجیب سے انداز میں برسین کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ اس موقع پر فلوٹس کو مخاطب کر کے کریٹیز کہنے لگا۔

”فلوٹس! جو خیمہ میرے لئے نصب کرایا گیا ہے اس میں ایک تبدیلی کرنا۔ خیمے کے بیچ میں ایک بھاری پردہ لگوا دو اور خیمے کو دو حصوں میں تقسیم کر دو اس لئے کہ ہم ایشیائی لوگوں کے ہاں یہ رواج ہے کہ جب کوئی ان سے ملنے کے لئے آتا ہے تو ان

کی بیویاں ملنے والوں کے سامنے نہیں آتیں۔ پردے میں ہی رہتی ہیں۔“

کریٹیز مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ فلوٹس مسکرایا اور کہنے لگا۔

”میں تمہارا مطلب سمجھ گیا ہوں میں تمہارے خیمے کی طرف جاتا ہوں پردے کا انتظام کرنے کے بعد میں لوٹتا ہوں پھر میں تم دونوں کو ساتھ لے کر جاتا ہوں اس کے ساتھ ہی فلوٹس وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

اس کے جانے کے بعد برسین نے باری باری سرسری سی نگاہ کریٹیز اور اناہیتا پر ڈالی کہنے لگی۔

”میں اپنا سامان لینے آئی ہوں۔ سکندر نے مجھ سے شادی کر لی ہے اب میں ممنون کی بیوہ نہیں سکندر کی بیوی ہوں۔ کریٹیز میرے بھائی! سکندر میرے ساتھ کچھ جوانوں کو بھیجنا چاہتا تھا جو میرا سامان یہاں سے اس کے خیمے میں منتقل کر دیتے لیکن میں نے روک دیا میں نے اس سے کہا میرا بھائی وہاں موجود ہے میرے پاس کوئی زیادہ سامان بھی نہیں ہے وہ مجھے میرے سامان کے ساتھ یہاں لے آئے گا لہٰذا تم اب سکندر کے خیمے تک میرے ساتھ چلو۔“

اس کے بعد برسین خیمے میں داخل ہوئی اور اپنی ضرورت کا سامان سمیٹنے لگی تھی۔ اناہیتا چپ چاپ خیمے کے وسط میں کھڑی ہو کر اسے دیکھے جا رہی تھی اس موقع پر اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی ہونٹ کاٹ رہی تھی پھر نہ جانے اسے کیا ہوا بھاگ کر آگے بڑھی برسین سے لپٹ گئی اور سسکیوں اور ہچکیوں میں رونے لگی تھی۔

برسین نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا کئی بار اس کا چہرہ چوما پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

”میری بہن! یہ کام میں نے اپنی خوشی سے تو نہیں کیا۔ میں اپنی مرضی و اپنی رضامندی سے تو تم سے علیحدہ نہیں ہو رہی۔ مجھے جب سکندر کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے مجھے دیکھتے ہی میرے ساتھ شادی کی ہامی بھر لی۔ کیا میں وہاں انکار کر دیتی؟ ایک حکمران کے سامنے ایک بے بس کیسے اور کیونکر انکار کر سکتی ہے۔ لہٰذا میں ایک بار پھر بیوہ سے بیوی بن گئی ہوں۔“

اناہیتا نے کافی حد تک اپنے آپ کو سنبھال لیا پھر برسین کے ساتھ مل کر اس کا سامان سمیٹنے لگی تھی جب برسین اپنا سامان تیار کر چکی تب کریٹیز کی طرف دیکھتے ہوئے

کہنے لگی۔

''کریٹیز! اب میں اناہیتا کو تمہارے سپرد کرتی ہوں۔ اس کی حفاظت و اس کی دیکھ بھال تمہاری ذمہ داری ہے۔ کریٹیز میں جانتی ہوں تم ایک دوسرے کو انتہا درجہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہو۔ تم آن مل ہو اس کے باوجود میرے بھائی کوشش کرنا کہ اناہیتا کی دل شکنی نہ ہو۔''

جواب میں کریٹیز مسکرایا اور کہنے لگا۔

''میری بہن! آپ کو پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے جو فلوٹس نے پیغام دیا کہ میرے لئے خیمہ نصب کرادیا ہے تو خیمے کے بیچ میں جو میں نے اسے پردہ لگانے کے لئے کہا وہ میں نے اناہیتا ہی کے لئے کہا اناہیتا خیمے کے آدھے حصے میں پردے کے پیچھے رہتی رہے گی اگلے حصے میں، میں رہوں گا۔ اس کے کسی کام، اس کی کسی حرکت، اس کی کسی بات، اس کے کسی فیصلے م مداخلت نہیں کروں گا۔ تاہم اس کی زندگی کی ضروریات کا خیال رکھوں گا، جو چیز اسے چاہیے ہوگی اسے بروقت ملتی رہے گی۔ برسین میری بہن! میں آپ کو یقین دلا ہوں کہ اناہیتا کے معاملے میں میری طرف سے آپ کو کوئی شکایت نہیں ملے گی۔''

کریٹیز کے ان الفاظ سے برسین خوش ہوگئی تھی پھر اناہیتا کو مخاطب کر کے کہ لگی۔

''اناہیتا میری بہن! تمہیں پریشان و فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ سکن سے شادی کرنے کے بعد تم سے دور یا سمندر پار تو نہیں جا رہی اور پھر سکندر نے دے دیا ہے کہ کریٹیز کا خیمہ اس کے خیمے کے قریب ہوگا میں بالکل تمہارے نزدیک ہی ہوں گی۔ شادی کرتے وقت سکندر نے مجھے اس بات کی بھی اجازت دے دی کہ میں دن رات کے کسی بھی حصے میں تمہیں اور کریٹیز سے مل سکتی ہوں اس لئے کسی نے اس پر پہلے ہی انکشاف کر دیا ہے کہ میں کریٹیز کو بھائیوں کی طرح چا ہوں۔ اب بول تو کیا کہتی ہے؟''

اس کے بعد برسین نے کچھ سوچا انتہائی سنجیدہ اور افسردہ ہوگئی تھی۔ پھر اپنا منہ اناہیتا کے کان پر لے گئی اور سرگوشی میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''اناہیتا! کریٹیز اب عام آدمی نہیں ہے وہ یونانی لشکر میں سالار کے منصب

ا ہو چکا ہے اور سب سے بڑھ کر سکندر نے اسے اپنا مشیر بنا لیا ہے۔ مشیر وہ انہیں ے جو انتہاء درجہ کے اہم سالار ہوں اس وقت اس کے ساتھ صرف چند سالار ہیں شیر بھی ہیں ورنہ سالار تو اس کے لشکر میں ان گنت ہیں۔

اناہیتا! اس سے پہلے میری موجودگی میں تم کریٹیز کو بے غیرت، کمینہ، رذیل، ، حقیر اور اجڈ بدو کہتی رہی ہو۔ میری بہن جو کچھ ہو چکا سو ہو چکا۔ اب سب وں کو خبر ہو چکی ہے کہ تم کریٹیز کی بیوی ہو اور پھر تمہارا سب سے بڑا امتحان یہ کہ تمہیں اس کے خیمے میں رہنا ہے۔ گو میں کریٹیز کی اس تجویز کو سمجھ چکی ہوں کہ نے پارمینو کے بیٹے فلوٹس سے کہہ دیا ہے کہ خیمے کے درمیان میں پردہ لگا دے طرح وہ تمہیں علیحدگی اور یکسوئی مہیا کرنا چاہتا ہے۔ تمہارے سامنے نہیں آنا چاہتا ت میں تم سے کہنا چاہتی ہوں وہ یہ کہ جس طرح تم اسے میرے سامنے گالیاں تہاء درجہ کے غلیظ اور گندے خطابات دیتی رہی ہو ویسا ہی رویہ یہاں یونانیوں کر میں مت کرنا اگر ایسا رویہ روا رکھو گی تو یاد رکھنا کریٹیز اور میری دونوں کی پر حرف گیری آئے گی۔ جب تم اس سے لڑو گی اسے گالیاں دو گی کسی کے ے نفرت و بے زاری کا اظہار کرو گی تو پھر بات آہستہ آہستہ کھلتے یہاں تک پہنچے ہ میں نے اور کریٹیز نے جھوٹ بولا تھا اور تم اس کی بیوی نہیں ہو۔ اس کے بعد ونکہ یونانیوں کے اندر میری اور کریٹیز کی کیا عزت رہ جائے گی۔''

برسین مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ خاموش ہوگئی اس لئے کہ خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا تھا اس موقع پر فلوٹس کو مخاطب کرتے ہوئے برسین کہنے لگی۔

''تھوڑی دیر رکو میں اپنی چھوٹی بہن کا سامان بھی سمیٹ لوں پہلے ان دونوں کو ے خیمے میں چھوڑیں گے پھر میں سکندر کی طرف چلی جاؤں گی۔''

فلوٹس وہاں کھڑا رہا برسین اور اناہیتا دونوں نے مل کر سارا سامان سمیٹا پھر اناہیتا کا فلوٹس نے سنبھال لیا تھا۔ برسین کا سامان کریٹیز نے لے لیا۔ دونوں خیمے سے اروں پہلے اس خیمے میں داخل ہوئے جو کریٹیز کے لئے مختص کیا گیا تھا۔ برسین ی دیر تک خیمے کا جائزہ لیتی رہی ساتھ ہی اطمینان اور خوشی کا بھی اظہار کرتی رہی ے لگی۔

''خیمہ کافی بڑا ہے اور میں سمجھتی ہوں تم دونوں اس میں خوش و خرم رہ سکو گے۔''

فلوٹس نے اناہیتا کا سامان خیمے میں رکھ دیا اس موقع پر اناہیتا کے چ
سوالات رقص کر رہے تھے اس کی یہ کیفیت دیکھتے ہوئے برسین اس کے قریب
اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"تم ایسا کرو خیمے کے پچھلے حصے میں چلی جاؤ وہیں اپنا سامان رکھ لو
ساتھ چلو میں پچھلے حصے کا بھی جائزہ لیتی ہوں۔"

پھر دونوں بہنیں خیمے کے پچھلے حصے کی طرف گئیں جس طرح سامنے وا
میں بستر لگے ہوئے تھے ضروریات کی اشیاء تھیں وہاں پیچھے بھی تھیں۔ پچھلے
اناہیتا کا سامان رکھ دیا گیا۔ برسین اور اناہیتا دونوں فلوٹس اور کریٹیز کے پاس آ
موقع پر فلوٹس کو مخاطب کر کے کریٹیز کہنے لگا۔

"فلوٹس! تم تھوڑی دیر تک میرے خیمے میں آنا میں اپنی بہن برسین کو
سکندر کی طرف جا رہا ہوں اس لئے کہ مجھے تم سے کچھ معلومات بھی حا
ہیں۔"

جواب میں فلوٹس مسکراتے ہوئے خیمے سے نکل گیا تھا پھر برسین کی طرف
ہوئے کریٹیز کہنے لگا۔

"میری بہن! تم میرے ساتھ آؤ۔"

کریٹیز اور برسین دونوں سکندر کے خیمے کی طرف ہو لئے برسین کاساما
نے اٹھایا ہوا تھا۔ برسین تو جاتے ہی خیمے میں داخل ہو گئی کریٹیز دروازے
سکندر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟"

جواب میں سکندر مسکرایا کہنے لگا۔

"اب تمہیں ایسے الفاظ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے تمہارے ساتھ
رشتہ ہے اور رشتہ بھی بڑا گہرا اور عزیز ہے۔ اندر آؤ۔"

کریٹیز خیمے میں داخل ہوا ایک طرف اس نے برسین کا سامان رکھ دیا
تک برسین اس چادر کو اتار چکی تھی جس میں اس نے اپنا جسم اور چہرہ ڈھانپ
اور ایک نشست پر بھی بیٹھ گئی تھی۔ برسین کا سامان رکھنے کے بعد ایک گہری
نے برسین پر ڈالی اس موقع پر کریٹیز کی آنکھوں میں سوالات ہی سوالات تھ

طرح دیکھنے کے انداز کو برسین سمجھ نہ سکی اتنی دیر تک کریٹیز سکندر کے سامنے جا
ہوا۔

کریٹیز کے اس طرح سامنے کھڑے ہونے پر سکندر کچھ فکرمند سنجیدہ سا ہو گیا تھا
دیر تک غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا اور کہنے لگا۔

"کیا بات ہے...... تم میرے سامنے یوں کھڑے ہو گئے ہو جیسے کچھ کہنا چاہتے
"

اس موقع پر برسین بھی پریشان ہو گئی تھی وہ بھی عجیب سے انداز میں کریٹیز کی
ف دیکھنے لگی تھی۔ کریٹیز نے پھر ایک گہری نگاہ برسین پر ڈالی اور سکندر کی طرف
دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"آپ کا اندازہ درست ہے میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ دراصل ایک
معاملے میں، میں نے جھوٹ بولا تھا۔ گو میں جھوٹ بولنے کا عادی نہیں ہوں وہ جھوٹ
بولنے کے بعد میرے اندر ایک طوفان ایک خلجان اٹھ کھڑا ہوا ہے اور اگر میں نے اس
خلجان پر سچائی اور حقیقت کی ردا نہ ڈالی تو آنے والی شب کو مجھے نیند نہیں آئے گی۔
اس لئے کہ میں جھوٹ اور دروغ گوئی کا عادی نہیں ہوں۔"

جواب میں سکندر مسکرایا اور کہنے لگا۔

"کبھی کبھی تمہاری گفتگو مجھے عجیب و غریب سے تجسس میں مبتلا کر دیتی ہے اور
میں اندر ہی اندر تمہاری تعریف کیے بغیر نہیں رہتا کہو کیا معاملہ ہے؟"

اس پر رکے رکے سے الفاظ میں کریٹیز کہنے لگا۔

"دراصل میں اور برسین دونوں بہن بھائی نے آپ سے جھوٹ بولا تھا...... اناہیتا
میری بیوی نہیں ہے۔"

اس کے بعد وہاں کھڑے ہی کھڑے کریٹیز نے گارڈیم شہر میں برسین و اناہیتا اور
ممنون سے اپنی پہلی ملاقات کے بعد دمشق تک کے حالات سب تفصیل سے کہہ دیے
تھے اور اناہیتا جو اس سے نفرت کرتی تھی اس کی وجہ بھی بتا دی تھی۔

ساری تفصیل کہنے کے بعد کریٹیز چپ چاپ سکندر کے سامنے کھڑا رہا سکندر
تھوڑی دیر تک مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا اسی طرح کی مسکراتی ہوئی ایک
نگاہ اس نے برسین پر ڈالی تھی پھر خیمے میں سکندر کی آواز بلند ہوئی کریٹیز کو مخاطب

کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”تمہارا اس طرح جھوٹ سے چھٹکارہ حاصل کرنے اور سچ بولنے کی وجہ میری نگاہوں میں تمہاری اور برسین دونوں بہن بھائی کی عزت تو دوچند ہو گئی کریٹیز! تم وہ شخص ہو جس پر میں آنکھیں بند کر کے اعتبار کر سکتا ہوں اور برسین متعلق میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ برسین کو اپنی زندگی کا ساتھی بنا کر میں نے دانشمندانہ قدم اٹھایا ہے اب جب کہ تم نے سچ بولا ہے تو میرا فیصلہ بھی سنو۔

اناہیتا کے ساتھ میرا ایک رشتہ ہے برسین اب میری بیوی ہے اناہیتا برسین کی ہے اس لحاظ سے وہ میری بھی چھوٹی بہن ہے لیکن اس کی رہائش کا جو اہتمام تم دونوں بہن بھائی نے کیا وہ ویسے کا ویسا ہی رہے گا۔ وہ تمہارے خیمے ہی میں قیام کرے گی میں تم دونوں کا اور حالات کا جائزہ لیتا رہوں گا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آج جو تمہارے درمیان نفرت اور بیزاری کا دشت حائل ہے نفرت کا یہی دشت آنے والے دنوں میں تم دونوں کے درمیان محبت اور چاہت کی خلیج بن جائے۔ اس بنا پر اناہیتا اسی خیمے میں رہے گی اور میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ تم سے بہتر نہ کوئی اس کی حفاظت کر سکتا ہے نہ نگہداری۔

کریٹیز! تم نے میرے سامنے سچ بول کر نہ صرف میری نگاہوں میں اپنی عزت اور وقار میں اضافہ کیا ہے بلکہ ایسا کر کے تم نے میری عزت و وقار میں بھی اضافہ کیا ہے اس لئے کہ میں نے تمہیں اپنا سالار چنا ہے اور تم جیسے سالار پر میں فخر کرتا رہوں گا۔ یہ جو سچ تم نے میرے سامنے بولا ہے کہ اناہیتا تمہاری بیوی نہیں ہے یہ میرے علاوہ کسی اور پر انکشاف نہ کرنا اس کے بعد دیکھیں گے حالات کیا کروٹ لیتے ہیں اس دوران میرے لشکر میں رہتے ہوئے اناہیتا نے اگر کسی اور کو پسند کرنا شروع کر دیا تو اس کی مرضی کے مطابق اس کی شادی اس سے کر دیں گے۔ اس وقت یہ سب پر انکشاف کر دیں گے کہ اناہیتا تمہاری بیوی نہیں تھی۔“

سکندر کی اس گفتگو سے کریٹیز بھی مطمئن ہو گیا تھا اور پھر سکندر سے اجازت لے کر وہ سکندر کے خیمے سے نکل گیا تھا۔

ںکندر کے خیمے سے نکلنے کے بعد کریٹیز جب اپنے خیمے میں داخل ہوا تو خیمہ تھا جونہی وہ چند قدم آگے بڑھا خیمے کے درمیان جو بھاری اور موٹا پردہ تھا، جو دونوں حصوں کے درمیان آنے جانے کا راستہ تھا اس پر اناہیتا نمودار ہوئی لنا چاہتی تھی کہ کریٹیز نے اسے مخاطب کرنے میں پہل کی۔

”ن برسین کی بہن! جو کچھ میں کہنے لگا ہوں غور سے سننا۔ میں نے تمہیں نام سے اس لئے نہیں پکارا کہ تمہیں میری ذات سے، میرے اطوار سے، سب ونسب تک سے نفرت ہے اور جو ہم سے نفرت کرے ہم اسے اس کے نہیں پکارتے۔ تمہاری بہن نے جھوٹ سے کام لیتے ہوئے تمہیں کہہ دیا تھا نے آپ کو کریٹیز کی بیوی ظاہر کرنا اور مجھے بھی کہہ دیا تھا کہ میں بھی یہ جھوٹ وقتی طور پر میں نے اس کا کہا مان لیا تھا اس لئے کہ میں اسے سگی بہنوں جیسا ہوں اس کی بات ٹال نہیں سکتا لیکن ابھی میں سکندر کے پاس سے آ رہا ہوں۔ اس پر سچائی ظاہر کر دی ہے کہ تمہارے ساتھ میرا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ ہاں! ے ساتھ کوئی تعلق و رابطہ ہے تو وہ صرف نفرت و بے زاری اور کراہت کا ہے۔ بی بی! اگر تم اسی خیمے میں قیام کرنا چاہو تو جس آدھے حصے میں تمہارا ہے وہ آدھا حصہ تمہارا ہے اس حصے میں بھی طہارت خانہ ہے جو تمہارے میں رہے گا۔ میرے حصے کا طہارت خانہ اور ضروریات کا سامان علیحدہ ہے۔ ں کسی چیز کی ضرورت ہو تو اپنے حصے میں کھڑے ہو کر پردے کے پیچھے آواز یا کرنا تمہیں تمہاری مطلوبہ چیز مل جائے گی۔ ابھی چند دن صبر کرو اس کے بعد کروں گا کہ تمہارے لئے کسی خادمہ کا اہتمام کر دیا جائے اس لئے کہ دمشق بہت سی عورتیں قیدی بنا کر لائی گئی ہیں ان میں سے کسی مناسب عورت کا

انتخاب کر کے تمہاری خدمت پر مامور کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد تم ضرورت ہی محسوس نہیں ہوگی جو چیز تم اس سے کہو گی وہ تمہیں مہیا کر دے گ

اتنا کہنے کے بعد کریٹیز رکا پھر دوبارہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اس موقع پر میری تم سے ایک التجاء ہے کہ اس سے پہلے دمشق میں لئے جو انتہائی ناقابل برداشت الفاظ استعمال کرتی رہی ہو وہ یہاں نہ کرنا خیال کرنا کہ میں ان الفاظ کو برداشت نہیں کروں گا۔ میں تمہاری طرح تنگ فراخ دل ہوں لیکن یہاں میری ایک عزت ہے میں یونانی لشکر میں ایک سکندر کا مشیر ہوں تمہارے وہ الفاظ میری بے عزتی اور میرے وقار کی باعث بن جائیں گے۔ لہٰذا تم خیمے میں اپنے حصے میں مطمئن رہنا میری طرف آنے کی کوشش نہ کرنا تمہاری ضرورت کی ہر شے تمہارے حصے میں گی۔''

یہاں تک کہتے کہتے کریٹیز خاموش ہوگیا اس موقع پر اناہیتا بھی اسے کے کچھ کہنا چاہتی تھی پر سامنے کی طرف سے فلوٹس آتا ہوا دکھائی دیا تھا ج اناہیتا پیچھے ہٹ کر پردے کے پاس ہی بیٹھ گئی تھی شاید وہ ان دونوں کی ارادہ کر چکی تھی۔

فلوٹس خیمے میں داخل ہوا شاندار انداز میں کریٹیز نے اس کا استقبال نشست پر بیٹھ گئے پھر گفتگو کا آغاز فلوٹس نے کیا کریٹیز کو مخاطب کرتے کہنے لگا۔

''کریٹیز! تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تم مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتے چاہتے ہو اب بولو تم مجھ سے کیا جاننا چاہتے ہو اس کے بعد میں تمہیں لے جاؤں گا دوسرے سالاروں اور لشکریوں سے تمہارا تعارف کراؤں گا۔''

فلوٹس جب خاموش ہوا تب اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے لگا۔

''میں تین موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ پہلا موضوع یہ سب سے پہلے یونان کے دیومالائی سلسلے سے متعلق کچھ تفصیل بتاؤ۔ دوسرا میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں وہ یہ ہوگی کہ مجھے سکندر کے استاد ارسطو۔

لہٰذا سوال یہ ہوگا کہ میں سکندر کے گھوڑے بیوسی فالس سے متعلق جاننا پسند اس لئے کہ دمشق سے ایسوس کے ان میدانوں تک سفر کرتے ہوئے میں نے کچھ یونانی لشکریوں سے سنا تھا کہ وہ گھوڑا عام نہیں خاص ہے جسے سکندر میں حاصل کیا تھا۔ بس فی الوقت تو میرے یہی تین سوال ہیں اس کے بعد ں گا کہ مجھے تم سے کیا معلومات حاصل کرنی ہیں۔''

یٹیز جب خاموش ہوا تب اس کی طرف دیکھتے ہوئے فلوٹس مسکرایا اور کہنے

ار میں تفصیل کے ساتھ تمہارے ان سوالوں کا جواب دوں گا تو بہت وقت ا میں اختصار کے ساتھ ان تینوں کی وضاحت تمہارے سامنے کرتا ہوں۔

اں تک یونان کے قدیم دیومالائی سلسلے کا تعلق ہے تو یونان میں عموماً 12 ے دیوی دیوتاؤں کو بڑی اہمیت حاصل تھی ان کے علاوہ بھی کچھ دیویاں و جن کی یونان کے اندر بڑی اہمیت تھی۔

ب سے بڑا دیوتا زیوس تھا یونان میں اسے زیوس اور رومن اسے جیوپیٹر کے یاد کرتے ہیں۔ اس دیوتا کے باپ کا نام کرونوس تھا کرونوس کی جب بہت ہوگئی تب اس نے ارادہ کیا کہ اب وہ مزید اولاد نہیں پیدا ہونے دے گا نوس کی بیوی اور زیوس کی ماں نے اسی بنا پر زیوس کو ایک غار کے اندر جنم ے اس کی ماں اکیلا چھوڑ کر واپس چلی گئی کہتے ہیں زیوس اس غار میں اکیلا یک جادوئی بکری اسے دودھ پلاتی رہی۔ اس جادوئی بکری کا نام املیتیا تھا۔ جاتا تھا کہ اسی غار میں ایک چھوٹی یونانی دیوی نائف، زیوس کے لئے آب کام سرانجام دیتی رہی تھی۔ کہا جاتا ہے اسی جادوئی بکری املیتیا اور چھوٹی ف کی وجہ سے اس غار کے اندر زیوس پل کر جوان ہوگیا۔ جوان ہونے کے نے اپنے باپ کے خلاف جنگ کرنے کا ارادہ کرلیا اس کا باپ چونکہ اس کی کے خلاف تھا لہٰذا جوان ہونے کے بعد اس نے اپنے باپ کرونوس کے جنگ کی۔ کرونوس کو اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا اس جنگ میں زیوس ے بہن بھائیوں نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا۔ یونان کے ان دیوی کو چونکہ ٹائٹون کہتے ہیں لہٰذا اس جنگ کو بھی جو باپ بیٹے کے درمیان لڑی

گئی ٹائٹون کی جنگ کہہ کر پکارا جاتا ہے۔

اس طرح اپنے باپ کے قتل کے بعد زیوس سب سے بڑا دیوتا ہو گیا ا
اپنا مسکن یونان کے کوہستانی سلسلے اولمپس کو بنایا اور پھر زمین اور دوسری چیزوں
چلانے کے لئے اس نے اپنے عزیز و اقارب میں سے بہت سوں کو دیوتا مقرر
زمین کے نچلے حصے یعنی پاتال کا دیوتا اس نے حادلیس کو مقرر کیا۔ پو
سمندر کا دیوتا بنایا۔ زلزلوں کا انتظام بھی اس کے تحت رکھا۔ کہا جاتا ہے
پوسٹیون دیوتا نے جنات و شیطان کو بھی اپنے ماتحت کر لیا تھا۔ اس طرح ا
اپنے سارے بھائی بہنوں اور رشتہ داروں کو کائنات کے اندر مختلف کام سو
نظام ہستی کو احسن طریقے سے چلا سکیں۔

زیوس کی پیدائش کے وقت جس جادوئی بکری نے زیوس کو دودھ پلایا ت
اس بکری کا آخری وقت آیا تو اس کی کھال اتار لی گئی۔ اس کی کھال سے زیو
اپنے لئے ڈھال بنائی اور وہ ڈھال بھی ایک طرح کی جادوئی ڈھال تھی او
کے لئے بڑے مافوق الفطرت کام سرانجام دیتی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ انسان کی نسل بڑھانے کے لئے زیوس نے اپنے تما
دیوتاؤں کے ساتھ مل کر پنڈورہ نام کی ایک عورت کو بنایا اور اسی سے انس
انسانی کے ارتقاع کا سلسلہ شروع کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مختلف دیوی و دیو
احکامات دینے کے بعد زیوس نے یونان کے کوہستانی سلسلے اولمپس کو اپنا مس
جس کو اس نے ایک طرح سے دیوی دیوتاؤں کا دارالخلافہ بھی قرار دیا۔ اس
اولمپس سے زیوس تمام دیوتاؤں کی نگرانی کرتا تھا۔ کوہستان اولمپس کا یہ سلسلہ
کی دو ریاستوں مقدونیہ اور تھیلی کے درمیان واقع ہے۔

تمام کاموں سے فرصت حاصل کرنے کوہستان اولمپس کو اپنا مسکن بنا
دیوی دیوتاؤں کو ان کے فرائض سونپنے کے بعد زیوس نے کہتے ہیں ہیرا سے
کر لی۔ ہیرا رشتہ میں اس کی سگی بہن تھی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہیرا کے علاوہ بھی
کی بہت سی بیویاں تھیں جو سب دیویاں تھیں جن سے کئی دیوی دیوتاؤں نے
زیوس کے بعد سب سے اہم اور بڑی دیوی ہیرا کہلاتی ہے اس کو جو
بھی پکارا جاتا ہے یہ واحد دیو [illegible] با قاعدہ طور پر زیوس سے

لی وجہ سے اسے زیوس کی پہلی اور جائز بیوی ہونے کا دعویٰ تھا۔

یہ ہیرا کرونوس کی بیٹی اور زیوس کی بہن تھی اسی سے زیوس نے شادی کی یونانی
ات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ شادی سے پہلے ہی ہیرا اور زیوس اکثر تنہائی میں
ملیں کرتے ایک دوسرے پر اپنی محبت کا اظہار کرتے جس کے نتیجہ میں دونوں
شادی کر لی۔

زیوس کی بیوی بننے کے بعد ہیرا کی جو سب سے بری عادت سامنے آئی وہ یہ
کہ اس میں حسد اور کینہ بہت زیادہ تھا اور اپنی انہی دو خامیوں کی وجہ سے وہ اکثر
ں کے فیصلوں کا احترام نہ کیا کرتی تھی۔ جس کی بنا پر ہیرا سے تنگ آ کر زیوس
دوسری دیویوں کو بھی اپنے ساتھ بیویوں کی حیثیت سے رکھنا شروع کر دیا تھا۔

یونان کی دوسری بڑی دیوی ایتھنا ہے۔ یہ زیوس دیوتا کی بیٹی تھی ایتھنا کو
ن میں عقل مندی اور دانائی کی دیوی مانا جاتا ہے۔ یونانیوں نے اسے فروا کا نام
قا اور یہ چھوٹی جنگوں کی دیوی بھی تسلیم کی جاتی تھی۔

ہیلن کو حاصل کرنے کے لئے ٹرائے کے مقام پر جو دس سالہ جنگ ہوئی اس
میں بھی ایتھنا نے یونانی سورماؤں کی مدد کی تھی اس کے علاوہ ہرکولیس کی بھی
نے بہت سے مواقع پر مدد کی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایتھنا نے ہی چاول اور
ان کی کاشت کا سلسلہ شروع کیا تھا اسی دیوی نے اپنے نام پر یونان میں ایک شہر
آباد کیا تھا جو آج بھی آباد ہے اور اس کا نام ایتھنز ہے۔

زیوس کے بعد یونانی دیومالا میں پوسیڈو نام کا دیوتا بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے
کے تحت سمندر تھا لہٰذا اس کو سمندر کا دیوتا بھی مانا جاتا ہے۔ علاوہ اس کے اس کو
اں پر بھی مامور کیا گیا تھا لہٰذا یہ سمندر اور زلزلوں کا مشترکہ دیوتا ہے۔ یونان کی
اور اہم دیوی دیمیتر بھی ہے اسے کاشتکاری کی دیوی شمار کیا جاتا ہے اور یونانیوں
بقول یہ پھلوں اور اجناس کی پیداوار پر بھی حکمرانی کرتی ہے۔ یہ دیوی زیادہ تر
بیٹی پرسیفون کی وجہ سے زیادہ مشہور اور معروف ہوئی۔ دیمیتر نام کی اس دیوی کی
بیٹی پرسیفون تھی جو انتہا درجہ کی خوبصورت، لاپرواہ اور کھلنڈری تھی۔ ایک مرتبہ
یل کود میں مصروف تھی کہ زیوس کا بھائی ہادلیس جو زیر زمین کے علاقوں کا دیوتا تھا
پرسیفون کو اغوا کر کے لے گیا اور اس سے بدسلوکی کی۔ (ہادلیس نام کے اس

یونانی دیوتا کو رومن پلوٹو کے نام سے یاد کرتے ہیں)
جب ہادیس کی اس حرکت کی اطلاع دیوی دیوتاؤں کے سب سے بڑا
زیوس کو ہوئی تو وہ خاموش نہ رہ سکا اور اس نے اپنے بھائی ہادیس کو جو زمی
زیریں حصے کا دیوتا تھا اسے تاریکی میں پھینک دیا تاکہ وہ ڈیمیتر دیوی ک
پرسیفون کو دوبارہ کوئی گزند نہ پہنچائے۔
پر کہتے ہیں یہ ہادیس اپنی حرکت سے باز نہ آیا۔ ایک مرتبہ اچانک وہ تا
کے سمندر سے نکلا اور اچانک اس وقت پرسیفون کو اچک کر لے گیا جس وا
زمین کے نزدیکی کھیتوں میں پھول چن رہی تھی۔ ڈیمیتر دیوی کو جب اپنی ب
اس طرح غائب ہونے کا پتہ چلا تب وہ بڑی فکرمند و بڑی پریشان ہوئی چو
دیوی دیوتاؤں کا مرکز اور دارالخلافہ اولیمپاس تھا لہٰذا اپنی بیٹی کی گمشدگی کی و
ڈیمیتر دیوی نے کوہستان اولیمپیا کی طرف جانا بھی بند کر دیا تھا۔
اس نے اپنی بیٹی کو بہت تلاش کیا لیکن اس کی ہر کوشش ناکام رہی آخر د
دیوی و دیوتاؤں سے بچنے کے لئے اس نے ایک بوڑھی عورت کا روپ دھارا
بیٹی کو تلاش کرنا شروع کیا لیکن کہیں کامیابی دکھائی نہ دی۔
دوسری طرف سب سے بڑے دیوتا زیوس کو جب خبر ہوئی کہ اس
ہادیس ڈیمیتر دیوی کی بیٹی پرسیفون کو پھر اٹھا کر لے گیا ہے تو اس نے اپ
ہادیس کو حکم دیا کہ وہ پرسیفون کو چھوڑ دے تاکہ وہ اپنی ماں کے پاس جا
ہادیس نے زیوس کا کہا ماننے سے انکار کر دیا اور پرسیفون کو نہیں چھوڑا۔
آخر صلاح و مشورہ کرنے کے بعد یہ طے پایا کہ ڈیمیتر چونکہ پھلوں او
اجناس کی دیوی ہے لہٰذا کاشتکاری کے موسم میں پرسیفون اپنی ماں کے پاس
کرے گی تاکہ ڈیمیتر کاشتکاری کی طرف پوری توجہ اور رغبت دے سکے اور با
میں وہ ہادیس کے پاس رہے گی۔ اس طرح ڈیمیتر دیوی کی بیٹی پرسیفون س
سے چھ ماہ اپنی ماں اور چھ مہینے ہادیس کے پاس رہنے لگی تھی۔
یونان کی ایک اور اہم دیوی ایفروڈائٹ ہے اسے محبت اور خوبصورتی
مانا جاتا ہے۔ کہتے ہیں یونان کی دیوی دیوتاؤں میں ایک بار یہ مسئلہ پیدا ہو
دیویوں یعنی ایفروڈائٹ، ایتھنا اور ہیرا تینوں دیویوں میں سے کون زیادہ خو

ا ئش ہے۔
آخر یہ مسئلہ سب سے بڑے دیوتا زیوس کے سامنے پیش کیا گیا کہ وہ فیصلہ
ے کہ تینوں میں سے کون زیادہ حسین اور پرجمال ہے؟
کہتے ہیں زیوس نے یہ فیصلہ کرنے سے معذرت کر لی ساتھ ہی اس نے اس
ے کا فیصلہ کرنے کے لئے ٹرائے شہر کے شہزادے پارس کا انتخاب کیا اور یہ کہا
نوں دیویاں پارس کے سامنے پیش ہوں اور وہ ان کا جائزہ لے اور جو وہ فیصلہ
ے وہی آخری اور قابل تسلیم ہوگا۔
زیوس کے اس حکم کے مطابق ہیرا، ایتھنا اور ایفروڈائٹ تینوں دیویاں ٹرائے
کے شہزادے پارس کے سامنے پیش ہوئیں۔ پارس نے ان سے مختلف سوال کیے
وال و جواب کے دوران ہیرا دیوی نے پارس کو لالچ دیا کہ وہ اسے ایشیا کا
نا بنا دے گی۔
دوسری طرف ایتھنا جو جنگ کی دیوی تھی اس نے پارس کو یہ لالچ دیا کہ وہ
اسے جنگوں میں کامیابیاں عطا کرتی رہے گی۔ لیکن پارس نے ان دونوں
ں کی ترغیب میں آنے کی بجائے صحیح طریقے سے فیصلہ کرنے کا ارادہ کیا لہٰذا
او دیکھنے اچھی طرح ان کا جائزہ لینے اور ان سے سوال و جواب کرنے کے بعد
نے ایفروڈائٹ کو حسین ترین اور پرجمال ہونے کا فیصلہ دے دیا تھا۔ پارس نام
وہی شہزادہ تھا جو ٹرائے شہر کے بادشاہ کا بیٹا تھا اور اسی نے ہیلن کو یونان سے
یا تھا اور اپنے شہر ٹرائے لے آیا تھا جس کے جواب میں یونان کی ساری
اں کے حکمران ہیلن کو حاصل کرنے کے لئے ٹرائے شہر پر حملہ آور ہوئے۔ اس
مل جو جنگ لڑی گئی اسے ''ٹرائے کی جنگ'' کا نام دیا گیا تھا۔
یونان کی ایک اور انتہائی اہم دیوی ارتمیس ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ یونان کے
یوتا کی جڑواں بہن تھی اور اس سے کچھ پہلے وہ پیدا ہوئی تھی لہٰذا اس سے بڑی
لی گئی اس دیوی ارتمیس نے زندگی بھر شادی نہ کرنے اور کنواری رہنے کا فیصلہ
ا۔ لہٰذا جو بھی اس کی محبت اس کے عشق میں مبتلا ہوتا وہ اسے برباد اور تباہ کر
لو دیتی۔
کہا جاتا ہے اورین نام کے ایک نوجوان نے اس دیوی کی محبت اور چاہت

حاصل کرنا چاہی اور اس سے عشق کا خواہش مند ہوا لیکن ارتمیس نے اسے انتہا کی کڑی سزا دی۔ یونانی دیومالا میں ارتمیس انتہائی اہم دیوی خیال کی جاتی ارتمیس کا ایک مندر افیسوس شہر میں تھا یہ وہی شہر تھا جہاں اصحاب کہف تے تھا۔ کہتے ہیں یہ مندر تعمیر کا بہترین نمونہ خیال کیا جاتا تھا (جس وقت سکندر سے نکل کر ایشیا میں داخل ہوا تو اس نے ارتمیس کے اس مندر کا جائزہ لیا جس اس وقت صرف کھنڈرات موجود تھے اس تباہ شدہ مندر سے سکندر بڑا متاثر ہوا ہے کہ ارتمیس کے مندر کے یہ ستون جو مندر تباہ ہونے کے بعد بھی کھڑے بھگ 60 فٹ اونچے تھے اور یہ ستون 100 سے بھی زائد تھے سکندر جب ایشیا داخل ہوا تو اس نے اس مندر کو پہلی بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کروایا لیکن بعد میں زمانہ کے باعث مندر پھر تباہ و برباد ہوگیا) اس دیوی کو شکار کی دیوی خیال کیا تھا۔

یونان کی دیومالائی سلسلے میں اپالو دیوتا کی بھی بڑی اہمیت ہے یہ دیوی ارتم کا چھوٹا بھائی تھا۔ اپالو روشنی کا دیوتا خیال کیا جاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اپالو نے کے بادشاہ کی بیٹی کورونی سے شادی کر لی تھی جس کے نتیجے میں ان کے ہاں ایک ہوا یہی بیٹا بعد میں اسکلی پیوس کے نام سے یونانی دیومالا میں طب کا دیوتا بنا۔

یہاں تک کہنے کے بعد فلوٹس یونانی دیومالا سے متعلق مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کریٹیز بول پڑا۔

”میرے بھائی! تم نے جو یونانی دیومالا سے متعلق تفصیل بتائی ہے میں ہوں میرے لئے اسی قدر کافی ہے میں جانتا ہوں اس سلسلے میں تم بہت کچھ چاہتے ہو لیکن میں مزید اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ اب میرے باقی دو سوال کا مختصر سا جواب دو۔“

جواب میں فلوٹس کہنے لگا۔

”تمہارے ایک سوال کا جواب ہوا۔ دوسرا سوال ارسطو سے متعلق تھا جو حکمران سکندر کا استاد ہے اور جو ابھی تک زندہ ہے یہ ارسطو یونان کے مشہور افلاطون کا شاگرد تھا (اور یہ 384 ق م یونان کے علاقے مقدونیہ کے ایک اسٹاجیرہ میں پیدا ہوا) ارسطو کے باپ کا نام نکوماخوس تھا اور وہ اپنے وقت کے با

لای طبیب بھی تھا۔ ارسطو کی دانشمندی، اس کے فلسفے کو دیکھتے ہوئے سکندر کے فلپ نے سکندر کی تربیت کے لئے ارسطو کو خصوصی طور پر اپنے شہر پیلا بلایا۔ سقراط کی راہ پر چل رہا تھا۔ سقراط کا نظریہ یہ تھا کہ انسان کو اپنی زندگی کی ابتدا فکر نہیں کرنا چاہیے بلکہ یہ سوچنا چاہیے کہ اسے زندگی سے کیسے اور کس طرح لینا چاہیے۔ سقراط کے دور میں بہت سے فلسفی ماضی کی چھان بین میں لگے تھے۔ وہ اس فکر میں رہتے تھے کہ کائنات کی تخلیق و تقویم کیونکر ہوئی آسمانی کی فطرت و طبیعت کیا ہے؟ لیکن سقراط نے ایسا سوچنے سے منع کر دیا اس کا یہ تھا کہ بقائے عالم کا مقصد معلوم ہونا چاہیے یہ جاننے کی کیا ضرورت ہے کہ کا سرچشمہ کیا ہے؟ اسی ایک مقصد کی تلاش و جستجو کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسے خودکشی کرنی اس لئے کہ اس نے یونانی دیومالائی سلسلے کو ماننے سے انکار کر دیا تھا۔

اس طرح ارسطو بھی کہتا ہے کہ روح کائنات کا راز معلوم ہو یا نہ معلوم ہو لیکن لی ارتقاء کی پیمائش کی جا سکتی ہے اور اس کا رخ جس طرف چاہیں پھیرا جا سکتا وہ کہتا ہے کہ جس طرح حیوانوں کا رخ پھیر سکتے ہیں اور حیوانوں کی سرگزشت ب کی جا سکتی ہے اسی طرح صرف انسان ہی نہیں بلکہ قومیں کی قومیں بھی ایک ت سے ارتقاء پذیر ہوتی ہیں وہ مسلسل بدلتی ہوئی کچھ اور ہی بن جاتی ہیں۔ ارسطو تھا کہ اس عمل تغیر کو ناپا اور اپنی مرضی کے مطابق چلایا جا سکتا ہے۔

سکندر کے باپ فلپ نے سکندر اور چند دوسرے لڑکوں کی تعلیم و تربیت کے میزا کے مقام پر ایک تجربہ گاہ بنا دی تھی جہاں ارسطو اپنے شاگردوں کو درس دیتا ۔ اب بھی وہ وہیں قیام کیے ہوئے ہے اور اس کی تجربہ گاہ کے لئے سکندر یہاں بھی مختلف پودے اور جڑی بوٹیاں اسے روانہ کرتا رہتا ہے۔“

فلوٹس یہاں تک کہنے کے بعد رکا پھر دوبارہ گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے رہا تھا۔

”کریٹیز میرے بھائی! تمہارا تیسرا سوال سکندر کے گھوڑے بیوسی فالس سے لق ہے تو اس سے متعلق میں تفصیل کچھ یوں بیان کر سکتا ہوں کہ سکندر کے باپ نے اپنے پہلے مرکزی شہر کو ترک کر کے ایک نیا شہر آباد کیا تھا جس کا نام اس پیلا رکھا تھا اس میں اس نے گھڑ دوڑ کا ایک میدان بھی بنایا تھا۔

اسی گھڑ دوڑ کے میدان میں تھسلی کے کچھ تاجر چند گھوڑوں کو لے کر آئے گھوڑے بڑی عمدہ نسل کے تھے ان گھوڑوں میں سے کہتے ہیں ایک گھوڑا اس اچھل کود کر رہا تھا گویا وہ اپنے ساربان سے باگیں چھڑا کر بھاگنے کے لئے بے تاب ہو۔ اس وقت سورج چڑھ آیا تھا اور کہتے ہیں اس گھوڑے کا سیاہ چمک رہا تھا اور جس رسی سے اس کا منہ گردن کے پچھلے حصے سے بندھا ہوا تھا رسی کو توڑنے کے لئے وہ بار بار اپنا سر اوپر کرتا تھا کہتے ہیں اس کے ماتھے پر روشن لکیر بھی تھی اور اس کا جبڑا چوڑا چکلا اور بھاری تھا وہاں کھڑے لوگ گھوڑے کو گاؤ سرا کہنے لگے تھے جب کہ سکندر اس گھوڑے کو بڑے غور سے دیکھ تھا جس کا نام بیوسی فالس تھا۔ بیوسی فالس دو الفاظ کا مجموعہ ہے اس سے مؤرخین کا خیال ہے کہ اس کے معنی وہ گھوڑا جس کی پیشانی پر گائے بیل کی سفید لکیر ہو۔

کہتے ہیں اس موقع پر جب ماہر شاہسواروں نے اس گھوڑے کو میدان اتار کر اس کی چال دیکھنا چاہی تو گھوڑا بدک گیا دولتیاں جھاڑنے لگا جو آدمی اس سوار ہونا چاہتا تھا جب گھوڑا بدکنے لگا سوار نہ ہونے دینے لگا تب وہ غصہ کھا گیا اس کے سر پر کپڑا باندھنے لگا۔

کپڑا باندھنے کے بعد جب ایک آدمی اچک کر اس پر سوار ہونے لگا تو سیخ پا ہو گیا اور اسی وقت اس نے سوار کو زمین پر گرا دیا۔

اب گھوڑا کسی کو بھی اپنی پیٹھ پر سوار نہیں ہونے دے رہا تھا جب کہ سکندر گھوڑے کا بڑے غور سے جائزہ لے رہا تھا۔ سکندر سمجھ گیا تھا کہ گھوڑا کیوں اپنی پر سوار نہیں ہونے دے رہا۔

پہلی بات جو اس کی سمجھ میں آئی وہ یہ تھی کہ گھوڑے کے گرد و پیش لوگوں ہجوم تھا اور ساتھ ہی انہوں نے چونکہ شور مچا رکھا تھا لہٰذا گھوڑا بگڑ رہا تھا سرکشی اظہار کر رہا تھا سوار نہ ہونے دے رہا تھا۔

دوسری وجہ گھوڑے کے بدکنے کی سکندر کی سمجھ میں یہ آئی کہ گھوڑا اس سورج کے سامنے اس رخ پر کھڑا تھا کہ اسے اپنا سایہ دکھائی دیتا تھا اور جب حرکت میں آتا تو یہ سایہ بھی حرکت کرتا تھا تو اس سے گھوڑا بدکتا تھا اس بنا پر سوا

دیتا تھا۔

یہ حالت دیکھتے ہوئے وہاں کھڑے سب لوگوں نے یہ فیصلہ دے دیا تھا کہ وہ ئی ناکارہ اور بے کار گھوڑا ہے لیکن اس موقع پر سکندر آگے بڑھا اور کہنے لگا۔

"نہیں! یہ ایک بہترین گھوڑا ہے لیکن افسوس یہاں کھڑے لوگ اس سے کام ا ہنر نہیں جان رہے۔"

اس نے اپنے باپ سے کہا کہ بڑے بڑے شاہسوار اس گھوڑے پر سوار ہونے وشش کر رہے ہیں لیکن اس پر نہیں چڑھ سکے۔ میں اس گھوڑے پر سوار ہو کر تا ہوں۔

اس بات پر اس کا باپ فلپ بڑا خوش ہوا لہٰذا سکندر آگے بڑھا اس نے سب پہلے وہاں کھڑے لوگوں سے کہا کہ وہ ذرا فاصلے پر جا کر کھڑے ہو جائیں اور نہ کریں۔

اس نے دوسرا قدم یہ اٹھایا کہ گھوڑے کو اس نے اس رخ پر کھڑا کیا جہاں ے اپنا سایہ دکھائی نہ دیتا تھا اس نے گھوڑے کا منہ آہستہ آہستہ بڑے پیار و محبت ہ سورج کی طرف پھیر دیا تھا تاکہ سورج اس کے سامنے رہے اور سایہ اس کی ت پر رہے تاکہ سایہ اسے دکھائی نہ دے۔

اس کے بعد بڑے پیار سے اس نے گھوڑے کے آگے تھوڑی سی گھاس ڈالی ی گردن تھپتھپائی اب چونکہ گھوڑے کے ارد گرد لوگوں کا ہجوم نہ تھا شور نہ ہو رہا ساتھ ہی گھوڑے کو اپنا سایہ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا لہٰذا وہ کسی قدر مطمئن ہو ب گھاس کھانے لگا اس موقع پر سکندر نے گھوڑے کی باگ بالکل ڈھیلی چھوڑ ی تاکہ وہ آرام سے گھاس پر منہ مارے جونہی اس نے گھاس کھانا چاہی سکندر ے ایک جست لگائی اور دوسرے ہی لمحے اس نے گھوڑے پر سوار ہو کر اسے سرپٹ ڑانا شروع کر دیا باگ ڈھیلی چھوڑ دی۔ شروع میں گھوڑا تنا، اپنے جسم کو اس نے تن لیا لیکن اب کچھ بھی نہ ہوسکتا تھا سکندر اس کی پیٹھ پر بیٹھ کر سنبھل چکا تھا اور ے گھڑ دوڑ کے میدان میں چکر دینے لگا تھا۔ آخر اس سرکش گھوڑے کو سکندر نے و کر لیا اور اس کے باپ نے اسے وہ گھوڑا انعام کے طور پر دے دیا اسی گھوڑے کا م بیوسی فالس ہے اور آج کل وہی گھوڑا سکندر کے استعمال میں ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد فلوٹس جب خاموش ہوا تب کریٹیز نے اس کا شکریہ ادا کیا پھر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

"فلوٹس میرے بھائی! جو کچھ میں نے تم سے پوچھا تم نے تفصیل سے بتا دیا ہے اس کے لئے میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ تم مجھے لشکر گاہ میں لے جانا چاہتے تھے تاکہ دوسرے سالاروں اور سرکردہ لشکریوں سے میرا تعارف کراؤ اب اٹھو [illegible] کی طرف چلیں۔"

فلوٹس بھی جست لگانے کے انداز میں اٹھ کھڑا ہوا پھر کریٹیز کو لے کر وہ لشکر گاہ کی طرف ہولیا تھا۔

PDF LIBRARY 0333-7412793

ایسوس کے میدانوں میں ایران کے شہنشاہ کو شکست دینے کے بعد سکندر نے ہفتوں تک اسی میدان میں قیام کیے رکھا ایسوس کے میدانوں میں لڑی جانے جنگ انتہائی خوفناک تھی اور یونانیوں کو خدشہ تھا کہ اگر انہیں شکست ہوگئی تو ان ر تباہی کے دہانے پر پہنچ جائے گا۔ سکندر نے ایسوس کے میدانوں میں قیام کے ان جنگ سے اپنے لشکریوں کا ڈر اور خوف دور کرنے کے لئے ان کے ساتھ بڑا لانہ برتاؤ کیا۔ انہیں خوب نوازا اسی دوران سکندر کو یونان کے علاوہ دوسرے ے علاقوں سے بھی کمک کی صورت میں تقویت ملی۔

سب سے پہلے جزیرہ قبرص سے بہت سے جہازوں کا ایک قافلہ سکندر کے پہنچا۔ ان لوگوں نے ایران میں ایران کے شہنشاہ کے خلاف جنگ کرنے کے اور سکندر کا ساتھ دینے کے لئے اپنی خدمات پیش کیں اس کے علاوہ ایک اور ے ارادوس کے بہت سے پجاری ایسوس کے میدان میں سکندر کی خدمت میں ر ہوئے اور انہوں نے سکندر سے درخواست کی کہ ہمیں اپنی قربان گاہوں پر جس ا ہم قربانی کرنا چاہتے ہیں ایسی قربانی کرنے کی اجازت نہیں ہے لہٰذا ہماری ل کے مطابق ہمیں قربانیاں کرنے کی اجازت دی جائے۔ سکندر نے ان کی ل کا بھی احترام کیا اس کے علاوہ بیروت کے کچھ لوگ انتہائی عمدہ تحائف لے سکندر کی خدمت میں حاضر ہوئے تحائف پیش کرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے ر کو بیروت شہر سے متعلق تفصیل بھی بتائیں۔ انہوں نے سکندر پر یہ بھی انکشاف ا بیروت شہر کو اسثارتی نام کی ایک دیوی نے تعمیر کیا تھا جو شیر پر سوار ہو کر جنگل مودار ہوتی تھی۔ انہوں نے یہ بھی انکشاف کیا کہ بیروت ایک سامی لفظ ہے کے لفظی معنی کنویں کے ہیں۔ بیروت کے ان لوگوں نے سکندر پر یہ بھی

انکشاف کیا کہ سکندر کو دیوتاؤں نے خاص قوت عطا کر رکھی ہے اسی بناء پر فتوحات حاصل ہو رہی ہیں۔ انہوں نے سکندر سے یہ بھی التماس کی کہ ان کے دوران سکندر کم از کم تجارت کے وسائل کو متاثر نہ ہونے دے۔

برسین سے شادی کرنے کے بعد سکندر نے کئی ہفتوں تک اسی میدان میں کیے رکھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ شادی کے بعد سکندر اور برسین کے درمیان قربت کا رشتہ کوئی گہرا نہ ہو سکا جہاں تک برسین کا تعلق ہے وہ خاموش اور حلیم تھی نسلی اعتبار سے اس کا تعلق ایران کے ایک امیر ترین گھرانے سے تھا لیکن نے یونانی درسگاہ میں تعلیم پائی تھی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شادی کے بعد ایسوس کے میدانوں میں قیام کے دو برسین نے کبھی سکندر کے خیالات میں دخل نہ دیا تھا۔ وہ اپنی خیمہ گاہ میں بیٹھی اور ملازموں کے ذریعے ضروری کاروبار انجام دیتی رہتی۔ آس پاس جو گفتگو ہو سن لیتی لیکن سکندر سے اس نے کبھی کچھ نہ مانگا۔

وہ خلوت پسندی پر قانع تھی۔ سکندر کی رفیقہ حیات بن جانے کو نہ اس اپنے لئے باعث عزت سمجھا اور نہ ہی موجب سزا جانا۔

سکندر کے کچھ ساتھیوں کا خیال تھا کہ وہ ایک پردہ دار سایہ تھی۔ وہ ا شامیانے کے اندر رہتی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سکندر اس کی صحبت میں بڑا اور سکون محسوس کرتا تھا۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ شادی کے بعد سکندر برسین کے مزاج کو کبھی سکا۔ برسین چونکہ اس سے پہلے ممنون کی بیوی تھی جو بڑا بہادر اور دور اندیش مانا تھا اور اس کے علاوہ وہ ایران کی سلطنت کا ایک اہم رکن تھا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اہل مقدونیہ ممنون کا بے حد احترام کرتے تھے۔ یو کے لوگ دارا کی تو کوئی عزت نہ کرتے تھے اس لئے کہ دارا کے لئے ان کے میں کوئی احترام نہ تھا لیکن ممنون کی بہادری، اس کی جرأت مندی، اس کے اخلا اطوار سے وہ بڑے متاثر تھے۔ ایران کے شہنشاہ داریوش سے یونانی اس لئے نفرت کرنے لگے تھے کہ اس نے ایسوس کے میدانوں میں شکست اٹھانے کے

لکر نہ صرف اپنے لشکر بلکہ اپنی عورتوں اور اپنے ہتھیار کو چھوڑا اور بھاگ کھڑا ہوا۔

برسین اور سکندر کے تعلقات کے متعلق مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ برسین کو سکندر کے خیالات کا کوئی علم نہ تھا اسے سکندر کے کسی کام سے بھی سروکار نہ تھا۔ وہ صبح کے ت اٹھتا تو شامیانوں سے باہر جا کر ان چٹانوں پر قربانی کرتا جو سمندر پر واقع تھیں ب خیمہ گاہ میں واپس آ کر کھانا کھاتا تو اس کے بعد اپنے سالاروں کے پاس بیٹھ ا آئندہ کے لئے گفت و شنید کرتا۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ سکندر اور برسین دونوں کے ں ایک ایک چیز ایسی تھی جسے دونوں ایک دوسرے سے چھپاتے تھے۔ سکندر کے ں چاندی کا ایک صندوقچہ تھا جسے وہ ہمیشہ اپنے بستر کے نیچے رکھتا تھا اور برسین ے پاس ایک چھوٹا سا ڈبہ تھا جو وہ ہمیشہ سکندر کی نگاہوں سے چھپانے کی کوشش کرتی ی۔ اس لئے کہ جو کچھ اس ڈبہ کے اندر تھا وہ برسین کے لئے بیش بہا تھا۔

کہتے ہیں کہ ایک روز سکندر نے اسے اس ڈبے کو چھپاتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ یک روز جب برسین اپنی بہن اناہتا کے پاس گئی تو سکندر نے اس کے سامان کی لاشی لی اس کے سامان سے آخر سکندر نے ایک ڈبہ نکال لیا جو ہاتھی دانت کا بنا ہوا ا کہتے ہیں اسی دوران برسین بھی خیمے میں آ گئی اور اس حالت میں سکندر کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''یقین رکھیں اس میں میرے لئے یا آپ کے لئے زہر نہیں ہے۔''

اس موقع پر سکندر نے برسین کی طرف غور سے دیکھا ڈبہ کچھ اس طرح بند تھا ہ وہ سکندر سے کھل نہیں رہا تھا۔ اس موقع پر برسین آگے بڑھی ڈبہ کی ایک سمت ذرا بائی اس کا ڈھکن کھل گیا۔ اندر کچھ چیزیں اپنی درخشانی کے ساتھ پڑی ہوئی تھیں اور ی ترتیب کے ساتھ لگی ہوئی تھیں۔

اس ڈبہ کے اندر ایک بازو بند ایک چھوٹا سا گوشہ تاج، کانوں کی بالیاں لیکن ب سے متاثر کرنے والی بات یہ تھی کہ ان سارے زیورات پر یہ جملہ لکھا ہوا تھا۔

''ممنون کی طرف سے برسین کے لئے تحفۂ محبت''

دوسری طرف وہ چیز جو سکندر، برسین سے چھپایا کرتا تھا کہتے ہیں وہ چاندی کا یک انتہائی قیمتی صندوقچہ تھا سکندر اپنے ساتھ ہمیشہ ہومر کی نظم ایلیڈ کا نسخہ رکھا کرتا تھا ں لئے کہ وہ ٹرائے کی جنگ سے متعلق تھا اور اسے ٹرائے کی جنگ کے بہت سے

سرداروں سے بڑی محبت تھی اور چاندی کے اس صندوقچہ میں جسے وہ ہمیشہ لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل رکھتا تھا اور بستر کے نیچے چھپا لے جاتا تھا اس میں اس نے ... کی نظم ایلیڈ کا ایک عمدہ نسخہ رکھا ہوا تھا۔

اناہیتا ایک روز خیمے میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی کہ خیمے میں برسین داخل ہوئی اناہیتا اپنی جگہ سے اٹھ کر اور تقریباً بھاگنے کے انداز میں آگے بڑھی اس سے گلے ملی اس کا بازو پکڑ کر اپنے قریب ہی بٹھا لیا بیٹھتے ساتھ ہی اناہیتا نے اس سے پوچھ لیا۔

''میری بہن! تیری میری ملاقات کئی دن کے بعد ہو رہی ہے سکندر کا سلوک تمہارے ساتھ کیسا ہے؟''

جواب میں برسین مسکرائی اور کہنے لگی۔

''بس معمول کے مطابق ہے ایسا نہیں جیسا ممنون کا میرے ساتھ تھا۔ ممنون اور سکندر میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ابھی دو دن پہلے کا واقعہ ہے کہ ایک غلام نے مجھے تانبے کا ایک سانپ پیش کیا جو بازو بند کے زیور کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ میں نے تانبے کا وہ سانپ اپنے بازو پر پہن لیا سکندر جب باہر سے آیا، اس نے جب میرے بازو پر تانبے کا وہ سانپ دیکھا تو نہ جانے اسے کیا ہوا کہ ایک دم میری طرف لپکا اور تانبے کے اس سانپ کو پکڑ کر اس زور سے اتارا کہ یقین کرو میرے بازو کو صدمہ بھی پہنچا اور پھر یہیں پر اکتفا نہیں کیا وہ خیمے سے باہر نکلا اور تانبے کے اس سانپ نما زیور کو سمندر میں پھینک دیا اور پھر سب سے بڑی بات اپنے اس سلوک پر اس نے کوئی عذر بھی پیش نہ کیا۔

دوسری عجیب و غریب بات تم سے میں یہ کہوں کہ میرے پاس جو ہاتھی دانت کا ڈبہ ہے جو تیرے بھائی ممنون نے دیا تھا اس میں جواہرات رکھے ہوئے تھے۔ تمہیں پتہ ہے اس ڈبہ میں قفل نہ تھا اس کی بندش کے لئے خفیہ گرفت کا انتظام تھا۔ سکندر اس ڈبے کے راز کو جاننے کے لئے بڑا بے چین تھا ایک روز جب میں خیمے میں نہیں تھی وہ میرے ڈبے کا جائزہ لے رہا تھا۔ میں جب خیمے میں داخل ہوئی تو وہ کچھ پریشان سا ہو گیا، تاہم میں نے خود ہی ڈبہ کھول کر اسے اپنا سارا زیور دکھا دیا۔

بہرحال سانپ والا زیور پھینکنے کے بعد سکندر میرے لئے ایک سنہری کنگن لایا

یہ سفید رنگ کے جواہرات جڑے ہوئے تھے وہ زیور پہننے کو میرا جی تو نہیں چاہتا میری بہن سکندر کو خوش کرنے کے لئے میں روزانہ وہ زیور پہن لیتی ہوں۔''

برسین جب رکی تب اناہیتا بول اٹھی۔

''کیا جس طرح کا سلوک وہ تمہارے ساتھ کرتا ہے ایسا سلوک دوسروں سے کرتا ہے......؟'' جواب میں برسین مسکرائی اور کہنے لگی۔

''یہ عجیب و غریب انسان ہے اوروں کی نسبت میرے ساتھ اس کا سلوک اچھا لیکن اپنے سالاروں کے ساتھ اس کا سلوک بڑا مختلف اور عجیب و غریب ہے اس کہ میری موجودگی میں جب اس کے سالار اس سے ملنے کے لئے آتے ہیں ان کا بغور جائزہ لیتی ہوں اب میں کسی حد تک سکندر کے علاوہ اس کے اروں کی ذہنیت سے بھی کافی حد تک واقف ہو چکی ہوں۔ ان سب میں تیز دینے والا اور موقع پرست انسان اس کا سالار بطلیموس ہے۔ بطلیموس پر سکندر سے زیادہ بھروسہ کرتا ہے اور اپنی ذمہ داریوں کا زیادہ بوجھ بھی اسی پر ڈالتا جاتا ہے۔

دوسرا بڑا سالار پارمینو ہے یہ بڑا مخلص انسان ہے۔ اس پارمینو کے دو بیٹے ہیں دونوں میں سے زیادہ اہم فلوٹس ہے وہ اکثر و بیشتر سکندر سے ملنے کے لئے آتا یہ فلوٹس سکندر کے تمام احکام کی حرف بحرف تعلیم کرنے والا انسان ہے تاہم وہ ملاقات کر کے واپس جاتا ہے تو سکندر کا جائزہ لیتی ہوں تو مجھے احساس ہوتا سکندر پر اس کے جانے کے بعد بے یقینی اور غصے کی کیفیت طاری رہتی ہے۔

بظاہر وہ بطلیموس اور فلوٹس سے یکساں سلوک کرتا ہے لیکن جو میں نے اندازہ ہے اس کے مطابق بطلیموس کو زیادہ اہمیت دیتا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ بطلیموس اس کے سلسلے میں کوئی غلطی ہو ہی نہیں سکتی اور جب کہ یہ بھی اکثر اندازہ لگاتا ہے لوٹس کوئی بھی کام صحیح طریقے سے نہیں کر سکتا۔

بہرحال ان ملاقاتوں کے دوران میں یہ اندازہ لگا چکی ہوں کہ سکندر کا سب بڑا اور خطرناک رقیب بطلیموس ہی ہے جب کہ پارمینو اور اس کے دونوں بیٹے کے لئے انتہاء درجہ کے مخلص و جانثار اور وفادار ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد برسین خاموش ہوئی، رکی اس کے بعد اناہیتا کو مخاطب

کر کے کہنے لگی۔

''اب تو یہ بتا کہ کرٹیز کہاں ہے ......؟''

اناہیتا جھٹ سے کہنے لگی۔

''ابھی تھوڑی دیر ہوئی وہ فلوٹس کے ساتھ باہر نکلا ہے۔ فلوٹس اکثر و بیشتر کے پاس آ کر بیٹھتا ہے۔ دونوں اکٹھے بیٹھ کر گفتگو کرتے ہیں۔ دونوں میں خاصی دوستی اور پیار بھی ہو چکا ہے۔ پہلے روز جو فلوٹس اور کرٹیز کے درمیان ہوئی اس سے کم از کم میرے علم میں بھی اضافہ ہوا اس لئے کہ فلوٹس نے کرٹیز کہنے پر یونانیوں کے سب سے بڑے دیوتا کے علاوہ دوسرے دیوتاؤں اور پھر ا اور سکندر کے گھوڑے سے متعلق کی کچھ تفصیل بتائی تھی۔

ان یونانیوں کا عجیب و غریب عقیدہ ہے زیوس کو سب سے بڑا دیوتا مانتے اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ کسی کے ہاں پیدا ہوا ہے اور اسی زیوس کو سارے دی دیوتاؤں کا سربراہ بھی مانتے ہیں۔''

(زیوس کو یونانی دیو مالا میں سب سے بڑا دیوتا تسلیم کیا جاتا ہے۔ اسے ا کے ایک سنگ تراش نے بنایا تھا جس کا نام فیولس تھا اور زیوس کے اس مجسمے کو نے سونے و چاندی اور پتھر سے بنایا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سونے و چاندی پتھر سے بنائے جانے والے یونان کے سب سے بڑے دیوتا زیوس کا یہ مجسمہ (4 ق م) میں یونان کے کوہستان اولمپیا میں رکھ دیا گیا تھا۔ اس لئے کہ یہی کو سلسلہ سارے دیوی دیوتاؤں کا مسکن کہلاتا تھا پھر وقت گزرتا رہا جب عثمانی تاریخ کے شہ نشین پر نمودار ہوئے اور انہوں نے اناطولیہ کے میدانوں سے بحرۂ فاسفورس کو عبور کر کے یورپ پر حملہ آور ہونا شروع کیا اور یونان کے بہت علاقوں پر قبضہ کر لیا تو کوہستان اولمپیا میں رکھا جانے والا زیوس کا یہ سونے و اور پتھر کا مجسمہ بھی ترکوں کے ہاتھ لگ گیا تھا جب ترکوں نے اس مجسمہ کا کھوج تو یہ مختلف ٹکڑوں میں تقسیم ہو چکا تھا جس سے متعلق کہا جاتا ہے کہ (170 ق میں یونان میں ایک زلزلہ آیا تھا اور اس زلزلے کی وجہ سے زیوس کا یہ مجسمہ ٹو مختلف ٹکڑوں میں بٹ گیا تھا کہا جاتا ہے کہ ترکوں نے زیوس کا یہ مجسمہ کو اولمپیا سے استنبول میں منتقل کیا اس کی مرمت کر کے اسے پھر پہلے جیسا کر د

اپنے عجائب گھر کی زینت بنا دیا تھا)

اناہیتا جب خاموش ہوئی تب فخریہ انداز میں برسین کہنے لگی۔

''یہ کرٹیز بڑا خوش قسمت انسان ہے کہ پہلی ہی ملاقات میں اس نے سکندر ل میں گھر کر لیا ورنہ وہ ہمارے ساتھ ایک قیدی کی حیثیت سے پیش ہوا تھا۔ ے وہ یونانیوں کا سالار اور سکندر کا مشیر بن گیا ہے۔ میں ہمیشہ اس جیسے بھائی روں گی۔ اناہیتا! میں تم پر یہ بھی انکشاف کر دوں کہ سکندر جب کبھی میری ہ‌ی میں دوسرے سالاروں سے گفتگو کرتا ہے تو وہ ہمیشہ کرٹیز کی تعریف کرتا ہے رٹیز نے تمہیں بتا دیا ہوگا کہ اس نے سکندر کے سامنے کہہ دیا تھا کہ تم اس کی ہن ہو اور یہ کہ اس نے اس جھوٹ پر سکندر سے معذرت بھی کر لی تھی۔ اس کی معذرت اور صاف گوئی پر سکندر بڑا خوش ہوا تھا۔ دیکھ میری بہن! تو اگر اس سے ے کرتی ہے تو میں یہ تو نہیں کہتی کہ تو اس سے نفرت نہ کر تجھے ایسا کرنے کا حق ا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ جس سے نفرت کی جائے اس کے ساتھ جھگڑا تے ہوئے اس کے سامنے نفرت کا بدترین انداز میں اظہار بھی کیا جائے۔''

اناہیتا نے برسین کے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا وہ بات کو ٹال گئی اور رخ تے ہوئے کہنے لگی۔

''یہ کرٹیز اور فلوٹس ابھی ابھی اٹھ کر یہاں سے گئے ہیں کافی دیر تک یہاں رہے ہیں اور فلوٹس اس سے اس کے قبیلے سے متعلق تفصیل پوچھ رہا تھا جس جواب میں کرٹیز نے اپنے اور اپنے قبیلے سے متعلق اسے کافی معلومات فراہم اور میں بھی انہیں بڑے غور سے سنتی رہی۔'' اس پر برسین مسکرائی اور کہنے لگی۔

''جو کچھ اس نے کہا مجھے بھی بتاؤ تاکہ میں بھی اس سے مستفید ہوں۔''

جواب میں ناہیتا مسکرائی اور کہنے لگی۔

''کرٹیز، فلوٹس کو بتا رہا تھا کہ اس کا تعلق عربوں کے ایک قبیلے بنو تغلب سے ر یہ قبائل ربیعہ کا ایک ذیلی قبیلہ تھا اس نے کہا کہ بنو تغلب کو یہ نام اس بنا پر ملا تغلب کا مورث اعلیٰ ایک شخص وسار تھا ایک روز اس کے باپ نے کسی مہم کے میں کہہ دیا تغلب یعنی تو غالب رہے گا اور اسی لفظ سے اس کے قبیلے والے بنو کہلانے لگے۔

وہ بتا رہا تھا کہ اس کا قبیلہ تغلب بنی ربیعہ اور دوسرے قبیلہ کوہستان نجد اور تہامہ کی سرحدوں پر قابض ہو گئے تھے جہاں سے وہ آہستہ آہستہ الجزیرہ میں ہوتے رہے۔

وہ یہ بھی بتا رہا تھا کہ اس کے آباؤ اجداد شام کی سرحدوں پر آ کر جب ہوئے تو انہوں نے اپنے علاقوں میں اضافہ کرنا شروع کر دیا اور وہ ارض شام سرحدوں تک پھیلتے چلے گئے تھے اس نے مزید تفصیل بھی بتائی لیکن جو کچھ اس کہا مجھے سب کچھ یاد تو نہیں رہا۔“

(بنو تغلب کا ذکر سب سے پہلے ایران کے شہنشاہ شاہ پور ثانی کے عہد میں ہے۔ جس نے بنو بکر اور بنو تغلب کے علاقہ پر حملہ کیا۔ یہ علاقے ایران اور شام درمیان واقع تھے شاہ پور نے ان سے بعض کو اپنے قبضے میں رکھنے کے لئے بحر کرمان اور کچھ دوسرے علاقوں میں آباد کیا نجد کے علاقے میں اپنی مہم کے بعد میں کچھ تغلبیوں کو سربراہ بھی مقرر کیا گیا۔

تاریخی اوراق میں بنو تغلب کی چند جنگوں کا حال بھی ملتا ہے۔ ذوقار کی میں بنو تغلب نے اپنے سردار نعمان بن زرہ کی قیادت میں شرکت کی تھی۔

اسلام کے ظہور سے قبل بنو تغلب کا نصرانیوں کے ساتھ کافی میل جول تھا کی بناء پر بنو تغلب میں عیسائیت نے قدم جما لئے تھے جب کہ اس سے قبل وہ دیوتا کی بھی پرستش کرتے تھے جس کا نام آوال تھا۔ ظہور اسلام کے وقت جب کے اندر تبلیغی کوششیں کی گئیں تو ان کے ایک چھوٹے سے فریق نے جو طے کے میں آباد تھا ابتداء ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ 9 ہجری میں بنو تغلب کا ایک مدینہ میں آیا اور ان میں سے بعض مسلمان تھے اور بعض نصرانی۔ نصرانیوں نے حضور ﷺ سے ایک معاہدہ بھی کیا تھا کہ وہ اپنے مذہب ہی پر قائم رہیں گے اپنی اولاد کو عیسائی نہیں بنائیں گے۔

حضور ﷺ کی رحلت کے بعد سجاح نام کی جس عورت نے نبوت کا دعویٰ کیا اس نے بنو تغلب کے درمیان ہی مسیح ماحول میں پرورش اور تربیت پائی تھی مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے وہ بنو تغلب ہی کی ایک جماعت لے کر نکلی تھی۔ اس کے علاوہ بنو تغلب نے ایک بار ہجری 12ھ میں عین التمر کے مقام

انیوں کی حمایت میں بھی مسلمانوں سے مقابلہ کیا تھا چنانچہ اس معرکہ میں خالد بن نے انہیں خوب تہہ تیغ کیا بعد میں بنو تغلب نے پھر ایرانیوں کے ساتھ معاہدہ کر اپنے اس قتل عام کا انتقام لینا چاہا لیکن ان کی بدقسمتی کہ خالد بن ولیدؓ کے ہاتھوں مزید نقصان اٹھانا پڑا۔

فاروق اعظمؓ کے دورِ خلافت میں بنو تغلب کا ایک وفد ان کی خدمت میں حاضر اور آپؓ کے ساتھ انہوں نے ایک معاہدہ بھی کیا۔ مسلمان ہونے اور اسلام قبول نے کے بعد بنو تغلب نے بڑے بڑے معرکے بھی سر کیے۔ 1282ء میں انہوں تاتاریوں کے خلاف کامیابی سے جنگ کرتے ہوئے تاتاریوں کو مار بھگایا اور فتح بھی رہے۔ نویں صدی ہجری میں اور چودھویں صدی عیسوی سے اس قبیلے کا ذکر خ کے اوراق میں یکسر ہی غائب ہو جاتا ہے)

اناہیتا جب خاموش ہوئی تب کچھ دیر تک برسین بڑے غور اور جواب طلب انداز اس کی طرف دیکھتی رہی پھر کہنے لگی۔

”اناہیتا میری بہن! میں تو تمہیں کچھ اور کہہ رہی تھی اور تو نے بات کا رخ لتے ہوئے کچھ اور ہی کہنا شروع کر دیا۔ میں نے تجھ سے کریٹیز کے قبیلے کے ق تو سوال نہیں کیا تھا نہ ہی میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے اس کے قبیلے سے ق تفصیل بتاؤ میں تو تم سے کہہ رہی تھی کہ اس خیمے میں رہتے ہوئے کریٹیز کے اہو نہ جھگڑا کرنا نہ سرعام اس سے نفرت کرنا گو کسی سے نفرت کرنا اچھی بات نہیں لکن نفرتوں میں کم از کم وہ نفرت اچھی ہے جس کا دوسرے کے سامنے اظہار نہ کیا ائے۔“

برسین کے ان الفاظ کے جواب میں اناہیتا ایک دم سنجیدہ ہو گئی تھی کہنے لگی۔

”میں کریٹیز میں پہلے کی نسبت کوئی تبدیلی دیکھتی ہوں۔ اس لئے کہ پہلے مجھے سر سے لے کر پاؤں تک اپنی پوری ذات میں ایک قابل نفرت انسان لگتا تھا لیکن ہاں رہتے ہوئے مجھے احساس ہوا کہ میرا وہ خیال سراسر غلط تھا اگر کریٹیز میں کچھ امیاں ہیں تو میرے خیال میں اس میں خوبیاں زیادہ ہیں۔“

اناہیتا شاید مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ برسین نے اسے مخاطب کرتے ہوئے اک دیا۔

''چلو یہ بھی آہورمزدا کا شکر ہے کہ تمہیں کریٹیز میں کچھ خوبیاں بھی دکھا دیں۔ تم برا نہ مانو تو کیا میں جان سکتی ہوں تمہیں اس کی ذات میں خامی کیا دکھا دیتی ہے؟''

اناہیتا نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

''اس کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ وہ عرب ہے اور بدو ہے۔''

اناہیتا کے ان الفاظ پر برسین مسکرائی اور کہنے لگی۔

''اناہیتا! اس وقت یونانیوں نے ایران کی سلطنت پر حملہ کر رکھا ہے۔ ایشیا کے میدانوں میں وہ ہمارے شہنشاہ کو بدترین شکست دے کر بھگا چکے ہیں۔ اس موقع پر اگر کوئی یونانی یہ کہے کہ اسے ایرانیوں سے نفرت ہے اور اس سے اس نفرت کی وجہ پوچھی جائے تو وہ یونانی اگر جواب میں کہے کہ جس سے وہ نفرت کرتا ہے وہ ایرانی ہے اور شکست خوردہ ہے تو کیا تم اس بات کو تسلیم کر لو گی کہ ایرانی قابل نفرت ہیں؟''

اناہیتا جھٹ سے بول پڑی۔

''اسے تو میں کبھی بھی تسلیم نہ کروں گی کہ ایرانی قابل نفرت ہیں۔''

برسین مسکرائی اور کہنے لگی۔

''میری بہن! کوئی بھی اپنی ذات میں قابل نفرت نہیں ہوتا۔ یونانی اپنی جگہ ہیں، ایرانی اپنی جگہ ہیں، عرب اپنی جگہ ہیں۔ یاد رکھنا! ایرانیوں سے بھی کہیں زیادہ جنگ جو یہ عرب ہیں آزادی پسند ہیں۔ اگر ان پر کوئی حملہ آور ہوتا تو صحرا کے بگولوں کی طرح اٹھتے ہیں اور حملہ آوروں کو مار بھگانے کی ہمت اور فن رکھتے ہیں۔ میری بہن! اگر یونانیوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ایرانیوں کو قابل نفرت سمجھیں تو اسی طرح کسی ایرانی کو تم سمیت ہرگز یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ عربوں کو اپنے سے کم تر جانتے ہوئے اس سے نفرت کا اظہار کرے۔ کیا میں نے درست کہا ہے.....؟''

جواب میں اناہیتا کے خوبصورت چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا منہ سے تو نہ بولی تاہم مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن اس نے ضرور ہلا دی تھی۔

اناہیتا کے اس انداز کو برسین نے پسند کیا تھا کچھ دیر خاموش رہی پھر اس موضوع کا رخ بدلا اور اناہیتا کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''اناہیتا میری بہن! جس وقت میں بیوہ تھی اس وقت بھی مجھے اپنی فکر نہیں تاہم میں تمہاری فکر ضرور کرتی تھی اب میں جب کہ بیوہ سے پھر بیوی بن گئی ہوں تو میں تمہارے متعلق زیادہ فکرمند رہنے لگی ہوں۔ میری بہن! میں سمجھتی ہوں کہ سکندر اب ان سرزمینوں سے واپس نہیں جائے گا۔ دور مشرق تک یلغار کرتا ہوا اپنی فتح مندیوں کا سلسلہ بڑھانے کی کوشش کرے گا۔ اس لئے اس کے ساتھ ہمیں خیمہ گاہ میں رہتے ہوئے مہینوں کی بجائے سال بھی لگ سکتے ہیں۔ میری بہن! آج جس اہم موضوع پر میں تم سے گفتگو کرنے کے لئے آئی ہوں وہ موضوع یہ ہے کہ اس لشکر میں رہتے ہوئے تم اپنی ذات کا بھی خیال رکھنا اس لشکر میں سب سے یا دوسرے کارندوں اور کارکنوں میں سے کوئی بھی تمہیں پسند آئے تو مجھے اس کی اطلاع کرنا تمہیں اس سے بیاہ دوں گی جس دن تم اپنا گھر آباد کر لو گی یوں جاننا میرے لئے وہ زندگی کا سب سے بڑا خوشی کا دن ہوگا۔'' جواب میں اناہیتا پھر سنجیدہ ہو گئی کہنے لگی۔

''اس لشکر میں خصوصیت کے ساتھ میں کسی یونانی کو اپنی زندگی کے ساتھی کے طور پر نہیں چنوں گی۔'' برسین فکرمند ہو گئی کہنے لگی۔

''میری بہن! میں تم پر سختی نہیں کروں گی نہ ہی اپنا فیصلہ تم پر مسلط کروں گی اگر تم کسی یونانی کو اپنی زندگی کا ساتھی نہیں بنانا چاہتی تو میں تم سے یہ بھی التماس کروں گی کہ اب کریٹیز کے ساتھ نفرت کا اظہار نہ کرنا نہ اس سے لڑائی جھگڑا کرنا۔''

اناہیتا نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

''میں اب اس سے ہرگز نفرت نہیں کرتی اور نہ ہی اس سے لڑائی جھگڑا کرتی ہوں بلکہ میں یہ خیال کرتی ہوں کہ یونانیوں کے اس لشکر میں وہی ایک ایسا شخص ہے جو ہمارے لئے مخلص ہے اور ہمارے تحفظ و ہماری عزت کی حفاظت کا ضامن ہے۔ خصوصیت کے ساتھ میں اس کی ذات پر بھروسہ کر سکتی ہوں۔ جب سے میں اس خیمے میں اس کے ساتھ رہ رہی ہوں اس نے کبھی پردے میں سے جھانک کر بھی میری طرف نہیں دیکھا۔ بڑا بے غرض انسان ہے۔ میں سمجھتی ہوں میں نے جو اس سے پہلے سلوک روا رکھا تھا وہ میری غلطی تھی اگر کوئی موقع آیا تو میں اس سے اپنے اس رویئے کی معذرت ضرور کروں گی۔''

اناہیتا کے ان الفاظ پر برسین کے چہرے پر خوشی کی چمک نمودار ہوئی کہنے لگی۔

''اگر تم کریٹیز سے نفرت نہیں کرتی ہو تو اس کا مطلب ہے تم اس کی طرف

مائل ہو رہی ہو...... اس کو چاہنے کی تیاریاں کرنے لگی ہو۔" جواب میں اناہیتا مسکرا اور کہنے لگی۔

"ایسی بھی کوئی بات نہیں ...... یہ ضروری نہیں اگر میں اس سے نفرت نہیں کرتی میں اس سے محبت کرتی ہوں ...... بس ان دنوں میرے دل میں اس کے لئے نہ نفر نہ محبت کا کوئی جذبہ ہے ...... بس میں فی الحال یہی خیال کرتی ہوں کہ اس کے سا اس خیمے میں رہتے ہوئے میں محفوظ ہوں۔ اس کے علاوہ جس طرح وہ میری ضرور کی ہر شے کا خیال رکھتا ہے ایسا کوئی اپنا قریبی عزیز بھی ہوتا تو نہ کرتا۔"

برسین شاید اس بات کو آگے بڑھانا چاہتی تھی کہنے لگی۔

"اگر مستقبل قریب میں انہی جذبات نے تمہیں آگے لے جاتے ہوئے کریٹ سے محبت میں مبتلا کر دیا تب......" اناہیتا نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

"اگر کوئی ایسا موقع آیا کہ میں کریٹیز کو چاہنے لگی ...... اس کی محبت میں گرفتا ہو گئی تو اس پر میں اپنی محبت کا اظہار ہرگز نہیں کروں گی ...... میں انتظار کروں گی اس کا سلوک، اس کا رویہ میرے متعلق کیسا ہے ...... ہاں اگر اس نے کبھی محبت اظہار کر دیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر کہہ دیا کہ تم میری ہو تو میں انکار نہیں کروں گی لیکن ا اس وقت ہوگا جب میرے دل میں اس کے لئے محبت کے جذبات ابھریں گے الوقت ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" اس کے ساتھ ہی برسین اٹھ کھڑی ہوئی کہنے لگی۔

"میری بہن! اب تو بیٹھ میں جاتی ہوں ...... جاتے ہوئے میں تم سے یہ ضر کہوں گی کہ اگر کریٹیز تمہارا اچھی طرح خیال رکھتا ہے جیسا کہ تم خود ہی بتا چکی ہو تمہارا فرض بھی بنتا ہے جب کبھی بھی موقع آئے یا ممکن ہو انسانیت کے ناطے ہی ان کا خیال رکھنا۔"

اناہیتا منہ سے تو کچھ نہ بولی تھی تاہم مسکراتے ہوئے اس نے اثبات میں گردا ہلا دی تھی اس کے ساتھ ہی برسین اس سے گلے ملی۔ اس کی پیشانی، اس کا چہرہ چ اس کے بعد وہ مسکراتے ہوئے اناہیتا کے خیمے سے نکل گئی تھی۔

...وں کے میدانوں میں قیام کو سکندر نے خاصا طویل کر دیا تھا۔ وہاں قیام ...ان وہ کئی ماہ تک شام کے ساحل کا جائزہ لیتا رہا وہ اکثر اوقات سمندر کو ...جاتا وہ جانتا تھا کہ اس وقت اس کے پاس سمندر پر سواری کا کوئی ذریعہ نہ

...سمندر کے کنارے کھڑے ہو کر کافی دیر تک ان ماہی گیروں کو دیکھتا رہتا جو ...ے کر مچھلیاں پکڑتے ان تجارتی جہازں اور کشتیوں کو تکتا رہتا جو سمندر کے ...گزرتے لیکن ساحل سے دور رہتے ہوئے آگے گزر جاتے تھے اس لئے کہ ...لی بندرگاہوں پر سکندر کا قبضہ ہو چکا تھا اور شام کا اب سارا ساحل ہی اس کی ...تھا۔ اکثر اوقات وہ اپنے پڑاؤ سے باہر نکل کر شمال کے ان برف پوش ...ں کو غور سے دیکھتا جن سے ندیاں نکل کر اور بہتی ہوئی جنوب کی طرف آتی اور پھر جگہ جگہ سمندر سے گلے مل جاتی تھیں وہ یہ بھی دیکھتا کہ شام کے ساحل ...کے ساتھ ساتھ خاصی بڑی شاہراہ تھی جس سے ہر وقت اونٹوں خچروں اور ...ں کے قافلے گزرتے رہتے تھے۔ سردی کے موسم میں سکندر نے بہت سے ...قافلوں کو بھی دیکھا جو موسم سرما میں گرم سورج کی مدح کے گیت گاتے ہوئے ...جاتے تھے۔ شام کا ساحل سکندر کو مقدونیہ کے ساحل سے کافی مختلف نظر آیا اس ...مقدونیہ کے ساحل پر ہمیشہ کُہر کا پردہ رہتا تھا وہاں ساحل پر بہت کم لوگ نظر تھے۔ شام کا ساحل دنیا کا باغ خیال کیا جاتا تھا اور اسے دنیا کا دروازہ بھی تھے اس نے یہ بھی دیکھا کہ شام کے ساحل پر ہر روز لاکھوں انسان سرگرم تھے تجارتی راستے قافلوں سے پر رونق تھے ہزاروں لوگ سمندر کے ساتھ ساتھ ...پر سفر کرتے ہوئے ان مندروں کو جاتے تھے جو کوہستانی سلسلوں کی چوٹیوں پر

بنے ہوئے تھے۔ ایسوس کے میدانوں میں قیام کے دوران سکندر نے یہ بھی
مقامی لوگ کوہستانی سلسلوں کے اندر سے گھر تعمیر کرنے کے لئے پتھر نکا
دریاؤں کی تہوں سے برتن بنانے کے لئے مٹی حاصل کرتے تھے اور پھر ا
کے بلند اور سیدھے صنوبر کے درختوں نے بھی یونانیوں کو بڑا متاثر کیا تھا
کے دوران اس نے دیکھا کہ صنوبر کے بڑے بڑے درخت جو کافی اونچے
تھے جہازوں اور عالی شان عمارتوں کے کام آتے تھے۔ سکندر نے ساحل سم
گزرنے والے ایسے قافلوں کو بھی دیکھا جو پتھر اور شہتیر صور شہر کی طرف
تھے۔ شام کے اس ساحل کو سکندر عجیب و غریب ساحل کہتا تھا اور اکثر وہ یہ
کہ یہاں کیا کچھ بنایا اور اُگایا جا سکتا ہے۔ یونان میں اس کے آباؤ اجداد
ایسے ساحل سے پالا نہ پڑا تھا وہ ہر چیز میں دوسرے یونانیوں کے برعکس زیادہ
اس بناء پر لیتا تھا کہ اس نے ارسطو کی درگاہ میں تعلیم پائی تھی اور وہ جانتا
قدرت کی عطا کی ہوئی قوتوں کو بہترین مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہیے
نے اسے یہ بھی بات سمجھائی تھی کہ فکر و نظر ہی میں گم نہ رہنا چاہیے۔ طبعیات
میں کوئی بھی شے بے مقصد پیدا نہیں ہوتی اس چیز کا مقصد معلوم کرنا چاہیے ا
یہ معلوم ہو جائے تب ہی انسان کی کامیابی ہے۔

ایسوس کے میدان میں اس کی مالی حالت بھی بہت مستحکم ہو گئی تھی۔ دش
سونے اور جواہرات کے جو ذخیرے اسے ملے تھے ان میں سے خاصے ذخیرے
نے یونان میں اپنی ماں کی طرف بھیج دیئے تھے۔ تاہم اس نے ایک سال
اپنے پاس رکھ لیا تھا اس کے علاوہ ایسوس کے میدانوں میں قیام کے دوران
عسکری حیثیت میں بھی اضافہ ہوا تھا اس لئے کہ یونان سے کئی لشکر تربیت
کرنے کے بعد ایسوس کے میدانوں میں اس سے آن ملے تھے۔

ایسوس کے انہی میدانوں میں ایک روز سکندر اپنے خیمے میں بیٹھا ہوا
پارمینو اندر آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ایران کے شہنشاہ داریوش کی طرف سے ایک قاصد آیا ہے اور وہ آ
خدمت میں حاضر ہو کر کچھ کہنا چاہتا ہے۔''

سکندر نے جب پارمینو کو اسے لانے کی اجازت دی تب ایران کے

قاصد سکندر کے سامنے آیا اور اس نے سکندر کو داریوش کا ایک خط پیش کیا
میں ایران کے شہنشاہ نے بڑی لجاجت کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ
اور سکندر کو آپس میں صلح کی شرائط طے کر لینی چاہئیں۔ اپنے خط میں ایران
شاہ نے سکندر کو یہ بھی لکھا تھا کہ ایشیائی ممالک کو نقصان نہیں پہنچنا چاہیے لہٰذا
مصالحت پر تیار ہو جانا چاہیے اور میرے خاندان کی عورتوں کو واپس بھیج دینا
اس موقع پر داریوش کے اس قاصد نے بھی نرم رویہ اختیار کرتے ہوئے
اس بات پر آمادہ کرنے کے لئے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

داریوش کا خط پڑھنے کے بعد اس کے قاصد کو تو سکندر نے فارغ کر دیا اس
وہ کئی روز تک اس کے خط پر غور و خوض کرتا رہا۔ اپنے سالاروں سے بھی اس
ورہ کیا پھر اس نے اپنے کچھ قاصد تیار کیے جنہیں اس نے ایران کے شہنشاہ
کی طرف روانہ کرنا تھا اور ایک خط اس نے داریوش کے نام لکھا اور ان
ان کے حوالے کیا اس خط کا مضمون کچھ اس طرح تھا۔

''میں تمام یونانیوں کا سپہ سالار ہوں اور مجھے اس لئے یہاں آنا پڑا کہ تیرے کارندوں نے میرے باپ کو قتل کرنے کی سازش کی اور میرے دوستوں کو رشوت دے کر ساتھ ملایا۔ تم نے یونان کی ریاست اسپارٹا کو بھاری رقوم دے کر میرے خلاف عداوت کی آگ بھڑکائی اور ہم نے جو جمعیت متحدہ یونان قائم کی تھی اس میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کی۔''

سکندر نے داریوش کو یہ بھی لکھا کہ

''تو اپنے خط میں یہ بھی کہتا ہے کہ لڑائی کا فیصلہ خدا کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے تو پھر اپنے دل پر یہ بات بھی لکھ رکھو کہ میں خدا کی مرضی کے مطابق ہی تیرے علاقوں پر قابض ہونے کے لئے آ گیا ہوں۔ میں تیرے ان آدمیوں کی حفاظت کر رہا ہوں جو اپنی خوشی سے میرے پاس چلے آئے ہیں۔

میرا باپ مارا گیا اور تو نے اپنی سرزمینوں میں اپنے پہلے بادشاہ اردشیر کو ہلاک کیا اور خود بادشاہ بن گئے اس لحاظ سے تم

غاصب ہو اور تمہارا یہ فعل ایران کے تمام ضوابط کے خلاف ہے۔

داریوش! تو میرے پاس آ ...... اپنی ماں، اپنی بیوی اور اپنے بچوں کو مجھ سے مانگ تو تُو جو مانگے گا دوں گا اور تیری حفاظت کا ذمہ اٹھاتا ہوں البتہ تجھے آ کر مجھ سے اس طرح سوال کرنا چاہیے جس طرح کوئی شہنشاہ سے کرتا ہے اس لئے کہ اس وقت ایشیا کا شہنشاہ میں ہوں۔ داریوش! اب میں تیرا ہم عصر نہیں بلکہ تیرا آقا ہوں۔ اگر میرے اس منصب کو تو قبول کرتا ہے تو ٹھیک۔ اگر تو قبول نہیں کرتا تو ایک اور جنگ کر دیکھو لیکن میدان چھوڑ کر بھاگنے کی کوشش نہ کرنا اس لئے کہ تو جہاں بھی جائے گا میں ضرور تیرے پیچھے وہیں پہنچوں گا۔“

سفیروں کو یہ خط دے کر انہیں روانہ کرتے وقت سکندر نے انہیں یہ بھی کہ یہ خط داریوش کے حوالے کرنا اور اپنی طرف سے کچھ نہ کہنا۔ اس کا خیال اگر سفیر اس موقع پر کچھ کہیں گے تو داریوش کے دل میں اور اضطراب پیدا ہو جا جس وقت سکندر نے اپنے سفیروں کے ذریعے داریوش کو خط روانہ کیا اس وقت کے سالاروں میں سے پارمینو اینٹی گونس اور بطلیموس یہ خیال کر رہے تھے کہ دا جھک جانے پر مجبور ہو جائے گا وہ یہ بھی کہتے تھے کہ ایشیا کا یہ شہنشاہ چونکہ ایک یونانیوں کے سامنے سے بری طرح بھاگا ہے۔ اپنے اہل و عیال کو بھی اسیر حالت میں چھوڑنے کے بعد وہ انتہاء درجہ کی تکلیف اور کرب میں مبتلا ہو گا لہٰذا خیال تھا کہ داریوش اہل و عیال کی واپسی کے لئے ارض شام کے سارے علاقے سے دست بردار ہو جائے گا اور یونانیوں کی برتری کا اعتراف بھی کر اور یہ بھی تسلیم کر لے گا کہ ان مشرقی سرزمینوں کا شہنشاہ سکندر ہی ہے لیکن دا نے اپنے کسی بھی ردعمل سے اس بات کا اظہار نہیں کیا۔

لیکن سکندر کے خیالات مختلف تھے اس کا پکا اور پختہ یقین تھا کہ داریوش کا راستہ اختیار کرے گا اس لئے کہ اس کی طرف خط بھجوانے کے بعد اس نے لوگوں کے علاوہ آس پاس کے لوگوں سے بھی بڑا اچھا سلوک کیا ان میں سے

راج عائد نہ کیا بلکہ انہیں اپنا نظام حکومت خود مرتب کر لینے کی اجازت دے دی گئی تھی۔

اس کے علاوہ جو لوگ اس کے لشکر میں رضا کارانہ طور پر بھرتی ہونے کے لئے آتے وہ ان کا خیر مقدم کرتا تھا۔

دوسری طرف سکندر کے قاصد جب اس کا خط لے کر داریوش کے پاس پہنچے تو اریوش نے خط پڑھا لیکن اس کے چہرے کے تاثرات سے یونانی سفیر کوئی اندازہ نہ لگا سکے۔ سکندر کا خط پڑھنے کے بعد ایران کے شہنشاہ داریوش کے سامنے دو ہی راستے تھے۔ پہلا راستہ یہ کہ وہ نئے لشکری بھرتی کرے ان کی تربیت کا کام سرانجام دے اور یک بہت بڑا لشکر تیار کر کے یونانیوں کے سامنے آئے اور دوبارہ ان سے جنگ کرے۔ اس کے سامنے دوسرا راستہ یہ تھا کہ ارض شام کے ساحلی علاقے سے ہمیشہ کے لئے ہاتھ دھو بیٹھے لیکن داریوش نے دل ہی دل میں پہلے راستے کا تعین کر لیا تھا اور اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ لشکر کو استوار کر کے ایک بار پھر یونانیوں سے ٹکرائے گا ضرور۔ اریوش نے سکندر کے خط کا کوئی جواب نہ دیا۔ سکندر کے سفیر اور قاصد لوٹ آئے۔ قاصدوں کے آنے کے بعد سکندر نے ایسوس کے میدانوں سے کوچ کیا۔ اب اس نے سیدا اور صور شہر پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر لیا تھا۔

ارض شام کے ساحل پر صیدا اور صور دونوں انتہاء درجہ کے اہم شہر شمار کیے جاتے تھے۔ خصوصیت کے ساتھ صور شہر کی بڑی اہمیت تھی یہ شہر پرانی سامی قوم کے تھے۔ تاریخ کے اوراق میں انہیں فونیگی اور کنعانی کہہ کر پکارا گیا ہے۔ یہ تجارت پیشہ لوگ تھے یہ فونیگی اور کنعانی گزشتہ ہزاروں سالوں سے سمندر اور خشکی پر خطرات کا مقابلہ کرتے ہوئے تجارت کر کے فائدہ اٹھا رہے تھے۔ اسی تجارت میں انہوں نے نہ صرف اقبال مندی حاصل کی بلکہ اپنے لئے بڑے بڑے بحری بیڑے بھی حاصل کر لئے تھے اور وہ خاصے طاقتور بن گئے تھے۔

صور شہر میں خصوصیت کے ساتھ ان فونیقیوں کی بڑی طاقت تھی اور اس شہر کو اس دور میں ملکۂ بحر اور باب البحر بھی کہہ کر پکارا جاتا تھا۔

سکندر اور اس کے یونانی ساتھیوں نے صیدا اور صور شہر کے فونیقیوں اور کنعانیوں سے متعلق بہت سی عجیب وغریب داستانیں سن رکھی تھیں۔ قدیم علوم کے جاننے والے لوگوں نے ان پر انکشاف کیا تھا کہ یہ کنعانی زمانۂ قدیم ہی سے سرخ زمینوں کی تجارتی شاہراہوں پر چھائے ہوئے تھے سرخ زمینوں کی تجارتی شاہراہ سے ان کا مطلب بحرۂ احمر کے سامنے وہ شاہراہ ہے جو ان دنوں تجارت کے لئے استعمال ہوتی تھی۔

شروع شروع میں یہ کنعانی اپنی تجارتی قافلوں کے ساتھ سمندر کے ساحل پر پہنچے پھر انہوں نے جہاز سازی شروع کی۔ جہاز سازی کا فن جاننے کے بعد جہازوں کے ذریعے انہوں نے ساحلی تجارت شروع کر دی۔

آہستہ آہستہ وہ بڑے بڑے جہاز بنانے لگے اور سمندر کو چیرتے ہوئے نئے نئے علاقوں سے تجارت کرنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ پہلے وہ قبرص پہنچے پھر

ایقہ پہنچ گئے۔ اس کے بعد جب انہوں نے مزید ترقی کی تو خوب سرمایہ ہوئے انہوں نے موسم سرما کے طوفانوں سے اپنے جہازوں کو بچانے کے لئے بندرگاہیں تیار کرنا شروع کر دیں۔ تجارتی کوٹھیاں بنانے لگے جہاں وہ مال و کے گودام رکھتے اور ان مال و اسباب کی حفاظت کے لئے قلعے بھی تعمیر کرنے

ان قلعوں کے اردگرد انہوں نے نو آبادیاں بھی قائم کر دیں اور یہ وہ تجارتی نو تھیں جو پرانے اور بڑے بڑے شہروں پر بھی فوقیت لینے لگی تھیں۔ ان ن کا اصلی وطن تو ایشیا میں شام کا ساحل تھا لیکن انہوں نے اپنی تجارت کو کے لئے افریقہ میں قرطاجنہ نام کا ایک بہت بڑا شہر بھی آباد کیا جو اس دور ت کا مرکز بن گیا تھا۔

ہر حال اس دور میں صیدا اور صور شہر کی بڑی اہمیت تھی اور یہ دونوں شہر انتہائی تی مرکز ہونے کے ساتھ ساتھ اس تجارتی شاہراہ کے کنارے تھے جو تجارتی بل شیخ یعنی کوہستان حرمون کے پاس سے گزرتے ہوئے ساحل کے ساتھ ے جا کر ختم ہوتی تھی۔

لندر اپنے لشکر کے ساتھ صیدا اور صور پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر ان دنوں صیدا اور صور دونوں شہروں کے درمیان تجارتی رقابت جاری تھی اور ں شہروں کے علاوہ اب کنعانیوں کا افریقہ میں تیسرا بڑا شہر قرطاجنہ بھی ایک یب بن کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

ں شہروں کے کنعانیوں کے پاس بے شمار دولت اکٹھی ہو چکی تھی اسی دولت بوتے پر انہوں نے بڑے بڑے سرکش اور ناقابل تسخیر دشمنوں کو بھی اپنے پچھاڑ کر رکھ دیا تھا۔ ان کی آمدنی کے کئی بڑے بڑے ذرائع تھے۔ مثلاً وہ ی جو ارغوانی رنگ فروخت کرتی تھی اور یہ رنگ وہ بناتے بھی تھے اس کے ے کے آلات خوشبوئیں و جواہرات اور غلاموں کی تجارت میں بحیرۂ روم کے طرح سے ان کی اجارہ داری قائم تھی۔

وع شروع میں یہ فونیقی اور کنعانی ایل دیوتا کی پرستش اور پوجا پاٹ کرتے ل دیوتا کو وہ کنعانی زمین پر واحد قابل پرستش اور خالق حیات سمجھتے تھے۔

اس کے بعد ان فونیقیوں اور کنعانیوں نے اپنے دو اور عظیم دیوتا بھی بنائے ایک کا نام بعل اور دوسرے کا نام آغون تھا۔ بعل ہی کے نام پر بعلبک شہر آباد کیا تھا۔ ان دیوتاؤں کے دیوہیکل مجسموں کے روبرو یہ کنعانی سوختنی قربانیاں کیا کرتے تھے۔

(یہ سوختنی قربانیاں ویسی ہی ہوا کرتی تھیں جیسی آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل اور ہابیل نے کی تھیں)

سکندر اپنے لشکر کے ساتھ جب ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ سفر کرتا ہوا صیدا شہر پہنچا تو صیدا شہر کے لوگوں نے کوئی مزاحمت نہ کی جونہی سکندر اپنے لشکر کے ساتھ شہر کے قریب آیا تو شہر کے کنعانیوں نے شہر کے دروازے کھول دیئے اور سکندر ان کی اطاعت پر بے حد متاثر ہوا ان کا شکریہ ادا کیا۔ صیدا شہر کے کسی فرد کو اس نے کوئی تکلیف اور گزند نہ پہنچائی۔ شہر سے باہر اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تھا اور اس پڑاؤ کے دوران اس نے صیدا شہر کی پہاڑیوں پر شہر کے لوگوں کے لئے ایک بہت بڑا اسٹیڈیم بھی بنانا شروع کر دیا تھا۔

جن دنوں سکندر صیدا شہر کے نواح میں قیام کیے ہوئے تھا اس کا خیال تھا جس طرح صیدا شہر نے بغیر کسی مزاحمت اور جنگ کے اس کی اطاعت قبول کر لی ہے اسی طرح صور شہر کے لوگ بھی اس کی اطاعت قبول کر لیں گے۔

لیکن صیدا کی نسبت صور شہر کے لوگوں کی سوچیں مختلف تھیں۔ صور شہر کے لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ یونانی لشکر کی تعداد بہت کم ہے اگر انہوں نے شہر کا محاصرہ کیا اور محاصرے نے طول پکڑ لیا تو اپنے لشکر کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے وہ محاصرے کی طوالت کے خطرے کو برداشت نہیں کریں گے اور صور شہر کو اس کے حال پر چھوڑ کر آگے نکل جائیں گے۔

صور شہر کے لوگوں کا یہ بھی خیال تھا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسوس کے میدانوں میں انہوں نے ایران کے شہنشاہ داریوش کو شکست دی ہے لیکن جنگی لحاظ سے اب بھی حالات سکندر کی بجائے داریوش کے حق میں تھے ان کا خیال تھا کہ ابھی تک سکندر صرف ساحلی علاقے پر قابض ہوا ہے جب کہ اس علاقے کے عقب میں ایران کا طاقتور شہنشاہ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے موجود ہے اس کے علاوہ ممنون

مرنے کے بعد ایران کے بحری بیڑے کے سالاروں نے بھی اپنا بحری بیڑہ صور کے قریب لا کھڑا کیا تھا۔ اس بحری بیڑے کے علاوہ صور شہر کے لوگ قبرص اور مصر کے بحری بیڑوں سے بھی مدد کی توقع رکھتے تھے اس لئے کہ ان لوگوں کے ساتھ ان کے تعلقات دوستانہ اور برادرانہ تھے۔

ان سب عوامل کے علاوہ اہل صور اپنے شہر کو بڑا محفوظ خیال کرتے تھے اس لئے کہ صیدا شہر کے برخلاف صور شہر ساحل سے ذرا ہٹ کر ایک چھوٹے سے جزیرے پر واقع تھا جہاں بڑی لشکر صحیح طور پر اس کا محاصرہ نہ کر سکتا تھا اور پھر حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس سے قبل اس شہر کے جتنے محاصرے ہو چکے تھے وہ سب ناکام رہے تھے اور ان محاصروں میں اہل صور ہی فوزمند ہو کر نکلے تھے۔

اس کے علاوہ اہل صور کا حکمران طبقہ ان کے امراء اور سالار یہ بھی خیال کر رہے تھے کہ صیدا کی طرح اہل صور کو شہر کے دروازے یونانیوں کے لئے کھول دینے سے کسی خاص فائدے کی امید نہ تھی۔ اس کے برعکس وہ یہ خیال کرتے تھے کہ یونانیوں سے مقابلہ کرنا ہی حقیقی فائدے کا موجب ہے ان کا خیال تھا چونکہ خشکی اور تری کے درمیان انہیں اہم حیثیت حاصل ہے لہٰذا یونانی ان پر قابو نہ پا سکیں گے۔ اس کے علاوہ وہ یہ بھی سوچ رہے تھے کہ اگر وہ یونانیوں کا مقابلہ کر کے ایرانیوں کے شہنشاہ داریوش کا ساتھ دیں تو ان کے لئے فائدہ مند ہوگا اس لئے کہ یونانی باہر سے آ کر حملہ آور ہو رہے تھے اس کے علاوہ ابھی تک ان کے پاس چھوٹا سا ایک علاقہ تھا اور اگر آنے والے دنوں میں کسی بھی مقام پر ایران کے شہنشاہ نے انہیں بدترین شکست دی تو یونانی اپنے لئے حفاظت کا کوئی ٹھکانہ بھی تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہو سکیں گے۔ ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے صور شہر کے لوگوں نے سکندر کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

اس کے علاوہ صور شہر کے لوگ یہ بھی سوچ رہے تھے کہ ان کا شہر قلعہ بند ہے کوئی بھی حملہ آور آتے ہی شہر پر ایک دم حملہ کر کے قابض نہیں ہو سکتا بلکہ اس شہر کو نقصان پہنچانے یا اس میں داخل ہونے کے لئے طویل محاصرے کی ضرورت ہے اور اہل صور یہ بھی امید لگائے ہوئے تھے کہ اگر یونانیوں نے صور شہر کا محاصرہ کر لیا اور جب محاصرے نے طول پکڑا تو محاصرے کی اس طوالت سے ایران کا شہنشاہ داریوش

فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا۔ جب وہ دیکھے گا کہ اہل صور یونانیوں کا مقابلہ کر رہے ہیں تو باہر کی طرف سے وہ بھی یونانیوں پر ضرب لگاتے ہوئے اپنی فتح مندی اور یونانیوں کی شکست کو یقینی بنانے کی کوشش کرے گا پر حالات کی ستم ظریفی کہ ایسا نہ ہوا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ صور کی فصیل و قلعہ انتہاء درجے کے مضبوط اور مستحکم تھے۔ دوسری طرف یونانیوں نے صیدا شہر کو کوئی اہمیت نہ دی تھی۔ اول تو صیدا شہر کے لوگوں نے بغیر کسی مزاحمت کے اطاعت قبول کر لی تھی لہٰذا سکندر ان سے خوش تھا دوسرے صیدا شہر میں یونانیوں کے لئے ترغیب اور کشش کی کوئی چیز نہ تھی۔ صیدا شہر میں بھی دولت کے انبار تھے دولت سکندر کے پاس پہلے ہی بے شمار جمع ہو چکی تھی لیکن صیدا شہر کی بجائے صور شہر کے اندر یونانیوں کے لئے کشش اور ترغیب کی بہت سی چیزیں تھیں۔ ان سب سے زیادہ اہم وہ مندر تھا جو صور شہر میں یونان کے ہرکولیس نے تعمیر کروایا تھا اور ہرکولیس کا یہ مندر ابھی تک صور شہر میں اپنی اصلی حالت میں موجود تھا اور یونانی اسے دیکھنے کے بڑے مشتاق تھے۔

ایسا ہی ایک مندر ہرکولیس نے صور شہر کے نواح میں بھی تعمیر کرایا تھا اور وہ مندر بھی ابھی تک اپنی اصلی حالت میں موجود تھا لہٰذا یہ مندر یونانیوں کے لئے بڑی کشش اور ترغیب کی ایک وجہ تھے۔

صیدا شہر کو فتح کرنے وہاں چند ہفتے قیام کرنے اور وہاں کے نظم و نسق کو اپنی گرفت میں لینے کے بعد سکندر نے آخر اپنے لشکر کے ساتھ ساحل کے ساتھ ساتھ صور شہر کا رخ کیا۔ صور پہنچ کر شہر کے نواح میں سکندر نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا چند ہفتے تک سکندر اپنے پڑاؤ میں بالکل خاموش رہا نہ اس نے شہر کے لوگوں سے کوئی مزاحمت کی نہ ان سے کوئی رابطہ قائم کیا بلکہ یونانی اس علاقے کی خوبصورتی در حسن سے لطف اندوز ہوتے رہے۔

یہاں پڑاؤ کے دوران اناہیتا بھی بے حد خوش اور مطمئن تھی صور شہر کے اس علاقے کی خوبصورتی سے وہ بھی بے حد متاثر ہو رہی تھی اور اب وہ اکثر و بیشتر اپنے خیمے سے نکل کر ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ گھڑ دوڑ کے لئے نکل جاتی تھی کبھی کبھی رسین بھی اس کے ساتھ ہوتی تھی ورنہ اناہیتا اکیلی ہی شام سے تھوڑی دیر پہلے ساحل کے ساتھ ساتھ گھڑ دوڑ کے لئے نکل جاتی تھی۔

چند روز تک اپنے پڑاؤ میں قیام کرنے کے بعد آخر سکندر نے صور شہر کے حکمرانوں کو پیغام بھجوایا کہ جس طرح صیدا شہر کے لوگوں نے یونانیوں کی اطاعت قبول کر لی ہے ایسے ہی اگر اہل صور بھی کریں گے تو ان کی جانیں محفوظ رہیں گی۔ ان کے شہر، ان کی جائیدادوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا اور جس طرح صیدا شہر کے نظم و نسق میں مقامی لوگوں کو شامل کیا گیا ہے اس طرح صور شہر کا نظام بھی اسی طرح چلتا رہے گا جس طرح اب چل رہا ہے۔

سکندر کا یہ پیغام ملنے کے بعد شہر کے حکمرانوں نے ایک طرح سے سودے بازی شروع کر دی تھی ایک طرف وہ سکندر کے ساتھ گفتگو کو طوالت دینے لگے تھے دوسری طرف وہ سکندر کے خلاف مدد حاصل کرنے کے لئے ایران کے شہنشاہ داریوش

ومصر اور قبرص کے بحری بیڑوں کے ساتھ بھی رابطہ قائم کر رہے تھے۔

سکندر کو اہل صور کے اس رویے پر بے حد غصہ آیا اور وہ اہل صور کے خلاف آگ کی طرح بھڑک اٹھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ سکندر کو سودے بازی ہرگز قبول نہ تھی اور یہ اس کے لئے ناقابل برداشت بھی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ جس شہر پر وہ حملہ آور ہو رہا ہے یا تو وہ پرخلوص دوستی کا اظہار کرے یا کھلم کھلا دشمنی پر آمادہ ہو جائے درمیانی حالت کو وہ ہرگز پسند ہی نہیں کرتا تھا اب دونوں طرف سے ایک طرح کی فریب کاری کا عمل شروع ہو گیا تھا۔

صور کے لوگ گفتگو اور بات چیت کو طول دیتے ہوئے اپنے حمایتیوں سے رابطہ قائم کر رہے تھے تاکہ یونانیوں کو شکست دے کر مار بھگائیں جب کہ سکندر اور اس کے یونانی سالار صور کے حکمرانوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کرنے لگے تھے کہ وہ صرف صور شہر میں اس غرض سے داخل ہونا چاہتے ہیں کہ ہرکولیس کے اس مندر کی زیارت کریں جو اس نے صور شہر میں تعمیر کیا تھا ان کا کہنا تھا کہ ہرکولیس کو وہ اپنا دیوتا خیال کرتے ہیں لہذا اس کے بنائے ہوئے مندر کی زیارت کرنا ان کا حق بنتا ہے۔

یونانیوں کی اس پیش کش کے جواب میں صور کے حکمرانوں نے انہیں کہلا بھیجا کہ اگر تم ہرکولیس کے مندر کی زیارت ہی کرنا چاہتے ہو تو یہ مندر صرف صور شہر کے اندر نہیں ہے شہر کے اندر کا مندر دیکھنے کی بجائے تم خشکی کے اس مندر کی زیارت کر لو جو بہت پرانا ہے اور اسے بھی تمہارے ہرکولیس ہی نے وہاں تعمیر کیا تھا ساتھ ہی یونانیوں کے دل رکھنے کے لئے صور کے حکمرانوں نے کہہ دیا تھا کہ ان حالات میں ہم نہ یونانیوں کو نہ ہی ایرانیوں کو شہر میں داخل ہونے دیں گے۔

صور کے حکمرانوں نے جب شہر سکندر کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا تب سکندر نے اپنے سارے سالاروں کا اجلاس ایک کھلے شامیانے میں طلب کر لیا جب سارے سالار جمع ہو گئے تب سکندر نے اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"میرے دست راست پارمینو نے مجھے مشورہ دیا تھا کہ صور شہر کو فتح کرنے

ہمیں بڑی کھٹنائیوں سے گزرنا پڑے گا لہذا ہمیں صور کو نظر انداز کر کے پیش
رع کرنی چاہیے اور مصر پر حملہ آور ہو کر سارے مصری علاقے کو فتح کر کے
ا چاہیے اس وقت ہو سکتا ہے ہم آسانی سے صور کو فتح کرنے میں کامیاب ہو

یکن میں نے پارمینو کی اس تجویز سے اتفاق نہیں کیا اس لئے کہ صور شہر کو اس
پر چھوڑ کر اگر ہم مصر کی طرف پیش قدمی کرتے ہیں تو یہ قطعاً ہماری سلامتی
ف ہو گی۔ ایران کا بحری بیڑہ یہاں قریب ہی کھڑا ہے اگر ہم نے صور کو نظر
دیا تو ایران کے علاوہ قبرص اور مصر کے بحری بیڑے بھی یہاں پہنچ جائیں
سندر کو وہ آخری آرام گاہ بنا کر رکھ دیں گے۔

ن کے علاوہ تم لوگوں کو یہ بات بھی نگاہ میں رکھنی چاہیے کہ یونان میں بھی
حال اس وقت ہمارے لئے غیر یقینی ہے۔ یونان کی ریاست اسپارٹا مقدونیہ
ف اٹھنے کے لئے تیار ہے۔ اہل ایتھنز صرف خوف کے باعث چپ کیے
ہیں۔ اگر ہم صور کو نظر انداز کر کے آگے بڑھ جاتے ہیں تو چاروں طرف
لئے خطرات اٹھ کھڑے ہوں گے۔ یونان میں بھی کئی ریاستیں یہ جان کر کہ
پر قبضہ کرنے میں ناکام ہوئے ہیں ہمارے خلاف سرکشی اور بغاوت کرتی
ہ کھڑی ہوں گی اور اگر ہم صور پر قبضہ کر لیتے ہیں تو صور کے قریب جو ایرانی
نی بحری بیڑے کھڑے ہیں ان پر نہ صرف ہمیں اقتدار حاصل ہو جائے گا بلکہ
کام کے نہیں رہیں گے اس لئے کہ ان بحری بیڑوں کو لنگر انداز ہونے کے
بندرگاہ ہی نہیں ملے گی۔

ر ہم صور کو فتح کر لیتے ہیں تو قبرص والے خود اپنا بیڑہ ہمارے استعمال کے
ن کر دیں گے۔ اس طرح ہم صور کو فتح کرنے کے بعد بغیر کسی دشواری کے
ڑھتے ہوئے مصر پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ اگر ہم شام کی ان ساری بندرگاہوں پر
نے کے بعد مصر میں داخل ہوتے ہیں تو یاد رکھنا ایک طرح سے سمندر پر ہمارا
ہو جائے گا کیونکہ ساری بندرگاہیں ہمارے قبضہ میں ہوں گی اور کوئی بھی بیڑہ
خلاف حرکت میں نہ آ سکے گا لہذا صور کو فتح کرنے میں نہ صرف مختلف قوتوں
ف سے ہمیں سلامتی نصیب ہو جائے گی بلکہ یونان میں بھی ہمارے خلاف کوئی

تحریک نہ اٹھنے پائے گی۔

اگر ایسا ہو گیا تو پھر ہمارا لشکر زیادہ اطمینان اور دلجمعی کے ساتھ دوسرے کو فتح کرنے کے لئے پیش قدمی کر سکے گا۔ اس لئے کہ تمام بحری مقاما دریائے فرات تک کا علاقہ ہمارے قبضہ اور ہماری گرفت میں ہو گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سکندر جب خاموش ہوا تو اس کا ایک سالار اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"جو کچھ آپ نے کہا ہے اور جو تجویز آپ نے پیش کی ہے ظاہری لحا بہت اچھی ہے لیکن اس میں ایک کمی اور قباحت بھی ہے اور اس کا ایک پہلو ایسا جو خفیہ ہے اور جس کو ہم نظر انداز بھی کر رہے ہیں۔"

اس موقع پر سکندر نے غور سے اپنے اس سالار کی طرف دیکھا اور پھر پوچھا

"تمہارا اشارہ کس پہلو کی طرف ہے؟"

اس پر وہ سالار کہنے لگا۔

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم صور کا محاصرہ کر لیتے ہیں تو ظاہر محاصرہ طول پکڑ لے گا۔ ہم نے یہ بھی سن رکھا ہے کہ اس سے پہلے ایک مرتبہ کے شہنشاہ بخت نصر نے خشکی کی جانب سے اس شہر کا محاصرہ کیا تھا طویل محاصر کے بعد بخت نصر شہر کو جوں کا توں چھوڑ کر واپس چلا گیا تھا اس لئے کہ وہ اس شہر پختگی اور استحکام کی وجہ سے اسے فتح نہ کر پایا تھا۔

لہٰذا اگر اس شہر پر قابو پانے کے لئے ہمیں بھی طویل محاصرے سے گزرنا یہ محاصرہ ہمارے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ ہم ایران کے شہ داریوش کو ایک بار بدترین شکست دے چکے ہیں اس بنا پر وہ ہمارے خلاف انتقام چکا ہو گا۔

جب ہم صور شہر کا محاصرہ کرتے ہیں اور محاصرہ میں بری طرح مصروف جائیں گے تو یہ خدشہ بھی ہے کہ اچانک کسی بھی طرف سے ایران کا بادشاہ دارا اس کا کوئی سالار نمودار ہو کر ہماری کامیابیوں کو ہماری ناکامیوں میں تبدیل کر ہے۔ ہماری پشت کی طرف سے حملہ آور ہو سکتا ہے اور ہمارے پڑاؤ کو آگ اور پھر ہم پر حملہ آور ہو کر یا رات کے وقت کسی مناسب موقع پر شب خون ما

ہماری طاقت اور قوت کو کمزور کر سکتا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ سالار رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہنے لگا۔

"صور شہر کے باہر قیام کے دوران میں نے کچھ لشکریوں کو بھی باہم گفتگو کرتے سنا ہے۔ ہمارے کچھ لشکریوں کو صور کو فتح کرنے سے متعلق شبہ ہے اس لئے کہ وہ سوچ رہے ہیں کہ آپ کے باپ فلپ نے کبھی لمبے محاذوں کے چکر میں اپنے آپ کو نہ ڈالا تھا۔ اس کے علاوہ جس وقت آپ اپنا لشکر لے کر یونان سے ایشیا پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ ہوئے تھے اس وقت یونان کے کاہنوں نے آپ پر خاص طور پر واضح کر دیا تھا کہ سمندر آپ کے لئے خطرناک ثابت ہو گا۔"

اپنے اس سالار کی اس گفتگو پر سکندر مسکرایا ہاتھ کے اشارے سے اسے بیٹھنے کے لئے کہا جب وہ بیٹھ گیا تب سکندر کہنے لگا۔

"جہاں تک داریوش کا تعلق ہے تو میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں کہ ایران کا بادشاہ داریوش صور شہر کے محاصرے کے دوران ہم پر حملہ آور ہونے کی جرأت اور جسارت نہیں کرے گا۔

جہاں تک ہمارے کاہنوں کا تعلق ہے تو انہوں نے کہا تھا کہ سمندر میرے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے تو میں نے گزشتہ دن ایک خواب دیکھا ہے پہلے میں وہ خواب تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں پھر تم خود ہی اندازہ لگا لو گے کہ سمندر میرے لئے خطرناک ثابت نہیں ہو گا۔

میرا خواب کچھ یوں ہے کہ ہرکولیس خواب میں میرے سامنے نمودار ہوا اور میرا ہاتھ پکڑ کر آہستہ آہستہ مجھے ساحل سمندر تک پہنچا دیا۔

اس خواب سے میں یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ ہرکولیس مجھے اشارہ دے رہا ہے کہ میں حملہ آور ہو جاؤں اب سمندر تمہارے لئے خطرناک ثابت نہیں ہو گا۔"

مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ بتانا مشکل ہے کہ سکندر نے واقعی خواب دیکھا تھا یا یونانی نجومیوں کی پیش گوئی کا اثر زائل کرنے کے لئے یہ خواب اس نے اپنے پاس سے گھڑ لیا تھا۔

اس وقت جس قدر سالار وہاں بیٹھے ہوئے تھے ان میں علم نجوم کا ماہر یونانی ارسٹانڈر بھی بیٹھا ہوا تھا لہٰذا سکندر نے اس کی طرف اشارہ کیا اور اپنے خواب کی تعبیر

بیان کرنے کے لئے کہا۔

اس پر نجومی ارسٹانڈر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور سکندر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”جو خواب آپ نے بیان کیا ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے لشکر کو صور کے محاصرے میں کامیابی ہو گی لیکن محاصرے میں بڑی محنت و مشقت اٹھانی پڑے گی۔ اس لئے کہ ہرکولیس نے جو معجز نما کارنامے انجام دیئے تھے وہ محنت و مشقت ہی کا نمونہ تھے۔“

اس کے بعد سکندر نے وہ اجلاس ختم کر دیا اور اس کے لشکر میں جو فصیلوں کو گرانے کے ماہر تھے ان کا سربراہ ریادس تھا اسے سکندر نے حکم دیا کہ وہ صور شہر کا جائزہ لے اور پھر یہ بتائے کہ کس طریقے سے شہر کو فتح کیا جا سکتا ہے اس کے ساتھ ہی سکندر اور باقی سالار اٹھ کر اپنے خیمے کی طرف چلے گئے تھے۔

ایک روز سورج غروب ہونے سے کچھ پہلے اناہیتا ساحل سمندر کے ساتھ گھڑ دوڑ کے لئے نکلی اس روز وہ اکیلی تھی اس کی بڑی بہن برسین اس کے ساتھ نہیں تھی۔ اپنے گھوڑے کو اناہیتا کبھی خشک اور کبھی گیلی ریت پر دور تک سرپٹ دوڑاتی چلی گئی تھی اور جہاں تک وہ گئی تھی وہاں وہ اکثر اپنی بہن برسین کے ساتھ جایا کرتی تھی بلکہ کئی بار دونوں بہنیں اس سے آگے بھی نکل جایا کرتی تھیں۔

سمندر کے کنارے گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے اناہیتا جب درختوں کے ایک جھنڈ کے قریب پہنچی تب جھنڈ کے اندر سے ایک سوار اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگاتا ہوا بڑی تیزی سے نکلا اسے دیکھتے ہی اناہیتا نے اپنے گھوڑے کو موڑنا چاہا پر وہ سوار آگے آیا اور اناہیتا کی راہ روک کھڑا ہوا۔

اس سوار کی اس حرکت پر غصے میں اناہیتا کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا پھر چند لمحوں تک کھا جانے والے انداز میں اس کی طرف دیکھنے کے بعد وہ قہر بھری آواز میں اسے مخاطب کر کے بول اٹھی۔

”تم کون ہو ...... اور تم نے یوں میری راہ روکنے کی جرأت اور جسارت کیسے کی......؟“

اس پر راہ روکنے والے سوار کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا کہنے لگا۔

”تمہیں میرے متعلق پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں روڈس کا باشندہ ہوں سکندر کے لشکر میں شامل ہوں۔ دیکھ! میں ایسوس کے میدانوں میں سکندر کے لشکر میں شامل ہوا اس لئے کہ مجھے اپنے عزیز ممنون کی موت کی خبر ہوئی تھی اور اس کی موت کی خبر سن کر ہی میں روڈس سے ایسوس کے میدانوں میں پہنچا تھا۔

میں ممنون کے رشتے داروں میں سے ہوں اس لئے کہ وہ خود بھی روڈس جزیرے کا رہنے والا تھا ...... اب چاہیے تو یہ تھا کہ جب ممنون مر گیا تو برسین ممنون کے رشتے داروں میں سے کسی کے ساتھ شادی کر لیتی ...... میں خود برسین سے شادی کرنے کا خواہش مند تھا لیکن اس نے انتہاء درجہ کی غلطی کی کہ ایسوس کے میدانوں میں سکندر کی زوجیت میں چلی گئی۔

یونانیوں کے لشکر میں رہتے ہوئے میں نے اناہیتا! تمہارے متعلق بھی کافی معلومات حاصل کی ہیں ...... میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ تم برسین سے بھی کہیں زیادہ خوبصورت و پرکشش اور دراز قد ہو لہٰذا میں تمہیں پیش کش کرتا ہوں کہ مجھ سے شادی کر لو ...... میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم نے سکندر کے سالار اور مشیر کریٹیز کے خیمے میں قیام کر رکھا ہے ...... خیمے کا آدھا حصہ تمہارے پاس آدھا حصہ اس کے پاس ہے اور بظاہر یہی کہا جا رہا ہے کہ تم کریٹیز کی بیوی ہو جب کہ ایسا نہیں ہے ...... تم کریٹیز سے نفرت کرتی ہو ...... کریٹیز تم سے انتہاء درجہ کی بے زاری اور نفرت رکھتا ہے۔ ان حالات میں تم دونوں کا ایک ہی خیمے میں رہنا کیا معیوب نہیں ہے ......؟“

یہاں تک کہنے کے بعد راہ روکنے والا سوار جب رکا تب پہلے سے بھی زیادہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے اناہیتا کہنے لگی۔

”تم بکواس کرتے ہو ...... تمہیں جرأت کیسے ہوئی کہ تم اس انداز اور اس موضوع پر مجھ سے گفتگو کرو اور پھر تم میری بہن پر حق جتانے والے کون ہوتے ہو ...... اگر وہ ممنون کی بیوی تھی اور ممنون کے مرنے کے بعد کس دستاویز میں لکھا ہوا تھا کہ اسے ممنون ہی کے رشتے داروں سے شادی کرنا چاہیے ...... یہ اس کی خوش قسمتی ہے کہ ممنون کے مارے جانے کے بعد وہ یونان کے شہنشاہ کی بیوی بن گئی ہے ...... اب وہ ایک سالار کی بیوی نہیں بلکہ ایک شہنشاہ کی بیوی اور ملکہ ہے......“

یہاں تک کہتے کہتے اناہیتا کو رک جانا پڑا اس لئے کہ راہ روکنے والا سالار اس کی بات کاٹتے ہوئے بول اٹھا۔

''اچھا تم برسین کے معاملے کو چھوڑو اس نے اپنی مرضی سے جو کچھ کیا یوں جانو وہ اچھا ہی تھا اگر وہ ملکہ بن گئی ہے تو وہ اس کی خوش قسمتی ہے لیکن تم برسین کے معاملوں کو بیچ میں نہ لاؤ ...... تم اپنے متعلق گفتگو کرو میں تو تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں اس لئے ....''

اس سوار کو رک جانا پڑا اناہیتا پہلے سے بھی زیادہ غضبناکی میں بول اٹھی۔

''دوبارہ یہ الفاظ اپنی گندی زبان پر نہ لانا ورنہ میں تمہارا منہ نوچ لوں گی۔''

جواب میں اس سوار نے ایک ہولناک قہقہہ لگایا کہنے لگا۔

''یہ منہ نوچنے کی بھی تو نے خوب کہی ...... تو دیکھتی ہے کہ اس وقت تو لشکر گاہ سے کافی دور آ گئی ہے اس موقع پر اگر میں تمہیں اٹھا لے جانا چاہوں تو کوئی تمہاری مدد کو نہیں پہنچے گا ...... اگر تم نے میرے اس عمل میں مزاحمت کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا میرے پاس تلوار بھی ہے، بھاری پھل کا خنجر بھی ہے ...... دونوں چیزیں میں تمہارے جسم میں اتار کر تمہارا خاتمہ کرتا چلا جاؤں گا ...... کیا تمہارے لئے یہ بہتر نہیں ہے کہ میرے ہاتھوں مرنے کی بجائے بخوشی میرے ساتھ شادی پر اپنی رضا مندی کا اظہار کر دو ...... میں تمہیں اٹھا کر روڈس بھی نہیں لے جانا چاہتا یہاں شامی ساحل پر بھی میرے کچھ جاننے والے ہیں ...... میں تمہیں ان کے ہاں لے کر جاؤں گا اور وہاں ہم دونوں شادی کر کے باقی زندگی دو ساتھیوں کی حیثیت سے گزار دیں گے ...... میں سمجھتا ہوں اسی میں تمہاری بہتری اور بھلائی ہے ...... نہیں مانو گی تو پھر مجھے زبردستی کرنا پڑے گی اور زبردستی کے اس عمل میں تمہاری جان ضائع ہونے کا بھی خطرہ ہے۔

کوئی آخری فیصلہ کرنے سے قبل یہ بات اپنے ذہن میں رکھنا کہ تم ایک انتہائی خوبصورت پرکشش اور اس کے ساتھ ساتھ ایک نازک اندام لڑکی بھی ہو جب کہ میں تمہارے مقابلے میں صحت مند ہوں میرا شمار اچھے تیغ زنوں میں ہوتا ہے ...... اگر میری بات نہیں مانو گی، تکرار و مزاحمت پر اترو گی تو یاد رکھنا میں تمہیں زیادہ مزاحمت کرنے کا موقع فراہم نہیں کروں گا۔ لمحوں کے اندر تمہیں اپنے سامنے بے بس کر کے

تمہارے دونوں ہاتھ پشت پر باندھ دوں گا اور تمہارے منہ پر کپڑا باندھنے کے بعد تمہیں یہاں سے لے کر چلتا بنوں گا۔

اب ان سارے خدشات اور خطرات کو سامنے رکھتے ہوئے میں صرف تمہیں ذرا سے توقف کا موقع دیتا ہوں۔ سوچو، اگر ہٹ دھرمی پر قائم رہو گی تو پھر جانو تمہیں............''

یہاں تک کہتے کہتے اس سوار کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اناہیتا کچھ فکرمند ہو گئی تھی کچھ دیر غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''تمہارے اندازے قطعی غلط اور بے بنیاد ہیں ...... اگر تمہیں کسی نے یہ بتا دیا ہے کہ میں کریٹیز کی بیوی نہیں ہوں تو یہ جھوٹ اور فریب ہے۔ میں کریٹیز کی بیوی ہوں ...... اس کی بیوی ہونے کے ناطے ہی سے تو اس کے خیمے میں قیام کیے ہوئے ہوں ورنہ میں ایک اجنبی کے ساتھ کیوں اس کے خیمے میں ٹھہرتی۔''

اناہیتا کو پھر رک جانا پڑا اس لئے کہ سوار پھر بول اٹھا۔

''اگر تم اس کی بیوی ہو تو کریٹیز کے خیمے کے درمیان پردہ کیوں لگا ہوا ہے ...... پردے کے ایک طرف تم رہتی ہو دوسری جانب کریٹیز۔''

اناہیتا نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ ساحل سمندر پر بری طرح پھنس چکی ہے لہذا اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''دراصل کریٹیز نہ یونانی مذہب کا پیروکار ہے نہ ایرانی مذہب کو مانتا ہے ...... وہ عرب ہے ایک آنے والے محترم رسول (ﷺ) پر ایمان رکھتا ہے ...... لہذا درمیان میں پردہ اس نے اس لئے لگایا ہے کہ جب کوئی ملنے والا اس کے پاس آئے میں پردے کے دوسری طرف چلی جایا کروں۔''

اس پر وہ سوار برہم ہو گیا کہنے لگا۔

''ایسی تیسی کریٹیز کی اور ایسی تیسی خیمے کے درمیان اس پردے کی ...... تمہیں ہر صورت میرے ساتھ جانا ہو گا۔''

اس کے ساتھ ہی جب وہ سوار اپنے گھوڑے کو حرکت میں لا کر آگے بڑھنا چاہا تب اس سے پہلے ہی اناہیتا نے اپنے گھوڑے کی باگیں بائیں طرف موڑیں ساتھ ہی گھوڑے کو ایڑھ لگاتے ہوئے ایک طرف سے ہوتی ہوئی وہ واپس بھاگ کھڑی ہوئی

راہ روکنے والا سوار اس کے پیچھے لگ گیا تھا ...... اب اناہیتا اپنے گھوڑے کو مہمیز مہمیز لگاتی ہوئی خشک ریت کی بجائے گیلی ریت پر دوڑاتی چلی جا رہی تھی اس لئے کہ گیلی ریت پر گھوڑا آسانی سے دوڑ رہا تھا اس کی رفتار بڑھ گئی تھی۔

تھوڑا سا آگے جا کر وہ سوار بالکل اناہیتا کے قریب پہنچ گیا تھا۔ وہ شاید اس پر جست لگا کر اسے اپنے قابو اور گرفت میں کرنا چاہتا تھا کہ اچانک سامنے کی طرف سے کریٹیز اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا نمودار ہوا۔ کریٹیز کو دیکھتے ہی تعاقب کرنے والا سوار رک گیا تھا۔

اس لمحے اناہیتا بری طرح خوف زدہ اور گھبرائی ہوئی تھی۔ کریٹیز کو دیکھتے ہوئے اسے کچھ حوصلہ ہوا اس کے پاس آ کر وہ رونے کے انداز میں کہنے لگی۔

"کریٹیز! اپنے خدا اور رسول (ﷺ) کے لئے میری مدد کرو ...... یہ جو سوار میرے پیچھے آ رہا ہے یہ مجھے زبردستی اٹھا کر اغوا کرنا چاہتا ہے ...... میں بڑی مشکل سے اس سے بچ کر یہاں تک پہنچی ہوں۔"

کریٹیز نے اناہیتا کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم اپنے خیمے کی طرف چلی جاؤ ...... میں اس سے نمٹ لیتا ہوں۔"

اتنی دیر تک وہ سوار اپنے گھوڑے کو موڑ کر اسے سمندر کے کنارے مخالف سمت پر دوڑا چکا تھا جب کہ کریٹیز نے بھی اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور بڑی تیزی سے اس کا تعاقب کرنے لگا تھا۔

کریٹیز نے بہت جلد اس سوار کو جا لیا اس نے جب دیکھا کہ تعاقب کرنے الا بالکل اس کے نزدیک پہنچ گیا ہے تب اس نے اپنی ڈھال پر گرفت کر لی تھی اور ں کا ہاتھ تلوار کے دستے پر جا چکا تھا۔ کریٹیز بھی سارے حالات کا جائزہ لے رہا تھا ا جان چکا تھا کہ سوار سمجھ گیا ہے کہ تعاقب کرنے والا مجھے آ لے گا لہٰذا وہ ایک دم ٹ کر حملہ آور ہو گا۔ اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے کریٹیز نے اپنی تلوار بے م کرتے ہوئے ڈھال پر بھی اپنی گرفت مضبوط کر لی تھی تھوڑا سا آگے جا کر وہ ار ایک دم پلٹا بپھرے ہوئے خوک کی طرح کریٹیز پر حملہ آور ہوا اس کا خیال تھا ہ اچانک حملہ آور ہو کر وہ اسے نقصان پہنچائے گا اور اسے تعاقب کرنے کے قابل ہیں رہنے دے گا پھر بھاگ کھڑا ہو گا لیکن جب وہ پلٹ کر حملہ آور ہوا، اپنی تلوار ریٹیز پر گرانا چاہی تو اس کے وار کو بڑی آسانی کے ساتھ کریٹیز نے اپنی ڈھال پر ساتھ ہی اپنی تلوار سے اس نے جوابی وار بھی کر دیا تھا اب دونوں گھوڑوں پر بیٹھے بیٹھے ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے تھے۔

ایک بار جب اس سوار نے اپنی تلوار کریٹیز پر برسائی تو کریٹیز نے اس کی تلوار اپنی ڈھال پر روکا پھر اسی لمحہ وہ حرکت میں آیا۔ اپنی تلوار اس نے دانتوں میں دبا پکڑ لی، دایاں ہاتھ آگے کیا۔ اس کی پیٹی پر ہاتھ ڈالا پھر اسے اس کے گھوڑے ، اچک کر خوب طاقت اور قوت کے ساتھ زمین پر پٹخ دیا تھا۔

وہ سوار گردن کے بل گرا تھا لگتا تھا اسے سخت چوٹ آئی تھی۔ اس لئے کہ کچھ تک وہ اٹھ نہ سکا اتنی دیر تک کریٹیز اپنے گھوڑے سے نیچے کودا، اپنی تلوار سنبھال بلند کرتے ہوئے گرائی اور اس کی گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔

اپنی تلوار کو صاف کر کے پہلے اس نے نیام میں کیا اس سوار کے گھوڑے کی

باگ پکڑ کر اپنے گھوڑے کی زین کے ساتھ باندھا اس کے بعد اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اسے ایڑھ لگاتا ہوا وہ واپس ہو لیا تھا۔

دوسری طرف اناہیتا ابھی تک اسی جگہ کھڑی تھی جہاں کریٹیز اسے ملا تھا۔ شاید وہ اس کی واپسی کی منتظر تھی۔ کریٹیز تھوڑی دور تک سمندر کے کنارے کنارے آگے گیا اس کے بعد جب اس نے دیکھا کہ اناہیتا سامنے کھڑی ہے تب اس نے اپنا رخ بدلا بائیں جانب ہو کر وہ گھوڑے کو دوڑاتا ہوا لشکر گاہ کی طرف ہو لیا تھا۔

اناہیتا نے جب دیکھا کہ وہ اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتا لہٰذا مایوسانہ سے انداز میں وہ بھی مڑی اور پڑاؤ کی طرف ہو لی تھی۔

اناہیتا جب خیمے میں داخل ہوئی تو اس نے خیموں کے دونوں حصوں کا جائزہ لیا۔ کریٹیز خیمے میں نہیں تھا۔ وہ شاید مرنے والے سوار کے گھوڑے کو لشکر گاہ کے بڑے اصطبل میں باندھنے کے لئے گیا تھا تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا جب وہ اپنے حصے میں داخل ہوا تب اس کی آہٹ پا کر اناہیتا پردہ ہٹا کر اس کے حصے کی طرف آئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''میں تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ تم نے اس سوار سے مجھے محفوظ کیا۔''

اناہیتا کے ان الفاظ پر کریٹیز تاؤ کھا گیا تھا۔ برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''تمہیں میرا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ کام میں نے تمہاری خاطر تو نہیں کیا ...... دیکھو برسین میری بہن ہے ایک بہن کی حیثیت سے اس نے میرے ذمہ تمہاری حفاظت کا کام لگایا تھا سو میں نے برسین کے ان الفاظ کی عزت رکھنے کی خاطر تمہاری حفاظت کا یہ اہتمام کیا ورنہ اگر برسین نے مجھے یہ کام نہ سونپا ہوتا تو میں تو تمہارے نزدیک بھی نہ جاتا۔

میں جب پہلی بار گارڈیم شہر میں داخل ہوا تھا تو تمہارے دو جملے مجھے اپنی زندگی کے آخری لمحوں تک نہ بھولیں گے۔ تمہارا پہلا جملہ یہ تھا کہ اگر میں نے تمہارے سامنے سچ نہ بولا ہوتا تو تم مجھے کان سے پکڑ کر حویلی سے باہر نکال دیتی۔ تمہارا انتہائی بدتمیزی اور گھمنڈ پر مبنی دوسرا جملہ یہ تھا کہ تمہیں کسی محافظ کی ضرورت نہیں ہے ...... تم اچھی تیغ زن ہو اور اپنی حفاظت کر سکتی ہو۔ اب جو اس سوار نے تمہیں

چاہا، تمہیں اپنے ساتھ بھگا لینا چاہا تو تم نے اسکا مقابلہ کیوں نہیں کیا ...... چیختی میری طرف کیوں آئی تھی۔''

کریٹیز کے ان الفاظ پر اناہیتا بھی غضبناک ہو گئی تھی غصے میں پاؤں پٹختے کہنے لگی۔

''تم اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہو ......؟''

جواب میں کریٹیز اس سے بھی زیادہ غصے اور غضبناکی کا اظہار کرتے ہوئے لگا۔

''میں اپنے آپ کو انسان اور تمہیں جانور سے بھی بدتر خیال کرتا ہوں۔''

کریٹیز کے ان الفاظ پر اناہیتا کے غصے، اس کی غضبناکی کی کوئی انتہاء نہ تھی کچھ چاہتی تھی کہ اسے مخاطب کرتے ہوئے کریٹیز پھر بول اٹھا۔

''اگر تمہاری حفاظت کا کام مجھے برسین نے نہ سونپا ہوتا تو میں تمہارا کان پکڑ کر اپنے خیمے سے باہر نکال دیتا اور کہتا بی بی جاؤ اپنی رہائش اور اپنے قیام کا چاہے انتظام کرتی پھرو ...... میں تمہیں پہلے بھی کہا تھا کہ خیمے کے اپنے حصہ رہا کرو ...... میرے حصے کی طرف آنے کی تمہیں ضرورت نہیں ہے ...... چلو واپس آئندہ میرے حصے میں داخل ہونے کی جرأت نہ کرنا۔''

جواب میں اناہیتا بے پناہ غضب کا اظہار کرتے ہوئے اور پاؤں پٹختے ہوئے حصے کی طرف چلی گئی تھی جب کہ کریٹیز بھی بے زاری کا اظہار کرتے ہوئے سے نکل گیا تھا۔

سکندر کا فصیلوں میں شگاف کرنے والا سب سے بڑا صناع ویادس چند روز تک کے قلعے اور فصیل کا جائزہ لیتا رہا اس کے بعد وہ سکندر کے پاس آیا۔ اس موقع سکندر نے اپنے دوسرے سالاروں کو بھی اپنے پاس بلا لیا تھا پھر سکندر نے ویادس کو طب کر کے کہنا شروع کیا۔

''ویادس! میں نے جو تمہارے ذمہ کام لگایا تھا اتنے دن میں جو کچھ تم نے سوچا یا عمل کا ارادہ کیا ہے، اس سے مجھے آگاہ کرو۔''

جواب میں ویادس نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"جہاں تک صور شہر کا تعلق ہے تو اس کی فصیل انتہائی مستحکم ہے اور پھر یہ شہر ایک طرح سے سمندر کے اندر تعمیر کیا گیا ہے لہٰذا ایسے شہر پر قبضہ کرنے کے میرے پاس تین طریقے ہیں۔

اول یہ کہ چند آدمی شہر کے اندر پہنچ کر کوئی دروازہ کھول دیں یا فصیل کے حصے پر قابض ہو کر دوسروں کو اندر داخل ہونے کا موقع دیں بالکل اسی طرح طرح یونانی گلہ بانوں کے بھیس میں ہیلن کو حاصل کرنے کے لئے ٹرائے شہر داخل ہو گئے تھے۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو شہر کے ایسے لوگوں سے رابطہ قائم کرنے کوشش کی جائے جو غداری پر آسانی سے اتر سکیں اور پھر انہی غداروں کو بھاری دے کر شہر پناہ کے دروازے کھولنے کا اہتمام کیا جائے اس لئے کہ شہر پناہ دروازے توڑنے کے مقابل میں کسی ذریعے سے دروازے کھول کر شہر میں داخل آسان ہوتا ہے۔

دوسرا طریقہ جس کے ذریعے صور شہر کو فتح کیا جا سکتا ہے میرے خیال میں ہے کہ فصیل پر پے در پے ضربیں لگا کر اس کے اتنے حصے کو ادھیڑ دیا جائے جس سے ہمارا لشکر حملہ آور ہو کر اپنے لئے فوائد حاصل کر سکے لیکن اس طریقے میں بہت بڑی قباحت کا پہلو بھی موجود ہے اور وہ یہ کہ ایشیا میں عموماً ایسا دیکھا گیا ہے محصورین فصیل کے شکستہ حصے کے اندر عموماً نئی فصیل تیار کر لیتے ہیں اس کے بازاروں اور گلیوں میں جگہ جگہ باڑھیں اور رکاوٹیں کھڑی کر کے حملہ آوروں کے لئے مصیبت کا باعث بن جاتے ہیں۔ اس طریقے میں بڑی دشواریاں بھی اٹھتی ہیں اس لئے کہ جب حملہ آور فصیل کا حصہ گراتے ہیں تو وہ دیکھتے ہیں کہ اس سے آگے فصیل کا ایک اور حصہ تیار ہو چکا ہے جو عموماً حملہ آور لشکریوں کے لئے بدحوصلگی کا باعث بنتا ہے۔

صور شہر کو فتح کرنے کا تیسرا طریقہ میرے ذہن میں یہ آتا ہے کہ شہر کے گرد خشکی کے حصے میں گھیرا ڈال کر اس وقت کا انتظار کیا جائے کہ شہر کے اندر محصور لشکریوں اور لوگوں کے پاس خوراک ختم ہو جائے اس طرح وہ ہار ماننے پر مجبور ہو جائیں اور شہر ہمارے حوالے کر دیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ویادس رکا کچھ سوچا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

"میں نے صور شہر اور اس کی فصیلوں کا بڑے غور سے جائزہ لیا ہے اپنے ساتھ میں نے اپنے کچھ معاون بھی رکھے ہوئے تھے۔ میرے ساتھ کچھ مسلح جوان بھی تھے۔ جو کچھ میں نے دیکھا وہ بڑا حیرت انگیز ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صور شہر کو فتح کرنا آسان نہیں ہے اس لئے کہ شہر کی جہاں انتہائی مضبوط اور مستحکم فصیل ہے وہاں اس کے اوپر بڑے بڑے پتھروں کے بنے ہوئے مضبوط برج ہیں جن کے اندر صور شہر کے محافظ حملہ آوروں کو بڑی آسانی سے روک سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ صور شہر کی دو بندرگاہیں ہیں اور دونوں ہی بڑی مضبوط اور مستحکم ہیں۔ ایک جنوبی سمت میں ہے جسے مصری بندرگاہ کا نام دیا گیا ہے۔ یہ پانی کی ایک سی کھاڑی میں ہے جو خشکی کے اندر چلی گئی ہے اس میں داخل ہونے کا راستہ بھی انتہائی تنگ اور دشوار ہے اور خطرے کے وقت اس راستے کو شہتیروں سے بند کر دیا جاتا ہے تاکہ دشمن کا کوئی بھی جہاز بندرگاہ میں داخل ہو کر شہر کے لئے نقصان کا باعث نہ بن سکے۔

جو بندرگاہ شمالی سمت ہے اسے دوسری بندرگاہ کہتے ہیں اس کا نام صیدائی بندرگاہ ہے یہ نسبتاً وسیع ہے لیکن یہ بھی کھاڑی کی شکل میں اندر کی طرف چلی گئی ہے اس کے دہانے پر صور شہر کے حکمران عموماً تین بڑی بڑی جنگی کشتیاں کھڑی کر کے اس کا راستہ بھی بند کر دیتے ہیں اس کے علاوہ میں نے اپنے جن ساتھیوں کو اپنے کام میں مدد کے لئے استعمال کیا تھا ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ بندرگاہوں کو اس طرح محفوظ کر لینے کے علاوہ بھی صور شہر کا جنگی بیڑہ سامنے کھڑا رہتا ہے اور وہ حملہ آوروں کے خلاف بے حد مفید کام سرانجام دے سکتا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ویادس رکا اس کے بعد اپنی بات کو بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"میرے کچھ ساتھیوں نے صور شہر کے بحری بیڑے کے ایک جہاز کا بھی جائزہ لیا۔ اہل صور اپنے بحری بیڑے کے جہازوں میں پیتل کی نوک دار چونچیں لگا کر رکھتے ہیں تاکہ جب دشمن کے جہازوں اور بحری بیڑے کے ساتھ ان کا ٹکراؤ ہو تو چونچیں ان کے اندر گھس جائیں اور ان کے ذریعے سوراخ ہو جائے اس کے ذریعہ جہازوں اور کشتیوں میں پانی داخل ہو کر دشمن کے بحری بیڑے کو ناکارہ کیا جا سکے اس

کے علاوہ اہل صور اپنے جہازوں اور کشتیوں کے اندر چھوٹی چھوٹی منجنیقیں بھی کرتے ہیں جس کے ذریعے بڑی آسانی کے ساتھ حملہ آوروں پر پتھر پھینکے ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد ویادس جب خاموش ہوا تب اپنے ساتھیوں کو کرتے ہوئے سکندر کہنے لگا۔

''ویادس نے یقیناً انتہائی اہمیت کی اطلاعات فراہم کی ہیں۔ ہمارے پاس وقت کوئی بحری بیڑہ نہیں ہے لہٰذا ظاہری نظر سے اگر دیکھا جائے تو یہ بات آتی ہے کہ جو تین طریقے ویاس نے کہے ہیں ان میں سے پہلے اور تیسرے پیرا ہونے کی کوئی صورت تو ہمارے پاس نہیں ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ طریقہ بہترین ہے یعنی چند آدمیوں کو رات کی تاریکی میں فصیل کے قریب جائے شہر میں سے کسی کو غداری پر تیار کر کے شہر کے دروازے کھولنے کا اہتما جائے لیکن یہ دونوں طریقے اسی حالت میں مفید ہو سکتے ہیں جب حملہ آور لشکر سے گزر کر شہر کے دروازے پر پہنچ جائے۔

اگر ہم کسی کو خفیہ طور پر بھیج کر شہر کے اندر داخل کر بھی دیں چرواہوں کے میں یا سبزی فروشوں کے بھیس میں اور وہ رات کے وقت شہر پناہ کا کوئی دروازہ دے تو وہ ہمارے لئے مفید تو نہیں ثابت ہو سکتا اس لئے کہ ہمارے اور شہر درمیان سمندر کا ایک حصہ حائل ہے لہٰذا دروازے کا کھلنا ہمارے لئے سودمند نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اگر ہم غداروں کا بھی انتخاب کر لیں اور وہ ہمارے دروازے کھولیں تو وہ بھی ہمارے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ شہر کو اسی وقت فتح کر سکتے ہیں جب ہمارا پورا لشکر سمندر کے اس حصے کو عبور کر کے شہر کی فصیل قریب پہنچے اس کے بعد اگر دروازے کھولے جائیں تب شہر پر حملہ آور ہو کر اسے کیا جا سکتا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سکندر رکا دوبارہ اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے کہنے لگا۔

''اس کے علاوہ ایک اور دشواری بھی ہمارے سامنے آئے گی۔ وہ اس طرح ویادس نے صور شہر کو فتح کرنے کے لئے جو تین طریقے بتائے ہیں آج تک ان

ان میں سے کوئی بھی طریقہ ہم ماضی کی کسی بھی جنگ میں استعمال نہیں کر چکے پر اس شہر کو فتح کرنے کے لئے تینوں طریقے ہمارے لئے نئے ہوں گے اور ہے کہ ممکن ہے کہ ان تینوں پر ہم صحیح طور پر عمل پیرا ہونے میں کامیاب نہ ہو اور شہر فتح کرنے کی بجائے الٹا ہمارے ہی لشکر کو نقصان کا سامنا کرنا پڑے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سکندر رکا پھر کہنے لگا۔

''یونان میں اس سے پہلے ہمارے آباؤ اجداد نے موسم سرما میں برف پوش ں کو عبور کر کے اور موسم گرما میں بڑے بڑے صحراؤں کو طے کر کے دریاؤں کو کے ذریعے ملا کر اور بحری بیڑوں کے ذریعے پانی کو کھنگالتے ہوئے بڑے دشمنوں کو اپنے سامنے زیر کیا۔ بڑے بڑے دریاؤں کو طغیانی کے موسموں میں بر کر کے اس جگہ ہمارے آباؤ اجداد نے فتح مندی حاصل کی جہاں کھانے پینے ل سامان نہ ہوا کرتا تھا اور وہاں انہوں نے پودوں یا جانداروں سے خوراک کر کے اپنی کامیابی کو یقینی بنایا۔

لیکن یہ سارے کارنامے جو ہمارے آباؤ اجداد نے انجام دیئے یہ تمام کے تمام امکان میں تھے لیکن صور شہر میں امکانی طریقہ ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ فصیل کا حصہ توڑ کر لشکر کو شہر کے اندر پہنچا دیا جائے کیونکہ خشکی کے حصے کو کسی نہ کسی میں فصیل تک پہنچا دیا جائے اور فصیل اور ہمارے درمیان جو سمندر کا حصہ سے پاٹ کر کوئی راستہ بنا دیا جائے بظاہر یہ کام ناقابل تسخیر اور ناممکن نظر آتا ن اس پر اگر ہم کام شروع کر دیں تو میں تم لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ شہر کو ہم نے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

سارے سالاروں نے سکندر کی اس تجویز کو پسند کیا اور یہ طے کیا کہ سمندر کے ے کو بھر دیا جائے جو فصیل اور ان کے درمیان ہے اور وہاں ایک راستہ بنا کر کے سامنے پڑاؤ کر کے صور شہر پر حملہ آور ہو کر اسے فتح کرنے کی کوشش کی

یہ فیصلہ ہونے کے بعد اگلے روز لشکر حرکت میں آیا اور سمندر کے اندر پتھر اور ے درمیان مٹی ڈال کر سمندر کے اندر ایک راستہ بنانے کی کوشش شروع ہو گئی تھی سکندر نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تھا وہاں سمندر کی گہرائی بہت کم تھی

جب کہ آگے جاتے ہوئے سمندر کا وہ حصہ جو فصیل تک پہنچتا تھا وہاں سمندر کی زیادہ سے زیادہ 18 فٹ تھی اس طرح تو شہر کو فتح کرنے کے لئے سکندر کے یونانیوں نے سمندر کے اندر ایک راستہ بنانا شروع کر دیا تھا تاکہ اس راستے ہوتے ہوئے شہر پر حملہ آور ہو کر اسے فتح کیا جا سکے۔

جن دنوں یونانی لشکری سکندر کے حکم پر سمندر کے اندر راستہ بنا رہے تھے ان سکندر اپنے لشکر کے کچھ دستوں کو لے کر اطراف و اکناف کی طرف چلا جاتا تھا صور شہر کو فتح کرنے کے بعد جب وہ پیش قدمی کرے تو وہ سارے علاقے اس جانے پہچانے ہوں۔ مورخین ان ہی دنوں سے متعلق سکندر کا ایک دلچسپ واقعہ کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک بار سکندر اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ ارض فلسطین دریائے یردن کے منبع کی طرف گیا جہاں دریا بڑی سست رفتاری سے بہتا تھا۔ موقع پر اس کا اتالیق اور مشیر لیسی مچس بھی اس کے ساتھ تھا علاقے کا جائزہ ہوئے سورج غروب ہو گیا جب تاریکی بڑھ گئی تب سکندر نے واپسی کا سفر ع کیا۔ یہ سارا علاقہ ان دنوں سامریوں کا تھا۔ سکندر جب پلٹا تب وہ اپنے لشکر پیچھے پیچھے تھا۔ سامری، یونانیوں کے لئے واقعی خطرناک تھے وہ دن کے وقت تو کے ہاتھ رسد وغیرہ کا سامان فروخت کر دیا کرتے تھے لیکن اگر انہیں کہیں بھی اکا یونانی مل جاتا تو اس پر حملہ آور ہو کر اس کو لوٹ لیتے اور اس کا کام تمام کر تے۔

سکندر نے رات کے وقت جب واپسی کا سفر شروع کیا تو اس کا اتالیق اس پیچھے پیچھے تھا اچانک سکندر نے پیچھے مڑ کر دیکھا اس کا اتالیق لیسی مچس غائب تھا بڑا فکرمند ہوا اپنے گھوڑے کی باگیں موڑتے ہوئے پلٹا کہ اپنے مشیر کو تلاش رتے اس دوران اچانک کسی طرف سے نمودار ہو کر سامریوں نے سکندر کے مشیر لیسی مچس کو پکڑ لیا تھا اور اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ اس موقع پر سکندر سے حماقت یہ ہوئی کہ اپنے لشکریوں، سالاروں کو بتائے بغیر بڑی تیزی سے پلٹا اور لیسی مچس کی تلاش میں نکلا۔

وہ کچھ دور گیا ہوگا کہ اس نے دیکھا سامنے آگ کا ایک الاؤ جل رہا
الاؤ کے پاس کچھ سامری بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے بیچ میں لیسی مچس بھی
تھا۔

اب سکندر نے سوچا اگر وہ اکیلا ان کے سامنے گیا تو ہو سکتا ہے سامری مچس کے علاوہ اس پر بھی حملہ آور ہو کر اس کا کام تمام کر دیں لہٰذا اس موقع نے ایک تدبیر سے کام لیا ان سامریوں کے قریب جا کر اس نے بلند آواز میں

”لو کچھ تو مل گئے۔“

یہ الفاظ ادا کر کے سکندر ایک طرح سے یہ تاثر دینا چاہتا تھا کہ اس کے سا بہت سے مسلح جوان ہیں جن کے ساتھ وہ لیسی مچس کو تلاش کرتا پھر رہا تھا۔

سکندر کا یہ جملہ کام کر گیا سامریوں نے جب دیکھا کہ یونانی شاید لیسی مچس تلاش کرتے ہوئے وہاں پہنچ گئے ہیں تو وہ الاؤ کے پاس سے اٹھ کر بھاگ کھڑ ہوئے اس طرح سکندر نے اپنی تدبیر سے اپنے اتالیق لیسی مچس کو زندہ حالت سامریوں سے چھڑوا لیا تھا۔

سکندر کے حکم پر یونانیوں نے اب بڑی تیزی سے سمندر کے اس حصے کو بھر ہوئے راستہ بنانا شروع کر دیا تھا۔ یونانیوں کی خوش قسمتی کہ کنارے کے قریب پتھروں اور پتھریلی مٹی کے بڑے بڑے ٹیلے تھے شاید پرانے دور میں وہاں کوئی ہوا کرتا تھا جو تباہ و برباد ہو گیا تھا ان ٹیلوں سے پتھر اور مٹی اٹھا کر یونانیوں سمندر کو پاٹنا شروع کر دیا۔ ساحل کے قریب پانی کی گہرائی بہت کم تھی اور انسان وہاں کھڑا ہو سکتا تھا لیکن جوں جوں آگے جاتے تھے گہرائی زیادہ ہوتی جاتی تھی۔

سمندر کا تھوڑا سا حصہ بھرنے کے بعد یونانی صناعوں نے راستے کے دونوں جانب بڑے بڑے شہتیر گاڑھنے شروع کر دیئے اور سمندر کے اندر ان شہتیروں والا لکڑی کے بڑے بڑے اور چوڑے تختوں سے ملانا شروع کر دیا تاکہ راستے میں ڈالا جانے والا ملبہ سمندر کے اندر ادھر ادھر نہ بکھرے پہلے شہتیروں اور لکڑی کے تختوں کے ساتھ ساتھ پتھر رکھے جاتے پھر بیچ میں پتھر اور مٹی ملا کر بھر دی جاتی اس طرح راستے کی اٹھان جاری رہی چوڑائی میں راستہ لگ بھگ 200 فیٹ کے قریب تھا۔

آہستہ آہستہ راستے کی لمبائی بڑھتی چلی گئی یہاں تک کہ وہی راستہ خشکی کی ایک تنگ راہ کی صورت اختیار کرتا ہوا سمندر کے اندر آگے بڑھتے ہوئے صور شہر کی فصیل سے قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔

صور شہر کے لشکری اور سالار یونانیوں کی یہ ساری کارروائی ابھی تک بالکل خاموشی اور پرسکون انداز میں دیکھ رہے تھے یہاں تک کہ سمندر میں بننے والا وہ راستہ جب صور شہر کی فصیل سے قریب ایک سو گز کے فاصلے پر رہ گیا تب یونانیوں کو وہاں تعمیر روکنا پڑی اس لئے کہ اب صور شہر کے محافظوں نے جوابی کارروائی کرنا شروع کر دی تھی۔

وہاں پانی کی گہرائی بھی زیادہ تھی پانی کہیں 18 فیٹ کہیں اس سے بھی زیادہ تھا اور صور شہر کے لشکریوں نے فصیل کے برجوں میں رہتے ہوئے راستہ بنانے والوں پر آتش باری و تیر اندازی کرنا شروع کر دی تھی جس کی بنا پر سکندر کے وہ لشکری جو راستہ بنا رہے تھے ان کے لئے کام جاری رکھنا ناممکن ہو گیا لہٰذا راستہ بنانے والے یونانی پیچھے ہٹ گئے اور ایک طرح سے عارضی طور پر راستے پر کام بند کر دیا گیا تھا۔

اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے سکندر نے اپنے سالاروں اور صناعوں کا اجلاس طلب کر لیا اور کافی صلاح و مشورہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ جہاں تک راستہ جا چکا ہے اس کے آخری سرے پر دفاعی برج تعمیر کر دیئے جائیں اور ان میں لشکری مقرر کر دیئے جائیں اور جب صور شہر کی فصیل سے ان پر سنگ باری اور تیر اندازی کی جائے تو ان برجوں میں بیٹھے ہوئے لشکری ان کا جواب دیں اس طرح راستے کے کام کو جاری رکھا جا سکے گا۔

سکندر نے یہ تجویز پسند کی اس طرح جہاں راستہ ختم کیا گیا تھا وہاں برج تعمیر کرنا شروع کر دیئے گئے اور یہ اتنے بلند تعمیر کیے گئے جتنی صور شہر کی فصیل بلند تھی اس طرح یونانی شہر سے کی جانے والی آتش باری اور سنگ باری سے بچنا چاہتے تھے۔

شہر کے جنگجوؤں نے جب دیکھا کہ یونانی برج تعمیر کرنے لگے ہیں تاکہ ان کی سنگ باری سے محفوظ رہ سکیں تو انہوں نے یونانیوں کو روکنے کے لئے ایک اور طریقہ

اختیار کیا۔

یونانیوں نے جو راستہ بنایا تھا اس راستے کے دونوں جانب اچانک صور شہر کے جنگی جہاز نمودار ہوئے انہوں نے تیروں و تیزوں اور بڑے بڑے جہازوں میں نصب منجنیقوں کے ذریعے سنگ باری کے ذریعہ برجوں اور کنارے کے درمیان نقل و حرکت حد درجہ خطرناک بنا کر رکھ دی تھی۔

یونانیوں نے جب دیکھا کہ راستے کے دونوں جانب سے شہر کے لشکری حملہ آور ہو کر راستے پر آنے جانے والے اور برجوں میں کام کرنے والے صناعوں کے لئے خطرہ پیدا کرنے لگے ہیں تب انہوں نے راستوں کے دونوں جانب بڑے بڑے شہتیر سمندر کے اندر گاڑھ رکھے تھے ان شہتیروں کو موٹے موٹے لکڑی کے تختوں کے ساتھ لگانا شروع کر دیا تھا تا کہ اگر دونوں طراف سے ان پر تیر اندازی یا سنگ باری کی جائے تو لکڑی کے ان موٹے تختوں کی وجہ سے راستے پر کام کرنے والے یونانی محفوظ رہ سکیں۔

شہر کے لشکریوں نے جب دیکھا کہ اب راستے کے دونوں جانب سے حملہ آور ہو کر وہ یونانیوں کو نقصان نہیں پہنچا سکتے اس لئے کہ ان کی سنگ باری اور تیر اندازی سے کوئی یونانی زخمی نہیں ہوتا بلکہ راستے کے دونوں جانب جو لکڑی کے موٹے موٹے تختے لگا دیئے گئے ہیں تیر اور پتھر ان سے ٹکرا کر سمندر میں گر جاتے ہیں۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے صور شہر کے لوگوں اور لشکریوں نے اپنا لائحہ عمل تبدیل کیا سنگ باری کی بجائے انہوں نے راستے کے دنوں جانب آتش باری کرتے ہوئے لکڑی کے تختوں کو آگ لگانا شروع کر دی تھی۔

اس طرح یونانی ایک بار پھر عجیب سی الجھن میں مبتلا ہو گئے تھے لیکن جلد ہی یونانی صناعوں نے بھی ایک طریقہ نکال لیا جو تختے جل گئے تھے وہاں انہوں نے نئے تختے لگائے اور پھر لکڑی کے تختوں اور شہتیروں پر جانوروں کی کھالیں لپیٹ دیں اس طرح لکڑی کے وہ تختے آتش باری سے محفوظ ہو گئے تھے یونانیوں کا خیال تھا چونکہ وہ راستے کے کنارے پر بڑے بڑے برج بنا چکے ہیں اور راستے کے دونوں جانب لکڑی کے تختے نصب کرنے کے بعد ایک طرح سے انہوں نے نہ صرف راستے کو محفوظ کر دیا ہے بلکہ اگر راستہ بنانے میں مزاحمت کرتے ہوئے فصیل کے اوپر سے

صور نے تیر اندازی اور سنگ باری کرنے کی کوشش کی تو برجوں کے اندر سے والی کارروائی کی جائے گی تو اس کے نتیجے میں یونانی دوبارہ راستہ بنانے کے ہو جائیں گے۔

لیکن صور کے سالاروں نے جب دیکھا کہ یونانیوں نے راستہ کے دونوں لکڑی کے تختے نصب کر کے ان کے اوپر جانوروں کی کھالیں بھگو کر لپیٹ دی ب انہوں نے یونانیوں کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے عجیب و غریب استعمال کیا۔ ہوا یوں کہ اگلے روز راستے کے قریب ایک کافی بڑی کشتی نمودار عام کشتیوں سے وہ بڑی کشتی تھی اور اس کا سامنے والا حصہ کافی اوپر اٹھا ہوا تھا سے ظاہر ہوتا تھا کہ کشتی کے پچھلے حصے میں کافی وزن رکھ دیا گیا ہے جس کی بنا حصہ اٹھ گیا ہے۔

یونانی اس کشتی کو دیکھ کر بڑے متعجب ہو رہے تھے اس لئے کہ اس کشتی کے اندر سے زیادہ مستول نصب تھے مستول بھی کافی موٹے اور بلند تھے۔ یونانی یہ دیکھ اور حیرت زدہ ہوئے کہ کشتی کے اندر جس قدر مستول تھے ان کے ساتھ بڑی دیگیں لٹک رہی تھیں۔

اب اہل صور نے جو عجیب و غریب طریقہ یونانیوں سے نمٹنے کے لئے کیا تھا وہ اس طرح تھا کہ جو دیگیں مستولوں کے ساتھ لٹک رہی تھیں ان کے اندر انہوں تارکول و گندھک اور بھڑک اٹھنے والا تیل بھرا ہوا تھا ساتھ ہی کشتی کے اندر مستول نصب کیے گئے تھے وہاں لکڑی کے برادے اور خس و خاشاک کے ڈھیر یئے گئے تھے اور ان کے اوپر بھی کافی مقدار میں تارکول اور دوسرا آتش گیر مادہ دیا گیا تھا۔

آتش گیر مادے سے لدی ہوئی یہ کشتی لے کر ملاح یونانیوں کے تعمیر کردہ برجوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اہل صور کی خوش قسمتی اس وقت ہوا ان کے تھی اور وہ کشتی بڑی تیزی سے ہوا کے زور پر یونانی برجوں کی طرف بڑھ رہی

اہل صور اس کشتی کو بالکل اس جگہ پر لے آئے جہاں تک یونانیوں نے راستہ تھا اور راستے کے دونوں جانب اونچے اونچے برج تعمیر کر دیئے تھے وہاں پہنچتے

ہی صور کے لشکریوں نے کشتی کے اگلے حصے میں جلتی ہوئی مشعلیں پھینک دیں کشتی کو دونوں برجوں کے درمیان بننے والے راستے کے ساتھ لگا دیا۔

ایسا کرنے کے بعد کشتی کے اندر جس قدر صور کے لشکری سوار تھے وہ خود میں چھلانگیں لگا کر اور تیر کر واپس خشکی پر چڑھ گئے۔

پھر یونانیوں کے دیکھتے ہی دیکھتے آتش گیر مادے سے بھری ہوئی کشتی نے کام کرنا شروع کیا تارکول گندھک اور دوسرے آتش گیر مادے بھڑک اٹھے کشتی کو آگ لگ گئی کشتی کے اندر جو خس و خاشاک اور لکڑی کا برادہ پڑا ہوا تھا وہ بالکل طرح بھڑک اٹھا اور شعلے دینے لگا جس سے یونانیوں کے دونوں برجوں کو آگ گئی تھی اس کے بعد جب کشتی الٹی اور آتش گیر مادہ برجوں کے قریب پھیلا تب اس شدت کے ساتھ بھڑکنے لگی اور ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے بادل گرج ہوں۔ یونانی برجوں اور اس کے اطراف میں آگ کے شعلے کافی بلند ہونے لگے اسی دوران جب مستولوں کو آگ لگی تو وہ گر پڑے ان کے گرنے کے ساتھ ہی کے ساتھ جو آتش گیر مادے کی دیگیں لٹک رہی تھیں وہ بھی برجوں کے قریب گئیں جس کی وجہ سے آگ نے اور زیادہ طوفانی صورت اختیار کر لی تھی۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے یونانیوں کے وہ دو بڑے بڑے اور مضبوط برج جو نے راستہ جاری رکھنے کے لئے بنوائے تھے جل کر خاکستر ہو گئے تھے۔

یہ عجیب و غریب صورت حال یونانیوں کے لئے فکرمندی کا باعث تھی۔ ایک پھر اس سلسلے میں سکندر نے اپنے سالاروں سے مشورہ کیا اور یہ طے کیا کہ راستہ مزید چوڑا کیا جائے تا کہ اس کے دونوں جانب مناسب فاصلے پر منجنیقیں نصب کر دی جائیں اور اگر راستے کے دونو جانب سے صور کے جہاز یا کشتیاں حملہ ہوں تو ان پر منجنیقوں کے ذریعہ سنگ باری کر کے انہیں سمندر میں ڈبویا جا سکے۔

لیکن سکندر نے اس تدبیر کو رد کر دیا اس لئے کہ سکندر کے کچھ مشیروں نے سے اسے مشورہ دے دیا تھا کہ شہر پر اس وقت تک قبضہ نہیں کیا جا سکتا جب تیرتے ہوئے تختے یا بحری جہازوں سے کام لے کر صور شہر کی فصیل کے قریب اترا جا سکتا۔

اس مشورہ کے جواب میں سکندر نے ایک اور اہم اعلان کیا اس نے چاروں

میں اپنے ملاح پھیلا دیئے اور جو آس پاس اور قرب و جوار میں ملاح، ماہی گیر تھے کے اندر اعلان کر دیا کہ ساحل کی طرف آنے والی کشتیوں اور بحری بیڑوں کے عام معافی کا اعلان کیا جاتا ہے ان میں سے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے اور ہر کوئی اپنے اپنے مقصد کے مطابق کام کر سکتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی سکندر نے ساحل سمندر کے قریب قریب جو جزیرے تھے ان جو بحری بیڑے تھے ان کی طرف بھی پیغام بھجوایا کہ انہیں بھی عام معافی دی جاتی ہے اور اگر وہ اپنے بحری بیڑوں کو لے کر سکندر کی طرف آئیں تو اس کا انہیں معقول معاوضہ بھی دیا جائے گا۔

سکندر کے اس اعلان کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ ماہی گیر اپنی کشتیوں کے ساتھ اس کے پاس جمع ہونے لگے۔ روڈس اور جھیل کے صناع جو جہاز سازی کے ماہر تھے وہ بھی اس کے پاس آنا شروع ہو گئے اس کے علاوہ قبرص کا بحری بیڑہ بھی جو 120 جہازوں پر مشتمل تھا غیر متوقع طور پر سکندر کے پاس پہنچ گیا اب سکندر کے پاس ان گنت جہاز اور کشتیاں جمع ہو گئی تھیں حالات اب سکندر کے حق میں تھے۔

قبرص کا بحری بیڑہ جب اس کے پاس پہنچا تو اس نے ان کے جہازوں کے اندر منجنیقیں نصب کرانا شروع کر دی تھیں۔ یہ سارا کام جب اپنی تکمیل کو پہنچا تو 332 ق م کے موسم گرما کے آغاز میں سکندر صور پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنی جنگی تیاریوں کو اپنے عروج پر پہنچا چکا تھا اس نے محض جنگی جہاز ہی تیار نہ کر لئے بلکہ ایک ایسا زبردست بیڑہ بروئے کار لے آیا تھا جس میں محاصرے کا سامان اور رسد رسانی کا بھی پورا انتظام تھا۔

اب ان ساری کشتیوں اور بحری جہازوں کو جن کے اندر منجنیقیں نصب تھیں سکندر کے حکم پر سمندر کے اندر بنائے جانے والے راستے کے دونوں جانب راستے کے ساتھ ساتھ کھڑا کر دیا گیا تھا۔

اب اہل صور نے ردعمل کے طور پر یہ طریقہ استعمال کیا کہ گاہے گاہے ان کے بحری بیڑے کے جہاز راستے کے دونوں جانب نمودار ہوتے اور راستے کے دونوں جانب کھڑے یونانیوں کے جہازوں اور کشتیوں پر سنگ باری کرتے جواب میں یونانیوں کے جہازوں سے بھی ان پر سنگ باری کی جاتی جس کے جواب میں کچھ

یونانیوں کے جہاز مسمار ہو کر سمندر میں ڈوب جاتے اور کچھ اہل صور کے جہا
میں غرق ہو جاتے۔

چند روز تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر یونانیوں نے اپنے بحری بیڑے کو آہستہ آگے بڑھانا شروع کر دیا یہاں تک کہ مار دھاڑ کرتے ہوئے یونانی اپنے بیڑے کو فصیل کے قریب خشکی تک لے گئے۔

اب شہر کی فصیل پر سنگ باری کرنے کے لئے ضروری تھا کہ یونانی اپنے جہازوں کو جن کے اندر بھاری منجنیقیں نصب تھیں ان کے لنگر سمندر کے پھینکیں تاکہ جہاز ایک جگہ جم کر رہیں اور منجنیقوں کو حرکت میں لایا جا سکے۔

اس صورت حال کا احساس اہل صور کو بھی تھا لہٰذا رات کے وقت اہل صو غوطہ خور حرکت میں آئے اور ان جہازوں کے لنگر جو رسوں پر مشتمل تھے وہ ا نے کاٹ دیئے۔

یونانیوں کو جب اس صورت حال کا علم ہوا تو وہ بڑے پریشان ہوئے انہوں نے رسوں کی بجائے لوہے کی بھاری اور وزنی زنجیروں کو لنگر کے ط استعمال کرنا شروع کر دیا جنہیں اہل صور نقصان نہ پہنچا سکتے تھے۔

یونانیوں نے اب یہ طریقہ استعمال کیا کہ اپنے جہاز سمندر کے اندر لنگر ا کرنے کے بعد بڑے بڑے تختوں کو استعمال کرتے ہوئے خشکی تک ایک پل دیا اور اس پل کے ذریعے ان کے لشکری جہازوں سے اتر کر خشکی پر سوار ہو لگے۔ اس موقع پر فصیل کے اوپر سنگ باری کی گئی تو دو جگہ سے فصیل کا کافی حصہ ٹوٹ گیا۔

آخر یونانیوں نے شہر پر اس زور دار انداز میں حملہ کیا کہ فصیل کے ٹوٹے ہوئے حصوں سے شہر میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے اور شہر کے اندر تھوڑی د تک دست بدست جنگ ہوئی جس میں صور کے مقابلے میں یونانی غالب رہے۔ اہل صور کو بدترین شکست ہوئی۔

اس شکست کے نتیجے میں صور کے اندر لگ بھگ ان کے 8 ہزار لشکری مارے گئے۔ 30 ہزار قیدی بنا لئے گئے اور انہیں غلام بنا کر فروخت کیا گیا۔

سکندر اپنے سالاروں اور دیگر ساتھیوں کے ساتھ شہر میں اس جگہ گیا جہاں

ہرکولیس نے ایک مندر تعمیر کیا تھا۔ یونانیوں نے سب سے پہلے ہرکولیس کے مندر میں قربانی کی رسم ادا کی اس کے بعد مندر کے سامنے جو چوک تھا وہاں انہوں نے فتح کا جشن منایا۔ صور شہر کا محاصرہ لگ بھگ 7 مہینے تک جاری رہا اس طرح سات ماہ کی لگاتار کشمکش کے بعد یونانی صور کو فتح کر پائے اور صور کی فتح کے بعد سکندر نے اب صور سے نکل کر ارض فلسطین کے بڑے شہر غزہ کا رخ کیا تھا۔

فلسطین سے مصر کی طرف جانے کے لئے راستے میں غزہ ایک انتہائی مستحکم قلعہ نما مقام تھا۔ سکندر کے بعض سالاروں کا خیال تھا کہ صور شہر کا انجام دیکھنے کے بعد غزہ کے لوگ نہ مزاحمت کریں گے نہ شہر پناہ کے دروازے یونانیوں کے لئے بند کر دیں گے بلکہ جونہی سکندر اپنے لشکر کے ساتھ غزہ کے قریب پہنچے گا غزہ کا حکمران غزہ شہر سے باہر نکل کر سکندر اور اس کے سالاروں کا استقبال کرے گا اور اپنی اطاعت و فرماں برداری کا اظہار کرے گا بالکل ایسے ہی جیسے صور شہر کی فتح سے پہلے صیدا شہر کے لوگوں نے اطاعت کا اظہار کیا تھا لیکن اہل غزہ نے بڑی جرأت مندی کا اظہار کیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے ایرانیوں کے شہنشاہ داریوش سے بھی رابطہ قائم کیا اور سکندر کے خلاف اس کی مدد کے طالب ہوئے۔

سکندر چونکہ اس سے پہلے لگاتار سات ماہ کوشش کرتے ہوئے صور کو فتح کر پایا تھا لہٰذا اب وہ کسی بھی شہر کو فتح کرنے میں اس قدر طویل محاصرے سے خوف زدہ رہنے لگا تھا۔ غزہ پہنچ کر جب سکندر کو خبر ہوئی کہ غزہ کے جنگجوؤں نے یونانیوں کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی ہے اور یہ کہ شہر کی فصیل بھی انتہائی مضبوط اور مستحکم ہے لہٰذا غزہ کو فتح کرنے کے لئے یونانیوں نے ایک عجیب و غریب طریقہ استعمال کیا۔

انہوں نے فصیل سے ذرا فاصلے پر ایک پل اٹھایا۔ اس پل کو تعمیر کرتے ہوئے یونانی اس شہر کی فصیل کے قریب تک لے گئے جوں جوں وہ پل تعمیر ہوتا رہا اس کے ساتھ ہی ساتھ اس پل کے نیچے خندق بھی کھودی جانے لگی جب وہ پل شہر کی فصیل تک پہنچا تو اس کے نیچے بننے والی خندق بھی اس شہر کی فصیل تک پہنچ گئی تھی یہ ایک طرح کی سرنگ تھی جس سرنگ کے ذریعہ یونانی شہر کی فصیل کو گرانا چاہتے تھے۔

دراصل محاصرے کی طوالت سے بچنے کے لئے سکندر نے یہ طریقہ کار استعمال

اس کا خیال تھا کہ اگر عام طریقے سے شہر کا محاصرہ کیا گیا اور یونانیوں نے ...ہ کر فصیل کے کسی حصے کو توڑنے یا اوپر چڑھنے کی کوشش کی تو غزہ کے لشکری ...مزاحمت کریں گے اس طرح شہر کو فتح کرنے میں صور کی طرح ایک طویل ...ے کی کرینا کی سے گزرنا پڑے گا۔

...اس طرح جب وہ سرنگ فصیل تک پہنچی تو سرنگ کی وجہ سے فصیل کا ایک حصہ ...یوں ہو گیا شہر کے اندر جو لشکر تھا انہوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ایک ایک ...ل مردانہ وار یونانیوں سے جنگ کرتا ہوا مارا گیا آخر شہر کو فتح کر لیا گیا۔

یہاں غزہ کے لوگوں نے شکست تسلیم کی ساتھ ہی سکندر کے خلاف ایک انتقامی ...ہائی بھی کی۔ غزہ کے کسی لشکری نے منجنیق سے تاک کر ایک پتھر سکندر کو مارا۔ ...کندر کی ڈھال پر گرا اور ڈھال کو اس نے دو حصوں میں کاٹ کر رکھ دیا اس کے ...پھر وہاں سے ہٹ کر سکندر کے شانے پر لگا اور اس کے کندھے کی ہڈی کو توڑ

...غزہ کو فتح کرنے کے بعد سکندر نے شہر کے اندر جس قدر عورتیں اور بچے تھے ...غلام بنا کر فروخت کر ڈالا۔

...غزہ شہر کو فتح کرنے کے لئے یونانیوں نے جو پل تعمیر کیا تھا جس کے نیچے ...ہ بنائی گئی تھی۔ غزہ کو فتح کرنے کے بعد اس پل کو گرا دیا گیا تاہم صور شہر کو فتح ...نے کے لئے یونانیوں نے جو سمندر کے اندر راستہ بنایا تھا وہ جوں کا توں قائم

گو ایسوس کے میدانوں میں ایران کے شہنشاہ داریوش کو یونانیوں کے ہاتھوں ...ں شکست کا سامنا کرنا پڑا لیکن دمشق، صور اور غزہ جیسے شہروں کی یونانیوں کے ...ں فتح داریوش کی نا اہلی اور نالائقی کا ثبوت تھا جو حالات رونما ہو رہے تھے ان ...پتہ چلتا تھا کہ ایسوس کے میدانوں میں شکست اٹھانے کے بعد داریوش شاید جا ...ہیں چھپ کر بیٹھ گیا تھا اور یونانیوں کا سامنا کرتے ہوئے خوفزدہ تھا۔ اگر وہ ...اور بے وقوف نہ ہوتا اور تھوڑی سی بھی عقل استعمال کرتا تو اس کے لئے تین ...مواقع تھے جن سے وہ فائدہ اٹھا کر نہ صرف یونانیوں کی فتح کے سیلاب کو روک ...تھا بلکہ انہیں شکست دے کر واپس جانے پر مجبور کر سکتا تھا اور یوں وہ تاریخ کا

رخ موڑ سکتا تھا۔

داریوش کو یونانیوں پر ضرب لگانے کا پہلا موقع اس وقت ملا جب ایسوس میدانوں میں کام کرنے کے بعد سکندر نے اپنے سالار پارمینو کو لشکر کا ایک حصہ ا کر دمشق پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا۔

اگر داریوش بیدار مغز ہوتا تو حالات پر کڑی نظر رکھتا۔ اپنے مخبروں، اپنے ا گروں کو مستعد رکھتا اور جونہی اسے خبر ہوتی کہ یونانیوں کے لشکر کا ایک حصہ ا پر حملہ آور ہونے کے لئے گیا ہے تو وہ فوراً اپنے لشکر کے ساتھ پلٹتا، یونانی ، پارمینو پر حملہ آور ہوتا اور پارمینو سمیت پورے یونانی لشکر کو کاٹ کر رکھ دیتا۔ طرح دمشق فتح بھی نہ ہوتا اور پارمینو اور اس کے ساتھ کام کرنے والے یونانیوں خاتمے پر سکندر کو ایک ناقابل برداشت چرکہ بھی لگتا۔

داریوش نے اپنی پہلی حماقت کی وجہ سے دمشق کو یونانیوں کی جھولی میں ڈ دیا۔ اس کی دوسری احمقانہ غلطی یہ تھی کہ جس وقت ایسوس کے میدانوں سے سکند کر صور شہر کی طرف گیا تھا اور وہ سات مہینے تک شہر کا محاصرہ کیے رہا۔ ان م مہینوں کے دوران اگر اپنی جنگی تیاریوں کو اپنے عروج پر پہنچانے کے بعد وہ نکلتا اور صور شہر کے نواح میں یونانیوں پر شب خون مارتا یا ان کے سامنے آ کر کرتا اگر وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا تو کم از کم ان کے ساتھ چھاپہ مار جنگ کی ابتا کر دیتا۔ اگر وہ ایسا کرتا تو صور شہر کے اندر جو محافظ لشکر تھا وہ بھی نکل کر یونانی ٹوٹ پڑتا اس لئے کہ ان کے پاس ایک بہت بڑا بحری بیڑہ تھا جس کے ذر اپنے لشکر کو خشکی پر لا سکتے تھے لیکن یہاں بھی داریوش نے حماقت اور کاہلی ۔ لیا۔ اس نے صور شہر کے لوگوں کی کوئی مدد نہ کی۔ سات ماہ تک وہ یونانیوں کے کشمکش میں مبتلا رہے اور سات ماہ تک داریوش احمق بن کر صور لوگوں کی بے نظارہ کرتا رہا۔

داریوش سے تیسری غلطی غزہ کے سلسلے میں ہوئی۔ غزہ کے لوگوں نے ا کے لئے پکارا بھی۔ وہ اسی امید پر یونانیوں کی مزاحمت کرنے کے لئے تیار تھے کہ ایران کا بادشاہ ان کی مدد کرے گا ورنہ صور شہر کے محاصرے کو عبرت ہوئے وہ فوراً یونانیوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں ک

یہاں بھی داریوش کی غیرت جوش میں نہ آئی وہ چپ چاپ غفلت کی گہری نیند سویا رہا اور یونانی غزہ کو فتح کرنے میں بھی کامیاب ہو گئے۔

اب سکندر ایک ایسی طاقت وقوت پکڑ چکا تھا جس پر قابو پانا، جس کی راہ روکنا ایران کے بادشاہ داریوش کے بس کی بات نہ رہی تھی اور ایسا داریوش کی حماقتوں اور بزدلی کی وجہ سے ہوا تھا۔ سکندر جس وقت یونان سے چلا تھا اس کے پاس اس وقت کوئی بحری بیڑہ نہ تھا لیکن قبرص کا بحری بیڑہ آنے سے اس کے پاس ایک بہت بڑا بحری بیڑہ ہو گیا تھا۔ کریٹ کا بحری بیڑہ بھی اس کے استعمال میں آ گیا تھا اس کے علاوہ جنوبی یونان سے ایشیا کی طرف آتے ہوئے راستے میں جس قدر جزیرے پڑتے تھے ان جزیروں کے پاس جس قدر بحری جہاز تھے وہ سب سکندر کے پاس آ گئے تھے اس لئے کہ ان جزیروں کو سکندر نے تحفظ دینے کا اعلان کر دیا تھا۔

غزہ کو فتح کرنے اور وہاں کے انتظامات درست کرنے کے بعد سکندر نے پھر پیش قدمی شروع کی۔ وہ ساحلی اور کاروانی شاہراہ جو صیدا و صور اور غزہ سے ہوتی ہوئی جنوب کی طرف جاتی تھی وہ مصر میں داخل ہوتی تھی لہٰذا اب سکندر نے مصر پر حملہ آور ہو کر اس پر قبضہ کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔

سکندر نے اب اپنے لشکر کے ساتھ مصر کی طرف پیش قدمی کچھ اس انداز میں کی کہ خشکی پر تو وہ اپنے لشکر کے ساتھ مصر کی طرف روانہ ہوا اب اس کے پاس جو بہت بڑا بحری بیڑہ تھا اس میں نہ صرف ملاح سوار تھے بلکہ غذا اور اسلحے کے ذخیرے بھی ان میں لدے ہوئے تھے۔ لشکریوں کی ضروریات کا دوسرا سامان بھی ان جہازوں میں تھا۔ جس وقت سفر جاری رہتا بحری بیڑہ کھلے سمندر کی طرف ہٹ جاتا اور آگے بڑھنا شروع کر دیتا اور مصر کی طرف بڑھتے ہوئے جہاں سکندر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کرتا وہاں بحری بیڑہ بھی اس کے قریب ساحل پر آ جاتا اور ملاح جہازوں سے اتر کر سکندر کے پڑاؤ میں آرام کر لیتے اس طرح پڑاؤ پر پڑاؤ کرتے ہوئے سکندر مصر کی طرف بڑھتا تھا۔

لگاتار سفر کرتے ہوئے سکندر اپنے لشکر اور بحری بیڑے کے ساتھ دریائے نیل کے ڈیلٹا تک جا پہنچا۔ اس نے دیکھا مصر کی سرزمین بالکل خاموش اور مطمئن تھی۔ مصر میں اس کے داخلے کے وقت کسی نے کوئی مزاحمت نہ کی۔ نہ ہی کوئی ایسا لشکر

سامنے آیا جو اس کی راہ روکتا۔ مصریوں کے اس ردعمل سے سکندر بے حد خوش ہوا۔ مصر دراصل اس دور میں ایران کی مملکت کے تحت تھا اور گاہے گاہے وہ ایرانیوں کے خلاف بغاوت بھی کیا کرتا تھا۔ مصری پہلے ہی ایران کے شہنشاہ داریوش بلکہ سارے ایرانی حکمرانوں سے ہی نالاں تھے۔ اب جب انہوں نے دیکھا کہ یونانیوں کے ہاتھوں داریوش شکست اٹھانے کے بعد چور اور ڈاکوؤں کی طرح کہیں چھپ کر بیٹھ گیا ہے اور کسی مزاحمت کا اظہار نہیں کر رہا تو انہوں نے خوشی محسوس کی جو دو وجوہات کی بنا پر تھی۔

اول یہ کہ مصر کی سرزمین میں سکندر کے داخل ہونے کی وجہ سے مصریوں کی جان ایران کے حکمرانوں سے چھوٹ جائے گی جو آئے دن لشکر کشی کرنے کی خاطر مصر پر چڑھ دوڑتے تھے۔

دوئم یہ کہ اب تک جو فتوحات سکندر نے حاصل کی تھیں ان کا مصریوں نے جائزہ لیا اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ جو شہر یا جو قومیں سکندر کے سامنے مزاحمت نہیں کرتیں اس کی اطاعت اور فرماں برداری قبول کر لیتی ہیں۔ ان کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی کرتا ہے نہ انہیں نقصان پہنچاتا ہے بلکہ ان کے علاقوں میں وہ رفاہی کاموں کی طرف بھی توجہ دیتا ہے ان کے سامنے صیدا شہر کی مثال تھی وہاں کئی ہفتوں تک سکندر نے اپنے لشکر کے ساتھ قیام کیا اور صیدا شہر کے باہر اس نے شہر کے لوگوں کے لئے کھیلوں کا ایک میدان بھی تعمیر کیا تھا۔ بہرحال مصر کے لوگوں نے کوئی مزاحمت نہ کی اور سکندر اپنے لشکر کے ساتھ مصر میں داخل ہوا تھا۔

مصر میں داخل ہونے کے بعد سکندر سب سے پہلے دریائے نیل کے ڈیلٹا کی طرف آیا۔ کہتے ہیں کافی دیر تک وہ دریائے نیل کو دیکھتا رہا جو صحرا سے نکل کر سمندر کی طرف آ رہا تھا۔ وہ گہری سوچوں میں ڈوب گیا کہ اتنا بڑا دریا اس قدر پانی لے کر صحرا سے کیسے سمندر کی طرف بھاگا چلا آ رہا ہے۔ اس نے مصر میں سمندر کے کنارے ایک شہر بھی آباد کرنے کا فیصلہ کیا جہاں اس وقت اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیے ہوئے تھا۔ وہاں قیام کے دوران دریائے نیل کے ساتھ اوپر کے علاقوں کی طرف دیکھتے ہوئے سکندر بڑا متاثر ہوا اس لئے کہ دریائے نیل کے ساتھ عظیم الشان اور پرہیبت صنم کدے بنے ہوئے تھے۔ جو دریا کے ساتھ ساتھ دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ ان صنم کدوں میں سب سے اہم بت خانے آمن یعنی رع کے تھے جسے نیل کا دیوتا بھی کہا جاتا تھا۔ ان صنم کدوں کا سکندر نے بغور جائزہ لیا۔ ان صنم کدوں کے لئے ایک ہی پتھر کے اونچے اونچے مینار سے بنے ہوئے تھے جنہیں عرف عام میں وہاں کے لوگ سنگی مینار کہتے تھے۔ یہ اونچے اونچے سنگی مینار دریائے نیل کے کنارے کنارے بڑے دور سے دکھائی دیتے تھے اور پھر ان سنگی میناروں اور صنم کدوں کے اندر رع یا آمن دیوتا کی تصویریں دیواروں پر کندہ تھیں ان کی تصویریں ایسے بنائی گئی تھیں جیسے وہ پرواز کرتے ہوئے آسمان کی طرف رواں ہو۔

سکندر ان صنم کدوں اور بت گاہوں کو دیکھ کر بڑا متاثر ہوا۔ اس نے مقامی لوگوں سے ان سے متعلق تفصیل جاننا چاہی اس پر لوگوں نے اس پر انکشاف کیا کہ قریب ہی صامن نام کا ایک شخص رہتا تھا جو مصر کا ایک مانا ہوا عالم دین ہے وہ ان سارے صنم خانوں سے متعلق سکندر کو تفصیل بتا سکتا ہے۔ اس انکشاف پر

سکندر بڑا خوش ہوا اور اس نے اپنے کچھ آدمی صامن کی طرف بھیجے اور حکم دیا کہ صامن کو عزت و احترام کے ساتھ اس کے پاس لایا جائے۔

صامن سکندر کے پاس پیش ہوا تو سکندر اس وقت دریائے نیل پر بیٹھا ہوا تھا۔ صامن کا اس نے بہترین انداز میں استقبال کیا، پرجوش انداز میں اس سے مصافحہ کیا۔ اسے اپنے قریب بٹھایا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرا نام سکندر ہے اور میں ....''

سکندر کو رک جانا پڑا اس لئے کہ مسکراتے ہوئے صامن بول اٹھا۔

''آپ کو تعارف کرانے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ آپ کے وہ آدمی جو مجھے لینے گئے تھے انہوں نے آپ سے متعلق مجھے تفصیل سے بتا دیا ہے۔ انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ آپ مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔ پوچھیں کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔ جو سوال آپ مجھ سے کریں گے اس کا جواب آتا ہوا تو بتا دوں گا۔ اگر میرے علم میں وہ بات نہ ہوئی تو معذرت کر لوں گا۔''

سکندر کچھ دیر تک بڑے غور سے صامن کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

''میں دیکھتا ہوں دریائے نیل کے کنارے کنارے دور دور تک بڑے بڑے بت کدے اور صنم خانے بنے ہوئے ہیں۔ میں ان سے متعلق جاننا چاہتا ہوں کہ یہ صنم کدے اور بت خانے کس کے ہیں اور ان کا مصری تہذیب و تمدن سے کیا تعلق ہے۔

دوسری تفصیل جو میں جاننا چاہتا ہوں وہ اس دریائے نیل سے متعلق ہے۔ میں دیکھتا ہوں دریائے نیل یہ لق و دق صحرا سے ہوتا ہوا سمندر کی طرف آ رہا ہے آخر اتنا پانی کہاں سے آتا ہے۔ ان صنم کدوں کا جائزہ لینے، اس دریائے نیل کو دیکھنے کے بعد میرے دل میں تجسس پیدا ہو گیا ہے کہ میں مصر کی تہذیب و تمدن کا جائزہ لوں۔ لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ میری خاطر آپ اس پر کچھ روشنی ڈالیں۔

سکندر جب خاموش ہوا تب صامن کہنے لگا۔

''مصر کی تہذیب ہزاروں سال پرانی ہے اور مصریوں کے کارنامے ساری دنیا کی توجہ کا مرکز بنے رہے۔ مصر کی تہذیب سے متعلق تو میں بعد میں بتاؤں گا۔ دیوی و دیوتاؤں اور صنم خانوں کے حالات بھی بعد میں کہوں گا۔ پہلے میں آپ کو اس

نیل سے متعلق بتاتا ہوں۔

آپ یہ سمجھیں کہ دریائے نیل مصر کی سرزمین کے لئے ایک تحفہ ہے۔ یہ بات ہزاروں سال پہلے بھی درست تھی اور آج بھی صحیح ہے۔ دریائے نیل کا پانی سرزمینوں کے لئے آب بقاء کا درجہ رکھتا ہے کیونکہ اس خطہ میں بارش نہیں لوگوں کی زندگی کا دارومدار اسی دریائے نیل پر ہے مصری اسی دریا کا پانی بھی دریا ان کی سرزمینوں کی زرخیزی کا باعث بھی بنتا ہے اور آبپاشی کے فراہم کرتا ہے اس کے علاوہ مصری لوگ اسی دریا کے ذریعے ایک جگہ سے نقل و حرکت کرتے ہیں یوں جانیں یہ دریا اگر سوکھ جائے تو مصریوں کے اجرام ہو جائے۔ آپ نے اپنی زندگی میں بہت سے ملک دیکھے ہوں گے ملکوں میں ایک سے زیادہ دریا ہوتے ہیں جن سے سیرابی کا کام لیا جاتا ہے کئی معاون بھی ہوتے ہیں۔ نیل واحد دریا ہے جس کا کوئی معاون نہیں

بادشاہ! میں تم پر یہ بھی انکشاف کروں کہ یہ دریا جس کا نام نیل ہے پہاڑیوں سے نکلتا ہے اور افریقہ کے لق و دق صحرائے اعظم میں سے ایک بہتا ہوا بحرۂ روم میں آ کر گرتا ہے۔ یہ بھی کہوں کہ مصری سرحد میں داخل دریائے نیل 500 میل تک ایک خشک اور اونچے پلیٹو کے درمیان سے اس علاقے میں دریا کا پاٹ زیادہ چوڑا ہے۔

یہ دریا جب مصر کے شہر ممفس کے پاس پہنچتا ہے تو پہاڑیاں دور ہٹ جاتی وادی بہت کشادہ ہو جاتی ہے آگے بڑھ کر دریا کی کئی شاخیں بن جاتی ہیں پانی ان شاخوں میں بٹ کر لگ بھگ 400 میل لمبے ڈیلٹا کو سیراب کرتا کی طرف بھاگ جاتا ہے۔

ائے نیل کا پانی صرف مصریوں کے لئے تحفہ نہیں بلکہ یہ دریا ان کے لئے بھی اپنے ساتھ لے کر آتا ہے۔ دریائے نیل جو اپنے ساتھ مٹی لے کر آتا رنگ کی ہے اور یہ مٹی انتہاء درجہ کی زرخیز ہے مصر کا ماضی بتاتا ہے کہ یہ میں آبپاشی آسانی سے ہو سکتی ہے قدیم دور میں یہاں کے مختلف حکمران حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار رہتے تھے۔

اے بادشاہ! دوسرے ملکوں کے دریاؤں کی نسبت نیل بڑا شائستہ، قا
اور نرم رو دریا ہے۔ اگست کے مہینے میں جب وسطی افریقہ کے پہاڑوں
ہوتی ہے تو دریا آہستہ آہستہ بڑھنے لگتا ہے۔ بارش کا یہ پانی ستمبر کو ان میدانی
میں پہنچتا ہے اور ان معمولات میں کوئی فرق نہیں آتا اگر پانی کے معمولات
آجائے تو مصر میں قحط پڑ جاتا۔

اس دریا میں سیلاب آتا ہے تو دریا کی ساحلی زمین میلوں تک پانی
جاتی ہے۔ دو تین مہینے کے بعد جب دریا اترتا ہے تو زمین پر اپنے
نہایت زرخیز تہہ چھوڑ جاتا ہے اور یہ تہہ زمین کے لئے کھاد کا کام دیتی
اوقات جب پانی زیادہ آتا ہے تو دریائے نیل ریگستانی علاقوں میں بھی گھس
وہاں بھی مٹی کی زرخیز تہہ جماتا ہے اور لوگ اس سے کھیتی باڑی کر لیتے ہیں۔

اے بادشاہ! میں تم پر یہ بھی انکشاف کر دوں کہ مصر کے بیشتر شہر اور قصبے
کے کنارے آباد ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد صامن جب رکا تب اس کی طرف غور
ہوئے سکندر کہنے لگا۔

"میں تمہارا شکر گزار ہوں تم نے نیل سے متعلق مجھے تفصیل بتائی اب
کنارے کنارے جو صنم کدے بنے ہوئے ہیں ان سے متعلق بھی کچھ کہو۔"

اس موقع پر اس مصری عالم کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا کہنے لگا،

"دریائے نیل کے کنارے کنارے جو تم لوگ صنم کدے دیکھتے
سرزمینوں کے مختلف دیوتاؤں کے ہیں۔ ان میں رع دیوتا کے بھی صنم کد
کے علاوہ ازریس دیوتا کے صنم کدے بھی ملیں گے۔"

سکندر نے پھر دخل اندازی کی، کہنے لگا۔

"یہ رع دیوتا کیا شے ہے؟" صامن مسکرایا اور کہنے لگا۔

"رع دیوتا یوں جانیں دیوتاؤں کا دیوتا ہے اور مصری اسے کائنات
سمجھتے ہیں۔ مصر کے اندر شروع ہی سے دو دیوتا سب سے بڑے اور اہم
جاتے تھے ایک اوتون اور دوسرا امون۔ مختلف حکمرانوں کے دور میں کبھی
کائنات کا مالک سمجھا گیا اور کبھی امون کو لیکن بعد کے دور میں اوتون پر

۔ لہٰذا اب امون ہی کائنات کا مالک اور بڑا دیوتا خیال کیا جاتا ہے۔ امون کا
ام رع بھی ہے۔ مصر میں جو بھی حکمران تخت و تاج کا مالک بنتا ہے اسے رع
اوتار کہا جاتا تھا۔ لہٰذا شروع میں اسے فرع کا نام دیا گیا یعنی رع دیوتا کا اوتار
بعد میں یہ نام عربوں نے بگاڑ کر فرعون میں تبدیل کر دیا۔

اے بادشاہ! دریائے نیل کے کنارے بنے صنم کدوں کی طرف جو تم نے اشارہ
یہ صنم کدے بہت سے دیوی، دیوتاؤں کے ہیں۔ ان میں زیادہ تر رع دیوتا
مندر ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ مندر شو دیوتا کے ہیں جو ہوا کا دیوتا ہے کچھ
دیوی کے ہیں جو نمی کی دیوی اور شو دیوتا کی بیوی خیال کی جاتی ہے۔ اس
و کچھ صنم کدے زمین کے دیوتا کے ہیں جس کا نام گیپ ہے، کچھ مندر گیپ
ی کے بھی ہیں جس کا نام نوط ہے اور اسے آسمان کی دیوی خیال کیا جاتا ہے
کے علاوہ زیادہ تر مندر ازریس دیوتا کے ہیں۔"

صامن جب رکا تو دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے سکندر کہنے لگا۔

"یہ ازریس کیا ہے...... یہ کاہے کا دیوتا تھا اور اس کے مندر کیوں زیادہ ہیں؟"

اس پر صامن پھر مسکرایا کہنے لگا۔

"اے بادشاہ! مصر میں زمین کے دیوتا گیپ اور آسمان کی دیوی نوط کے دو
اور دو بیٹیاں تھیں۔ سب سے بڑے بیٹے کا نام ازریس اور دوسرے بیٹے کا نام
تھا اسی طرح دو بیٹیاں تھیں۔ بڑی بیٹی کا نام ازلیس اور چھوٹی کا نام نفتیس
قدیم مصر میں چونکہ بہن بھائی کی شادیاں آپس میں جائز تھیں لہٰذا گیپ اور نوط
نے اپنے بڑے بیٹے ازریس کی شادی اس کی بہن ازلیس سے کر دی اور
بیٹے سائت کی شادی چھوٹی بہن نفتیس کے ساتھ کر دی گئی۔ ازریس سے
کہا جاتا ہے کہ وہ چونکہ مصر کا بادشاہ رہا تھا لہٰذا مصر کے لوگ اسے بے حد پسند
تھے اور وہ چونکہ مافوق الفطرت قوتوں کا بھی مالک تھا لہٰذا اسے ایک عظیم دیوتا
دی گئی مگر مصر رواج کے مطابق اسے جوانی میں ہی قتل کر دیا گیا تاکہ اس
اور گوشت سے زمین پر اناج کی فصل اچھی ہو۔

اے بادشاہ! پہلے میں تمہیں ازریس کی ہلاکت کی داستان سناتا ہوں اس کے
وں گا کہ آخر زمین کی زرخیزی کے لئے لوگوں کو ہلاکت میں کیوں ڈالا جاتا

تھا۔

جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ ازریس کی شادی اس کی بہن ازلیس سے سائت کی شادی اس کی بہن نفتیس سے ہوئی تھی۔ سائت کو بدی کا دیوتا خیال کیا ہے جب کہ ازریس نیکی کا دیوتا کہلاتا ہے جس وقت ازریس کو مصر کی بادشاہت اس وقت مصر کے باشندے بالکل وحشی و جنگلی و آدم خور اور اجڈ تھے لیکن ازریس جو اور گیہوں کے جنگلی پودے تلاش کیے اور اہل مصر کو کاشتکاری کا فن سکھایا۔ ازر کے کہنے پر انہوں نے آدم خوری ترک کر دی اور اناج پیدا کرنے لگے۔

ازریس نے انہیں درختوں کا پھل کھانا اور انگور کی شراب بنا کر پینا سکھا ازریس کی آرزو تھی کہ دنیا کے سب لوگ تہذیب کی ان برکتوں سے واقف جائیں۔ لہٰذا اس نے اپنی بہن اور بیوی ازلیس کو مصر کے تخت پر بٹھایا اور خود دنیا سفر پر روانہ ہو گیا۔

کہتے ہیں جب وہ ایک طویل سفر کر کے بنی نوع انسان کی نذروں اور دعا سے لدا ہوا واپس وطن آیا تو اہل مصر نے اس کا شاندار انداز میں استقبال کیا اور دیوتا کا لقب دیا۔

لیکن اس کے بھائی سائت نے اس کے خلاف سازش کی۔ وہ ہر صورت ازریس کی شہرت کو ختم کر کے اسے اپنے راستے سے ہٹانا چاہتا تھا لہٰذا اس ازریس کے بدن کی پہلے ناپ لی اور اس کی ناپ کے مطابق اس نے ایک نہا خوبصورت و مضبوط اور مستحکم تابوت بنایا۔

جب یہ تابوت بن گیا اور ایک روز جب سب لوگ شراب کے دور سے رہے تھے اور مدہوش ہو رہے تھے تو سائت نے کم شراب پی اور ہنس کر کہا۔

”یہ جو تابوت میں نے بنایا ہے، میں اس کو دوں گا جس کو پورا ہو گا۔ لوگ اس کی پیش کش پر خوش ہوئے اور باری باری اس تابوت میں اترے مگر تاب پورا نہ ہوا اس لئے کہ تابوت بنا ہی ازریس کے لئے تھا۔

سب سے آخر میں جب ازریس تابوت میں لیٹا تو اس کے سازشی بھائی سا نے اپنا کام دکھانا شروع کیا۔ وہ تو اسی وقت کا منتظر تھا جونہی ازریس اس میں اس نے دوڑ کر تابوت کا ڈھکنا بند کر دیا اور اس کے پیٹ پر پگھلا ہوا سیسہ بھر دیا

ت کو دریائے نیل میں بہا دیا۔

اس وقت سب لوگ چونکہ نشہ کی حالت میں تھے کسی نے سائت کی اس حرکت کا اثر نہ لیا۔

بعد میں ازریس کی بیوی اور بہن ازلیس کو جب اس حادثے کی خبر ہوئی تو اس اپنی زلفیں کاٹ ڈالیں، ماتمی لباس پہنا اور اپنے شوہر کی تلاش میں نکل کھڑی ہ۔

دوسری طرف ازریس کا تابوت بہتے بہتے دریائے نیل کے ڈیلٹا میں سے ہوتا بحرۂ روم میں جا گرا اور بحرۂ روم کی موجیں اس تابوت کو فلسطین کے ساحلی شہر ں کے پاس لے گئیں۔ کہنے والوں کا کہنا ہے کہ جس جگہ وہ تابوت جا کر رکا ں دفعتہً ایک درخت اُگ آیا اور اس نے تابوت کو اپنے موٹے اور مضبوط تنے ا چھپا لیا۔

بلوس کا بادشاہ ان دنوں ایک شخص ملکاندر تھا۔ ایک روز ملکاندر سیر کے لئے نکلا اس کی نظر اس خوبصورت درخت پر پڑی وہ درخت اسے بے حد پسند آیا اور اس نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اس درخت کو زمین کے پاس سے کٹوا کر اوپر سے اس کی ٹہنیاں علیحدہ کر کے اسے اس کے محل کے اندر نصب کر دیا جائے چنانچہ ملکاندر کے آدمیوں نے ایسا کیا اس درخت کو کٹوا کر محل کے اندر نصب کر دیا گیا۔ دوسری ب دیوی ازلیس بھی تابوت کا تعاقب کرتی ہوئی بلوس پہنچ گئی۔ بلوس پہنچ کر اس ، ایک غریب عورت کا بھیس بدل لیا اور یہ پتہ لگا لیا کہ اس کے شوہر کا تابوت ت کے اندر محفوظ ہے اور اس درخت کو کٹوا کر بادشاہ کے محل کے اندر نصب کر دیا ا ہے۔

بلوس پہنچ کر ازلیس ایک ایسے کنویں کی منڈیر پر بیٹھ گئی جہاں محل کی خادمائیں ی بھرنے کے لئے آتی تھیں اس کنویں پر بیٹھ کر بے چاری زار و قطار رونے لگی۔

اتنے میں محل کی کچھ کنیزیں پانی بھرنے کے لے آئیں انہوں نے جب اسے ر و قطار روتے دیکھا تو اسے تسلی دی اس نے محل میں داخل ہونے کے لئے ایک یب و غریب طریقہ استعمال کیا۔

اس نے رونا تو بند کر دیا جو کنیزیں پانی بھرنے کے لئے آئی تھیں اس نے

عجیب و خوبصورت انداز میں ان کی زلفیں سنواریں، اپنی دیوتائی قوتوں کو حرکت میں لاتے ہوئے اپنے جسم کی خوشبو ان کے بالوں میں بھر دی۔

یہ کنیزیں جب اس طرح بن سنور کر محل میں واپس گئیں تو ملکہ ان کی یہ حالت دیکھ کر بڑی متاثر ہوئی اور اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے ازلیس کا واقعہ کہہ سنایا۔

چنانچہ ملکہ نے ازلیس کو شاہی محل میں بلوا لیا اور اسے اپنے بیٹے کی آیا مقرر کر دیا۔

ازلیس ببلوس کے بادشاہ ملکاندر کے بیٹے کو چھاتی سے دودھ پلاتے کے بجائے بچے کے منہ میں اپنی انگلیاں ڈال دیتی اور انگلیاں چوس کر ہی وہ آسودہ ہو جاتا تھا۔

ایک دن ملکہ نے بچے کو ازلیس کی انگلیاں چوستے ہوئے دیکھ لیا تب ملکہ نے اندازہ لگایا کہ ازلیس مافوق الفطرت قوتوں کی مالک ہے اس کے پوچھنے پر ازلیس نے اپنی داستان تفصیل کے ساتھ کہہ دی۔

ساتھ ہی اس نے درخواست کی کہ لکڑی کا وہ کھمبا جو محل کے اندر نصب ہے، اسے دے دیا جائے۔

ازلیس کی داستان سن کر ملکہ بڑی متاثر ہوئی اس نے اس کا ذکر اپنے شوہر ببلوس کے بادشاہ ملکاندر سے کیا۔ لہٰذا بادشاہ اس پر رضامند ہو گیا اور وہ کھمبا ازلیس کے حوالے کر دیا گیا۔

ازلیس نے اس تنے کو چرا کر پہلے اس کے اندر سے اپنے شوہر ازریس کا تابوت نکالا اور کشتی میں رکھ کر مصر روانہ ہو گئی۔

مصر پہنچ کر اس نے کشتی کو بوتو کے مقام پر دریائے نیل کے کنارے چھوڑا اور خود اپنے بیٹے ہورلیس کو دیکھنے چلی گئی کیونکہ ازریس اور ازلیس کا ایک ہی بیٹا تھا جس کا نام ہورلیس تھا۔

بدقسمتی کا کرنا ایسا ہوا کہ اسی وقت ازلیس کے بھائی سائت کا گزر ادھر سے ہوا اس وقت رات کا سماں تھا چاروں طرف چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ چاندنی میں اس نے تابوت کو پہچان لیا اور فوراً اس نے تابوت کے اندر ازریس کی لاش نکال کر اس کے چودہ ٹکڑے کیے اور ان ٹکڑوں کو دور دور پھینک دیا۔

ازلیس جب واپس آئی اور لاش کو نہ پایا تو اس نے دیوتاؤں سے فریاد کی پس

سب سے بڑے مصری دیوتا رع سے رو رو کر دعا کرنے لگی اور اپنے شوہر کے لئے ان مصیبتوں سے نجات دینے کی التجاء کرنے لگی۔

کہتے ہیں رع دیوتا نے اس کی فریاد سن لی اور ازلیس اپنے شوہر کے ٹکڑوں کو جمع کرنے میں کامیاب ہو گئی اس کام میں اس کی بہن نفتیس اور بیٹے ہورلیس نے اس کا ساتھ دیا پھر تینوں ازریس کی لاش کے ٹکڑوں کے پاس بیٹھ کر زار و قطار رونے لگے۔

کہا جاتا ہے کہ مصر کے بڑے دیوتا اور کائنات کے مالک رع کو ازلیس کی اس حالت پر رحم آ گیا پس رع نے ایک دوسرے دیوتا کو ان کی طرف بھیجا جس نے ازریس کی لاش کے چودہ ٹکڑوں کو جوڑا اور اسے دوبارہ زندگی عطا کر دی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد صامن رکا پھر کہنے لگا۔

"ازریس دیوتا کی اسی قربانی کی وجہ سے مصر کے لوگ بے پناہ انداز میں ازریس سے محبت کرنے لگے اس کی پوجا پاٹ، اس کی پرستش کرنے لگے جگہ جگہ اس کے مندر اور صنم کدے بنا دیئے۔"

صامن جب خاموش ہوا تب سکندر کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگا۔

"تم نے تھوڑی دیر پہلے انسانی قربانی کا ذکر کیا تھا یہ انسانی قربانی کس مقصد کے لئے کی جاتی تھی۔"

جواب میں صامن نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"قدیم دور سے پرانی اقوام اپنی فصلوں کی افزائش اور بڑھوتی کی خاطر انسان کی قربانیاں کیا کرتی تھیں اور اس قربانی کا رواج صرف مصر ہی میں نہیں بلکہ دوسرے بہت سے ممالک میں بھی رائج تھا۔ مصریوں میں یہ رسم تھی کہ ابتداء میں مصر میں اپنے بادشاہ کو جوانی ہی میں افزائش نسل کی خاطر قربان کر دیا جاتا تھا۔ مصریوں کا خیال تھا کہ آدمی جس قدر اہم ہو گا اسی قدر اس کی قربانی سے فصلیں زیادہ ہوں گی ظاہر ہے ان قربانی کے لئے بادشاہ سے زیادہ کون موزوں ہو سکتا تھا کیونکہ وہ قوم کا سب سے اچھا اور مثالی انسان بلکہ دیوتا خیال کیا جاتا تھا۔ وہ تو مجسم زرخیزی تھا مگر فرق یہ تھی کہ بادشاہ کو جوانی میں ہی بھینٹ چڑھایا جائے تاکہ فصلیں بھی جوان اور تندرست ہوں۔

مصر کے قدیم رواج کے مطابق بادشاہ کو جوانی میں فصلوں کی افزائش کے لئے قربان کر دیا جاتا تھا۔ اس کے بعد جب فرعونوں کا دور آیا اور وہ مصر پر برسر اقتدار آئے تو اس رسم میں تھوڑی سی ترمیم کی گئی۔

وہ یہ کہ فرعون کی بجائے اس کا نامزد کردہ نمائندہ زراعت کی بھینٹ چڑھنے لگا۔ ہوتا یوں تھا کہ قربانی کے تہوار سے چند دن قبل فرعون تخت سے دست بردار ہو جاتا تھا اور اپنی جگہ قربان کیے جانے والے شخص کو بادشاہ مقرر کر دیتا تھا۔

یہ نیا عارضی بادشاہ تین چار روز تک برائے نام بادشاہت کرتا تھا اور جب قربانی کا وقت آتا تھا تو مصریوں کے موت کے دیوتا انوبس کے مندر کا بڑا پروہت اپنے چہرے پر گیدڑ کا چہرہ لگا کر اور گیدڑ کی کھال اوڑھ کر شاہی محل میں داخل ہوتا تھا۔ گیدڑ کی کھال اور گیدڑ کا چہرہ اس لئے لگایا جاتا تھا کہ اسے ملک الموت خیال کیا جاتا تھا۔ لہٰذا وہ بڑا پروہت شاہی محل میں داخل ہو کر عارضی فرعون کو بڑے تزک و احتشام سے اپنے ہمراہ لے کر قربان گاہ کی طرف جاتا تھا اور اس طرح وہاں اس کی قربانی کر دی جاتی تھی۔

(اس قبیح اور بری رسم کے آثار جنوبی مصر میں انیسویں صدی تک باقی رہے۔ مصر کے شمسی سال کی پہلی تاریخ کو جب دریائے نیل اپنے پورے شباب پر ہوتا تو حکومت کا نظم و نسق تین روز تک بالکل معطل ہو جاتا تھا۔ ہر شہر کا حاکم عارضی طور پر معطل ہو جاتا تھا اور شہر پر عارضی حاکم مقرر کر دیا جاتا تھا۔ یہ عارضی حاکم نقالوں کی سی مخروطی ٹوپی اوڑھے اور مصنوعی داڑھی لگائے ہاتھ میں عصا لئے حاکم اور والی کی حویلی میں پہنچتا ایک آدمی جلاد اور ایک آدمی نائب کی حیثیت سے اس کے ساتھ ہوتا اور تماشائیوں کا ہجوم شور مچاتا پیچھے پیچھے چلتا تھا۔

اصلی حاکم فرضی طور پر اختیارات سے دست بردار ہو چکا ہوتا تھا اور فرضی حاکم احکام صادر کرنے لگتا تھا۔ تین روز بعد تقریب کا رواج ختم ہو جاتا تھا اور فرضی والی کو موت کی سزا دی جاتی تھی لیکن اس کو حقیقی معنوں میں پھانسی دینے کی بجائے اس کی ٹوپی لباس اور داڑھی کو آگ میں جلا دیا جاتا تھا۔ مصری آثار میں فرعونوں کے پہلے خاندان کی تصویر اب بھی موجود ہے جس میں فرعون کے متبادل شخص کو قربان کیا گیا ہے مگر اس کو ذبح نہیں کیا گیا تھا بلکہ کالے ناگ سے ڈسوایا گیا تھا پھر اس کے جسم

کے مختلف حصوں کو کھیتوں میں پھیلا دیا گیا تاکہ فصل اچھی ہو۔

افزائش نسل کے لئے انسانی قربانی کی رسم مصر کے علاوہ اور بہت سے علاقوں میں بھی جاری تھی۔ ہندوستان کے علاقہ اڑیسہ میں بھی گونڈ قوم میں یہ رسم رائج تھی۔ ہندوستان میں فصلوں کی افزائش کے لئے قربان کیے جانے والے آدمی کو میریا کہہ کر پکارا جاتا تھا۔

میریا کا منصب پانے والے کی بڑی عزت کی جاتی تھی اور اس کی خوب خاطر کی جاتی تھی۔ قربانی کے دن لوگ ڈھول طبل اور تاشے بجاتے ہوئے قربان گاہ کے سامنے جمع ہوتے تھے۔ یہ جگہ مندر کے پاس ہوتی تھی وہاں میریا کو ذبح کر کے اس کی لاش کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کیے جاتے تھے پھر اس کے بعد گاؤں کا مکھیا ایک حصے کا گوشت لے کر گاؤں کی طرف بھاگتا تھا اور ٹکڑوں کو مندر کے پروہت کے حوالے کر دیتا تھا۔

مندر کا پروہت ان کو دو حصوں میں بانٹتا تھا۔ ایک حصے کو گڑھا کھود کر زمین میں دفن کر دیتا تھا اور گاؤں کا ہر مرد اس گڑھے میں مٹی بھی ڈالتا تھا اور تب پروہت اس پر پانی چھڑکتا تھا۔ اس رسم کے بعد پروہت دوسرے حصے کو گاؤں کے ہر گھر میں تقسیم کر دیتا تھا اور ہر گھر کا سن رسیدہ آدمی گوشت کے اس ٹکڑے کو لے کر اپنے کھیت میں گاڑ دیتا تھا اور ہڈیوں اور انتڑیوں کو چتا میں رکھ کر جلا دیا جاتا تھا اور اس کی راکھ کھیتوں میں چھڑک دی جاتی تھی اور یہ خیال کیا جاتا تھا کہ اب فصل بہت اچھی ہو گی۔

اس قسم کا رواج مصر اور ہندوستان کے علاوہ آسٹریلیا، میکسیکو اور دوسرے ملکوں میں بھی موجود تھا۔ فلسطین، شام اور عرب وغیرہ میں پہلوٹھی کے بچہ کی قربانی کی جاتی تھی۔)

یہاں تک کہنے کے بعد وہ بوڑھا صامن جب خاموش ہوا تو اس کو مخاطب کرتے ہوئے سکندر پھر بول اٹھا۔

”تمہارے خیال کے مطابق مصر کا سب سے بڑا دیوتا رع جسے مصری کائنات کا خالق خیال کرتے ہیں اس کا مندر کہاں ہے؟ دریائے نیل کے کنارے یہ جو جگہ جگہ مندر بنے ہوئے ہیں کیا تم مجھے ان مندروں میں سے اس مندر کی راہنمائی کرو گے

جو رع دیوتا کا سب سے پرانا مندر ہو اور جہاں کے پروہت اور پجاری سب سے زیادہ قابل عزت اور سب سے زیادہ قابل احترام خیال کیے جاتے ہوں۔"

جواب میں صامن نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"اے بادشاہ! دریائے نیل کے کنارے یہ جو آپ صنم کدے دیکھ رہے ہیں ان میں سے کوئی بھی رع دیوتا کا سب سے پرانا مندر نہیں ہے۔ رع دیوتا کا سب سے پرانا مندر ان دنوں سیوا کے مقام پر ہے۔ یہ مقام اور یہ مقدس مندر نیل کے کنارے نہیں بلکہ دور مغربی صحرا میں واقع ہے۔ وہاں ایک نخلستان ہے اور وہیں کے سب سے بڑے دیوتا رع کا قدیم ترین مندر ہے اور اس مندر کے پجاریوں اور پروہتوں کو مصر میں سب سے زیادہ راست باز قوم خیال کیا جاتا ہے۔"

مؤرخین لکھتے ہیں کہ سکندر اعظم صامن کے منہ سے یہ الفاظ سن کر بے حد خوش ہوا اور اس نے اس نخلستان تک جانے کا فیصلہ کیا جہاں رع دیوتا کا سب سے قدیم مندر تھا۔

صامن نے جب بتایا کہ سیوا نام کا وہ نخلستان بہت دور ہے اور راستہ خاصا طویل اور خطرناک ہے تو صامن کے ان الفاظ کے جواب میں سکندر نے وہاں جانے کا اپنا ارادہ اور پختہ کر لیا۔

چنانچہ رع دیوتا کے سب سے پرانے مندر تک جانے کے لئے صامن نے کچھ رہبر بھی مہیا کیے جس مقام پر اس وقت سکندر نے قیام کیا ہوا تھا وہاں سے وہ ان رہبروں کے ساتھ روانہ ہوا اس کے ساتھ اپنے لشکر کا ایک حصہ بھی تھا۔

انہوں نے پہلے لگ بھگ 180 میل مغرب کی جانب سفر کیا پھر انہوں نے بنجر صحرائی علاقوں میں سے جنوب کا رخ کیا۔ اس کے بعد وہ معترو کے مقام پر پہنچے وہاں سے اندرون ملک کی طرف بڑھے چونکہ سردی کا موسم تھا اس لئے پانی کی دقت محسوس نہ ہوئی۔

سکندر اس مندر کو دیکھنے کا بڑا مشتاق تھا۔ راستے میں کئی مقامات پر آندھیوں نے انہیں بڑا پریشان کیا۔ ایک مقام پر وہ راستہ بھی گم کر بیٹھے پھر کوؤں اور دیگر پرندوں کو اڑتے ہوئے دیکھ کر انہوں نے جنوبی سمت کا سراغ لگایا۔ الغرض وہ اس نخلستان تک پہنچے جس کا نام سیوا تھا اور جہاں مصر کے سب سے بڑے دیوتا رع کا

قدیم ترین مندر تھا۔ سکندر جب اپنے لشکریوں اور رہبروں کے ساتھ وہاں پہنچا تو اس نے دیکھا وہاں اس نخلستان میں زیتون اور تاڑ کے بہت سے درخت تھے ایک چشمہ بھی تھا جس کا پانی بہت ٹھنڈا تھا اور حیرت انگیز بات یہ تھی کہ انہیں نمک کی شفاف چٹانیں نظر آئیں۔ سکندر رہبروں کی راہنمائی میں رع دیوتا کے اس مندر میں داخل ہوا وہاں وہ بڑے بڑے پروہتوں اور پجاریوں اور بڑے کاہنوں سے ملا۔ اس نے دیکھا جہاں اس مندر کی عمارت بڑی پرانی قدیم اور عجیب و غریب تھی وہاں مندر کے پروہتوں نے لمبے لمبے عجیب و غریب چغے پہن رکھے تھے ان پجاریوں نے بڑے پرجوش انداز میں سکندر کا خیر مقدم کیا اور اسے رع کے مجسمے کے سامنے لے گئے۔

کچھ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ رع دیوتا کا مجسمہ دیکھنے کے بعد سکندر نے ان سے اپنے باپ کے قاتلوں کو پوری سزا دینے سے متعلق سوال پوچھا دراصل وہ جاننا چاہتا تھا کہ اس کے باپ کے قاتلوں کو پوری سزا ملی ہے یا نہیں؟

سکندر کے اس سوال پر بڑے پجاری نے کہا کہ اگر تم اس سوال کا جواب لینا چاہتے ہو تو خوب سوچ بچار کر کے اپنے باپ کا صحیح نام بتاؤ۔

جب سکندر نے اپنے باپ کا نام بتایا تو مندر کے بڑے پروہت کی طرف سے جواب ملا۔

"ہاں! تمہارے باپ کے قاتل ٹھیک ٹھیک کیفر کردار کو پہنچ گئے تھے۔"

اس پر سکندر نے دوسرا سوال کیا۔

"اپنے ملک سے نکل کر ایشیا میں داخل ہو کر میں نے جو فتوحات کا بیڑہ اٹھایا اس میں مجھے کامیابی حاصل ہو گی؟"

اس سوال کے جواب میں رع دیوتا کے بڑے مندر کے پجاری نے کہا۔

"اس میں تمہیں ضرور کامیابی حاصل ہو گی۔"

اس کے بعد سکندر نے مزید کوئی سوال ان پروہتوں سے نہ کیا۔ اس نے مندر کے پجاریوں، پروہتوں اور کاہنوں کو سنہرے سکوں سے نوازا۔

وہاں قیام کرنے کے بعد سکندر نے واپسی کا سفر شروع کیا۔ واپسی کے وقت اس نے وہ راستہ اختیار کیا جو مسافت میں کم تھا۔ رہبروں نے ہر چند کہا کہ اس

راستے سے جانا ممکن نہیں لیکن سکندر نے اسی راستے سے واپسی کا اصرار کیا۔ وہ ہ
وہی طریقہ اختیار کرتا تھا جسے زیادہ سے زیادہ دشوار یا غیر ممکن بتایا جاتا تھا۔

رع دیوتا کا بڑا مندر دیکھنے کے بعد واپسی کے لئے سکندر نے بحرۂ فیوم کا را اختیار کیا تھا۔ فیوم موجودہ شہر قاہرہ کے جنوب میں دریائے نیل کے مغربی جا ایک نہایت زرخیز علاقہ تھا۔ دریائے نیل سے وہاں ایک نہر نکالی گئی تھی جو ا علاقے کو سیراب کرتی تھی اس نہر کا نام نہر یوسف تھا اور لوگوں کا اس نہر سے متع خیال تھا کہ وہ نہر اللہ کے پیغمبر حضرت یوسف علیہ السلام نے بنوائی تھی۔ اس دو فیوم کے پاس ایک بہت بڑی جھیل بھی تھی جس کے آثار اب بھی ملتے ہیں لیکن پہلے جیسی نہیں رہی۔ یہی بحرۂ فیوم کہلاتی تھی۔

اب سکندر نے مصر میں اپنی طرف سے آباد کیے جانے والے شہر سکندریہ پر ک کی رفتار تیز کر دی تھی۔ وہ اسے ایک خوبصورت شہر بنانا چاہتا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہ کہ سکندر، سکندریہ کو بندرگاہ سے زیادہ وسیع مقاصد کا مرکز بنانا چاہتا تھا۔ وہ اسے میں نئے نمونے کے دارالحکومت کی شکل دینا چاہتا تھا۔ شہر کی تعمیر کے اکثر پہلوؤں اس نے یونان کے شہر کارنتھ سے مشابہہ رکھا اور کارنتھ ہی کی طرح سکندر اس شہ کو بندرگاہ اور بین الاقوامی نو آبادی بھی بنانا چاہتا تھا اور ساتھ ہی وہ یہ بھی خوا رکھتا تھا کہ اس کا آباد کیے جانے والا یہ نیا شہر مذہب وعلم کا مرکز بھی بن جائے۔

جہاں سکندر نے سکندریہ شہر بنانا شروع کیا تھا اس کے قریب ہی جزیرہ ف کے آخری گوشے پر بحری جہازوں کے لئے روشنی کا ایک چھوٹا سا مینار بنا ہوا سکندر نے اس کی جگہ ایک بہت بڑا اور بلند مینار تعمیر کرنے کا حکم دیا اور اس کی بھی اس نے شروع کرا دی۔ ساتھ ہی اس نے حکم دیا کہ مینار کے علاوہ وہاں رصد گاہ بھی قائم کی جائے اور یہ کہ مینار کی بلندی ان اہرام سے کم نہ ہو جو دریا نیل کے بالائی حصے میں واقع تھے۔

سکندر کے باپ نے یونان میں میزہ کے مقام پر ایک بہت بڑی درس گاہ تھی اور اس کے اندر ایک مندر بھی تعمیر کروایا تھا اور اسی درس گاہ میں ارسطو کو ر تھا جہاں وہ لوگوں کو تعلیم دیتا تھا۔ اس میزہ شہر میں کھیلوں کا میدان بھی تھا ا تفریح کے لئے باغ بھی رکھے گئے تھے۔ جن کے اندر سنگ مرمر اور سفید پتھ

ان کے مجسمے نصب کیے گئے تھے۔ میزہ ہی کی طرح سکندر نے نئے آباد کیے جانے والے شہر سکندریہ میں بھی درسگاہ بنانے کا حکم دیا ساتھ ہی اس نے یہ بھی حکم دیا کہ شہر میں ایک کتب خانہ بھی تعمیر کیا جائے جس سے لوگ مستفید ہو سکیں۔

سکندر کے لشکر میں جو سب سے بڑا صناع تھا نام جس کا دیادس تھا اسی نے اس شہر کا نقشہ بنایا تھا اور لشکر کے اندر جو صناع اور کاری گر تھے انہوں نے شہر کی تعمیر کا کام شروع کیا تھا۔

جب سکندر کی خواہش کے مطابق شہر آباد ہو گیا اور سکندر وہاں سے رخصت ہو رہا تھا تو رخصت سے پہلے پہلے اس کی خواہش تھی کہ سکندریہ شہر کی فصیل کے نشان کا کام کر دینا چاہیے لیکن نشان لگانے کے لئے کوئی موزوں چیز اس موقع پر نہ تھی۔

لشکر میں گھوڑوں کی خوراک کے لئے جو جو استعمال کیے جاتے تھے وہ نکال لیے اور جس طرح گول دائرے کی شکل میں سکندر بتاتا گیا وہاں جو پھینکے جانے لگے۔ اس نے یہ حکم دیا کہ جہاں جہاں وہ جو پھینک رہا ہے وہیں شہر کی فصیل کا کام شروع کر دیا جائے۔

لیکن یہ کام کوئی پائیدار ثابت نہ ہوا۔ اس لئے کہ جونہی سکندر اور اس کے لشکری ایک گول دائرے کی صورت میں جو پھینک کر فارغ ہوئے اچانک پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ نزول کرنا شروع ہوئے اور لمحوں کے اندر وہ سارے جو چگ گئے۔

بہر حال شہر کی تعمیر کو آخری شکل دینے کے لئے سکندر نے اپنے کچھ صناع اور کاریگر متعین کیے اور اس کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ اس نے مصر سے کوچ کیا نیل کے کنارے کنارے جس شاہراہ پر سفر کرتے ہوئے وہ مصر کی طرف گیا تھا اسی شاہراہ پر سفر کرتے ہوئے اس نے واپسی اختیار کی تھی۔

مصر سے نکل کر سکندر نے صور شہر کے نواح میں آ کر پڑاؤ کیا۔ یہ کھلا
تھا جہاں اس نے لشکر گاہ کی خیمہ گاہ نصب کرائی تھی۔ دراصل سکندر وہاں پڑاؤ
اپنے لشکریوں کو چند دن سستانے اور آرام کرنے کا موقع فراہم کرنا چاہتا تھا
میں پڑاؤ کرنے کے چند ہی روز بعد ایران کے شہنشاہ داریوش کی طرف سے
قاصد سکندر کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے داریوش کی طرف صلح کے لئے
کو تین شرائط پیش کیں۔

داریوش نے پہلی پیش کش یہ کی کہ وہ اپنے اہل و عیال کے بدلے میں
دس ہزار ٹیلنٹ کی رقم پیش کرے گا۔

داریوش نے دوسری پیش کش سکندر کو یہ کی کہ داریوش اپنی ایک بیٹی
سے بیاہ کر باہم دوستی اور عزیزی کے رشتوں کو مستحکم کرے گا۔

تیسری پیش کش جو داریوش نے کی وہ یہ تھی کہ داریوش اپنی مملکت
فرات سے بحرۂ فاسفورس تک تمام علاقوں سے دستبردار ہو جائے گا اور ان
حاکم و مالک سکندر کو خیال کیا جائے گا۔

داریوش کی طرف سے جب یہ پیش کش سکندر کو موصول ہوئی تو اس
سارے سالاروں کو اپنے پاس جمع ہونے کا حکم دیا جب سارے سالار اس
پہنچ گئے تو اس نے داریوش کی تین پیش کش سے سب کو مطلع کیا سکندر نے
پارمینو چونکہ عمر اور تجربے کے لحاظ سے سب سے بڑا سالار شمار کیا جاتا تھا لہٰذا
کی ان تین پیشکشوں کے جواب میں سکندر نے پارمینو کا ردعمل ظاہر کرنا چاہا۔

جواب میں پارمینو سکندر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ایران کے شہنشاہ داریوش نے جو آپ کو تین پیش کش کی ہیں اگر

شرائط کو قبول کر لیتا اور خطرات کا خاتمہ کر کے امن و امان قائم کرنے کی
دیتا۔“

پارمینو کا یہ جواب سن کر سکندر تھوڑی دیر تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا
لگا۔

پارمینو! تمہارا کہنا درست ہی ہے۔ اگر میں پارمینو ہوتا تو میں بھی یہی رائے
ان شرائط کو منظور کر لینا چاہیے اور خطرات کا خاتمہ کر کے چاروں طرف امن و
کر دینا چاہیے لیکن میں سکندر ہوں پارمینو نہیں۔ اس لئے میرا جواب پارمینو
ہے۔“

لکھتے ہیں اس موقع پر سکندر کے سالار تقریباً دو حصوں میں بٹ گئے
سالاروں میں جو قدامت پسند تھے ان کا کہنا تھا کہ سکندر کا باپ فلپ
سے وہی علاقے حاصل کرنا چاہتا تھا جو پہلے یونانیوں کے تھے اور ایران
ہو کر وہ یونانیوں سے چھین لئے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ یونانی جس قدر
ان سے حاصل کرنا چاہتے تھے اب تک وہ اس سے کئی گناہ زیادہ علاقے پر
چکے ہیں۔

قدامت پسندوں کا یہ بھی کہنا تھا کہ جنگ کو جاری رکھنے کے لئے یونان سے
یافتہ لشکری آ رہے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ یونان میں ان تربیت یافتہ
کا قحط پڑ جائے اور پھر ایشیائی علاقوں میں جنگ جاری رکھنا ایک بہت بڑا
بن جائے ان لوگوں کا یہ بھی کہنا تھا کہ جن جن علاقوں پر اب تک
ہو چکے ہیں یہ ساحلی علاقہ ہے اور یہ ساحلی علاقہ ہر خطرے سے محفوظ
لئے کہ اس کی پشت پر صحرا واقع ہے البتہ شمال کا زرخیز خطہ اس حفاظت
ہے وہ دریائے فرات کے منبع کے قریب ہے۔ اس گروہ کا کہنا تھا کہ اب
ہو جانی چاہیے۔

گروہ ان سالاروں کا تھا جو خطرات پسند تھے ان کا استدلال یہ تھا کہ
ایرانی لشکر اندرون ملک میں محفوظ ہے اس وقت تک کسی بھی علاقے کو
چاہیے۔ وہ کہتے تھے کہ اس میں کوئی شک نہیں بحرۂ روم کے ساتھ
نے بہت سے علاقے فتح کر لئے ہیں جس قدر علاقے حاصل کرنا

چاہتے تھے ان سے کئی گنا زیادہ علاقوں پر ان کا قبضہ ہو چکا ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا کہ ان سب باتوں کے باوجود یہ بات بھی نگاہ میں رکھنی چاہیے کہ ابھی ایران کا شہنشاہ خاصی بڑی عسکری قوت رکھتا ہے اور اگر یونانی مفتوحہ علاقوں سے نکل گئے پھر مفتوحہ علاقوں کا تحفظ ایران کے حکمرانوں کی مرضی پر موقوف رہے گا وہ جب چاہیں گے قوت پکڑ کر دوبارہ ان علاقوں پر حملہ آور ہوں گے اور ان پر قابض ہو جائیں گے۔ ان سالاروں کا کہنا تھا کہ مزید پیش قدمی کی جائے اور جب تک ایران کی پوری عسکری طاقت کو کچل نہ دیا جائے اس وقت تک واپسی کا سفر اختیار نہ جائے۔

سکندر نے سالاروں کے اسی طبقے سے اتفاق کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ چند دن تک صور میں قیام کرنے کے بعد ایران کے اندرونی حصوں کی طرف کوچ کیا جائے۔

یہ فیصلہ ہونے کے بعد سکندر نے اسی کے قاصد کے ذریعے ایران کے شہنشاہ داریوش کو یہ پیغام بھجوایا۔

''اگر داریوش اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دے تو اس کے ساتھ ہر قسم کی مروت کی جا سکے گی اور اگر داریوش ایسا نہیں کرتا تو پھر یونانیوں کی پیش قدمی جاری رہے گی۔''

داریوش کا قاصد جب سکندر کا پیغام لے کر واپس داریوش کے پاس پہنچا داریوش نے اندازہ لگایا کہ سکندر کی طرف مصالحت کا ہاتھ بڑھانے کا کوئی فائدہ نہیں اور اس نے جان لیا کہ اب جنگ کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں رہا لہٰذا اس نے اپنے بڑے بڑے سالاروں کو جنگی تیاریوں کا حکم دے دیا۔

اس کے ساتھ ہی داریوش بابل پہنچا سب سے پہلے اس نے اپنے سالاروں کو بابل میں طلب کیا خصوصیت کے ساتھ اس نے باختر کے حکمرانوں کو حکم دیا کہ جس قدر لشکر ان کے پاس ہے وہ لے کر بابل پہنچ جائیں۔ اس کا خیال تھا کہ اس کی پوری طاقت وقوت کے ساتھ سکندر پر ضرب لگائی جائے گی اور جو علاقے اس نے فتح کیے ہیں اس سے واپس لئے جائیں گے۔

داریوش نے یہ بھی اندازہ لگایا تھا کہ یونانیوں کو اس سے پہلے ایرانیوں کے مقابلے میں جو دو بڑی فتوحات حاصل ہوئی ہیں وہ فتوحات سکندر کو بہتر اسلحہ کی وجہ

حاصل ہوئی ہیں۔ لہٰذا اس نے اپنے صناعوں اور سالاروں کو حکم دیا کہ بہترین قسم کا اسلحہ تیار کیا جائے اور داریوش کا یہ حکم ملتے ہی اس کی سلطنت کی بھٹیاں بھڑک اٹھیں۔ تیر و تبرزے اور تلواریں گلی کوچوں میں بننے لگے اور داریوش نے اپنی جنگی تیاریوں کو اپنے عروج پر پہنچا دیا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ ان جنگی تیاریوں کے علاوہ داریوش نے 200 جنگی رتھ تیار کیے اور پوری مملکت کے وسائل اس نے ایک طرح سے جنگی تیاریوں کے لئے وقف کر دیے تھے۔

داریوش کا یہ حکم ملتے ہی ایران کی عزت بچانے کے لئے لاتعداد لشکر بابل میں جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ جب ہر طرح سے لشکر داریوش کے پاس پہنچنا شروع ہو گئے تو داریوش نے بابل سے کوچ کیا۔ نینوا کا رخ کیا۔ نینوا کے باہر کھلے اور وسیع میدانوں میں اس نے جمع ہونے والے عساکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔ جن میدانوں میں اپنے لشکریوں کے ساتھ داریوش نے پڑاؤ کیا تھا یہ میدان اربیل کے قریب تھے جہاں وہ خیمہ زن ہوا تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں یہ ایک وسیع میدان تھا جس کا انتخاب داریوش نے کیا تھا اور ایسے وسیع میدانوں کا انتخاب مؤرخین کے مطابق داریوش نے صرف اس لئے کیا تھا کہ ایرانی لشکر جرار کو مردانگی کے جوہر دکھانے کے لئے کھلی جگہ میسر آ سکے۔ اس کے علاوہ اس سے پہلے ایسوس کے تنگ میدانوں میں اس نے سکندر کے خلاف جنگ لڑی تھی، اس میں اس کے کچھ سالاروں نے شکست کی یہ وجہ پیش کی تھی کہ وہ میدان چونکہ تنگ تھے۔ ایرانی لشکر کی تعداد زیادہ تھی لہٰذا صفیں ایک دوسرے سے گتھ جانے کی وجہ سے ایرانی کھل کر اپنی مرضی کے مطابق اپنے ہتھیار یونانیوں کے خلاف استعمال نہ کر سکے تھے۔ اس بنا پر یونانیوں سے ٹکرانے کے لئے اب اربیل کے وسیع میدانوں کا انتخاب کیا گیا تھا۔

دوسری طرف صور شہر سے باہر پڑاؤ کے دوران سکندر کو خبر ہوئی کہ ایران کے شہنشاہ داریوش نے یونانیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر لیا ہے اسے حیرت بھی ہوئی۔ اس نے اپنے سالاروں سے کہا کہ یقین نہیں آتا کہ ایسوس کی بدترین شکست کے بعد ایران کا شہنشاہ داریوش کوئی بڑا لشکر فراہم کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ بہرحال سکندر کو جب داریوش کی ان جنگی تیاریوں کی خبر ہوئی

تو اس کا مقابلہ کرنے کے لئے اس نے اپنے لشکر کے ساتھ صور سے کوچ کر لیا تھا۔

دوسری طرف جب داریوش کو خبر ہوئی کہ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے سکند نے صور شہر سے کوچ کر لیا ہے تو اس نے اپنے دو سالاروں کو دو اہم کام سونپے۔ ان دو سالاروں میں سے ایک ساترویاد تھا اس کے ماتحت ایک لشکر کیا گیا اور دوسرا سالا مازا تھا۔ اس کو ایک علیحدہ لشکر دیا گیا۔ ان دونوں کے ذمہ جو دو کام لگائے وہ کچھ اس طرح تھے۔

پہلا کام وہ یہ کریں گے کہ دریائے فرات اور دریائے دجلہ کے درمیانی علاقوں کو بالکل غارت کر دیں تاکہ یونانی لشکر کو وہاں سے گزرتے ہوئے رسد کا سامان میسر نہ ہو۔

دوسرا کام ان دونوں سالاروں کے ذمہ یہ لگایا گیا کہ وہ اپنی طرف سے پوری کوشش کریں کہ سکندر اپنے لشکر کے ساتھ دریائے فرات کو عبور نہ کر سکے اور داریوش کا یہ حکم پا کر یہ دونوں سالار اربیل کے میدانوں سے دریائے فرات کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

سکندر اپنے لشکر کے ساتھ پیش قدمی کرتا رہا داریوش نے اپنے جن دو سالاروں کو لشکر دے کر بھیجا تھا کہ وہ دجلہ اور فرات کے دو آبے میں گھاس اور دیگر ضروریات کی اشیاء کو آگ لگا کر خاکستر کر دیں اور سکندر کے لشکر کو دریائے فرات عبور نہ کرنے دیں۔ وہ سکندر کی آمد سے پہلے پہلے نہ اس علاقے کو جلا کر خاکستر کر سکے اور نہ ہی سکندر کی پیش قدمی کو روک سکے جس طرح اس سے پہلے دریائے گرانیک کو عبور کرتے وقت داریوش کے نامور سپہ سالار اور علاقوں کے حاکم یونانیوں کی راہ روکنے میں ناکام ہو گئے تھے۔ اسی طرح دریائے فرات کے آس پاس بھی مرزبانی یونانیوں کی راہ روکنے میں ناکام ہوئے تھے۔

یونانی اس سے پہلے ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ سفر کرتے رہے تھے۔ انہیں کسی صحرائی علاقے سے واسطہ نہ پڑا تھا اب جو پیش قدمی کرتے ہوئے وہ صحرائی علاقے میں داخل ہوئے تو ان سرزمینوں کو انہوں نے اپنے لئے اجنبی جانا اس لئے کہ اچانک صحرا میں اٹھتی آندھیوں نے چاروں طرف ریت کے گرداوز کھڑے کرنے شروع کر دیئے تھے جو یونانیوں کے لئے ناآشنا تھے پھر اچانک صحرا کے اندر پانی کی سفید لہریں نمودار ہوتیں لیکن جب یونانی سفر کرتے ہوئے ان لہروں کے قریب جاتے تو وہ لہریں غائب ہو جاتیں۔ حقیقت میں یہ صحرا سے اٹھنے والے سراب تھے جن سے یونانیوں کا اس سے قبل پالا نہ پڑا تھا۔

اربیل کے میدانوں کی طرف بڑھتے ہوئے راستے میں یونانیوں نے دیوتاؤں کے لئے قربانیاں ادا کیں تاکہ وہ ان کی فتح کا باعث بنیں یہ علاقہ ساحل سمندر سے کسی قدر مختلف تھا لہٰذا وہ یونانی جو یونان سے تربیت حاصل کرنے کے بعد نئے علاقہ میں داخل ہوئے تھے وہ کسی قدر خوف زدہ تھے اور اپنے خوف کا اظہار کرتے

ہوئے وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ سکندر نے اپنا وطن چھوڑا اپنے باپ کے پدری ریاست سے رفاقت کی لیکن اب وہ ساحل سمندر سے ہٹ کر اپنے لشکر کو کہاں لے جانا چاہتا ہے؟

پرانے لشکری ان نئے لشکریوں کی باتوں کا مذاق اڑاتے انہیں چونکہ گزشتہ جنگوں میں کافی مال و دولت حاصل ہو چکا تھا اور وہ مالا مال ہو چکے تھے لہٰذا وہ چاہتے تھے کہ مزید جنگیں ہوں اور وہ مال غنیمت کی صورت میں مزید مال و دولت حاصل کر سکیں۔

سکندر اپنے لشکر کے ساتھ جب دریائے فرات کے قریب پہنچا تو وہاں چند ایرانی سالار دکھائی دیئے جن پر یونانی حملہ آور ہوئے اور انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ ان قیدیوں سے جب سکندر نے تفصیل پوچھی تو قیدیوں نے انکشاف کیا کہ ایران کا شہنشاہ داریوش کا لشکر اگلے دریا کے پار ایک مقام پر قیام کیے ہوئے ہے۔

ان قیدیوں سے سکندر کو یہ بھی خبر ہوئی کہ اس بار ایران کا شہنشاہ داریوش جو لشکر لے کر مقابلے کے لئے نکلا ہے وہ لشکر اس لشکر سے کہیں بڑا ہے جس کے ساتھ ایسوس کے میدانوں میں داریوش نے سکندر کے ساتھ جنگ کی تھی۔

بہرحال ایران کے شہنشاہ داریوش نے اپنے جن سالاروں کو دریائے فرات کے پاس سکندر کی راہ روکنے کے لئے بھیجا تھا اب وہ ایسا کرنے میں ناکام ہو گئے اور سکندر اپنے لشکر کے ساتھ باحفاظت دریائے فرات کو عبور کر گیا۔

دریا کو عبور کرنے کے بعد چاہیے تو یہ تھا سکندر اپنے لشکر کے ساتھ مشرق کی طرف رخ کرتا اس لئے کہ اگر وہ ایسا کرتا تو تب ہی وہ اس میدان میں پہنچ سکتا تھا جہاں ایران کا شہنشاہ داریوش اس وقت اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیے ہوئے تھا لیکن سکندر نے ایسا نہیں کیا۔ مشرق کی طرف جانے کی بجائے وہ اپنے لشکر کے ساتھ شمال مشرق کے رخ پر پیش قدمی کرنے لگا دراصل وہ کسی خاص مقام سے میدان جنگ میں داخل ہو کر داریوش کے سامنے آنا چاہتا تھا۔

سکندر اپنے لشکر کے ساتھ شمال کی طرف بڑھتا ہوا راستے میں جو بھی قصبہ یا بستی آتی اسے کوئی نقصان نہ پہنچاتا۔ بالکل بستیوں سے پہلو تہی کرتا ہوا وہ آگے بڑھتا رہا۔ تاہم یونانیوں نے اندازہ لگایا کہ اس سفر کے دوران پہلے جو بستیاں آئی

تھیں ان کی چھتیں بالکل مسطح تھیں لیکن ذرا آگے بڑھتے ہوئے انہوں نے اندازہ لگایا کہ اب زمین کا رنگ بھی سرخ ہو گیا تھا اور مکانوں کی چھتیں مخروطی دکھائی دینے لگی تھیں اس طرح شمال مشرق کے رخ پر بڑھتے ہوئے سکندر اپنے لشکر کے ساتھ کوہستانی سلسلے میں جا پہنچا۔

یونانی قدرتجی بلندی کو طے کرتے ہوئے کوہستانی سلسلوں کے اتنی بلندی پر چلے گئے جہاں کوہستانوں کے دامن میں دیودار کے درخت دکھائی دینے لگے تھے جگہ جگہ چٹانوں میں ندی نالے بہہ رہے تھے۔ میدانوں کی نسبت یہاں ہوا بھی ٹھنڈی ہو گئی تھی اس لئے کہ میدانوں میں سفر کرتے ہوئے یونانی سخت گرمی محسوس کر رہے تھے لیکن کوہستانی سلسلے کی بلندیوں پر آنے کے بعد موسم میں خاصی تبدیلی رونما ہوئی اور یونانی سکون محسوس کرنے لگے۔ سکندر شاید جان بوجھ کر ایسا کر رہا تھا وہ گرما کا موسم اسی طرح کوہستانی سلسلے میں گزارنے کے بعد شاید ایرانیوں کے سامنے آنا چاہتا تھا۔ اسی بنا پر وہ میدانوں سے نکل کر اپنے لشکر کو کوہستانی سلسلے کی طرف لے گیا تھا۔

انہی کوہستانی سلسلوں میں سفر کرتے ہوئے یونانیوں نے دریائے فرات کے بعد ایک اور دریا کو پار کیا انہوں نے دیکھا دریا کا پانی گدلا تھا دراصل جس دریا کو انہوں نے اب عبور کیا تھا وہ دریائے دجلہ کا وہ مقام تھا جس کے قریب ہی دریا کا منبع واقع تھا۔ بہرحال سکندر نے اپنے لشکر کے ساتھ دریائے دجلہ کو عبور کیا یہ دوآبہ عراق کا دوسرا بڑا دریا تھا۔

جس وقت یونانی لشکر دریائے دجلہ کو عبور کر رہا تھا کچھ لشکری دریا کے دوسرے کنارے پہنچ گئے تھے اور کچھ دریا عبور کر رہے تھے، عین اسی وقت چاند گرہن کے باعث چاند بالکل سیاہ ہو گیا تھا اور قدیم اقوام کے نزدیک یہ اس امر کا نشان تھا کہ بہت نازک صورت حال سے سابقہ پڑنے والا ہے۔

سکندر جب اپنے لشکر کے ساتھ دریائے دجلہ کو عبور کر چکا تب اس کے کچھ سالاروں نے انکشاف کیا کہ ان کے لشکر میں جو فونیقی داخل ہو چکے ہیں وہ اس چاند گرہن سے متعلق عجیب وغریب باتیں کر رہے ہیں۔

یہ وہ فونیقی تھے جو صور اور صیدا شہر کی فتح کے بعد سکندر کے لشکر میں شامل ہو چکے تھے۔ فونیقیوں کا دوسرا نام کنعانی بھی تھا۔ دراصل یہ ایک سامی قوم تھی جو صحرائے

عرب سے نکل کر شمال میں آ کر آباد ہو گئی تھی۔

گو صحرائے عرب سے بہت سی قومیں نکل کر شمال کے زرخیز علاقے میں آ کر آباد ہوئیں اور انہوں نے بڑی بڑی سلطنتیں بھی قائم کیں لیکن دو قومیں آگے چل کر صحرائے عرب سے نکلیں ایک اموری دوسری کنعانی۔

یہ دونوں قومیں پہلے خانہ بدوش تھیں جہاں تک اموریوں کا تعلق ہے تو یہ ال... اور شمالی شام کے راستے آباد شہروں میں پہنچے ان کے بڑے بڑے ریوڑ اور گلے ان کے ساتھ تھے۔ ارض شام کے مقامی لوگوں نے شروع میں انہیں امورو یا امور... شروع کیا تھا اور آخر میں ان کے لئے اموری نام ان کے مشرقی ہمسایوں نے تج... کیا تھا جنہیں تاریخ کے اوراق میں سمیری کہا جاتا ہے۔ صحرائے عرب سے نکل کر اموری شمال کی طرف گئے اور وہاں انہوں نے خانہ بدوشی ترک کر کے اپنے لئے بستیاں آباد کر لیں اور اپنا ایک دارالحکومت بھی بنایا جو موجودہ دریائے خابور سے ... فرات کے کنارے پر واقع تھا جس کا نام ماری تھا۔

جہاں تک کنعانیوں کا تعلق ہے تو یہ بھی اموریوں کے پیچھے پیچھے عرب سے نکل کر زرخیز اور آباد علاقوں کی طرف بڑھے شروع شروع میں انہیں کنعانی ہی کہا جاتا تھا لیکن یہی کنعانی چونکہ ارض فلسطین اور لبنان میں آباد ہونے کے بعد ارغوانی سرخ رنگ کی تجارت کرنے لگے تھے لہٰذا یونانیوں نے انہیں پہلے فونکس کہنا شروع کیا جو بدلتے بدلتے فونیقی ہو گیا۔ فونکس کے معنی ارغوانی سرخ رنگ کے ہیں۔ لہٰذا بارھویں قبل مسیح کے شروع سے ہی یہ کنعانی زیادہ تر فونیقی ہی کہلانے لگے اور یہ پوری دنیا کے بہترین تاجر ثابت ہوئے۔

بہرحال سکندر کے کہنے پر اس کے کچھ سالاروں نے جب کچھ فونیقیوں کو اس کے سامنے پیش کیا تب سکندر بڑے اچھے طریقے سے ان کے ساتھ پیش آیا اور انہیں اپنے قریب بیٹھنے کے لئے کہا پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''یہ جو چاند گرہن اس وقت نمودار ہوا جس وقت ہم دریائے دجلہ کو عبور کر رہے تھے تو مجھے بتایا گیا کہ تم لوگوں نے کہا تھا کہ یہ چاند گرہن بہت نازک صورت حال کی غمازی کر سکتا ہے کیا تم اس سے متعلق کچھ روشنی ڈالو گے؟''

جو فونیقی سکندر کے سامنے آ کر بیٹھے تھے انہوں نے آپس میں صلاح و مشورہ کیا

...ن میں سے ایک ڈھلی ہوئی عمر کا شخص سکندر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اے بادشاہ! ہمارے نزدیک چاند کے سیاہ ہو جانے کا مطلب یہ شمار کیا جاتا ...ہ عالم اسفل کی ملکہ نمودار ہونے والی ہے۔ ہمارے ہاں اس کا نام اسٹرکی لیا جاتا ...ور وہ دو دریاؤں کی درمیانی زمین پر اپنا اقتدار حاصل رکھتی ہے اور تین دنیاؤں ...توش اس کے خدمات گزار ہیں۔''

اس بوڑھے فونیقی کے ان الفاظ پر سکندر بڑا حیرت زدہ ہوا۔ عجیب سے انداز ...ں کی طرف دیکھنے لگا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تین دنیاؤں سے تمہارا کیا مقصد ہے ذرا اس کی تفصیل بتاؤ۔''

اس پر بوڑھا کہنے لگا۔

''ان تین دنیاؤں سے میرا مقصد صاف اور واضح ہے اول آسمان کی دنیا، دوئم ...ی کی دنیا اور سوئم عالم اسود۔''

اس بوڑھے فونیقی کے ان الفاظ پر سکندر بڑا پریشان ہوا اور ساتھ ہی وہ متاثر ...کھائی دے رہا تھا دوبارہ اس نے اس فونیقی کو مخاطب کیا۔

''جس دیوی کا تم ذکر کر رہے ہو اگر چاند کا سیاہ ہو جانا اس بات کی نشان دہی ...ہ وہ دیوی نمودار ہو تو اس کے نمودار ہونے کی کیا نشانی ہے؟''

بوڑھا پھر سکندر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''وہ دیوی مختلف انداز میں ظہور کرتی ہے۔ کبھی وہ دیو پیکر جانور یا شیر پر سوار ...ا دیتی ہے کبھی بہت بڑے اژدھا پر سوار ہو کر انسانی نگاہ کے سامنے آتی دکھائی دیتی ہے اور کبھی گبر کی صورت میں اپنا جلوہ دکھا دیتی ہے۔ کبھی آندھی اور طوفان میں ...ر ہو کر اپنی موجودگی کا پتہ دے جاتی ہے۔''

اتنا کہنے کے بعد وہ بوڑھا فونیقی جب خاموش ہوا تو ان کے سامنے بیٹھ کر تھوڑی دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا پھر اس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ...اس نے ان فونیقیوں کو انعام و کرام دے کر فارغ کر دیا تھا۔

ان فونیقیوں کے جانے کے بعد سکندر کے سالار بڑے غور سے سکندر کی طرف ...ے لگے۔ ان سالاروں میں کریٹیز بھی شامل تھا۔ سکندر کچھ دیر خاموش رہا پھر کریٹیز ...رف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"کریٹیز! جو کچھ ان فونیقیوں نے کہا ہے اس سے متعلق تمہارے کیا تاثرات ہیں؟"

اس موقع پر کریٹیز کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

"میرے تاثرات کیا ہونے ہیں، میں تو ایسے دیوی دیوتاؤں کو مانتا ہی نہیں ہوں ...... میں تو ذات واحد کا پرستار ہوں جسے ہم اللہ کہہ کر پکارتے ہیں ...... وہ معبود حقیقی ہے...... کائنات کا خالق و مالک ہے...... وہ ازل سے ابد تک رہے گا اللہ اس عظیم ہستی کا اسم ذات ہے جو دونوں جہانوں کا پالنے والا ہے اور جو زمینوں اور آسمانوں کا نور ہے۔

یہ ایسا خوبصورت، ایسا نادر لفظ ہے کہ اس کا کوئی بھی حرف الگ کر دیں اس کے مفہوم میں کوئی فرق نہیں پڑے گا مثلاً الف دور کر دیں تو "لله" باقی رہے گا۔ پہلا "ل" دور کرنے سے "الہ" رہ جائے گا۔ "ال" دور کرنے سے "لہ" اور "ا ل ل" دور کرنے سے "ہ" رہ جائے گا اور جو بھی الفاظ باقی بچتے ہیں ہر حالت میں اسی اللہ پاک نام کی اطلاع دیتے ہیں۔

جس ذات پر میں ایمان رکھتا ہوں اور جسے میں اللہ کہتا ہوں وہ بے نیاز ہے کسی کا محتاج نہیں ...... کائنات کی ہر شے اسی کی محتاج ہے اور اسی کی پیدا کردہ ہے ...... وہ ہر شے کا رب ہے اور کائنات کی ہر شے اسی کی مطیع اور فرماں بردار ہے۔

جہاں تک میرا ذاتی خیال ہے اصنام پرستی کو دنیا کی سب سے بڑی لعنت خیال کرتا ہوں ...... بت پوجنا، برست پرستی کرنا گویا اپنے مالک حقیقی سے بغاوت کرنے کے مترادف ہے اور یہ انتہا درجہ کا ناپاک، ناپسندیدہ و برا اور قبیح فعل ہے جہاں تک میں سمجھتا ہوں بت پرستی ایک طرح کی غلاظت ہے جس سے پاک و صاف انسان کو گھن آتی ہے ...... کائنات کا مالک جسے میں اللہ کہہ کر پکارتا ہوں وہ معبود حقیقی اور غیر مرئی ہستی ہے اس کی تجسیم کرنا یا اس کا بت بنانا بھی غلط اور ناپاک فعل ہے چہ جائیکہ بہت سے دیوی اور دیوتاؤں کے بت بنا لئے جائیں۔

بت پرستی دراصل زمانہ قدیم کے لوگوں کی ایک جاہلانہ عقیدے کی وجہ سے ظہور میں آئی۔ قدیم انسان کا خیال تھا کہ خالق مطلق عورت کے روپ میں ہے۔ اس بنا پر لوگوں نے اس کی پوجا پاٹ کرنے کے لئے اس کی مورتیاں بنانی شروع کر دیں یہ

یا زیادہ تر نسوانی ہوتی تھیں۔

جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ کائنات کا مالک ایک غیر مرئی ہستی ہے جب کہ ل عبادت کے لئے جاہل لوگوں کو کسی الوہی مذہب کی ضرورت محسوس ہوئی تو نے مختلف نشانات سے کام لینا شروع کر دیا پھر ان نشانات نے ترقی کی بعد صوری نے اس کی جگہ لے لی پھر سنگ تراشی کا دور سامنے آیا جس کی بدولت نے دیوی و دیوتاؤں کے بت تراش کر سامنے رکھ لئے۔ ان بت پرستوں کا کہ وہ بت کو خدا نہیں سمجھتے بلکہ اس کے ذریعے خدا کی تجسیم کی جاتی ہے اور خدا کی خدائی کا ظہور ہوتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں ایسا کرنا کائنات کے مالک کی مضحکہ اڑانا ہے اور اس سے بدتر اور برا فعل کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔"

کریٹیز جب خاموش ہوا تو سکندر تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا۔ پھر پارمینو اور اپنے سالاروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"اس سلسلے میں تم لوگ کیا کہتے ہو؟"

سکندر کے اس سوال پر اس کے سارے سالار ایک دوسرے کی طرف عجیب انداز میں دیکھنے لگے تھے۔ آخر سب کی نگاہیں پارمینو پر جم گئیں۔ اس کا مطلب پارمینو ہی جواب دے۔ پارمینو مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"ہم تو اس سلسلے میں بالکل کورے ہیں کچھ کہہ نہیں سکتے۔"

جواب میں سکندر تھوڑی دیر تک توصیفی انداز میں کریٹیز کی طرف دیکھتا رہا پھر لگا۔

"کریٹیز! جو کچھ تم نے کہا ہے درست وہی ہے۔ اس سے قبل یونانیوں کے ی انسانی شکل و صورت کے دیوتاؤں کے بت بنائے جاتے تھے یہ تعداد میں تھے۔ ان میں سے سات دیوتا اور پانچ دیویاں تھیں۔ آسمان کے دیوتا کو یورانس ین کی دیوی کو گیہر کا نام دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ دیگر دیوی و دیوتا بھی تھے ارسطو اور اس کے استادوں نے سارے دیوی و دیوتاؤں کی مکمل طور پر نفی کی بہرحال کریٹیز! جو کچھ تم نے کہا ہے اس کے لئے میں تمہیں قابل تعریف خیال ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی سکندر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے بعد اپنے سارے

سالاروں کے ساتھ دریائے دجلہ کے کنارے لشکریوں کے لئے نصب ہوئی خیمہ گاہ کا جائزہ لینے لگا تھا۔

خیمہ گاہ نصب ہو جانے کے بعد سکندر اپنے سالاروں کے ساتھ کافی دیر تک ایرانیوں کے ساتھ آئندہ کی جنگ کے متعلق گفتگو کرتا رہا۔ ایسے میں اناہیتا، کریٹیز کے خیمے میں اکیلی پریشانی کی حالت میں بیٹھی ہوئی تھی کہ خیمے میں اس کی بڑی بہن برسین داخل ہوئی۔ برسین کو دیکھتے ہی اناہیتا بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھی۔ آگے بڑھ کر برسین سے لپٹ گئی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک نشست پر بٹھایا۔

نشست پر بیٹھتے ہی برسین نے اپنے سامنے ایک سفید اور صاف ستھرے خوبصورت کپڑے سے ڈھکی ہوئی اشیاء کی طرف اشارہ کیا اور اناہیتا کو مخاطب کیا۔

جواب میں اناہیتا مسکرائی کہنے لگی۔

''کھانے کے برتن ہیں۔''

برسین نے غور سے اناہیتا کی طرف دیکھا اور سوالیہ سے انداز میں پوچھ لیا۔

''کھانے کے برتن ...... کیا مطلب ہے تمہارا ...... کیا تم نے کھانے کے خالی برتن ڈھانپ رکھے ہیں ...... اگر ان میں کھانا ہے تو کھاتی کیوں نہیں ہو ......؟''

جواب میں اناہیتا سنجیدہ ہوگئی برسین کی طرف دیکھے بغیر کہنے لگی۔

''دراصل بات یہ ہے کہ کریٹیز ابھی تک نہیں آیا ...... اس کپڑے کے نیچے جو برتن پڑے ہیں اس میں میرے اور کریٹیز دونوں کا کھانا ہے لہٰذا میں نے بھی ابھی تک نہیں کھایا۔''

اس موقع پر برسین کے چہرے پر دبی دبی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی جسے اس نے جلد ہی دبا کر چھپا لیا پھر چہرے پر سنجیدگی بکھیرتے ہوئے کہنے لگی۔

''یہ تم نے کریٹیز کے ساتھ کب سے کھانا کھانا شروع کر دیا ہے ...... کیا وہ تمہیں........''

برسین کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اناہیتا بول پڑی۔

''میں اس کے ساتھ تو کھانا نہیں کھاتی نہ ہی وہ مجھے اپنے ساتھ برداشت کرتا ہے لیکن ہم دونوں کا کھانا اکٹھا آتا ہے ...... اس کا کھانا ادھر رکھ دیا جاتا ہے ...... میرا

یہاں آتا ہے لیکن میں محسوس کرتی ہوں کہ وہ پردے کے پاس بیٹھ کر کھانا کھا ا ہے لہٰذا پردے کے قریب ہی بیٹھ کر میں بھی کھاتی رہتی ہوں اس طرح میں کرتی ہوں کہ ہم دونوں اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھا رہے ہیں اور اس کے کھانے کی ا تک میں سن سکتی ہوں۔''

اناہیتا کے ان الفاظ پر برسین کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا کہنے لگی۔

''تو تم اس کی ذات میں اس قدر دلچسپی لینے لگی ہو ...... اس قدر اس کاموں پر ینے لگی ہو۔''

اناہیتا نے عجیب سے انداز میں برسین کی طرف دیکھا پھر بھولے پن میں کہنے

''کیا ایسا کرنا گناہ ہے ...... آخر ہم دونوں ایک ہی خیمے میں رہتے ہیں ...... بیچ ایک پردہ ہی تو ہے ...... میں اس کی ساری حرکات و سکنات کو بھی محسوس کرتی ...... جب وہ خیمے میں آتا ہے تب مجھے احساس ہو جاتا ہے کہ وہ خیمے میں آ چکا ۔ جب وہ رخصت ہوتا ہے تب بھی میں جان جاتی ہوں کہ اب وہ چلا گیا ہے میں نے پہلی بار ایک حرکت بھی کی ہے۔''

برسین ان الفاظ پر ایک دم سنجیدہ ہوگئی۔ فکر انگیز انداز میں پوچھ لیا۔

''تمہارا اشارہ کس حرکت کی طرف ہے ......؟''

جواب میں ہلکے سے تبسم میں اناہیتا کہنے لگی۔

''میری بہن! دراصل بات یہ ہے کہ ہمارا خیمہ جہاں کہیں بھی پڑاؤ ہوتا تھا ں نصب ہوتا تھا تو کریٹیز کا مختصر سا سامان اس کے خیمے کے حصے میں ایک ف سے لگایا جاتا تھا۔ شاید یہ ترتیب اس نے خیمہ نصب کرنے والوں کو سمجھا کن آج میں نے خیمے میں اس کے حصے کے اندر جو اس کا سامان ہے اس کی ن بدل دی ہے ...... میری بہن! دمشق سے جو سامان میں اور تم اپنے ساتھ ئی تھیں ان میں کچھ بڑی قیمتی چادریں بھی تھیں۔ وہ سارا سامان تم میرے ے کے چلی گئی تھی لہٰذا ان چادروں میں سے ایک میں نے کریٹیز کے بستر پر ہے ...... آخر وہ یہاں میری حفاظت کا اہتمام کرتا ہے اس کے علاوہ ....''

راتی ہوئی نگاہوں سے برسین نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''اس کے علاوہ سے تمہارا کیا مطلب ہے؟''

اس کے علاوہ یہ کہ ہم دونوں چونکہ ایک ہی خیمے میں رہتے ہیں لہٰذا ایک ہی خیمے میں رہتے ہوئے ایک دوسرے کی نگہداشت کرنا یا ایک دوسرے پر نگاہ رکھنا کیا لازم نہیں ہو جاتا؟''

اناہیتا جب خاموش ہوئی تو کسی قدر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے برسین کہنے لگی۔

''اناہیتا! کیا تمہاری گفتگو سے میں یہ اندازہ لگا لوں کہ تم کریٹیز سے نفرت نہیں کرتی ہو''

اناہیتا نے ایک دم چونک کر برسین کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''یہ سوال تو آپ کو کرنا ہی نہیں چاہیے تھا ...... ایسوس کے میدانوں میں اس موضوع پر میری آپ سے گفتگو ہوئی تھی اور میں نے آپ پر واضح کر دیا تھا کہ میں اس سے نفرت نہیں کرتی۔ ہاں! اسے مجھ سے نفرت اور بے زاری ضرور ہے جو جذبات کبھی میرے اس سے متعلق ہوا کرتے تھے اب وہی جذبات اس کے میرے متعلق ہیں۔''

''اس کا مطلب ہے تمہارے وہ جذبات جن میں نفرت انگیزی تھی دم توڑ چکے ہیں۔'' برسین نے غور سے اناہیتا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا تھا۔

چند لمحوں تک برسین مسکراتی رہی پھر اناہیتا کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پھر پوچھا۔

''اناہیتا میری بہن! تم مجھے دنیا کی ہر شے سے زیادہ عزیز ہو ...... کیا تمہاری اس گفتگو سے میں یہ اندازہ لگا لوں کہ تم کریٹیز کی طرف مائل ہو چکی ہو اور اس کی ذات و اس کے حسب و نسب سے جو تمہیں پہلے نفرت اور بیزاری تھی اس کی جگہ چاہت اور محبت نے لے لی ہے۔''

اناہیتا ایک دم سنجیدہ ہو گئی تھی کچھ دیر خاموش رہی پھر برسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''میری بہن! تمہارا اندازہ درست ہے ...... وقت انسان کے اندر تبدیلی اور انقلاب برپا کرتے ہوئے دیر نہیں لگاتا۔ یہی حالت کچھ میری بھی ہوئی اس میں شک نہیں مجھے شروع میں کریٹیز سے انتہا درجہ کی نفرت تھی، بے زاری تھی...... میں

ذات میں دلچسپی لینا تو بہت دور کی بات اس کا نام سننا بھی پسند نہیں کرتی تھی یہاں اس خیمے میں رہتے ہوئے پردے کے پیچھے سے میں اس کی حرکات و سکنات کو دیکھتی رہی اس کی عادات کا جائزہ لیتی رہی وہ طبیعت اور مزاج کا بہت اچھا ہے ...... کسی سے خفا نہیں ہوتا، رحمدل اور ہمدرد ہے۔ خود غرض نہیں ہے ...... اس میں مروت ہے اس طرح کی بے غرضی ہے، لالچ و لوبھ نہیں رکھتا، ایمان دار شخص ہے اور دوسروں پر بھروسہ بھی کرتا ہے۔''

اناہیتا جب خاموش ہوئی تو غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے برسین بول

''کریٹیز کی یہ ساری صفات آخر ایک دم تمہارے سامنے کیسے آ گئی ہیں؟''

اناہیتا مسکرائی اور کہنے لگی۔

''میری بہن! گزشتہ کئی جنگوں میں اسے مال غنیمت کے حصے کے طور پر کافی رقوم ملتی رہی ہیں جن میں سونے کے سکوں کے علاوہ کافی نقدی بلکہ جواہرات بھی ہوا کرتے تھے اور وہ ساری چیزیں یہاں کبھی کبھی لکڑی کے اس صندوقچے پر رکھ دیا کرتا تھا صندوقچے کے اوپر ضروریات کا دیگر سامان رکھا ہوتا ہے ...... اگر وہ لالچی اور بد دیانت ہوتا تو اس قدر قیمتی اشیاء یوں خیمے میں لکڑی کے صندوق پر نہ رکھ دیتا ...... اسے اس طرف سے اس کے ذہن میں شک پیدا ہوتا کہ میں اس کا وہ سامان ادھر اُدھر کر سکتی ہوں ...... اس میں سے کچھ لے سکتی ہوں لیکن ایسا نہیں ہوا اس کا وہ سارا سامان وہ صندوق کے اوپر پڑا رہتا تھا ...... پہلے میں اس کے خیمے میں نہیں جاتی تھی آہستہ آہستہ جب میری نفرت اس سے ختم ہوئی اور مجھے اس کی عادات و اس کی ذات میں خوبیاں دکھائی دیں اور میں اس کی طرف مائل ہوئی تب میں نے اس کی غیر موجودگی میں اس کے کمرے میں آنا جانا شروع کر دیا تھا ...... اس کے سامان کا جائزہ لیتی تھی اس کے لکڑی کے صندوق میں جو اس کے کپڑے تھے، انہیں بھی دیکھتی لیکن میں کوئی چیز ادھر اُدھر نہیں کرتی تھی تاکہ اسے شک نہ پڑ جائے کہ میں اس کے خیمے کے حصے میں جاتی ہوں اور اس کے سامان کا جائزہ لیتی ہوں۔

لیکن آج میں نے جرأت مندی کا اظہار کیا ہے آج میں نے اس کے بستر کی چادر تبدیل کر دی ہے پہلی چادر جو میلی ہو چکی تھی وہ میں اپنے حصے میں لے آئی

ہوں اور دمشق سے لائی جانے والی ایک اچھی اور خوبصورت چادر میں نے اس
بستر پر بچھا دی ہے اس کے علاوہ استعمال کے جس قدر کپڑے اس کے پاس
کرتے تھے وہ بالکل ایسے ہی بغیر تہہ کیے لکڑی کے صندوق میں پھینک دیتا تھا
اسی طرح جس طرح کوئی اپنے کپڑے ٹھونس کر کسی مٹکے میں بھر دیتا ہے۔

لیکن آج میں نے اس کے سارے کپڑے لکڑی کے اس صندوق سے نکا
اس کے پاس کوئی زیادہ کپڑے نہیں ہیں۔ بہرحال جس قدر بھی تھے سارے پہلے
نے بستر پر رکھے انہیں خوب تہہ کیا اور ایک طریقے وقرینے کے ساتھ اس کے لک
کے صندوق میں رکھ دیئے ہیں۔ آج میں فکرمند بھی ہوں اس لئے کہ جب وہ آ
اپنے خیمے کے اندر تبدیلی دیکھے گا تو مجھ سے ناراض ضرور ہو گا لیکن اب اس
ناراضگی میں بھی مجھے ایک طرح کا لطف اور سرور محسوس ہونے لگا ہے۔''

جب تک اناہیتا بولتی رہی برسین بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتی رہی
کے خاموش ہو جانے پر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے برسین کہنے لگی۔

''اناہیتا میری بہن! میں تمہاری ذات سے جو توقع رکھتی تھی، تم اس پر پورا اتر
رہی ہو۔ میری سب سے بڑی خواہش تھی کہ کوئی ایسا موقع آئے کہ تم دونوں زند
کے ساتھی بن جاؤ اور میں سمجھتی ہوں کہ تم اسی راستے پر چل رہی ہو۔ تمہاری ا
باتوں نے مجھے ایک طرح کی ڈھارس اور تسلی دی ہے۔ کیا تم کسی موقع پر کریٹی
سامنا کرتے ہوئے اس پر اپنی محبت کا اظہار نہیں کرو گی؟''

جواب میں اناہیتا تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتی رہی اس موقع پر ا
کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ تھی پھر برسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''میری بہن! ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ کریٹیز مجھ سے انتہاء درجہ کی نفرت ا
بے زاری رکھتا ہے اس حالت میں، میں اگر کسی موقع پر اس کے سامنے اپنی چاہ
کا اظہار بھی کروں تو وہ مجھے ٹھکرا دے گا۔ دوسرے میں نے ایک اور بھی مصمم ارادہ
رکھا ہے وہ یہ کہ میں کبھی بھی اس پر اپنی چاہت کا اظہار نہیں کروں گی۔ میں یہ پ
کروں گی کہ وہ مرد ہے، پہلے وہ مجھ سے اپنی چاہت کا اظہار کرے۔ اگر کسی روز ا
نے مجھ پر اپنی چاہت کا اظہار کیا تو میں سمجھوں گی وہ دن میری زندگی کا سب
اہم اور خوشیوں سے بھرپور ہو گا

میں اس پر اپنی محبت کا اظہار کرنے میں پہل نہیں کروں گی اس طرح میں اپنی
گو اس کے سامنے بالکل ارزاں اور بے مول بنا کر پیش نہیں کروں گی ...... اگر
ہ سے محبت کا اظہار کرتا ہے تو پھر ہم دونوں کی محبت زیادہ پائیدار اور ایک طرح
پائیدانی ہو گی ...... اگر میں نے اس پر اپنی محبت کا اظہار کر دیا اور اس نے میری
کو ٹھکرا دیا تو پھر زندگی بھر میں اسے اپنی زندگی کا ساتھی نہیں بنا سکوں گی اور میں
رگز نہیں چاہتی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اناہیتا رکی پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتی ہوئی وہ کہہ رہی

''برسین میری بہن! آپ جانتی ہیں کہ میں نے اس سے پہلے کسی مرد سے
یں کی نہ ہی میں نے کسی کو اس قابل سمجھا اور جانا ...... میں نے ہمیشہ ہر فرد کو
ات سے کم تر خیال کیا ...... جب میں کسی کی توہین کرتی تھی تو میرے دل میں
رح کا سکون پیدا ہوتا تھا ...... مجھے ایک طرح کی تسکین ملتی تھی لیکن اب نہیں
ں یوں جانو میں نے اس اناہیتا کو قتل کر کے دفن کر دیا ہے جو اپنی ذات کے
کی اور کو کوئی اہمیت نہ دیتی تھی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اناہیتا رکی پھر دکھ بھرے انداز میں اپنی بہن برسین کی
دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''برسین میری بہن! کریٹیز پہلا نوجوان ہے جس کو میں نے پسند کیا ہے
سے میں اندر ہی اندر محبت کرنے لگی ہوں۔ اب وہی میری راحت کا محور اور
ری خوشیوں کا ارتکاز ہے ...... میں اپنی زبان سے اس کے سامنے چاہت اور
انہ اقرار کروں گی نہ اظہار کروں گی تاہم اپنی حرکات وسکنات سے، اپنے
و کردار سے، اپنے سلوک اور رویے سے ضرور یہ ظاہر کرتی رہوں گی کہ میں
ے نفرت نہیں کرتی اور یہ کہ میں اب اسے اپنی ذات کا ایک حصہ خیال کرتی

ہیتا جب خاموش ہوئی تب برسین بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے تھوڑا سا
ہنسی۔ اناہیتا کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا کئی بار اس کی پیشانی اور چہرہ چوما
تے ہوئے کہنے لگی۔

''میری بہن! اگر تم ایسا نہیں کرنا چاہتی تو مجھے اجازت دو میں کوئی مو موقع جان کر کرٹیز پر انکشاف کر دوں گی کہ اناہیتا تم سے نفرت نہیں کرتی چاہتی ہے......تم سے محبت کرتی ہے۔''

برسین مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اناہیتا نے فوراً تڑپ کر اس کے منہ پر ہا دیا اور کہنے لگی۔

''میری بہن! ایسا غضب نہ کرنا ...... آپ اپنی زبان و حرکات اور سکنات کبھی کرٹیز کے سامنے یہ نشاندہی بھی نہ کرنا کہ میں اس کی طرف مائل ہو چکی ...... میں نے یہ تہیہ کر لیا ہے کہ میں اپنے طور طریقوں سے، اپنے رویے، سلوک میں تبدیلی پیدا کروں گی جس سے میں چاہوں گی کہ وہ میری طرف ما ...... میں یہ پسند کروں گی کہ محبت کا اظہار اس کی طرف سے ہو اور جب وہ جائے کہ میں اس سے نفرت نہیں کرتی ہوں تو کسی روز وہ خود میرا بازو تھام کر گلے لگائے اور میرے کان میں یہ کھنکتی ہوئی خوشخبری دے اور کہے ...... اناہیتا تم محبت ہو......''

اناہیتا کی اس گفتگو کے جواب میں برسین کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اناہیتا تڑ اٹھ کھڑی ہوئی اور برسین کی طرف دیکھتے ہوئے سرگوشی میں کہنے لگی۔

''کرٹیز آ گیا......''

برسین بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور عجیب سے انداز میں اناہیتا کی دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''تم نے کیسے جان لیا کہ کرٹیز آ گیا ہے ...... خیمے کے دوسرے حصے ابھی کوئی داخل ہی نہیں ہوا۔''

اناہیتا کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگی۔

''میں گزشتہ کئی ماہ سے اس خیمے میں اس کے ساتھ رہ رہی ہوں ...... میں اس کے چلنے، اس کے قدموں کی چاپ تک سے شناسا ہو چکی ہوں۔''

اناہیتا کے ان الفاظ میں برسین کچھ کہنا چاہتی تھی پر خاموش رہی اس لئے خیمے کے دوسرے حصے میں اس وقت کرٹیز داخل ہوا تھا۔

اس موقع پر اناہیتا فوراً اپنا منہ برسین کے کان کے قریب لے گئی کہنے لگی۔

''برسین میری بہن! اگر اپنے خیمے میں تبدیلی دیکھ کر وہ برہمی کا اظہار نہ کرے دونوں بہنیں خاموش رہیں گی ...... اگر وہ غصے و غضبناکی اور نفرت کا اظہار تو پھر تم کہہ دینا کہ اس کے خیمے میں تبدیلی تم نے خود کی ہے اس طرح وہ ہیں ہوگا۔'' برسین منہ سے کچھ نہ بولی تاہم مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ی۔

دوسری طرف کرٹیز خیمے میں داخل ہونے کے بعد اپنے حصے کے خیمے کی ہر چیز ے غور اور تعجب سے دیکھ رہا تھا اس کے بستر پر نئی انتہائی خوبصورت اور قیمتی چھی ہوئی تھی۔ تکیے کا غلاف بھی اس چادر سے ملتا جلتا تھا۔ چھوٹا سا صندوق یں اس کا کل اثاثہ اور کپڑے رہتے تھے اس کی جگہ بھی تبدیل تھی۔ آگے بڑھ نے صندوق کا ڈھکن کھول کر دیکھا اس کے جس قدر کپڑے تھے انتہائی کے ساتھ تہہ کر کے صندوق کے اندر رکھے ہوئے تھے۔ اس موقع پر کرٹیز دعمل کا اظہار کرنا ہی چاہتا تھا کہ ایک طرف سے پردہ ہٹا کر برسین کرٹیز کے داخل ہوئی اور اس کے پیچھے پیچھے اناہیتا بھی تھی۔

برسین کو دیکھتے ہی چونکنے کے انداز میں کرٹیز سنبھل گیا اور خوشی کا اظہار کرتے کہنے لگا۔

''میری بہن! آپ بھی یہیں ہیں ......''

اس پر برسین مسکرائی اور کہنے لگی۔ ''میرے خیال میں تم کمرے میں رونما ہونے دیلی کا جائزہ لے رہے ہو گے کہ یہ کس نے کیا ہے ...... میرے بھائی برا نہ سب کچھ میں نے کیا ہے ...... پر یہ بتاؤ کہ سکندر اس وقت کہاں ہے؟''

جواب میں کرٹیز کہنے لگا۔

''لشکر کے سارے سالار ایک جگہ جمع تھے اور سکندر سب کے ساتھ آئندہ کی متعلق مشورہ کر رہا تھا۔ اب وہ خیمے کی طرف گیا ہے اس لئے میں بھی اپنے طرف آیا ہوں۔''

اس پر برسین تیزی سے باہر نکلتے ہوئے کہنے لگی۔

''اگر وہ اپنے خیمے کی طرف گیا ہے تو پھر مجھے فوراً خیمے میں واپس جانا چاہیے۔ ہن! تمہاری غیر موجودگی میں تمہارا کھانا آ گیا تھا اور وہ میں نے اناہیتا کے حصے

میں ڈھانپ کر رکھا ہوا ہے کھا لینا۔'' اس کے ساتھ ہی برسین تیزی سے نکل گئی تھی

اناہیتا ابھی تک وہیں کھڑی تھی۔ کریٹیز نے کھا جانے والے انداز میں اس طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''تم یہاں کھڑی کیا کر رہی ہو...... چلو بھاگو اپنے حصے کی طرف جاؤ۔''

اناہیتا نے کسی ردعمل کا اظہار نہ کیا۔ پلٹی تھوڑی دیر بعد پھر وہ لوٹی۔ اس کے ہاتھ میں کھانے کے برتن تھے۔ وہ چپ چاپ اس نے بستر پر رکھ دیئے تھے۔ رکھنے کے بعد جب وہ سیدھی کھڑی ہوئی تب کریٹیز نے اسے پھر مخاطب کیا۔

''دیکھو! تم یہ کام کرتے ہوئے اچھی نہیں لگتی ہو...... اگر میرا کھانا آیا تھا تمہیں چاہیے تھا کہ برسین کو بتا دیتی کہ میرے کھانے کے برتن میرے حصے میں ڈھانپ کر رکھے چاہیے تھے...... میرا کھانا تمہاری طرف نہیں جانا چاہیے تھا۔''

جواب میں اناہیتا نے بھی تیز نگاہوں سے کریٹیز کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''کیا میرے حصے میں کھانا جانے سے کھانا ناپاک ہو جاتا ہے؟''

''ہاں! ناپاک ہی ہو جاتا ہے...... تم جیسی لڑکیاں جنہیں میں جانور سے بدتر خیال کرتا ہوں ان کے ہاتھ کا کھانا کھانا میں پسند نہیں کرتا ہوں۔''

اناہیتا نے احتجاجی سے انداز میں کریٹیز کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''انسان اور جانور کا ازل سے ایک تعلق چلا آ رہا ہے...... کیا جانور انسانوں کے اندر نہیں رہتے اور کیا جانور انسانوں کے لئے کارآمد اور سودمند ثابت ہوتے؟'' بےزاری کا اظہار کرتے ہوئے کریٹیز کہنے لگا۔

''بی بی! تم اپنے حصے کی طرف جا کر آرام کرو میرے ساتھ زیادہ گفتگو کی ضرورت نہیں ہے۔''

اس کے ساتھ ہی اناہیتا پلٹی، چپ چاپ خیمے کے دوسرے حصے کی طرف گئی تھی۔

PDF LIBRARY 0333-7412793

آخر سکندر نے اپنے لشکر کے ساتھ دریائے دجلہ کے کنارے سے کوچ کیا اور آگے بڑھا۔ جس جگہ ایران کے شہنشاہ داریوش نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا اس سے دور ایک جگہ سکندر نے ایک بار پھر اپنے لشکر کو کھلے میدانوں میں پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ تین روز تک اسی کوہستانی سلسلے کے اندر اپنے لشکر کے ساتھ سکندر مقیم رہا شاید وہاں اس کے ٹھہرنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے لشکر کو خوب سستانے کا موقع فراہم کرنا چاہتا تھا۔ کچھ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ وہاں قیام کرنے سے سکندر کا یہ مقصد بھی تھا کہ ہوسکتا ہے ایران کا شہنشاہ داریوش لشکر کی بڑی تعداد کے زعم میں میدان سے اٹھ کر بلندی پر چڑھتے ہوئے یونانیوں پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے اور ایسی صورت میں حالات یقیناً یونانیوں کے حق میں جاتے۔ لیکن جب تین روز تک وہاں قیام کرنے کے بعد بھی ایرانی لشکر کے اندر کوئی ہلچل برپا نہ ہوئی تب سکندر نے اپنے لشکر کے ساتھ پھر ایران کے شہنشاہ داریوش کے لشکر کی طرف پیش قدمی کی تھی۔

اس سلسلے میں مغربی مؤرخین لکھتے ہیں کہ جنگ کے میدان کی طرف بڑھتے ہوئے مقدونی لشکر کو خدشہ لاحق تھا لشکری ہی نہیں یونان کے سالار بھی ہراساں تھے کہ مبادا ان کی فتوحات شکست میں بدل جائیں۔ اس صورت میں اگر یونانیوں کی شکست کے بعد داریوش نے تعاقب کیا تو پھر یونانیوں کو اپنے قدم جمانے کے لئے کہیں بھی جگہ میسر نہ ہو گی۔

سکندر کو بھی اپنے ساتھیوں کے خوف و ہراس سے آگاہی ہو چکی تھی۔ لہٰذا اس نے اپنے سالاروں کو یہ کہہ کر ان کے حوصلے بڑھائے۔

"دشمن ابھی دور ہے اور کہیں بھی تمہارے بڑھتے ہوئے قدم روک نہیں سکتا۔ بڑھتے ہوئے تمہارے نیزوں کی نوکوں کے آگے نہیں ٹھہر سکے گا۔"

سکندر نے اپنی طرف سے اپنے سالاروں اور لشکریوں کا خوف و ہراس دور کرنے کی بڑی کوشش کی لیکن یہ حقیقت تھی کہ آنے والی جنگ سے متعلق سکندر خود بھی بڑا پریشان اور متفکر تھا۔ سکندر نے اپنے لشکر کو وہاں سے بھی کوچ کا حکم دیا اور آگے بڑھتے ہوئے طلوع آفتاب کے وقت پورا لشکر چھوٹے سے ایک کوہستانی سلسلے کے پاس جا کر پڑاؤ کر گیا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں اب دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل تھے۔ دونوں کے درمیان لگ بھگ سات میل کا فاصلہ تھا اور ان کے درمیان چھوٹا سا ایک کوہستانی سلسلہ حائل تھا۔ یونانی لشکر اب بھی کسی قدر بلندی پر تھا جب کہ نشیب میں انہیں داریوش کا لشکر صاف نظر آ رہا تھا۔

سکندر جب اپنے لشکر کے ساتھ کوہستانی سلسلہ طے کر کے مزید آگے بڑھا تو اس نے دیکھا ایرانی لشکر حد نگاہ تک پھیلا ہوا تھا اور تیز دھوپ میں ایرانی لشکریوں کے زرہ بکتر چمک رہے تھے جب کہ ایرانی سالار بھی اپنے اپنے حصے کے لشکر کے سامنے سرگرداں تھے۔

سکندر ایرانی لشکر کے سامنے پڑاؤ کر گیا۔ اس کوہستانی سلسلے کے قریب سکندر نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تھا۔ یونانیوں نے دیکھا ان کے بیچوں بیچ ایک سنگ بستہ راستہ بنا ہوا تھا جو آگے جا کر کوہستانی سلسلے کے اندر غائب ہو جاتا تھا۔ سکندر، اس کے سالار اور لشکریوں نے دیکھا کہ اس کوہستانی سلسلے کی چٹانوں پر دیو ہیکل بادشاہوں اور دیوتاؤں کی تصویریں کھدی ہوئی تھیں چٹانوں اور کوہستانی سلسلے کے دیوار نما حصوں پر کھدی ہوئی تصویروں کو دیکھ کر یونانی دنگ رہ گئے۔ وہ سنگ تراشی کا بہترین نمونہ تھے۔ اس موقع پر اپنے پہلو میں کھڑے پارمینو کو مخاطب کر کے سکندر کہنے لگا۔

"میں جاننا چاہوں گا کہ یہ جو چٹانوں اور دیوار نما کوہستانی سلسلے پر تصویریں منقش ہیں کس کی ہیں؟ ان میں، میں دیکھتا ہوں بڑے بڑے شہنشاہوں کی بھی تصویریں ہیں اور ساتھ ان کے دیوتا بھی کھڑے ہیں۔ میرا خیال ہے ہمارے لشکر

فونیقی ہیں وہ ان سے متعلق روشنی ڈال سکیں گے۔ ذرا فونیقیوں کو بلاؤ، میں پر کندہ ان تصویروں سے متعلق جاننا پسند کروں گا۔"

جواب میں پارمینو نے اپنے چھوٹے سالار کو کچھ سمجھایا وہ پیچھے ہٹا تھوڑی دیر کچھ فونیقیوں کو لے کر آ گیا۔ جب وہ سکندر کے سامنے آئے تب سکندر نے مخاطب کر کے پوچھا۔

"یہ جو سامنے تم بڑی بڑی منقش تصویریں دیکھتے ہو ان میں بڑے بڑے ان کی تصویریں بھی ہیں۔ دیوتاؤں کی بھی ہیں یہ لوگ کون ہیں؟ کس قوم سے رکھتے ہیں؟"

جواب میں ان فونیقیوں میں سے ایک سکندر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"یہ آشوری بادشاہوں اور ان کے دیوتاؤں کی منقش تصاویر ہیں جس طرح ہم اور اموری صحرائے عرب سے اٹھ کر شمالی علاقوں کی طرف آئے اس طرح یہ قوم بھی عرب کے ریگستانوں سے نکل کر شمال کی طرف آئی۔ عرب کے ن سے نکل کر شمال میں آ کر ان آشوریوں نے چھوٹی سی ایک سلطنت قائم کر سلطنت آشور کے نام سے موسوم ہوئی۔ ان کے بڑے سردار کا نام آشور تھا لہٰذا کے نام پر ہی یہ آشوری کہلائے۔

شروع میں ان کا سب سے بڑا شہر آشور تھا جو انہوں نے اپنے بڑے سردار م آباد کیا تھا اسی کو انہوں نے پایہ تخت بنایا بعد کے دور میں ان آشوریوں نے کے مشہور اور معروف شہر نینوا کو اپنا مرکزی شہر مقرر کیا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ کنعانی یعنی فونیقی رکا پھر اس کے بعد اپنی بات کو بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"اے بادشاہ! یہ ہمارے ہم نسل اور ہمارے ہم وطن آشوری اصل میں شروع زراعت پیشہ تھے لیکن جس جگہ آ کر یہ بیٹھے اور جس علاقے کو انہوں نے اپنایا قابل کاشت زمین بہت کم تھی اور جو تھی وہ بابل کی طرح زرخیز اور شاداب نہ اس لئے ان آشوریوں نے گزر و بسر کرنے کے لئے لوٹ مار کو اپنا پیشہ اپنا

شروع میں یہ لوٹ مار ہی کرتے رہے ہر سال موسم بہار میں ہمسایہ ممالک کو

تاخت و تاراج کرتے، قتل و غارت گری کرتے اور اپنے لئے خوب مال حاصل کرتے۔

ان کے قتل و غارت گری اور تاخت و تاراج کرنے کی ایک وجہ یہ بھی انہوں نے وسیع علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا اور ان کی آبادی تھوڑی تھی لہٰذا یہ ا اُدھر حملہ آور ہو کر قتل و غارت گری کرتے تھے تاکہ ان کے اردگرد جو ہمسایہ ہیں ان پر حملہ آور ہونے کی کوشش نہ کریں بعد کے دور میں ان آشوریوں سلطنت کو بہت وسعت دی مغرب اور جنوب میں ان کی سرحدیں حتی قوم کے جا ملی تھیں جو ایک انتہائی طاقتور اور زبردست قوم کہلاتی تھی لیکن ان آشوریوں ان حتیوں کو بھی اپنے سامنے مطیع اور فرماں بردار بنا کر رکھ دیا اس کے بعد یہ مزید پھیلے۔ نینوا سے نکل کر بابل پر قبضہ کیا۔ بابل سے نکل کر فلسطین میں ہوتے یہاں بھی قابض ہونے کے بعد وہ مصر تک یلغار کرتے چلے گئے۔ مش جنوب مشرق کی طرف ایران میں کوہ دماست تک سارا علاقہ ان کے ماتحت تھا۔

ایران کی ایک ہمسایہ سلطنت تھی جس کو عیلامی سلطنت کہتے تھے آشوری بھی حملہ آور ہوئے اور اس کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

جس وقت آشوری عروج حاصل کر رہے تھے اس وقت صحرائے عرب سے اور قوم اٹھی اس کا نام آرامی تھا۔ آرامی بھی شمال کی طرف بڑھے ان کا آشوریوں سے ہوا اور ان نئے آنے والے آرامیوں نے آشوریوں پر حملہ آور انہیں تہہ و بالا کر کے رکھ دیا۔ دوسری طرف حتی بڑے سخت جان تھے۔ یہ پھر آرامیوں کا مقابلہ کیا اور انہیں اپنے علاقوں سے نکال باہر کیا اور اپنی حکومت قا لی۔ اس عہد کا مشہور بادشاہ ریپال دوئم تھا دوبارہ جب آشوریوں نے عروج حاصل تو آرمیبا کے کوہستانی سلسلوں سے ایک قوم اٹھی اور آشوریوں پر حملہ آور ہوئی انہیں زیر کر کے ارارات کے نام سے اپنی حکومت قائم کر لی۔

لیکن آشوری عرب ہار ماننے والے نہیں تھے پھر تیاریوں میں لگ گئے تک کہ ان میں دو انتہائی طاقتور بادشاہ ابھرے۔ ایک سناخریب اور دوسرا آشو بال۔ انہوں نے بڑی طاقت اور قوت حاصل کی۔ انہوں نے آشوریوں کی سلط نہ صرف بحال کیا بلکہ آس پاس کے علاقوں کو بھی فتح کرتے ہوئے آشوریوں

اور قوت میں اضافہ کرنے کے ساتھ ساتھ مملکت کو بھی خوب وسعت بخشی۔ بال کے بعد آشوری حکمران طاقت و قوت کو قائم نہ رکھ سکے۔ آخر بابل کے شاہ نینوپلاسر نے آشوریوں پر حملہ آور ہو کر ان کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔“

آشوریوں کو تاریخ نویسی سے بڑا شغف تھا یہ لوگ مٹی کی تختیاں و لوحیں ان پر حالات و واقعات ضبط تحریر میں لاتے اور آگ میں ان لوحوں کو پکا طرح انہوں نے نہ صرف کتابیں بلکہ کتب خانے مرتب کیے یہ لوحیں نینوا کی ں مٹی کے نیچے دب گئی تھیں جو کھدائی کے دوران نکالی گئیں۔ یہ قدیم زمانوں خ کا بہت بڑا ماخذ ہیں اس قسم کی کئی ہزار لوحیں پیرس کے عجائب گھر میں ہیں۔ آشوری فنون لطیفہ کی بڑی سرپرستی کرتے تھے اور ان کی سلطنت میں پتھر ت کے علاوہ معماری و کتبہ نگاری اور نقاشی وغیرہ نے بڑی ترقی کی تھی)

ان فونیقیوں کی طرف سے آشوریوں سے متعلق تفصیل سن کر سکندر بے حد خوش ہت کے ساتھ وہ اس منظر کو دیکھتا رہا جس میں ایک جگہ آشوریوں کے بادشاہ رگاہ کا منظر پیش کیا گیا تھا۔ اس میں گھوڑوں کی حرکات و سکنات اس طور انداز میں پیش کی گئی تھیں کہ دیکھنے والا دنگ رہ جاتا تھا۔

بہرحال یونانی اور ایرانی ایک دوسرے کے سامنے آئے اور اگلے روز جنگ کی پہل حملہ آور ہونے کی پہل ایرانی لشکر نے کی اور اپنے بادشاہ داریوش کے حکم پر ر ہونے والا ایرانی لشکر کا ایک حصہ سرابوں کے دشت میں بھٹکتے بحرانی دور کے نا چاہے اندیشوں اور گردشِ لیل و نہار اور روز و شب کے ہنگاموں میں درد و ے سانحوں کی طرح آگے بڑھا تھا پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایرانی لشکر کا وہ حصہ پر اذیتیں کھڑی کرتے وقت کے بدترین سیل و الم زدہ کہانیوں و ظلم کی روئداد ے منشور لکھتے، نفس پرستی کے طوفان اور افق در افق سرکشیدہ شعلوں کی طرح موت کے اندھیروں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔ ایرانی لشکر کا یہ حملہ بڑا ہولناک تھا نیوں کے جس حصے پر وہ حملہ آور ہوا تھا اسے دھکیلتا ہوا ان کے پڑاؤ کی طرف تھا۔ اسی لمحہ سکندر کے حکم پر یونانی بھی ایرانیوں پر آسمان کی بلندیوں کی طرف ہوتی برہنہ برق کی لہروں مرگ کی بے کراں وادیوں میں پھیلتے کرب کے منہ زوں اور دکھ، غم اور یاس کے قفص برپا کرتی انتقام کی گونجتی بے رحم ہواؤں کی

طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

اس پہلے حملے کے بعد دوسرے حملے کی ابتداء ہوئی اس کے بعد دونوں لشکروں نے ایک دوسرے پر ضرب لگانے کے لئے رتھوں کو آگے بڑھایا تھا جن میں مسلح بردار سوار تھے دونوں لشکریوں میں اس وقت نقار چیوں نے نقارے بجانے شروع دیئے تھے اور چاروں طرف نعروں کی گونجیں فضاؤں میں پھیلتی جا رہی تھیں۔

رتھوں کے اس حملے میں ایرانیوں کا پلہ بھاری رہا اور انہوں نے شدید کرتے ہوئے آگے بڑھنا شروع کیا اور ایرانیوں کے بعض رتھ مقدونی لشکر کی صف کے اندر گھستے ہوئے کافی آگے بڑھ گئے تھے اور یونانیوں کے سر کاٹ کاٹ کر گرانے لگے تھے۔

اس موقع پر جنگ کی صورت حال عجیب تھی نیزے جب زرہ بکتوں پر پڑ بڑی مہیب آوازیں نکلتیں جن سے رتھوں کے گھوڑے بدک بدک جاتے تھے اور لشکر میں انتشار پڑنے کا سبب بنے لگے تھے۔

رفتہ رفتہ دونوں طرف سے لشکر حملہ کرتے ہوئے اپنی پوری طاقت کے آگے بڑھتے ہوئے ایک دوسرے کے قریب ہوتے گئے۔ آخر دست بدست جنگ ابتدا ہوئی تھی۔ یونانی لشکر کا دایاں بازو ایرانی لشکر کے بایاں بازو پر ٹوٹ پڑا میں اب داریوش بھی موجود تھا اور ایرانی لشکر کا جو حصہ داریوش کے ذاتی لشکر پر آور ہوا تھا اس کی کمان داری سکندر خود کر رہا تھا۔

اس وقت ایران کے شہنشاہ داریوش کے ارد گرد ایک ہزار ممتاز سوار تھے جن بیشتر اس کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ بڑی گھمسان کی جنگ ہوئی آخر یو لشکر نے دباؤ ڈال کر ایرانی صفوں میں شگاف ڈال دیئے۔ اتنے میں تیروں بوچھاڑ داریوش کے رتھ کے گھوڑوں پر ہوئی اور یونانی تیر اندازوں نے داریوش رتھ کے گھوڑوں کی ٹانگیں چھلنی کر کے رکھ دی تھیں۔ جس کے نتیجے میں گھوڑے ز پر گر گئے رتھ چلانے والا بھی نیزے کی ضرب سے نیچے آ گرا داریوش اب اپنے آ کو بے بس سمجھنے لگا تھا۔ اس نے پھر ایک مرتبہ اپنی جان بچانے کے لئے راہ ف اختیار کی۔ گرد و غبار اس قدر اڑ رہا تھا کہ دشمن کی نگاہیں بھاگتے ہوئے داریوش کو دیکھ سکیں۔ داریوش کے فرار ہونے کی خبر ایرانی لشکر میں پھیلی تو ان کی امیدوں پر

بکھر گیا۔

ایرانی صفیں بکھرنے لگیں مقدونی لشکر نے پے در پے حملے کر کے داریوش کے لشکر کے مرکزی حصے کا صفایا کر کے رکھ دیا لیکن یونانیوں کے لئے ابھی خطرہ موجود تھا اس لئے کہ داریوش کے لشکر کا ایک حصہ ابھی تک لڑ رہا تھا اور اس لشکر کے سالار نے داریوش کی جگہ لے لی تھی اور اس نے یونانیوں کی راہ روکنا شروع کر دی تھی۔ ایرانی لشکر کے اس سالار نے یونانی لشکر کے بائیں بازو پر ایسا زور دار حملہ کیا کہ بائیں بازو کے پہلو کے اکثر یونانیوں کو اس نے موت کے گھاٹ اتارتے ہوئے ان کا صفایا کرنا شروع کر دیا تھا۔

اس پہلو پر سکندر کا سالار پارمینو تھا پارمینو گو بڑا تجربہ کار سالار تھا لیکن وہ ایرانی سالار کے جان لیوا حملے کی تاب نہ لا سکا۔ پیچھے ہٹا ساتھ ہی اس نے تیز رفتار سوار بھیج کر اپنے اور اپنے حصے کے لشکر کو محفوظ کرنے کے لئے سکندر سے کمک طلب کر لی۔

سکندر کے پاس جب پارمینو کا پیغام پہنچا اور اس نے دیکھا کہ ایرانیوں کے مقابلے میں یونانیوں کی حالت بڑی نازک ہے اور وہ اگر جلد ان کی مدد کو نہ پہنچا تو ان یونانی لشکر کو تباہی سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ لہٰذا سکندر کے وہاں پہنچنے سے یونانی لشکر کی حالت بہتر ہو گئی اور انہوں نے حملہ آور ایرانیوں کو پسپا کرنا شروع کر دیا تھا۔

ایران کے شہنشاہ داریوش کے جنگ سے بھاگ جانے کے باعث کوئی مرکزی کمانداری نہ رہی تھی۔ مرکزی سلسلہ باقی نہ رہنے کی وجہ سے ایرانی درہم برہم ہونے لگے تھے۔ ابھی تک سب ایرانیوں کے کان میں یہ خبر نہ پہنچی تھی کہ ان کا شہنشاہ بھاگ کھڑا ہوا ہے لیکن آہستہ آہستہ جب ایک فرد سے دوسرے فرد ایک لشکری سے دوسرے لشکری تک یہ بات پہنچی کہ داریوش تو اپنی جان بچا کر بھاگ گیا ہے۔ تب جہاں بھی ایرانی مزاحمت کر رہے تھے، یونانیوں کے مقابلے کر رہے تھے۔ انہوں نے جنگ ترک کر دی اور اپنی جانیں بچانے کے لئے بھاگ کھڑے ہوئے۔

اربیل کے قریب لڑی جانے والی یہ جنگ ایرانیوں اور یونانیوں کے درمیان اس طرح سے ایک فیصلہ کن جنگ ثابت ہوئی۔ اس جنگ میں کم تعداد والے یونانی لشکر نے جو زیادہ تر پیادوں پر مشتمل تھا بہت بڑی تعداد رکھنے والے ایرانی لشکر کو

بدترین شکست دی جس کا بہت بڑا حصہ سواروں پر مشتمل تھا۔ اس طرح یونانیوں نے ایک بار پھر ایرانیوں کے خلاف فتح پائی ایرانیوں کے خلاف یونانیوں کی یہ فتح یونانی لشکر کی اعلیٰ تنظیم اور سکندر کی فقید المثال قیادت کا کرشمہ تھا۔ آخر ایران کے شہنشاہ داریوش کے بھاگ جانے اور اس کے لشکریوں کی شکست کے بعد ان کے پڑاؤ کی ہر چیز یونانیوں کے قبضے میں آ گئی۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ داریوش کے پڑاؤ سے یونانیوں کے ہاتھ عجیب وغریب اور حد درجہ قیمتی مال غنیمت ہاتھ آیا جس میں بکتر بند ہاتھی بھی شامل تھے اور سینکڑوں جنگی رتھیں تھیں جن کے پہیوں کے ساتھ تیز تلواروں کے کیل لگے ہوئے تھے۔ ان برچھیاں بھی تھیں جن پر سونے کا ملمع چڑھا ہوا تھا۔ جو قیدی ہاتھ آئے ان میں ایسے بہت سے لشکری بھی تھے جو کوہستانی سلسلے کے رہنے والے تھے اور عجیب وغریب زبانیں بولتے تھے اور یہ ارمنی تھے اس کے علاوہ قیدیوں میں اعلیٰ درجہ کے سوار اور سالار بھی تھے جنہوں نے ڈھیلے پاجامے اور طرے دار پگڑیاں باندھ رکھی تھیں۔

ایرانیوں کو شکست دینے کے بعد سکندر اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا اس جگہ آیا جہاں پارمینو تھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میں اپنے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ ایران کے شہنشاہ داریوش کے تعاقب میں نکلنے لگا ہوں۔ ہمارے لشکر میں وہ راہبر جو ان سارے علاقوں سے واقف ہیں ان میں سے کچھ کو میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا کچھ یہیں تمہارے پاس رہیں گے جو تمہاری راہنمائی کا کام سرانجام دیں گے۔ میرے بعد دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹنے اور اس پر قبضہ کرنے اور زخمی ہونے والوں کی دیکھ بھال اور مرنے والوں کی تدفین کے بعد تم بھی لشکر کو لے کر میرے پیچھے پیچھے روانہ ہو جانا اب چونکہ رات ہونے والی ہے کوشش یہ کرنا کہ رات یہیں بسر کرو اور علی الصبح پورے لشکر کے ساتھ میرے پیچھے پیچھے روانہ ہو جانا۔"

اس کے ساتھ ہی سکندر پیچھے ہٹا اور اپنے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ وہ شہنشاہ ایران داریوش کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا تھا۔

سکندر کے روانہ ہونے کے بعد پارمینو نے سب سے پہلے جنگ میں کام آنے والوں کی تدفین کا کام سرانجام دیا اس کے بعد اس نے زخمیوں کی دیکھ بھال کرنے

لشکریوں کو اپنے خیموں میں آرام کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

میدان جنگ میں بسر کی جانے والی وہ شب خصوصیت کے ساتھ اناہتا کے لئے ...ناک تھی۔ رات آہستہ آہستہ گزر جانے کے باوجود کرٹیز خیمے میں واپس نہیں ... دوسری بات جو اس کے لئے پریشانی کا باعث تھی وہ یہ کہ برسین تو وہاں سے ...کے ساتھ روانہ ہو چکی تھی اس لئے کہ سکندر دارا کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا

اناہتا نے جو لشکری کھانا لے کر آیا اس سے کھانا لے لیا۔ کرٹیز کے حصے کا کھانا ...ں اس کے حصے میں ڈھانپ کر رکھ دیا اور اپنے حصے کا کھانا وہ اپنے حصے کی ...لے گئی۔ کافی دیر انتظار کرتی رہی آخر اس کی پریشانی اور فکرمندیوں میں اضافہ ...ا گیا۔ اس لئے کہ رات آدھی کے لگ بھگ گزر گئی تھی اور کرٹیز ابھی تک نہیں ...وہ بار بار اس کے حصے کے خیمے کی طرف جھانکتی لیکن وہ خالی پڑا تھا۔ وہ خیمے ...وازے پر آن کر کھڑی ہوئی باہر مکمل طور پر اور پوری طرح خاموشی تھی، تاہم ...ے دروازے سے ذرا فاصلے پر ایک یونانی پہرے دار مستعد کھڑا تھا۔ ایک موقع ...کے ذہن میں یہ بھی خیال آیا کہ خیمے سے نکلے اور اس یونانی پہرے دار سے ...کہ کرٹیز کہاں چلا گیا ہے لیکن اسے ایسا کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ خیمے کے ...ے سے ہٹ کر وہ دوبارہ خیمے کے اندرونی حصے میں آئی اور پہلے کی طرح کبھی ...دیر کے لئے اپنے حصے میں ٹھہرتی کبھی بیچ کے پردے کو تھوڑا سا ہٹا کر کرٹیز ...ے کی طرف دیکھتی لیکن جب اس کے حصے کو خالی دیکھتی تو غم اور دکھ میں اس ...دن جھک جاتی اور وہ پیچھے ہٹ جاتی اس طرح رات بڑی کرب خیزی میں ...نے لگی تھی۔

اناہیتا نے بڑی اذیت ناکی میں وہ شب بسر کی ساری رات جاگتی رہی
آنکھیں اس کی نیند کے باعث بوجھل ہو رہی تھیں اس کے باوجود وہ سوئی نہ
اگلے روز کا سورج جس وقت طلوع ہوا تو اناہیتا ایک دم اٹھ کر اپنی جگہ پر کھڑی
اس لئے کہ خیمے میں اس کی بڑی بہن برسین داخل ہوئی تھی۔

بھاگ کر وہ اس سے لپٹ گئی اس موقع پر وہ رونے والی ہو رہی تھی۔ برسین
نے پہلے اسے اپنے ساتھ لپٹا کر پیار کیا۔ اس کا چہرہ، اس کی پیشانی چومی ہاتھ
ایک نشست پر ہو بیٹھی اور اس کو بھی اپنے قریب ہی بٹھا لیا پھر بڑی فکرمندی
اناہیتا کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھ لیا۔

"ذرا اپنی حالت دیکھو! یہ تم نے اپنے آپ کو کیا بنا رکھا ہے ...... تمہاری
آنکھیں بوجھل ہو رہی ہیں ...... یوں لگتا ہے جیسے تم ساری رات سو نہیں سکی ہو۔"

جواب میں اناہیتا بے چاری رو دینے والی آواز میں کہنے لگی۔

"میں سوتی کیسے ...... میں اکیلی تھی ...... کرٹیز یہاں ہے ہی نہیں میں سا
رات اس کی راہ دیکھتی رہی ہوں ...... دل میں یہی وسوسات اٹھتے تھے کہ ابھی آ
ہے، ابھی آ جاتا ہے ...... اس کا کھانا آیا تو میں نے اس کا کھانا احتیاطاً اپنے
نہیں رکھا، اس کے کمرے میں ہی ڈھانپ کر رکھ دیا کہ کہیں وہ ناراض نہ ہو کہ
نے اس کا کھانا اپنے پاس کیوں رکھا ...... اس طرح اس کے آنے کے انتظار میں
میں نے ساری رات بڑی اذیت ناکی میں کاٹی ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد اناہیتا خاموش ہوئی پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے
ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

"میری بہن! دراصل میں اس خیمے میں اس کی موجودگی کی عادی ہو گئی تھی

وہ خیمے میں ہوتا تھا تو مجھے کوئی فکر مندی، کوئی پرواہ بھی نہ ہوتی تھی ...... شروع
میں مجھے اس سے ڈر اور خوف تھا کہ نہ جانے وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرے
اس کے ساتھ رہتے ہوئے میری عزت و عصمت محفوظ بھی رہے گی یا نہیں لیکن
میں نے اس کے اخلاق کو، اس کے کردار کو دیکھا، اسے پرکھا تب مجھے اس پر
اور بھروسہ ہو گیا اور میں اس کے یہاں ہوتے ہوئے ہر فکر سے بے فکر، ہر خطر
بے خطر ہو جاتی تھی لیکن آج وہ پوری رات نہیں آیا اس بنا پر مجھے نیند ہی نہیں
میں نے کافی سونے کی کوشش کی لیکن میرے دل میں طرح طرح کے خدشات
و ڈر اور اوہام سے جنم لیتے رہے جنہوں نے مجھے پوری رات نہ سونے دیا، نہ
لیٹنے دیا۔" اتنا کہنے کے بعد اناہیتا رکی پھر کہنے لگی۔

"میری بہن! میں نے تو تمہارے متعلق سنا تھا کہ تم سکندر کے ساتھ روانہ ہو
ہو جب کہ سکندر داریوش کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا ہے ...... اگر تم سکندر کے
نہیں گئی تھی تو تم رات کے پہلے حصے ہی میں میرے پاس آ جاتی تو دونوں بہنیں
اکٹھی سو جاتیں ...... تمہاری موجودگی میں مجھے کم از کم نیند تو آ جاتی۔"

اس پر برسین غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"تم لگاتار برابر بولے چلی جا رہی ہو ...... مجھے تو تم کہنے کا موقع ہی نہیں
رہی ...... سکندر واقعی مجھے اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوا تھا اور میں نے کچھ دور
اس کے ساتھ سفر بھی کیا لیکن جب اسے احساس ہوا کہ داریوش کا تعاقب کرنا
کٹھن مرحلہ ہے تب اس نے میرے سکون اور میرے آرام کی خاطر مجھے واپس
ان جنگ میں نصب ہونے والی اس خیمہ گاہ کی طرف بھیج دیا ...... میں ابھی ابھی
گاہ میں داخل ہوئی ہوں ...... اپنے خیمے میں نہیں گئی، سیدھی تمہاری طرف آئی
ہا۔"

برسین جب خاموش ہوئی تب اناہیتا کہنے لگی۔

"میری بہن! تمہاری مہربانی سیدھی میری طرف آئی ہو لیکن کرٹیز کیوں نہیں
...... اسے کیا ضرورت تھی کہ وہ اپنا خیمہ خالی چھوڑ کر سکندر کے ساتھ داریوش کے
قب میں نکل جاتا ...... اسے کم از کم میری بہن! یہ تو احساس ہونا چاہیے تھا کہ
کے اندر ایک ایسی لڑکی بھی ہے جس کی حفاظت اس نے از خود اپنے ذمہ لی ہوئی

ہے۔"

اناہیتا جب خاموش ہوئی تب برسین مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

"اناہیتا! تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے کریٹیز سکندر کے ساتھ داریوش کے تعاقب میں نہیں نکلا وہ اپنے ایک ذاتی کام کے لئے یہاں سے جا چکا ہے۔"

اناہیتا چونک سی پڑی، رنگ اس کا پیلا ہو گیا تھا۔ انتہائی فکر مندی میں وہ برسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو...... اپنے کسی ذاتی کام سے گیا اور یہاں سے روانہ ہو گیا ہے...... کہاں گیا ہے...... اس کے کام کی نوعیت کیا ہے......؟"

جواب میں برسین مسکرائی اور کہنے لگی۔

"اناہیتا! تو جانتی ہے کریٹیز پہلی بار گارڈیم شہر میں ہمارے پاس آیا تھا تو اس نے گارڈیم شہر میں دو اشخاص کو قتل کر دیا تھا...... وہ اس کے ماں باپ کے قاتل تھے...... مرنے والوں کے تین اور ساتھی بھی تھے جو اس کے ماں باپ کے قتل میں ملوث تھے اور تمہارے بھائی ممنون نے کریٹیز کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنے کچھ خاص مخبروں کو اس کام میں لگائے گا اور وہ اس کے ماں باپ کے قاتلوں کو تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔

اناہیتا میری بہن! کریٹیز کے ماں باپ کو قتل کرانے میں لیڈیا کے ایرانی حاکم سپہردار کا ہاتھ تھا...... ممنون قاتلوں کو جانتا بھی تھا...... اسی بنا پر اس نے اپنے آدمیوں کو سمجھا کر بھیجا تھا کہ انہیں کہاں کہاں تلاش کرنا ہے اور ان کے نام بھی بتا دیئے تھے۔

اب تمہارے بھائی ممنون کے کہنے پر وہ لوگ کریٹیز کے ماں باپ کے قاتلوں کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے تھے۔ یہاں اربیل کے میدانوں میں لڑی جانے والی جنگ میں تھوڑی دیر پہلے تمہارے بھائی کے بھیجے ہوئے وہ آدمی آئے تھے اور انہوں نے کریٹیز پر انکشاف کیا تھا کہ اپنے ماں باپ کے جن تین قاتلوں کی اسے تلاش ہے اور جن کا وہ کام تمام کرنا چاہتا ہے انہوں نے ان دنوں اُرشہر میں قیام کر رکھا ہے۔ لہٰذا اس جنگ کے فوراً بعد جب کہ سکندر داریوش کے تعاقب میں نکلا اسی وقت کریٹیز بھی اپنے ماں باپ کے ان تین قاتلوں سے نمٹنے کے لئے یہاں سے اُر

لی طرف کوچ کر گیا تھا۔"

برسین جب خاموش ہوئی تب شکوہ کرنے کے انداز میں اناہیتا کہنے لگی۔

"اگر یہ معاملہ تھا تو اسے کم از کم خیمے میں آنا چاہیے تھا یہاں سے نقدی حاصل نا۔ اس نے دور دراز کا سفر کرنا تھا مجھے بتا کر جاتا کہ وہ کسی مہم پر نکل رہا ہے۔"

برسین نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

"اس کے پاس نقدی کافی ہے اور پھر جونہی جنگ ختم ہوئی وہ اپنی منزل کی ۔ روانہ ہو گیا لیکن تمہارا یہ شکوہ غلط ہے کہ اسے اپنے خیمے میں آنا چاہیے تھا وہ ۔سے ہو کر اپنے کچھ لباس اپنے ساتھ لے کر ہی یہاں سے روانہ ہوا ہے۔"

اس پر جست لگانے کے انداز میں اناہیتا اٹھ کھڑی ہوئی۔ خیمے کے دوسرے ۔ میں گئی کریٹیز کے سامان کا جائزہ لیا اس کا صندوق کھول کر دیکھا پھر واپس آئی منہ بسورنے کے انداز میں کہنے لگی۔

"تمہارا اندازہ درست ہے وہ اپنے صندوق سے کچھ لباس بھی لے کر گیا ہے اس نے جس چرمی خرجین میں نقدی رکھی ہے اس میں سے کچھ نقدی بھی اس نے ہے۔ باقی نقدی یہیں رکھ گیا ہے لیکن وہ کس وقت خیمے میں آیا؟"

جواب میں برسین نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

"جس وقت جنگ ختم ہوئی تو تم سارے وقت اپنے خیمے میں رہی یا کہیں باہر گئی تھی۔" جواب میں اناہیتا نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

"جس وقت جنگ ختم ہوئی تھی تو لشکر میں شامل دوسری عورتوں کے ساتھ میں گئی تھی اور کچھ زخمیوں کی دیکھ بھال بھی میں نے کی تھی۔" اس پر مسکراتے ہوئے ین کہنے لگی۔

"تو میرے خیال میں جس وقت تم خیمے سے گئی تھی اسی وقت وہ اپنے خیمے میں اور اپنی ضرورت کی چیزیں لے کر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔"

اناہیتا تھوڑی دیر تک فکر مند اور پریشان سی بیٹھی رہی پھر اسے کوئی خیال گزرا۔ ین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"کیا اس کے ساتھ بھی کوئی گیا ہے......؟"

"ساتھ کس نے جانا ہے...... وہ اکیلا ہی گیا ہے۔" غور سے اناہیتا کی طرف

دیکھتے ہوئے برسین نے کہا تھا۔

"لیکن یہ نا انصافی ہے میری بہن! اس کے ماں باپ کے قاتل تین ہیں جن سے وہ نمٹنا چاہتا ہے ...... کیا ان تین کے مقابلے میں اس اکیلے کا جانا پرخطر اور تشویش ناک نہیں ہے......؟"

اس پر سوچوں میں کھوتے ہوئے برسین کہنے لگی۔

"تمہارے اندازا درست ہیں لیکن اس نے کسی کو اپنے ساتھ لے جانا میرے خیال میں پسند ہی نہیں کیا اور مجھے امید ہے کہ وہ بڑی آسانی اور بڑے احسن طریقے سے ان تینوں سے نمٹ لے گا ...... اس لئے کہ وہ ایک مانا ہوا تیغ زن اور جوالا ہمت بدو ہے ...... ایسا بدو جس سے پہلے تم نفرت کرتی تھی اور اب اسی کی طرف مائل ہو رہی ہو۔"

اس موقع پر اناہیتا کے لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا وہ کہنے لگی۔

"میری بہن! اب اسے بدو نہ کہا کرو ...... وہ بدو نہیں ہے ...... وہ ایک اعلیٰ اخلاق و کردار رکھنے والا نوجوان ہے جس پر پرخطر لمحوں اور انتہائی نازک وقت میں بھی پوری طرح بھروسہ اور اعتماد کیا جا سکتا ہے۔"

یہاں تک کہتے کہتے برسین کو رک جانا پڑا اس لئے کہ ایک نوجوان ان دونوں بہنوں کا کھانا لے آیا تھا۔ کھانا اس نے ان کے سامنے رکھ دیا اور خود چلا گیا۔ پھر برسین نے اناہیتا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"تمہارے خیمے کی طرف آتے ہوئے میں کہہ آئی تھی کہ میرا کھانا بھی تمہارے پاس بھیج دیا جائے۔ میرے خیال میں اب آؤ دونوں بہنیں مل کر کھانا کھاتی ہیں، اس کے بعد میں یہاں بیٹھتی ہوں تم تھوڑی دیر نیند کر لینا۔ اس کے بعد دونوں مل کر کریٹیز کی کامیابی اور اس کی فوز مندی کے لئے دعا مانگیں گی۔"

مسکراتے ہوئے اناہیتا نے برسین کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر دونوں بہنیں چپ چاپ بیٹھ کر کھانا کھانے لگی تھیں۔

جب سورج کافی چڑھ آیا تب پارمینو نے داریوش کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹ لیا اس کے بعد خیمہ گاہ اکھاڑ لی گئی اور جس سمت سکندر روانہ ہوا تھا لشکر کے باقی حصے باربرداری کے سارے جانوروں کے ساتھ پارمینو بھی ادھر ہی روانہ ہو گیا تھا۔

شام کے وہ میدان بھی عجیب و غریب تھے۔ شام کے جن میدانوں میں ایرانیوں کے مقابلے میں یونانیوں کو فتح نصیب ہوئی وہاں آنے والے دور میں شام ہی کے میدان میں یونانیوں کے بھائی بند رومنوں کو چار مقامات پر پسپائی اور ناکامی کا منہ بھی دیکھنا پڑا تھا۔

شام کے میدانوں میں پہلی پسپائی اور ناکامی مارک انتونی کے مقدر میں آئی۔ یہ انتونی تھا جس کا نام قلوپطرہ کے ساتھ وابستہ کیا گیا تھا اور شکست اٹھانے کے بعد اپنے لشکر کے ایک حصے کو بچانے کے لئے پہاڑوں میں جا چھپا تھا۔

ایک اور رومن لشکر کو کروہی کے میدان میں تباہی کا سامنا کرنا پڑا جہاں تین رومن سالاروں میں سے ایک مارا گیا جس کا نام کریس تھا۔

تیسرا رومن لشکر اڑیسہ کے قریب تباہ و برباد ہوا اور اس لشکر میں رومنوں کا شہنشاہ [illegible]ین بھی شامل تھا جو جنگ میں گرفتار کر لیا گیا تھا۔

چوتھا رومن لشکر جو اپنے شہنشاہ جولیس کے ساتھ حملہ آور ہوا تھا اور مدائن تک پہنچ گیا تھا اور پھر دجلہ کے ساتھ ساتھ مراجعت کرتے ہوئے اس نے سخت تکلیفیں اٹھائیں جب ایشیائی لوگ اس پر حملہ آور ہونا شروع ہوئے تو وہ مر گیا اور اس کے لشکر کا بازو بالکل تباہ و برباد ہو گیا تھا۔

لیکن سکندر خوش قسمت تھا کہ وہ شام کے میدانوں میں فتح مند رہا۔ سکندر بڑی [illegible] سے داریوش کے تعاقب میں نکلا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد سورج غروب ہو گیا ت

سکندر نے ایک ندی کے کنارے ٹھہر جانے کا حکم دیا۔ وہیں سے اس نے اپنی برسین کو واپس بھیج دیا تھا۔ اس نے کافی دیر تک وہاں اپنے لشکریوں کو ستانے اور آرام کرنے کا موقع فراہم کیا۔ اس کے بعد وہ پھر تعاقب میں نکل کھڑا ہوا۔ آخر تعاقب کرتے ہوئے وہ اربیل کے کوہستانی سلسلے میں پہنچ گیا۔ یہاں بلندی میں پہنچنے پر اسے دور تک اپنے سامنے وہ میدان نظر آ رہا تھا جس کی طرف داریوش بھاگا تھا۔ میدان کے اندر کہیں کہیں گرد و غبار کے طوفان اٹھ رہے تھے جو اس بات کی شہادت دے رہے تھے کہ داریوش لشکر کے ایک حصے کے ساتھ ادھر ہی بھاگا ہے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ داریوش کا تعاقب کرتے ہوئے راستے میں سکندر کو داریوش کا سنہری رتھ اور سنہری ترکش ملا۔ لہٰذا اس نے یہ اندازہ لگا لیا کہ وہ میدان جنگ سے بھاگ کر باختری سواروں اور تنخواہ دار یونانی لشکریوں اور اپنے خاص نیزہ برداروں کے ساتھ مشرق کے کوہستانی سلسلوں کی طرف چلا گیا ہے جہاں سکندر اس کا تعاقب نہیں کر سکتا۔ لہٰذا تعاقب کا خیال ترک کر کے لشکر کے ساتھ اس نے وہاں پڑاؤ کر لیا تھا اور پارمینو کی آمد کا انتظار کرنے لگا تھا۔ جب پارمینو بھی باقی لشکر کو لے کر وہاں پہنچ گیا تو سکندر اپنے پورے لشکر کے ساتھ داریوش کے تعاقب میں نکلنے کی بجائے ایک بہت بڑا فیصلہ کر چکا تھا اور فیصلہ یہ تھا کہ داریوش کے پیچھے جانے کی بجائے وہ بابل کا رخ کرے گا اور اسے فتح کرے گا۔

کریٹیز ایک روز اُر شہر میں داخل ہو رہا تھا۔ اُر شہر کو یہ فوقیت حاصل تھی کہ یہ اہل عراق کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جائے پیدائش ہونے کے علاوہ نمرود کا مرکزی شہر تھا۔ کہتے ہیں 2100 ق م کے لگ بھگ جو زمانہ حضرت ابراہیمؑ کی بعثت کا تسلیم کیا جاتا ہے اُر شہر کی آبادی ڈھائی لاکھ سے پانچ لاکھ کے قریب ہوا کرتی تھی۔

اُر بڑا صنعتی اور تجارتی مرکز خیال کیا جاتا تھا اور آس پاس کے علاقوں میں اس کی تجارت اپنے عروج پر تھی۔ ایک طرف پامیر اور نیل گری تک وہاں مال آتا جاتا تھا اور دوسری طرف اناطولیہ تک اُر کے تجارتی تعلقات تھے۔ جس مملکت کا یہ صدر مقام تھا اس کی حدود موجودہ عراقی حکومت سے شمال میں کچھ کم اور مغرب میں کچھ زیادہ تھی۔ اُر کی ریاست کی آبادی بیشتر صنعت و تجارت پیشہ تھی۔

(اس عہد کی جو تحریریں آثار قدیمہ کے کھنڈرات سے دستیاب ہوئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی میں ان لوگوں کا نقطۂ نظر خالص مادہ پرستانہ، دولت کمانا اور زیادہ سے زیادہ آسائش فراہم کرنا ان کا سب سے بڑا مقصد حیات تھا۔

سود خوری کثرت سے پھیلی ہوئی تھی۔ سخت کاروباری قسم کے لوگ تھے۔ ہر ایک دوسرے کو شک کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور اپنے خداؤں سے ان کی دعائیں زیادہ تر درازی عمر و خوشحالی اور کاروبار کی ترقی سے متعلق ہوا کرتی تھی۔ اُر شہر کی پوری آبادی کو لوگوں تین طبقوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔

پہلا طبقہ عمیلو کہلاتا تھا۔ یہ اونچے طبقے کے لوگ تھے جن میں پجاری و حکومت کے عہدے دار اور عسکری سالار ہوا کرتے تھے۔

دوسرا طبقہ مشکینو کہلاتا تھا۔ اس طبقے میں زیادہ تر تاجر، صنعت کار اور زراعت پیشہ لوگ ہوا کرتے تھے۔

تیسرا طبقہ اردو کہلاتا تھا یعنی غلام۔ ان میں سے پہلے طبقے یعنی عمیلو کو خاص امتیازات حاصل تھے یعنی فوجداری اور دیوانی حقوق بھی دوسروں سے مختلف تھے۔ ان کے جان و مال کی قیمت دوسروں سے بڑھ کر تھی۔ اُر شہر کا یہی معاشرہ تھا۔

اُر شہر سے متعلق جو کتبات اب تک دریافت ہو چکے ہیں ان کے مطابق وہاں کے تقریباً 5000 دیوتاؤں کے نام ملتے ہیں۔ ملک کے شہروں کے الگ الگ خدا تھے۔ ہر شہر کا ایک معاون خدا تھا۔ جو رب البلد مہا دیو یا رئیس الٰہہ سمجھا جاتا تھا اور اس کا احترام دوسرے معبودوں سے زیادہ ہوتا تھا۔

اُر شہر کا رب البلد ننار تھا اور اسے چاند دیوتا بھی کہا جاتا تھا۔ اسی مناسبت سے اُر کے لوگوں نے اس شہر کو رب قمرینا بھی کہنا شروع کر دیا تھا۔ ان علاقوں میں اُر کے بعد دوسرا شہر لرسہ تھا جو بعد میں اُر کی بجائے ان علاقوں کا مرکز سلطنت ہوا اس کا رب البلد شماش یعنی سورج دیوتا تھا۔ ان بڑے خداؤں کے ماتحت بہت سے چھوٹے خدا یا دیوتا بھی تھے جو زیادہ تر آسمانی ستاروں میں سے اور کمتر زمین سے منتخب کیے گئے تھے۔

اُر کے لوگ اپنی مختلف ضروریات ان ہی دیوتاؤں سے متعلق سمجھتے تھے۔ ان آسمانی اور زمینی دیوتاؤں و دیویوں کی شبیہیں بتوں کی شکل میں بنائی جاتی تھیں اور تمام

مراسم عبادت ان ہی کے سامنے بجالائی جاتی تھیں۔

اُر کا سب سے بڑا دیوتا نام جس کا ننار تھا اس کا بت اُر شہر میں سب سے اونچی پہاڑی پر ایک عالی شان عمارت میں نصب کیا گیا تھا۔ اسی کے قریب اس کی بیوی کا بھی صنم کدہ تھا اور ننار کی بیوی کا نام ننگل تھا۔ ان دونوں کے معبد دیکھنے والے کو حیرت میں ڈال دیتے تھے اس لئے کہ ان کے معبد کی شان ایک شاہی محل سرا سے کسی بھی صورت کم نہ ہوا کرتی تھی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ننار دیوتا کی خواب گاہ میں روزانہ رات کو کوئی ایک پجارن جا کر رسمی طور پر اس کی دلہن بنتی تھی۔ مندر میں بکثرت عورتیں دیوتا کے نام پر وقف ہو جاتی تھیں اور ان کی حیثیت دیوداسیوں کی سی ہوا کرتی تھی۔

اُر کے معاشرے میں وہ عورت بڑی معزز خیال کی جاتی تھی جو دیوتاؤں کے نام پر اپنی عصمت کو قربان کر دے۔ کم از کم ایک مرتبہ اپنی عصمت کو ننار دیوتا کے مندر میں قربان کرنا عورت کے لئے ذریعہ نجات خیال کیا جاتا تھا اور دیوداسیوں کے معاملے میں اس مذہبی قحبہ گری سے مستفید ہونے والے زیادہ تر پجاری حضرات ہی ہوا کرتے تھے۔

اُر شہر کے بانی اوّل کا نام اُرنمو تھا جس نے 2300 برس قبل مسیح وسیع سلطنت قائم کی تھی۔ اس کی حدود مملکت شروع میں سوس سے لے کر مغرب میں لبنان تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اسی نے اس خاندان کا نام نمو رکھا اور اس کی نسبت سے ہر آنے والا حکمران نمو کہلاتا تھا اور یہی نمو عربی میں جا کر نمرود ہو گیا۔

اس حکمران خاندان پر بعد کے دور میں مسلسل تباہیاں بھی نازل ہوئیں۔ پہلے ان کے ہمسایوں نے جو عیلامی تھے اور جو ایک بڑی زبردست قوم تھی اور یہ بھی سامی تھے ان پر حملہ آور ہوئے اور اُر کو کافی نقصان پہنچایا اور اُر کے بڑے دیوتا ننار کے بڑے بت کو بھی اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے۔

اس کے بعد عربوں کا ایک گروہ جب بابل پر حکمران ہوا تو اُر کی بجائے بابل کو مرکزی حیثیت ہو گئی اور قریب کے دو بڑے شہر اُر اور لرسہ بابل کے زیر تحت کر دیئے گئے تھے۔

اُر کا بڑا دیوتا ننار محض دیوتا ہی نہ تھا بلکہ محققین اور مؤرخین کا کہنا ہے کہ وہ ان سرزمینوں کا سب سے بڑا زمین دار، سب سے بڑا تاجر اور سب سے بڑا کارخانہ دار اور

ملکی سیاسی زندگی کا سب سے بڑا حاکم بھی شمار کیا جاتا تھا۔ اس لئے کہ بکثرت جائیدادیں و مکانات اور زمینیں اس کے مندر کے نام وقف ہوتی تھیں۔ اس جائیداد کی آمدنی کے علاوہ کسان و زمیندار تاجر سب ہر قسم کے غلے، دودھ، سونے، کپڑے اور دیگر چیزیں لا کر مندر میں نذر کرتے تھے جنہیں وصول کرنے والے مندر میں بہت سے پجاری ہوا کرتے تھے۔

اس کے علاوہ آمدنی کے اور بہت سے ذرائع بھی ننار دیوتا کے مندر کے تحت ہوا کرتے تھے اور تجارتی کاروبار بھی بڑے پیمانے پر مندر کے لئے وقف تھا۔ یہ سب کام اس کی نیابت میں پجاری انجام دیتے تھے۔

اس کے علاوہ اُر کی سب سے بڑی عدالت مندر ہی میں لگتی تھی۔ پجاری ہی اس کے جج ہوا کرتے تھے اور ان کے فیصلے خدا کے فیصلے سمجھے جاتے تھے۔ خود شاہی خاندان کی ملکیت بھی ننار ہی سے ماخذ تھی۔ اصل بادشاہ ننار کو خیال کیا جاتا تھا اور فرماں روائے ملک اس کی طرف سے حکومت کرتا تھا۔ اس تعلق سے بادشاہ خود بھی معبودوں میں شامل ہو جاتا تھا اور خداؤں کے مانند اس کی پرستش کی جاتی تھی)

کریٹیز اُر شہر میں داخل ہوا۔ تھوڑا سا آگے جانے کے بعد ایک بہت بڑی شہہ راہ پر اُر شہر کا سب سے بڑا دیوتا ننار رکھا ہوا تھا۔ کچھ دیر تک کریٹیز اسے بڑے غور سے دیکھتا رہا پھر وہاں سے ہٹا۔ دائیں جانب بڑھا۔ اس موقع پر بہت سے لوگ اس کے پاس سے گزرتے ہوئے مختلف سمتوں کو جا رہے تھے۔ کریٹیز اپنے گھوڑے سے اتر پڑا ہو گیا اور کسی مناسب شخص کی تلاش میں تھا کہ اس سے رہنمائی حاصل کرے۔

اتنے میں سامنے کی طرف سے ایک بوڑھا شخص آتا ہوا دکھائی دیا اور اس کی کمر کسی قدر جھکی ہوئی تھی۔ جب وہ کریٹیز کے پاس سے گزرنے لگا تب کریٹیز نے بڑی ملائمت و بڑی محبت اور بڑے ادب میں اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

''میرے محترم! اگر آپ برا نہ مانیں اور زحمت محسوس نہ کریں تو کیا آپ مجھے بتا سکیں گے کہ اُر شہر میں کوئی ایسی سرائے ہے جسے بابلی سرائے کہہ کر پکارا جاتا ہے؟''

اس بوڑھے نے لمحہ بھر کے لئے سر سے پاؤں تک بڑے غور سے کریٹیز کی طرف دیکھا پھر ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''اجنبی لگتے ہو اور تمہاری حالت سے لگتا ہے کہ ابھی ابھی اُر شہر میں داخل ہوئے

ہو۔ اس لئے کہ تمہارے لباس کے علاوہ تمہارے گھوڑے پر بھی گرد جمی ہوئی ہے۔ سرائے کی تمہیں تلاش ہے اس کے لئے تمہیں زیادہ مشقت نہیں کرنا پڑے گی۔ آگے چلے جاؤ۔ دوسو قدم آگے جا کر یہ جو عمارتوں کا سلسلہ تمہیں دکھائی دے رہا ہے منقطع ہو جائے گا اور کھلا اور وسیع میدان آئے گا۔ وہ وسیع میدان اسی سرائے کا ہے۔ میدان کے بالکل سامنے ایک بہت بڑا پھاٹک ہے۔ وہ پھاٹک اس سرائے کا ہے۔ سرائے کے سامنے کھلا احاطہ ہے۔ وہ بھی بابلی سرائے کا ہے۔"

اس بوڑھے کے جواب پر کریٹیز خوش ہو گیا تھا اور دوبارہ اسے مخاطب کیا۔

"اگر آپ برا نہ مانیں تو جو آپ نے میری رہنمائی کی ہے یہ ایک طرح سے خدمت ہے۔ اس کے صلے میں اگر میں آپ کو کچھ دوں تو آپ برا تو نہیں مانیں گے؟"

اس بوڑھے کے چہرے پر اس لمحہ خوشگوار تبسم نمودار ہوا تھا۔ کچھ کہنا چاہتا تھا ایک دم کریٹیز نے اپنے لباس کے اندر سے ایک سکہ نکالا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کی ہتھیلی پر رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"یہ میں اپنی خوشی سے دے رہا ہوں۔ اگر یہ سکہ آپ قبول کر لیں تو مجھے روحانی خوشی اور تسکین ہوگی۔ مجھے امید ہے کہ آپ یہ سکہ ٹھکرا کر میری دل آزاری نہیں کریں گے۔"

اس بوڑھے کی جس ہتھیلی پر کریٹیز نے سکہ رکھا تھا وہ ہتھیلی بوڑھے نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے بند کر لی تھی۔ مسکرایا اس کے بعد دوسرے ہاتھ سے اس کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگا۔

"تمہاری حالت سے میں پہلے ہی اندازہ لگا چکا ہوں کہ تم اس شہر میں ابھی وارد ہو۔ تمہاری حالت سے میں یہ بھی اندازہ لگاتا ہوں کہ کسی خاص مہم کے تحت شہر میں داخل ہوئے ہو۔ تم جیسے نوجوان جو فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہیں اپنے مقصد میں ناکام نہیں ہوتے۔ تمہارے لئے میری دعا ہے کہ جس مقصد کے تحت تم اُر شہر میں داخل ہوئے ہو، ابراہیمؑ کا رب تمہیں تمہارے اس مقصد میں کامیاب و کامران رکھے۔"

اس بوڑھے کی اس گفتگو پر کریٹیز چونکا تھا۔ کہنے لگا۔ "کیا تم اُر شہر کے ان دیوتاؤں اور نام نہاد خداؤں کے ماننے والے نہیں ہو؟"

اس بوڑھے کے چہرے پر تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ کہنے لگا۔

"شہر کے ان نام نہاد خداؤں کی، کائنات کے مالک کے سامنے کیا حیثیت ہے؟ اہل شہر انہیں کائنات کے مالک کا اوتار اور مظہر خیال کرتے ہیں اور یہ کائنات کے مالک اور اس کے اختیارات کے خلاف سراسر بغاوت و سرکشی ہے۔ میرے عزیز! میں ابراہیمیؑ کا ماننے والا ہوں۔ مواحد ہوں۔ ایسی خرافات پر یقین نہیں رکھتا۔"

کریٹیز نے آگے بڑھ کر بوڑھے کو گلے لگا لیا۔ کہنے لگا۔

"آپ نے جو مجھے دعا دی ہے، مجھے امید ہے کہ وہ میرے لئے کارگر ثابت ہو گی۔ آپ سے مل کر مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے اس لئے کہ بتوں کے اس شہر میں، میں اور دین ابراہیمؑ کے ایک پیروکار کو دیکھ رہا ہوں۔ میں بھی آپ جیسا عقیدہ رکھتا ہوں۔ میرا تعلق صحرائے عرب سے ہے اور میں آنے والے عربی رسولؐ کا منتظر ہوں۔"

کریٹیز کی اس گفتگو سے وہ بوڑھا بھی خوش ہو گیا تھا۔ پھر اس کی پیٹھ تھپتھپائی اور کہا۔ "جاؤ۔ میری خداوند سے دعا اور التماس ہے کہ تم اپنے مقصد میں کامیاب رہو۔"

اس کے ساتھ ہی وہ بوڑھا آگے بڑھ گیا جبکہ کریٹیز اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ ایڑھ لگاتے ہوئے ہانک دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اُر شہر کی بابلی سرائے میں داخل ہو گیا تھا۔

سرائے میں داخل ہونے کے بعد کریٹیز اپنے گھوڑے سے اترا اور گھوڑے کی لگام تھام کر وہ سرائے کے اصطبل کی طرف بڑھا۔ ابھی وہ اصطبل کے قریب ہی پہنچا تھا سرائے کا ایک کارندہ بھاگتا ہوا آیا اور کریٹیز سے اس کے گھوڑے کی باگ لیتے ہوئے کہنے لگا۔

"آپ زحمت نہ کریں۔ میں آپ کے گھوڑے کو اصطبل میں باندھتا ہوں۔ زین کے ساتھ جو آپ کا ضروری سامان ہے وہ آپ اتار کر سرائے کے مالک کی طرف لے جائیں اور اپنے لئے کمرہ حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اتنی دیر تک میں آپ کے گھوڑے کی زین اور دہانہ اتار کر یہیں رکھتا ہوں اور اس کے دانے چارے کا بھی انتظام کرتا ہوں۔"

جواب میں کریٹیز نے تھوڑی دیر تک غور سے اس کارندے کی طرف دیکھا کہنے لگا۔

”تمہیں میرے گھوڑے کے دانے و چارے کا اہتمام کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ میں اور میرا گھوڑا دونوں تازہ دم ہیں۔ اُرشہر سے کچھ پیچھے قیام کر ہم اپنی تھکاوٹ اتار چکے ہیں۔ اگر تُو میرا ایک کام کرے تو ہو سکتا ہے میں سرائے قیام نہ کروں اور یہاں سے چلا جاؤں۔“

کریٹیز کے ان الفاظ پر سرائے کا وہ کارکن عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ اس موقع پر اس کے چہرے پر سوال ہی سوال اٹک گئے تھے۔ وہ چاہتا تھا کہ اچانک کریٹیز نے اپنے لباس کے اندر سے سونے کا ایک سکہ نکالا۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر وہ سکہ اس کی ہتھیلی پر رکھ دیا ساتھ ہی اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”جو کچھ میں پوچھنا چاہتا ہوں اگر اس کا صحیح جواب دو گے تو میں تمہیں اس کہیں زیادہ نوازوں گا۔“

وہ کارکن خوش ہو گیا تھا۔ عجیب سے متاثر کن انداز میں کریٹیز کی طرف دیکھنے تھا۔ اس موقع سے کریٹیز نے فائدہ اٹھایا اور فوراً اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”کیا تم مجھے بتا سکو گے کہ اس سرائے میں ایسے تین نوجوانوں نے قیام کر ہے جن کے نام سارگون، بلاش اور خورگون ہیں؟“

سرائے کے کارکن کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ کہنے لگا۔

”جو تین نام آپ نے بتائے ہیں ان ناموں کے تین نوجوان واقعی چند ماہ اسی سرائے میں قیام کئے ہوئے ہیں۔ وہ اُرشہر کے بازار میں کوئی کاروبار بھی کر ہیں۔ لگتا ہے ان کے پاس سرمایہ بہت ہے۔ اسی بناء پر وہ اپنے لئے کوئی رہائشی مکان حاصل نہیں کرتے بلکہ سرائے ہی میں انہوں نے قیام کر رکھا ہے۔“

کریٹیز کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ ایک اور سنہری سکہ نکال اس کی ہتھیلی پر رکھا پھر کہنے لگا۔

”میرے عزیز! اگر تم برا نہ مانو تو کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ ان تینوں نوجوانوں معمولات کیا ہیں؟“

سرائے کے اس کارندے نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

”یہ تینوں صبح سویرے اٹھ کر اُرشہر کے بازار کی طرف چلے جاتے ہیں۔ وہاں یہ لوگ لین دین کرتے ہیں اور اپنے لئے منافع حاصل کرتے ہیں۔ تینوں جنگ جُو لگتے اس لئے کہ دن بھر شہر کے بازار میں کام کرنے کے بعد لوٹتے ہیں۔ سرائے میں کھانا کھانے کے بعد کچھ سستاتے ہیں اس کے بعد گھوڑوں پر سوار ہو کر اُرشہر کے شرقی جانب جو شاہراہ شمالاً جنوباً ہے اس پر گھوڑے دوڑاتے ہیں۔“

اس کارند کے اس جواب پر کریٹیز کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

”یہ تینوں جو اُرشہر کے شرقی جانب نکل کر گھڑ دوڑ کرتے ہیں تو گھڑ دوڑ یہ شمال کی جانب کرتے ہیں یا جنوب کی طرف؟“

جواب میں وہ کارکن پھر کہنے لگا۔

”سرائے سے باہر نکل کر وہ اُرشہر کے شرقی جانب جاتے ہیں اور شمال کی طرف یہ گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے آگے نکل جاتے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سرائے کا وہ کارکن جب خاموش ہوا تو کریٹیز کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ ہاتھ آگے بڑھا کر اس نے اس کارکن کی پیٹھ تھپتھپائی، اور سکہ نکال کر اس کی ہتھیلی پر رکھا اور کہنے لگا۔

”جو کچھ میں چاہتا تھا اس سلسلے میں تم نے میری پوری پوری رہنمائی کر دی ہے۔ اب تم اپنے معمول کے کام میں لگ جاؤ ..... میں جو اطلاعات حاصل کرنا چاہتا تھا، کر چکا ..... اب میں واپس جاتا ہوں۔ جدھر سے آیا ہوں اُدھر ہی جاؤں گا ..... جو اطلاعات تم نے مجھے فراہم کی ہیں ان کے لئے میں تمہارا انتہا درجہ کا شکر گزار ہوں۔“

اس کے ساتھ ہی کریٹیز دوبارہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے ایڑھ لگاتا ہوا سرائے سے نکل گیا تھا۔ وہ شہر کے شرقی جانب گیا اور شہر کے نواح میں جو سرائے تھی اس نے قیام کر لیا تھا۔

ایک روز سارگون، بلاش اور خورگن تینوں گھڑ دوڑ کے لئے اُرشہر سے نکلے۔ آگے اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے وہ اُرشہر سے لگ بھگ ایک فرسنگ دور گئے ہوں گے کہ اچانک تینوں نے ایک دم اپنے گھوڑوں کو باگیں کھینچتے ہوئے انہیں روک لیا۔

اس لئے کہ ان کے سامنے کریٹیزی اپنے گھوڑے پر سوار ان کی راہ روکے کھڑا تھا۔ کریٹیز اچانک دائیں جانب کے درختوں کے جھنڈ سے نکلا تھا اور ان کے سامنے آ گیا تھا اور اسے اپنے سامنے دیکھتے ہوئے وہ لمحہ بھر کے لئے حیران و پریشان ضرور ہوئے تھے۔ تینوں جب کریٹیز کے قریب ہوئے تب انتہائی غصے اور غضبناکی میں کریٹیز انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"خدا فروش غلام شکم انسانو! اُرشہر کے نواح میں تمہاری ساری کوششیں تمہاری ساری سعی تمام ہوئی ...... اُرشہر کے ان نواحی علاقے میں بدی کی خواہشوں سے بھری تمہاری اندھی طاقت اور گناہ اور ظلم کی تمہاری داستانوں کا خاتمہ ہو گا...... زندگی کی معراج میں اخلاق کی زوال بننے والو، حسد و نسلی تعصب کے علمبردارو، تمہاری زندگی کے دن کم ہوئے ...... یہیں زمین کی اندھی کوکھ میں تمہاری لاشیں تاریکی کی بھاری تہوں کی نذر ہو جائیں گی ......تم نے کیا سمجھ رکھا تھا کہ مجھ سے بچ کر بھاگنے میں کامیاب ہو جاؤ گے ...... میں تو موت کے رقص کرتے سایوں کی طرح تمہارے تعاقب میں تھا اور اب سینوں کو چاک کرتے کہرام کی طرح تمہارے سامنے ہوں۔"

کریٹیز جب خاموش ہوا تب ان میں سے ایک اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"یہ بھی تم نے خوب کہی تو گویا ایک لومڑی بیک وقت تین بھیڑیوں کو للکارنے مضحکہ خیز کھیل کھیلنے لگی ہے ...... سن کریٹیز! اس وقت ہمارے سامنے اپنے گھوڑے سوار جو تو بادلوں سا سایہ دار کھلیانوں سا پرامید، کھیتوں سا تر و تازہ دکھائی دے رہا ہے جب ہم تم پر وارد ہوں گے تو یاد رکھنا، تو بے نقاب و بے وقار عزت و حرمت سے محروم اور بے حس و بے وجدان ہو کر رہ جائے گا ......تو نے کیا سمجھ رکھا ہے کہ تو ہم تینوں سے بیک وقت ٹکرا کر کامیابی حاصل کرے گا بلکہ ہم تو تمہارے شکر گزار ہیں کہ اُرشہر کے نواح میں تم نے ہماری راہ روکی ہے ...... ہمیں یہ خبر ہو چکی ہے کہ اس سے پہلے ہمارے دو ساتھیوں کا خاتمہ گارڈیم شہر میں کر چکے ہو ...... اب اُرشہر میں تمہارا خاتمہ کر کے ہم اپنے ان دو ساتھیوں کا انتقام خوب لیں گے۔"

جب ان تینوں میں سے وہ بولنے والا خاموش ہوا تب کریٹیز پہلے سے بھی زیادہ ہولناکی اور غصے میں کہنے لگا۔

"مجھے لومڑی اور اپنے آپ کو بھیڑیے سمجھنے والو سنو! قسم رب کبیر و قدیر کی جب

کی طغیانی اور سرکشی عام ہو جائے کسی کی وجہ سے علم کا فروغ حجاب میں چلا جائے کسی کی تلخ گوئی اور ترش گفتاری اپنے عروج پر پہنچ جائے اور جب تم جیسے ستم پیشہ طغیانی بن کر چاروں طرف دندناتے پھریں تو خدائے ذوالقوت المتین کا عذاب لوگوں کے لئے یقینی ہو جاتا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کریٹیز رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

"نا اُمیدیوں کو شکنجے میں کسنے والو، سنگ وخشت کے طوفان کھڑے کرنے والو، لو! میں تم پر وارد ہونے لگا ہوں پھر دیکھتا ہوں تم کیسے مجھے لومڑی اور اپنے آپ کو بھیڑیا ثابت کرنے میں کامیاب ہوتے ہو۔"

اس کے ساتھ ہی کریٹیز نے لمحہ بھر کے لئے ان تینوں کی طرف غور سے دیکھا۔ اس موقع پر اس کے دائیں ہاتھ میں تلوار اور بائیں ہاتھ میں ڈھال تھی پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کا ڈھال والا بایاں ہاتھ گھوڑے کی زین کی طرف گیا۔ وہاں چھوٹا سا ایک نیزہ تھا جس پر کریٹیز نے اپنی گرفت مضبوط کی اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگائی پھر سینوں کو چاک کر دینے والی آواز میں عجیب سے نعرے بلند کرتا ہوا ان پر حملہ آور ہونے کے لئے وہ آگے بڑھا تھا۔

وہ تینوں بھی سمجھ گئے تھے کہ کریٹیز ان پر حملہ آور ہونے میں پہل کرنے والا ہے لہٰذا وہ سنبھل چکے تھے۔ آندھی اور طوفان کی طرح کریٹیز ان کے قریب آیا پھر اچانک اس کا ڈھال والا ہاتھ حرکت میں آیا اور ایک دم اس نے ان تینوں میں سے ایک کو نیزہ دے مارا اور اس کا نیزہ خورگن کے سینے کو چاک کرتا ہوا پار ہو گیا تھا۔ خورگن گھوڑے سے گرا اور لاش کی صورت میں زمین پر جا پڑا تھا۔

اتنی دیر تک سارگون اور بلاش دونوں کریٹیز پر ٹوٹ پڑے تھے۔ سارگون کا وار کریٹیز نے اپنی تلوار پر اور بلاش کا وار اپنی ڈھال پر روکا تھا۔ ایسا کرنے کے بعد اس نے عجیب سے انداز میں اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگائی۔ جواب میں اس کا گھوڑا ہنہنایا، اپنی دونوں اگلی ٹانگیں اٹھاتے ہوئے لمحہ بھر کے لئے پھر ہوا میں الف ہوا۔ اس کے ساتھ ہی بڑی تیزی سے الٹے پاؤں پیچھے ہٹا تھا۔ اس موقع پر کریٹیزی کا سدھایا ہوا گھوڑا بڑی طرح اس کا ساتھ دے رہا تھا۔

چند قدم پیچھے ہٹنے کے بعد گھوڑا جب رکا تب کریٹیز نے پھر اسے ایڑھ لگائی جس

کے جواب میں گھوڑا بری طرح ہنہنایا۔ نتھنے پھڑ پھڑائے اس کے بعد وہ دائیں م مڑا اور ساتھ ہی بڑی تیز رفتاری سے وہ بلاش اور سارگون کے گرد چکر لگانے لگا۔ کریٹیز کے اس انداز سے وہ دونوں پریشان اور خوف زدہ سے ہو گئے تھے۔

کریٹیز اپنے گھوڑے کو ایڑھ پر ایڑھ لگاتا ہوا کچھ دیر تک سارگون اور بلاش ا دونوں کے گرد چکر لگاتا رہا اور وہ دونوں سہمے سہمے خوف زدہ سے انداز میں اس کی طر دیکھتے رہے۔ اس موقع پر گھوڑے کو دوڑانے کے ساتھ ساتھ چلاتی ہوئی آواز میں کر نے انہیں مخاطب کیا۔

''تم دونوں اپنے ایک ساتھی کے مرنے کے بعد یوں اُن بے بس لومڑیوں طرح کیوں میری طرف دیکھ رہے ہو جن کے سامنے اچانک موت آن کھڑی ہو ہے۔''

اس کے ساتھ ہی کریٹیز نے اچانک اپنے گھوڑے کے دائیں جانب اگلی ٹانگ کے قریب ضرب لگائی پاؤں کی یہ ضرب لگنے پر گھوڑا ہنہنایا پھر جب کہ کریٹیز نے ا کی باگیں موڑیں تب گھوڑا ایک دم سارگون کی طرف بھاگا اس کے قریب جاتے ہ سارگون پر کریٹیز نے ایسا زور دار حملہ کیا کہ اسے شانے سے پیٹ تک کاٹ کر رکھ تھا۔ اتنی دیر تک بلاش کریٹیز پر حملہ آور ہو چکا تھا لیکن بڑی مہارت اور صناعی کا مظاہ کرتے ہوئے کریٹیز نے اپنی ڈھال پر اس کے وار کو روک دکھایا تھا۔

اس کے ساتھ ہی ایک جگہ کریٹیز نے اپنے گھوڑے کو روک دیا پھر اپنے سامنے انتہائی بے بسی کی حالت میں کھڑے بلاش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''بلاش! تو ہی ہے جس نے اس وقت جب کہ میں نے تم تینوں کی راہ روکی یہ کہ تھا کہ تعجب ہے کہ ایک لومڑی تین بھیڑیوں پر غرانے لگی ہے ...... دیکھو! تمہارا چہرہ پیلا پڑ گیا ہے ...... تمہارے جسم پر کپکپاہٹ طاری ہے ...... تمہاری آنکھوں کے اندر ویرانیاں ہجوم کر رہی ہیں ...... اب بھیڑیے ہونے کا دعویٰ کرتے ہو تو بھیڑیے بن کر رہو، لومڑی نہ بنو ...... بلاش! میں تمہارے دو ساتھیوں کا خاتمہ کر چکا ہوں ...... اب تمہاری باری ہے ...... تم پانچوں نے میرے ماں باپ کو قتل کیا تھا ...... تمہارے دو ساتھیوں کو گارڈیم شہر میں ان کے انجام تک پہنچا چکا ہوں ...... دو یہاں اپنے انجام کو پہنچ چکے ہیں اور تم اب اپنے انجام کے منتظر ہو۔

بلاش! سنبھلو میں تم پر حملہ آور ہونے لگا ہوں ...... میرے حملے کو روک سکتے ہو تو دکھانا۔''

اس کے ساتھ ہی کریٹیز نے حملہ آور ہونے کے لئے اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگائی ۔ بلاش سنبھل گیا تھا۔ تلوار اور ڈھال پر اپنی گرفت مضبوط کر لی تھی۔ آگے بڑھ کر کریٹیز نے اس پر حملہ کیا اس کے وار کو بلاش نے اپنی ڈھال پر روکا تھا۔ جوابی وار کرتے ہوئے اس نے ایک خوف ناک حملہ کیا جسے کریٹیز بھی اپنی ڈھال پر روک چکا تھا۔ اس طرح دونوں اپنے گھوڑوں کو ایڑھ لگاتے ہوئے کبھی دائیں کبھی بائیں لے ہوئے ایک دوسرے پر ہولناک وار کرنے لگے تھے۔

دونوں ایک دوسرے پر ضربیں لگا رہے تھے کہ ایک موقع پر جب بلاش نے ایک ک وار کیا۔ کریٹیز نے اس کے اس وار کو اپنی ڈھال پر لیا۔ اس کے بعد جب یٹیز نے بلاش پر اپنی تلوار گرانا چاہی تو بلاش نے اپنی ڈھال آگے کر لی تھی لیکن عین موقع پر گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے کریٹیز اپنی ٹانگ کو حرکت میں لایا۔ ایک زور دار اس نے بلاش کے گھوڑے کو دیا جس کی وجہ سے بلاش کی ڈھال تھوڑا سا پیچھے ہٹ ۔ عین اسی لمحہ کریٹیز اپنے کام کی ابتدا کر چکا تھا۔ برق کوندے کی طرح اس نے تلوار گرائی اور اس کی تلوار بلاش کو کاٹتی ہوئی نکل گئی تھی۔

اس وقت دور مغرب میں سورج غروب ہو رہا تھا۔ کریٹیز نے دائیں بائیں دیکھا اس وقت کوئی بھی نہیں تھا۔ اپنے گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے اس نے گرد و نواح کا چکر لگایا۔ اسے ایک گڑھا دکھائی دیا۔ تینوں کی لاشوں کو اس نے گڑھے میں پھینکا ان پر مٹی ڈال دی تھی۔ مرنے والوں کا جو خون گرا تھا اسے بھی پاؤں سے رگڑ کر اس صاف کر دیا تھا پھر مرنے والوں کے تینوں گھوڑوں کو اپنے آگے آگے ہانکتا ہوا وہ سرائے کی طرف گیا جس میں اس نے قیام کیا ہوا تھا۔

سرائے میں جاتے ہی اس نے اچھے داموں پر تینوں گھوڑوں کو فروخت کر دیا اور رات وہ اُرشہر کی اس سرائے سے کوچ کر گیا تھا۔

اربیل کے مقام پر ایران کے شہنشاہ داریوش سوئم کو بدترین شکست دینے کے بعد سکندر نے اب اپنے لشکر کے ساتھ بابل شہر کا رخ کیا تھا۔

ان دنوں ایران کے شہنشاہ داریوش کی طرف سے بابل کا حاکم ایک شخص ماذا نام کا تھا۔ اس نے اربیل کی جنگ میں سکندر کے خلاف بہترین کارگزاری کا مظاہرہ بھی تھااور جب اربیل کے میدانوں میں داریوش کو سکندر کے ہاتھوں شکست ہوئی، داریوش بھاگ گیا تب ماذا بھی اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر بابل کی طرف بھاگا تھا۔

اب جب سکندر اپنے لشکر کے ساتھ بابل کی طرف بڑھا تو ماذا نے اندازہ لگا کہ جب ایران کا شہنشاہ داریوش ہی سکندر کا مقابلہ نہیں کر سکا تو اکیلا ماذا سکندر کے خلاف کیا بڑی کارروائی کر سکے گا۔ اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اگر اس نے بابل شہر کی حفاظت کے لئے شہر کے دروازے بند کر کے اور محصور ہو کر یونانیوں کا مقابلہ کرنا چاہا تو وہ ایسا بھی نہیں کر پائے گا اس لئے کہ باہر سے اسے کہیں سے بھی مدد کی اُمید نہ تھی داریوش بھاگ چکا تھا۔ بچتا بچاتا اپنی جان کو محفوظ کرنے کے درپے تھا لہٰذا ماذا نے یہ فیصلہ کیا کہ جونہی سکندر اپنے لشکر کے ساتھ بابل شہر کے قریب آئے گا، وہ بابل کے عمائدین اور بڑے پجاریوں کے ساتھ شہر سے نکل کر سکندر کا استقبال کرے گا اور شہر اس کے حوالے کر دے گا۔

سکندر اپنے لشکر کے ساتھ جب بابل پہنچا تو اردگرد کے علاقے کو دیکھ کر وہ بے حد خوش ہوا۔ گو اس نے اپنے لشکر کو بالکل تیار اور مستعد رکھا تھا۔ تاہم اسے امید تھی کہ بابل کا حاکم ماذا شہر سے نکل کر اس کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کی جرأت اور جسارت نہیں کرے گا۔

بابل کے نواح میں سکندر جب اپنے لشکر کے ساتھ زرخیز باغوں میں سے گزرا

پانی کی ایک نہر سیراب کرتی تھی جو دریائے فرات سے نکالی گئی تھی تب اس ماحول کو دیکھ کر سکندر بے حد خوش ہوا۔

اس کے علاوہ جس شاہراہ پر سفر کرتے ہوئے سکندر بابل کی طرف بڑھا تھا اس شاہراہ کے کنارے بھی سکندر نے دیکھا لیموں اور سنگتروں کے بے شمار درخت دور دور تک پھیلے ہوئے تھے جنہوں نے اس شاہراہ کے سفر کو کافی حد تک خوشگوار بنا رکھا تھا۔

سکندر جب بابل کے قریب گیا تو بابل کا حکم ماذا بڑے بڑے پروہتوں اور عمائدین حکومت کے ساتھ شہر سے باہر نکلا اور شاندار انداز میں اس نے سکندر کا استقبال کیا۔ ماذا اور دوسرے بابلی پروہت سکندر کا استقبال کرنے کے لئے اپنے ساتھ جواہرات وسونے کے ڈھیر اور قیمتی پارچہ جات اونٹوں پر لاد کر لائے تھے۔

سکندر نے ماذا اور دوسرے پروہتوں کے خیز مقدم کو قبول کیا۔ ایسا استقبال کیے جانے پر سکندر ماذا اور اس کے ساتھیوں پر بڑا خوش ہوا۔ اب وہ اپنے لشکر اور استقبال کرنے والوں کے ساتھ اس نہر کے ساتھ ساتھ آگے بڑھا تھا جو دریائے فرات سے نکالی گئی تھی اور جو بابل کے نواحی علاقے کو سیراب کرتی تھی۔

بابل کی طرف بڑھتے ہوئے سکندر نے راستے کے ایک جانب بہت اونچی عمارتیں دیکھیں جو منزل بہ منزل اٹھی ہوئی تھیں اور مستحکم چھتوں پر درجہ بدرجہ باغ لگے ہوئے تھے۔ یہ دراصل بابل کے معلق باغ تھے جنہیں بابل کے عظیم حکمران بخت نصر نے تعمیر کروایا تھا۔

اب سکندر ایک بہت بڑے جلوس کی صورت میں ان معلق باغوں کی محرابوں کے طویل سلسلوں سے گزرتا ہوا بابل شہر کے باب اشتر کے قریب پہنچا۔ وہاں سکندر رک گیا اور شہر کے دروازے کے برجوں کو بڑے غور سے دیکھنے لگا تھا۔

اس نے دیکھا اس دروازے کے برج اتنے عظیم الشان تھے کہ مصر کے مرکزی شہر ممفس کے مندر بھی اس کے سامنے بے حقیقت معلوم ہوتے تھے۔

اس کے بعد باب اشتر سے اپنے لشکر کے ساتھ سکندر بابل شہر میں داخل ہوا۔ ماذا اور دوسرے پروہت اور بابلی رہنما آگے آگے سکندر کی رہنمائی کر رہے تھے اور وہ انہیں بابل کے محل کی طرف لے جا رہے تھے۔

بابل کے قصر کی طرف جاتے ہوئے سکندر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بے حد متاثر ہو

رہا تھا۔ دونوں جانب اونچی اونچی عمارتیں تھیں۔ درختوں کے جھنڈ تھے اور سورج کی روشنی مندروں کے برجوں پر پڑتی تو ان کے سنہرے و سیاہ اور فیروزہ گوں رنگوں میں عجیب سی چمک پیدا کر دیتی تھی۔

سکندر کے علاوہ دوسرے یونانی بھی بابل شہر کو دیکھ دیکھ کر حیرت کا اظہار کر رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ شہر کی عمارتیں عظیم الشان ہونے کے ساتھ ساتھ پائیداری اور استحکام میں بے مثال نظر آتی تھیں۔ سکندر کے لشکر میں جو شاہی سنگ تراش تھا اور جس کا نام لِسی پس تھا وہ سب سے زیادہ متاثر دکھائی دے رہا تھا۔ شہر میں داخل ہونے کے بعد اس نے جگہ جگہ گھوم پھر کر دیکھا، اسے کوئی بت نظر نہیں آیا۔ لیکن جن چیزوں نے اسے متاثر کیا وہ بابل کی خوبصورت ٹائلیں تھیں جو جگہ جگہ لگی ہوئی تھیں اور جن کے اوپر عجیب و غریب جانوروں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔

یونانی یہ دیکھ کر بھی حیرت زدہ ہو رہے تھے کہ بابل کی عظیم الشان عمارتیں اور دیواریں مٹی کی اینٹوں سے بنائی گئی تھیں جنہیں شاید غلاموں نے سانچوں میں تیار کیا تھا اور پھر انہیں بھٹیوں میں پکا لیا گیا تھا اور کچھ دھوپ میں خشک کر لی گئی تھیں۔ ٹائلیں بھی مٹی کی بنائی گئی تھیں اور ہنر مندی کے ذریعے ان میں ایک طرح کی خوبصورت جلا پیدا کر دی گئی تھی۔

سکندر جب شہر میں داخل ہوا تو ماذا نے سکندر کو مٹی کی تختیوں کا ایک کتب خانہ دکھایا۔ اس کتب خانے میں مٹی کی ہزاروں کی تعداد میں لوحیں اور تختیاں رکھی گئی تھیں۔ مٹی کی ان تختیوں پر نوک دار خط میں کچھ لکھ کر خشک کر دیا گیا تھا اور پھر ان لوحوں کو محفوظ کر دیا گیا تھا اور زمانے کی کوئی گردش لوحوں پر لکھی اس تحریر کو مٹا نہ سکی۔

سکندر اپنے سالاروں اور عمائدین کے ساتھ ماذا کی رہنمائی میں کافی دیر تک بابل شہر کے اندر گھومتا رہا اور اس کے کتب خانے دیکھتا رہا اور اس کے مندروں کا جائزہ لیا۔ پھر اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہ اس نہر کے کنارے جا بیٹھا تھا جو بابل شہر کے بیچوں بیچ گزرتی تھی۔ اس موقع پر ماذا کے علاوہ بہت سے پروہت و پجاری بھی سکندر کے گرد جمع تھے۔ نہر کے کنارے بیٹھنے کے بعد سکندر نے ماذا کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”شہر میں داخل ہونے کے بعد جس چیز نے مجھے سب سے زیادہ پریشان کیا ہے

کہ اس شہر کے مندروں کو میں نے مقفل دیکھا ہے۔ اکثر مندر ویران اور اُجاڑ ہیں۔ کیا اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟“

اس پر ماذا دست بستہ سکندر کے سامنے آن کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

”اے بادشاہ! حقیقت یہ ہے کہ بابل شہر کے مندر اُجڑ چکے ہیں۔ ماضی میں کا شہنشاہ زرکسیز بابل شہر پر حملہ آور ہوا تھا۔ بابل کے بہت سے بت اٹھا کر وہ ساتھ لے گیا تھا۔ بابل کا سب سے بڑا دیوتا مردک بھی یہاں سے اٹھا لیا گیا۔ ہی زرکسیز نے بابل کے سارے مندروں کو قفل لگانے اور بند کرنے کا حکم دیا تھا سے یہ مندر بند اور ویران پڑے ہوئے ہیں اور کوئی انہیں کھولنے اور استعمال میں کی جرأت نہیں کر سکا۔“

ماذا جب خاموش ہوا تب سکندر کہنے لگا۔

”بابل شہر میں داخل ہوتے وقت میں تین چیزوں سے متعلق تفصیل جاننا چاہتا ایک بابل کا سب سے بڑا دیوتا مردک، دوسرا بابل کا ماضی کا عظیم حکمران بخت نصر را بابل کا قدیم بادشاہ حمورابی۔ میری سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ میں ان سے متعلق معلومات حاصل کروں گا۔ اب جبکہ بابل کے مندر بند ہیں تو میں بابل کرنے اور اس پر قبضہ کرنے کے بعد سب سے پہلا حکم یہ جاری کرتا ہوں کہ ے مندروں کے قفل کھول دیئے جائیں۔ بابل کے سنگ تراشوں کو حکم دیا جائے کہ نے دیوی دیوتاؤں کے نئے بت تراش کر اپنے مندروں میں رکھیں اور جس طرح لے اپنی عبادت کیا کرتے تھے ایسے ہی عبادت کریں۔ آج کے بعد کوئی بھی بابل ندروں کو ویران و کھنڈر نہ کرے گا اور نہ ہی کسی کو اپنے طور پر اپنی رسم و رواج کے ق عبادت کرنے سے روکے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سکندر رکا۔ اس کے بعد ماذا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ماذا! اب تم میرے سامنے کسی ایسے شخص کو لے کر آؤ جو بابل کے دو عظیم و قدیم وں یعنی بخت نصر اور حمورابی سے متعلق مجھے تفصیل بتا سکے۔“

سکندر کے ان الفاظ کے جواب میں ماذا نے قریب ہی کھڑے ایک پجاری کے میں کچھ کہا جسے سن کر وہ بھاگتا ہوا وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا۔ اس کے ساتھ ایک بالکل بوڑھا پروہت قسم کا شخص تھا جس

کی کمر جھکی ہوئی تھی۔ داڑھی کے بال پورے سفید تھے۔ سر پر اس نے سفید رنگ کا عمامہ باندھ رکھا تھا اور اس عمامہ سے بھی اس کے سفید بال جھانک رہے تھے۔ اس نے اس وقت جو چغہ نما عبا پہن رکھی تھی اس کی آستینیں بڑی کھلی تھیں اور اس عبا کے شانے پر بیلچے کا نشان بنا ہوا تھا۔

وہ بوڑھا جب سکندر کے قریب آیا تو ماذا سکندر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''یہ شخص بابل کے سب سے بڑے دیوتا مردک کے بڑے مندر کا بڑا پروہت ہے۔''

ان الفاظ پر سکندر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ پروہت کا شاندار انداز میں اس نے استقبال کیا۔ پروہت نے گردن کو خم کیا، اپنی عبا کی کھلی آستینوں کو سمیٹتے ہوئے سکندر سے مصافحہ کیا۔ اس موقع پر ماذا کو مخاطب کر کے سکندر کہنے لگا۔

''کیا میں جان سکتا ہوں کہ پروہت کے لباس پر کندھے کے قریب جو بیلچے کا نشان بنا ہوا ہے اس کی کیا تفصیل ہے؟''

جواب میں ماذا مسکرایا۔ کہنے لگا۔

''اے بادشاہ! بابل میں جس پروہت کی عبا پر کندھے کے قریب بیلچے کا نشان ہوگا وہ اس بات کی نشانی ہوگی کہ اس کا تعلق بابل کے سب سے بڑے دیوتا مردک کے مندر سے ہے۔''

یہ تفصیل جان کر سکندر بے حد خوش ہوا۔ اس نے پروہت کو اپنے سامنے بٹھایا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''تمہاری آمد سے پہلے میں بابل شہر کے سارے مندروں کے قفل کھولنے اور مندروں کو آباد کرنے کا حکم دے چکا ہوں۔ میں نے یہ بھی عہد کیا ہے کہ جن مندروں کو نقصان پہنچایا گیا ہے یا جن کی عمارتیں بوسیدہ ہیں انہیں ازسرنو تعمیر کیا جائے اور جو مندر مرمت کے قابل ہیں ان کی بہترین مرمت کا کام سرانجام دیا جائے گا اور یہ سارا کام میں چند دنوں ہی میں مکمل دیکھنا چاہتا ہوں تاکہ بابل کے مندر پھر پہلے کی طرح آباد ہو جائیں۔''

سکندر کے ان الفاظ پر بابل کا وہ بڑا پروہت مسکرایا پھر کچھ کہنا چاہتا تھا کہ سکندر نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''بابل کے مندروں کو آباد کرنا یوں جانیں ایک طرح سے میری خوشی اور تسکین کا باعث ہے۔ میں نے تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ تم مجھے بابل کے دو عظیم بادشاہوں بخت نصر اور ہمورابی سے متعلق کچھ تفصیل بتاؤ۔ اگر تم ایسا کرو تو یہ عمل میرے لئے خوشی کا باعث ہوگا اور اس کے لئے میں تمہارا ممنون اور شکر گزار بھی ہوں گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سکندر جب خاموش ہوا تو لمحہ بھر کے لئے اس پروہت نے بڑے غور سے سکندر کی طرف دیکھا۔ وہ بڑا سنجیدہ تھا۔ کچھ سوچا پھر دھیمی سی آواز میں سکندر کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''اے بادشاہ! بابل کے جن دو عظیم بادشاہوں سے متعلق تم تفصیل جاننا چاہتے ہو وہ دونوں عرب تھے۔ جہاں تک بخت نصر کا تعلق ہے تو وہ بابل کے بادشاہ نیبو پولاس کا بیٹا تھا۔ جن دنوں بابل میں نیبو پولاس بادشاہ تھا ان دنوں مصر کا حکمران نخاؤ دوئم تھا۔ اور ان دنوں بابل کے علاوہ شام، فلسطین پر بھی بخت نصر کے باپ نیبو پولاس کی حکومت تھی لیکن مصر کا بادشاہ نخاؤ دوئم اسے برداشت نہ کر سکا۔ ایک لشکر لے کر وہ نکلا۔ شام و فلسطین پر وہ حملہ آور ہوا اور یہ علاقے بابل سے چھین کر اپنی سلطنت میں شامل کر لئے۔ ان علاقوں کی فتح سے مصر کے بادشاہ نخاؤ دوئم کے حوصلے بڑھے اور اب وہ فرات کی طرف بڑھنے کا عزم کئے ہوئے تھا تاکہ بابل کی سلطنت کے مزید علاقوں پر قبضہ کر سکے۔ لہٰذا اس نے پیش قدمی شروع کی اور کارچیش کے مقام پر آ کر اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ پروہت رکا پھر وہ اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا کہہ رہا تھا۔ ''اے بادشاہ! آگے یوں ہوا کہ بابل کے بادشاہ بخت نصر کے باپ نیبو پولاس کو خبر ہوئی کہ مصر کا بادشاہ نخاؤ دوئم تو شام اور فلسطین پر قبضہ کرنے کے بعد بابل کی سلطنت کے دوسرے علاقوں پر بھی حملہ آور ہو کر قبضہ کرنا چاہتا ہے تب اس نے اپنا جرار لشکر تیار کیا اور مصر کے بادشاہ نخاؤ دوئم کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی تھی۔

لیکن نیبو پولاس کی بدقسمتی کہ وہ اپنا لشکر تیار کرنے کے بعد جس وقت پیش قدمی کے قابل ہوا تو سخت بیمار پڑ گیا اور لشکر کو لے کر روانہ نہ ہو سکا۔ اپنی بیماری کی حالت اور حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اس نے یہ مہم اپنے بیٹے بخت نصر کے سپرد کی۔ اپنا لشکر دے کر مصر کے بادشاہ نخاؤ دوئم کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ بخت نصر اپنے لشکر کے ساتھ بابل سے نکلا۔ کارچیش کے مقام پر مصر کے بادشاہ نخاؤ دوئم کا

اس سے ٹکراؤ ہوا۔ ہولناک جنگ ہوئی۔ دونوں لشکر ایک دوسرے کا قتل عام کر رہے تھے۔ اس جنگ میں مصر کے بادشاہ نخاؤ نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ بابل کو شکست دے لیکن بخت نصر جو جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا تھا بہادر اور دلیر بھی تھا نے مصری بادشاہ نخاؤ دوئم کے لشکر کو ادھیڑ کر رکھ دیا تھا۔ اس جنگ میں بخت نصر نے مصر کے بادشاہ نخاؤ دوئم کو بدترین شکست دی۔ نخاؤ دوئم بھاگ کھڑا ہوا اور اپنے لشکر کے ساتھ بخت نصر اس کے تعاقب میں لگ گیا۔

نخاؤ دوئم کا تعاقب کرتے ہوئے اپنے لشکر کے ساتھ بخت نصر مصر کی حدود تک پہنچا اس کا ارادہ تھا کہ وہ اسی طرح مصر کے علاقوں کو فتح کرے گا۔ جس طرح اس نے شام اور فلسطین کو فتح کیا تھا لیکن حالات کی ستم ظریفی کہ جس وقت بخت نصر مصر میں داخل ہونے کے بعد اپنی کارروائیوں کی ابتدا کرنا چاہتا تھا اسے اپنے باپ نبو کے مرنے کی خبر ملی۔

یہ خبر سن کر اسے خطرہ لاحق ہوا تھا کہ بابل میں کوئی فتنہ نہ اٹھ کھڑا ہو۔ ناچار اس نے مصر کے بادشاہ نخاؤ سے اس شرط پر صلح کر لی کہ نخاؤ شام اور فلسطین کے علاقوں سے دست بردار ہونے کے بعد انہیں بابل کے حوالے کر دے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ بزوہت رکا، دم لیا، اس کے بعد سکندر کی طرف دیکھتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

"اے بادشاہ! مصر کے بادشاہ نخاؤ کے خلاف بخت نصر کی یہ شاندار فتح تھی۔ اس فتح اور باپ کی وفات کے بعد بخت نصر تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد میں بابل شہر کلی طور پر پُرامن رہا۔ امن و عافیت کے اس دور میں بخت نصر نے تعمیرات کی طرف توجہ کی۔

دراصل بخت نصر بابل کو دنیا کا حسین ترین شہر بنانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ سب سے پہلے اس نے شہر کے گرد ایک دیوار بنوائی۔ یہ ایک بہترین فصیل تھی جس کا گھیرا ... میل تھا اور یہ دیوار اتنی چوڑی تھی کہ اس کے اوپر دو رتھ ایک ساتھ دوڑائے جا سکتے تھے۔ اس دیوار پر بخت نصر نے کانسی کے بڑے بڑے 250 برج نما مینار بھی تعمیر کرائے تھے۔ اس کے بعد اس نے اپنا محل تعمیر کروایا۔ بادشاہ کا محل ایک وسیع چبوترے پر تعمیر ہوا تھا جو سطح زمین سے بہت اونچا تھا۔ اس میں بڑے بڑے کمرے تھے جو سینکڑوں کی تعداد میں تھے۔ ان کمروں کے آگے وسیع برآمدے تھے۔ دیواروں پر فاتحانہ کارنا...

رنگین تصویریں بنائی گئی تھیں۔ کمروں کے رنگ و روغن زرق برق کپڑوں کی طرح جھلمل کرتے دکھائی دیتے تھے۔ یہ محل خوبصورتی اور شان و شوکت کا مجسمہ تھا۔

محل کی تعمیر کا کام جب ختم ہوا تو بخت نصر نے سامیوں کے سب سے بڑے دیوتا ...ک کا بہت بڑا مندر تعمیر کرایا۔ اس کی آٹھ منزلیں تھیں۔ ہر منزل اتنی عظیم الشان تھی کہ ...م ہوتا تھا کہ آٹھ منزلیں ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر پیوست کر دی گئی ہوں۔

یونان کے بادشاہ! بابل میں بخت نصر کا بہترین اور سب سے بڑا کارنامہ بابل کے آویزاں باغات تھے۔ بخت نصر کے حکم پر بابل میں آویزاں باغ بنائے گئے جن کا ...عجائبات عالم میں ہوتا تھا۔ اس کی تفصیل کچھ اس طرح بتائی گئی تھی کہ بخت نصر نے ...ن کے بادشاہ کیا کسارا کی بیٹی امیتہ سے شادی کی تھی۔ امیتہ ہمدان کی رہنے والی ...۔ ہمدان پہاڑوں کے دامن میں واقع ہے اس لئے اسے پہاڑی مناظر سے قدرتی ...پر لگاؤ تھا۔ بابل میں ہر چند کہ بہت خوبصورت شہر تھا لیکن یہاں کوئی پہاڑ نہ تھا۔ ...لئے امیتہ کچھ اداس سی رہتی تھی۔ بادشاہ نے جب اس سے اداسی کا سبب پوچھا تو ...نے بتایا کہ بابل میں جدھر نگاہ اٹھتی ہے میدان ہی میدان نظر آتا ہے۔ ایک سی ...انی سطح کو دیکھتے دیکھتے اُکتا گئی ہوں۔ دل چاہتا ہے کہ اس سرزمین میں بھی ہمدان ...طرح کوہستانوں کا کوئی سلسلہ ہو۔

یونان کے بادشاہ! میدانی علاقے میں پہاڑ کا بنانا ممکن نہ تھا۔ لیکن بخت نصر چاہتا ...کہ اپنی بیوی کی آرزو پوری کرے۔ اس کے حکم پر ملک کے طول و عرض سے دانا ...ہمت اور بڑے بڑے صناع اور معمار بلائے گئے۔ بادشاہ نے ملکہ کی خواہش کا ان پر ...ہار کیا اور کہنے لگا۔

"اگر کسی سرزمین میں پہاڑ ہو تو اسے کاٹ کر اس پر سبزہ زار بنایا جا سکتا ہے لیکن ...یدان میں پہاڑ بنے تو کیونکر؟ اس کے علاوہ اونچی اونچی چوٹیاں، ان پر مہکتے ہوئے ...رہ زار اور بلند و بالا درخت کیسے اور کہاں سے آئیں؟"

بخت نصر کے اس سوال پر وہ سارے دانش مند اور بزوہت حیران تھے۔ بخت نصر کے اس سوال کے جواب میں ایک بزوہت بولا اور کہنے لگا۔

"ہماری قدیم کتابوں میں درج ہے کہ بابل میں بڑی بڑی چیزیں بنیں گی۔ اہل ...یا انہیں دیکھ کر حیران ہوں گے۔ یہاں تک کہ بابل میں پہاڑ بھی بنے گا۔ پہاڑ پر

جنگل اُگیں گے اور چشمے پھوٹیں گے۔"

اس وقت پروہت کی یہ باتیں بخت نصر کی سمجھ میں نہ آئیں اور پہاڑ کا بنانا ابھی تک غیر ممکن مسئلہ اپنی جگہ قائم و دائم تھا۔

اتنے میں ایک اور پروہت بخت نصر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بابل میں ہمدان کی طرح پہاڑ بنانا بھی ممکن ہے۔"

اس پروہت کے ان الفاظ پر بخت نصر چونکا تھا اور اس سے جب اس نے تفصیل طلب کی تب پروہت کہنے لگا۔

"اس کی تدبیر یہ ہے کہ اونچی اونچی محرابیں بنائی جائیں۔ ان محرابوں پر چھت ڈالی جائے۔ پھر اسی چھت پر چاروں طرف جگہ چھوڑ کر اور محرابیں بنائی جائیں اور ان پر چھتیں ڈالی جائیں۔ اس سلسلے کو اتنا اونچا لے جائیں کہ دور سے پہاڑ دکھائی دے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد پروہت رکا پھر دوبارہ سکندر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بخت نصر کو پروہت کی یہ تجویز بے حد پسند آئی۔ دوسرے دن ہی اس نے کا شروع کروا دیا اور ہزاروں مزدور دن رات کام پر جُت گئے۔ باغوں کی محرابوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا گیا تاکہ زیادہ سے زیادہ بوجھ سہار سکیں۔

محرابوں کی چھتیں سیسے کی موٹی تہہ جما کر تیار کی گئی تھیں۔ چھتوں کے اوپر مٹی کی بہت موٹی تہہ بھی جما دی جاتی تھی۔ چھتوں کی کھلی روشوں پر ایشیا بھر سے پھول پودے لا کر لگائے گئے تھے۔ یہ چھتیں تعداد میں 60 تھیں۔ سب سے اوپر کی چھت زمین سے 350 فٹ اونچی اور 400 فٹ لمبی تھی۔

چھتوں کے نیچے محرابوں کے اندر آرام گاہیں تھیں جن میں نہایت خوبصورت اور چمکدار رنگوں سے نقش و نگار کئے گئے تھے جس کے تمام شاہانہ انتظام وہاں موجود تھے۔ محرابوں کے اوپر ہری ہری بیلیں چڑھا دی گئی تھیں۔ ایک چھت سے دوسری چھت پر جانے کے لئے چھوٹی چھوٹی سیڑھیاں اور روشیں بنائی گئی تھیں جیسی کہ پہاڑ کاٹ کر بنائی جاتی ہیں۔

اس طرح لگاتار محنت اور کوشش سے بخت نصر نے بابل میں مصنوعی پہاڑ بنا دیا۔ درخت اُگائے گئے اور ان مصنوعی پہاڑوں کے اوپر چمن زار کھل گئے۔ اب سوال پیدا ہوا کہ باغوں کو پانی کیسے دیا جانا چاہئے۔ ان باغوں کو سیراب کرنے کا طریقہ بھی بڑا

عجیب تھا۔ سب سے پہلے اوپر کی چھت پر ایک بہت بڑا تالاب بنایا گیا تھا۔ اس تالاب میں نلوں کے ذریعے دریائے فرات کا پانی بھرا جاتا تھا۔ دن رات اوپر کے تالاب میں پانی بھرنے کا اہتمام تھا اور پانی کی مقدار میں کبھی کمی نہ آنے دی جاتی تھی۔ اس تالاب کے پانی سے چشمے بہتے تھے اور فوارے پھوٹتے تھے۔ باغ انہی چشموں سے سیراب ہوتے تھے۔

ان باغوں کے اونچے اونچے درخت ہوا کے جھونکوں سے ہلتے تھے تو معلوم ہوتا تھا پہاڑ کا پہاڑ ہل رہا ہے۔ کچھ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آسمان سے سدا بہار باغوں کو اتار کر کے زمین کی سطح تک پہنچا دیا گیا ہو اسی وجہ سے انہیں بابل کے آویزاں باغ کہا جاتا تھا۔"

پروہت پھر رکا۔ اس کے بعد پھر کہنے لگا۔

"اے بادشاہ! تعمیر کے فن کا یہ عظیم الشان نمونہ دنیا بھر میں ایک نایاب اور بے مثال شاہکار شمار کیا جاتا تھا پر ہائے حیف! بابل کی بدقسمتی کہ بابل کے آویزاں باغ تو زمانے کی دست و برد سے محفوظ نہ رہ سکے لیکن ان کے کھنڈرات اب بھی موجود ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ پروہت جب رکا تو سکندر تھوڑی دیر تک توصیفی انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم نے جو مجھے بابل کے بادشاہ بخت نصر سے متعلق تفصیل بتائی ہے اس کے لئے میں تمہارا ممنون اور شکر گزار ہوں۔ کیا اسی قدر تفصیل کے ساتھ تم مجھے بابل کے حکمران ہمورابی سے متعلق نہ بتاؤ گے؟"

جواب میں اس پروہت نے اثبات میں گردن ہلائی۔ مسکرایا پھر سکندر کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"یونان کے بادشاہ! ہمورابی عرب تھا۔ میں یہاں یہ بتانا بھی مناسب سمجھتا ہوں عرب کے صحراؤں سے چار بڑے بڑے گروہ اپنے اپنے وقت پر نکلے اور انہوں نے ہر طرف بڑی بڑی اور مستحکم حکومتیں قائم کیں۔ صحرائے عرب سے جو پہلا گروہ نکلا اس نے بابل میں اکادی ریاست کی بنیاد ڈالی جو آج سے ہزاروں سال پہلے اپنے عروج پر تھی۔

ان اکادیوں کے بعد دوسرا گروہ کنعانیوں کا نکلا۔ انہوں نے بھی شاندار مملکت

قائم کی اور ان کے بعد ایک تیسرا گروہ اٹھا۔ یہ آرامی تھے جو شام میں داخل ہو
وہاں اپنی حکومت قائم کی اور دمشق کو اپنا مرکز بنایا۔ چوتھا بڑا اور طاقتور گروہ آشوریوں کا
نکلا جو شمال کی طرف بڑھتے گئے۔ پہلے انہوں نے نینوا کو اپنا مرکز بنایا پھر اس کے بعد
اپنی سلطنت کو وسیع کرتے ہوئے بابل پر بھی قابض ہو گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے
اپنی سلطنت کی سرحدیں مصر تک پھیلا دی تھیں۔"

پروہت یہاں تک کہنے کے بعد رکا پھر اپنا سلسلۂ کلام آگے بڑھاتے ہوئے کہنے
لگا۔ "اے بادشاہ! عربوں کے دوسرے گروہ یعنی کنعانیوں کے کمزور ہو جانے کے بعد
عربوں کا ایک اور خاندان طاقت پکڑ گیا۔ اس نے بابل پر اپنی حکومت قائم کر لی تھی
بابل کا پہلا شاہی خاندان شمار کیا جاتا ہے۔ یہ خاندان بھی عربوں کا تھا اور اس خاندان
کے گیارہ بڑے بڑے بادشاہوں نے بابل پر حکمرانی کی۔

پہلے بادشاہ کا نام سوابوم، دوسرے کا نام سمولا ایلم، تیسرے کا نام زابیوم، چوتھے کا
نام ابیل سن، پانچویں کا نام سن میلا، چھٹے کا نام حمورابی، ساتویں کا نام شمس ایلانا
آٹھویں کا نام ابیشو، نویں کا نام امیں دیتا، دسویں کا نام امیں صدوق اور گیارہویں کا نام
شمس دیتا تھا۔ ان گیارہ میں سے چھٹا بادشاہ حمورابی تھا اور اسی سے متعلق میں آپ کو
تفصیل بتاؤں گا۔

یونان کے بادشاہ! حمورابی کے دادا ابیل سن کی حکومت کے آخری دور میں اس
کے مغربی علاقوں میں عیلام نام کی ایک زبردست حکومت تھی جس کے تخت پر ایک شخص
قدر مابوق جلوہ افروز ہوا۔ عیلام کا بادشاہ قدر مابوق فتوحات کے علاوہ دوسری مملکتوں
کے علاقوں پر قبضہ کرنے کا بڑا شوقین تھا لہٰذا تخت پر بیٹھتے ہی اس نے بابل کے جنوبی
علاقوں کے ساحلی شہر لاسہ پر حملہ کر دیا۔ اس نے لاسہ میں جو حمورابی کے دادا ابیل کا
لشکر تھا اسے شکست دی اور لاسہ پر قبضہ کر لیا۔ یہاں حمورابی کے دادا کی طرف سے جو
حاکم تھا اسے قدر مابوق نے معزول کر دیا اور اس کی جگہ اپنے بیٹے وردسن کو حاکم بنا دیا۔

وردسن بارہ برس تک لاسہ شہر کا حاکم رہا۔ اس کے بعد اس کے چھوٹے بھائی
رمسن نے 61 برس تک اس شہر کی حاکمیت کی۔ قدر مابوق کے بعد اس کا بیٹا وردسن جب
عیلام کا بادشاہ بنا تو اس نے اپنی سلطنت میں مزید وسعت کی۔ اس نے اریدو اور
لاغاش نام کے بڑے بڑے شہر فتح کر کے انہیں اپنی سلطنت میں شامل کر لیا اور یوں

ادرے جنوبی علاقے کا مالک بن بیٹھا جبکہ اس علاقے پر کبھی حمورابی کے دادا کا
کرتا تھا۔

دسن کے بعد جب رمسن عیلام کے تخت و تاج کا مالک بنا تو اس نے سلطنت کو
ت دی اور شمال میں نصر کا عام شہر فتح کر کے اسے بھی اپنی سلطنت میں شامل
ن کے بعد اس نے مزید پر پرزے پھیلائے اور جنوب کی طرف ایک اور اہم
پر حملہ آور ہوا اور اسے بھی فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔

دور میں حمورابی کا دادا ابیل سن فوت ہو گیا اور اس کے مرنے کے بعد بابل
کا باپ سن مبلط حکمران ہوا۔ جب تک اسین شہر فتح نہیں ہوا تھا حمورابی کا
مبلط بالکل خاموش رہا اس لئے کہ اسین شہر میں ایک بہت بڑا لشکر موجود تھا اور
کا خیال تھا کہ عیلامی حکومت جب اسین کے لشکر سے ٹکرائے گی، کمزور ہو
تو اس کی اس حالت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سن مبلط بابل سے نکل کر عیلام
کائے گا اور انہیں نیست و نابود کر دے گا۔ لیکن یہ صرف ایک توقع اور اندازہ
مبلط کا خیال تھا کہ عیلامی طاقت اسین سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے گی۔ اس
نے ان دونوں کی باہمی کشمکش میں کوئی حصہ نہ لیا اور نتیجہ کا منتظر رہا۔ حالانکہ
پر زیادہ دانش مندی کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اسین والوں سے مل کر ایلام پر حملہ
ور انہیں اگر نیست و نابود نہ کرتا تو کم از کم ان سے اپنے مفتوحہ علاقے واپس
میں کامیاب ہو جاتا۔ لیکن جب عیلام کی سلطنت نے اسین پر بھی قبضہ کر لیا
ابی کا باپ سن مبلط چونکا۔ وہ جان گیا تھا کہ عیلامیوں نے چاروں طرف
ے شہروں پر قبضہ کر لیا ہے اور اب وہ ہر صورت بابل پر حملہ آور ہو کر ان کی
خاتمہ کر دیں گے۔

ری طرف عیلام کے بادشاہ رن سن کی متواتر فتوحات نے اس کے حوصلے
تھے۔ جب ایک مرتبہ فتح کا خون کسی کے منہ کو لگ جائے تو اس کے بعد اس
اعت کر کے چین سے بیٹھنا محال اور مشکل ہو جاتا ہے۔"

ں تک کہنے کے بعد پروہت رکا۔ دم لیا۔ اس کے بعد سکندر کو مخاطب کر کے
نے لگا۔

ے بادشاہ! اس کے علاوہ عیلام کے حکمران رن سن نے یہ بھی خوب جان لیا

تھا کہ جب تک بابل اور سن مبلط کا خاتمہ نہیں کیا جاتا عیلامی اطمینان سے جنوب پر حکمرانی نہ کر پائیں گے اور نہ ہی آنے والے دور میں وہ شمال کی طرف پیش قدمی کر کے قابل رہیں گے۔

آخر اس نے سن مبلط کی حکومت کے آخری سال میں بابل پر چڑھائی کر دی۔ گھمسان کا رن پڑا۔ دونوں طرف لشکریوں کی لاشوں کے انبار لگ گئے لیکن کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ وقت کی آنکھ نے یہ بھی نہ دیکھا کہ کون ہارا اور کون جیتا لیکن بظاہر یہ رن سن کی شکست تھی۔ اس لئے کہ وہ بابل کا محاصرہ ترک کر کے خالی ہاتھ واپس جانے پر مجبور ہوا تھا۔

جس سال عیلامی بادشاہ رن سن نے بابل پر حملہ کیا اسی سال بابل کا بادشاہ یعنی ہمورابی کا باپ سن مبلط انتقال کر گیا اور اس کی جگہ ہمورابی تخت نشین ہوا۔

جس وقت ہمورابی کا باپ فوت ہوا تو سلطنت انتشار کا شکار تھی۔ جنگ کی وجہ سے لشکر کی تعداد کم ہو گئی تھی اور ہمورابی اس قابل نہیں تھا کہ دشمن پر حملہ آور ہو۔ لہٰذا اس نے خاموشی اختیار کر لی اور اندر ہی اندر عیلامیوں سے مفتوحہ علاقے واپس لینے کے لئے تیاریوں میں لگ گیا تھا۔

ہمورابی نے لگاتار کوشش کر کے اپنی مملکت کے اندر انصاف پر قائم بہترین حکومت قائم کی۔ ساتھ ہی اپنے لشکر میں اضافہ کرتا رہا۔ عسکری طاقت اور قوت بڑھاتا رہا۔ ہمورابی لگاتار سات سال تک خاموشی اختیار کئے جنگی تیاریوں میں مصروف رہا آخر اپنا لشکر لے کر نکلا اور اسین شہر کا رخ کیا۔ اسین شہر میں اس وقت جو عیلامیوں کا لشکر تھا اس پر حملہ آور ہو کر اسے نیست و نابود کر دیا اور اسین شہر پر قبضہ کر لیا۔

عیلامیوں کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ ہمورابی نے اپنی طاقت و قوت میں اضافہ کر لیا ہے لہٰذا انہیں جرأت نہ ہوئی کہ حملہ آور ہو کر ہمورابی سے اسین شہر واپس لیں۔

ہمورابی نے پھر تین سال تک خاموشی اختیار کئے رکھی۔ آخر اپنی حکومت کے دسویں سال وہ پھر نکلا۔ عیلامیوں پر حملہ آور ہوا اور ان سے مزید علاقے فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لئے۔

اس نے جب دیکھا کہ عیلامی اب اس پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہیں کر سکے تب اس نے اپنی سلطنت کے اندر تعمیرات کی طرف توجہ کی۔ عبادت خانے تعمیر کرائے،

باڑی کو ترقی دی۔

جب اس نے دیکھا کہ اب کوئی قریبی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی تو اس نے ونواح کی ریاستوں کا رخ کیا۔ عیلام کی حکومت اب اس کے مقابلے میں کمزور ہو تھی۔ سب سے پہلے اس نے انہی کا رخ کیا اس لئے کہ عیلامیوں نے ان کے ل پر حملہ آور ہو کر جنگ کی طرح ڈالی تھی۔

ہمورابی ان پر حملہ آور ہوا۔ پہلے لارسہ شہر ان سے واپس لیا۔ وہاں جس قدر میوں کا لشکر تھا اسے تہہ تیغ کر دیا۔ اس کے بعد عیلامیوں کا بادشاہ رن سن لشکر لے ہمورابی کے مقابلے پر آیا۔ دونوں بادشاہوں کے درمیان ہولناک جنگ ہوئی۔ اس میں ہمورابی نے عیلامیوں کے بادشاہ کو شکست فاش دی اور عیلامیوں کا بادشاہ سن ہمورابی کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔ اس نے اپنی گزشتہ کارروائیوں کی معافی مانگی ندہ بابل کا باج گزار رہنے کا اقرار کیا۔

اب ہمورابی نے اپنے لشکر کے ساتھ پھر اپنے کام کی ابتداء کی۔ اس بار وہ شمال طرف نکلا اور حملہ آور ہو کر عیلامی علاقوں کو بھی فتح کر گیا اور اپنی سلطنت میں شامل لیا۔ اس طرح ہمورابی کی سلطنت شمال میں شامی علاقوں سے لے کر جنوب میں رتک پھیل گئی تھی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد بابل کا وہ پروہت رکا پھر دوبارہ سکندر کو مخاطب کر کے لگا۔ "اے بادشاہ! یہ مت خیال کرنا کہ ہمورابی صرف جنگ کرنا اور اپنے دشمنوں کو ت دینا ہی جانتا تھا۔ اگر وہ اپنے زمانے کا سب سے بڑا فاتح اور سالار تھا تو اتنا ہی یدار مغز، منتظم اور مقنن بھی تھا۔ اپنی رعایا کے لئے اس نے ایک ایسا قانون وضع کیا کی بناء پر اس کی سلطنت کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک امن و امان اور ف برپا ہو گیا۔

پروہت جب رکا تب بڑے پُرشوق انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے سکندر لگا۔ "کیا تم ہمورابی کے قانون سے متعلق کچھ روشنی ڈالو گے تاکہ مجھے بھی اس سے ئی رہنمائی ملے۔"

اس پر پروہت کہنے لگا۔

"یہ بڑا طویل مسئلہ ہے۔ اس نے جو قانون وضع کیا اور اپنی طرف سے اپنی رعایا

اور قانون سے متعلق جو خود تحریر لکھی وہ بابل کے سب سے بڑے دیوتا مردوک کے مندر کی دیواروں پر محفوظ ہے۔ اگر آپ زحمت کریں تو اس تک آپ کی رہنمائی کر سکتا ہوں۔"

اس پر سکندر اٹھ کھڑا ہوا۔ اپنے سالاروں کو اس نے ساتھ لیا اور پروہت کے ساتھ ہولیا تھا۔

پروہت سکندر کو بابل کے بڑے دیوتا مردک کے مندر میں لے مندر میں لے آیا تھا۔ مندر کئی عمارتوں پر مشتمل تھا۔ مختلف عمارتوں سے ہوتا ہوا وہ پروہت پتھروں سے بنی ہوئی ایک پرانی طرز کی عمارت میں داخل ہوا۔ وہاں اور بھی بہت سے پروہت اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے تھے اور پروہت سکندر اس کے سالاروں سمیت ایک ایسے کمرے میں داخل ہوا جس کی چاروں دیواروں پر تحریریں رقم تھیں۔ ان تحریروں سے متعلق انہیں تفصیل بتانے لگا تھا۔

شروع کی تحریروں میں مختلف لوگوں کے لئے قانون وضع کئے گئے تھے جن میں گواہی دینے والوں کے لئے، فیصلہ کرنے والوں کے لئے، چوروں، گمشدہ مال، سرکش لونڈیوں اور غلاموں، ڈکیتی، نقب زنی، فوجی ملازم و زراعت، قرض خواہ، باغوں کی بٹائی، قرض اور شرح سود و کم تولنے والوں و تجارتی قرض، قرضِ حسنہ، شراب نوشی، شراب فروشی، خیانت، حبس ناجائز، استحصال، غیر طبعی موت، غلے کے ذخیروں، امانت، ناجائز تہمت، نکاح، زنا بالجبر، قیدی کی بیویوں و داشتاؤں کے حقوق، نسبت توڑنے، جہیز، سوتیلے بھائیوں کے ورثے، زرِ عروس، لونڈی کی اولاد، مذہبی عورتوں کی وراثت، نابالغ اولاد، دایوں کی ذمہ داریوں سے متعلق احکامات کے علاوہ مختلف کاریگروں اور صناعوں کی اجرت سے متعلق بھی ہدایات درج تھیں۔ آخر میں حمورابی کی طرف سے ایک انتہائی دلکش اور متاثر کرنے والی تحریر تھی۔ سکندر بڑے شوق سے اس تحریر کو پڑھنے لگا جو کچھ اس طرح تھی۔

"صاحب عظمت و جلال بادشاہ حمورابی نے یہ قانون نافذ کئے ہیں تا کہ ان سے دنیا کی پوری پوری ہدایت ملے اور مہربان اور عادل حکومت قائم کی جائے۔ میں حمورابی ہوں۔ اپنی رعایا کا محافظ۔ میں نے اپنی قوم سے ہاتھ نہیں اٹھایا جسے دیوتاؤں نے میری سرپرستی میں دیا تھا اور جس کا مجھے گلہ بان مقرر کیا گیا تھا۔ میں نے خود کبھی چین نہیں لیا

ان کے لئے امن کا دور دورہ نہ ہو گیا۔ میں نے مشکلوں کو آسان کیا اور طرف نور سے اجالا کر دیا۔ میری مملکت کے لوگ خوشحال اور باشندے امن سے ہیں۔ میں نے پوری پوری کوشش کی کہ ان کے لئے خوف کا کوئی سبب باقی نہ آسمان کی قوتوں نے مجھے رعایا کا نجات دہندہ مقرر کیا۔ میرا عصائے شاہی کا نشان ہے۔ میرا مبارک سایہ میری سرزمین پر ہے۔ سمیری اور اکادی قوم کے میرے جگر گوشے ہیں۔ امن کے زمانے میں میری فطری صلاحیتیں ان کے بندوں کی راہنما ہیں اور میری عقل ان کی محافظ۔ تا کہ طاقت ور کمزور پر ظلم نہ کر یتیموں اور بیواؤں کو صحیح مشورہ میسر آ سکے۔

بابل جس کی بنیادیں آسمان اور زمین کی طرح پائیدار ہیں۔ قانون کے اعلان اور ہدایت اور زبردستی کی حمایت کے لئے میں نے یہ اپنے قیمتی ارشادات ایک کھمبے کروا دیئے ہیں اور عدل و انصاف کے بادشاہ کی حیثیت سے اسے اپنی موجودگی مندر کے سامنے گڑوا دیا ہے۔

میں ہی وہ شہنشاہ ہوں جو دوسرے شہروں کے بادشاہوں سے سربلند ہے۔ میری بے نظیر ہے۔ آسمان اور زمین کے عادل اعظم سے زمین میں میرے انصاف کا ہو گا۔ میری یہ بارگاہ کبھی تباہی و بربادی کا منہ نہ دیکھے گی۔ میرا نام ہمیشہ زندہ گا۔ جو مظلوم بھی انصاف کا طلب گار ہو گا وہ میرے انصاف کی طرح گائے گا۔ عدل و انصاف کا مجسمہ ہوں۔ میں نے اپنے جو قوانین ایک کھمبے پر کندہ کرا دیئے جو بھی اس کتبے کو پڑھے گا اور میرے قیمتی احکامات سے آگاہ ہو گا، کتبے کے الفاظ کے مطالعے میں راہنما ہوں گے اور وہ اپنا حق حاصل کر سکے گا تو اس کا دل باغ ہو جائے گا اور وہ پکار اٹھے گا، حمورابی بادشاہ واقعی رعایا کا سچا باپ ثابت ہوا تھا۔ یہ کہ اس نے خداوند کا حکم سب پر مسلط کر دیا اور بلندیوں میں، پستیوں میں، ہر جگہ نے اسی کا بول بالا کر دیا ہے۔"

دیوار میں لکھی وہ تحریر کافی لمبی تھی لہٰذا سکندر نے ایک جگہ ہاتھ رکھا اور پروہت کہا اس کے لئے باقی جگہ چھوڑ کر اس جگہ کی تحریر کو پڑھے۔ پروہت جب پڑھنے لگا تحریر کچھ اس طرح تھی۔

"میں شاہِ عدل حمورابی ہوں۔ میرا ہر قول نپا تلا ہے اور میرا عمل لاثانی۔ بلندی و

پستی میں، میں ہی وہ بگولہ ہوں جو چوٹیوں اور گھاٹیوں پر یکساں چھایا ہوا ہے۔ اگر ہ
شخص ان الفاظ کا کاربند رہے گا جو میں نے ایک کھمبے پر کندہ کرا دیئے ہیں اور یہ
قانون سے روگردانی نہیں کرے گا اور نہ میرے احکام بدلے گا اور نہ میری یادگا
مٹائے گا تو میری دعا ہے کہ اس شخص کی حکومت کو بھی میرے جتنا لمبا کر دے اور وہ
رعایا کی انصاف سے رہنمائی کر سکے۔

اگر کوئی شخص میرے ان الفاظ پر توجہ نہ کرے جو میں نے ایک کھمبے پر لکھے ہیں
اور نہ میری بد دعا کی پرواہ کرے، نہ خدا کی لعنت سے ڈرے اور میرا نافذ کردہ قانو
منسوخ کر دے یا میرے الفاظ میں تحریف کرے یا میری یادگاروں کو بدل ڈالے یا ان
نام کندہ کرنے کے لئے میرا نام مٹا دے یا خود میری بد دعاؤں سے ڈر کے مارے وہ
کام کسی اور کے سپرد کر دے تو اس طاقت نے جس نے میری حکومت کی بنیاد قائم کی
ہے اس شخص کے خواہ وہ کوئی بادشاہ ہو یا رئیس، نائب ہو یا کوئی اور عہدے دار، تخت،
مسند کا چراغ گل کر دے۔ اس کے عصائے شاہی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور اس نے
انجام پر لعنت ہو جائے۔"

اس سے آگے بھی ہمورابی کی کافی تحریر تھی لیکن ہمورابی کے الفاظ کو سن کر سکندر
ایک طرح سے خوف زدہ ہو گیا تھا۔ اپنے سالاروں اور پروہت کے ساتھ وہ مندر سے
نکل گیا تھا۔

(ہمورابی نے اپنی تحریر میں جس کھمبے کا ذکر کیا تھا اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے
کہ 1897ء میں فرانس کی وزارت تعلیم وفنون لطیفہ نے فیصلہ کیا کہ ایران کے شہر شوش
کی طرف ایک عملی مہم بھیجی جائے جو وہاں جا کر آثار قدیمہ کی کھدائی کا کام کرے۔ شوش
شہر کا پرانا نام پرسی پولس ہوا کرتا تھا اور یہ ایران کے قدیم ترین شہروں میں شمار ہوتا تھا۔
اللہ کے نبی حضرت دانیال کی کتاب میں اس کا نام شوش لکھا گیا ہے۔ یہ شہر کسی زمانے
میں تہذیب و تمدن کا مرکز ہوا کرتا تھا اور یہ شہر پہلے ایرانیوں کی بجائے عیلامی قوم کی
سرگرمیوں کی جولان گاہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کا مرکزی شہر بھی تھا۔

فرانس کی وزارت تعلیم کی خواہش یہ تھی کہ شوش کے کھنڈرات سے تاریخ کے اس
تاریک دور کے لئے روشنی کا سامان مہیا کیا جائے جو اب تک ہماری نظروں سے اوجھل
ہے۔ اس مہم کا مقصد صرف ایران کی پرانی تاریخ سے معلومات حاصل کرنا تھا۔ اس مہم کو

ولی کامیابی نصیب ہوئی۔ یہ مہم کئی سال تک جاری رہی اور سرما کے موسم میں جس
سردی اپنے عروج پر تھی اور کام پر لگے ہوئے مزدور سردی سے ٹھٹھر رہے تھے اور
ی کے کام میں مصروف تھے کہ اچانک ایک مزدور کی کدال کسی سخت شے سے
ا۔ اس ٹکراؤ کے نتیجہ میں وہ لوگ جو مزدوروں کی نگرانی کر رہے تھے چونکے۔
لو کھدائی کرنے سے روک دیا اور جب احتیاط سے مٹی ہٹائی گئی تو نیچے سے ایک
لف کا کافی بڑا پتھر نکلا۔ جب اس جگہ سے ہٹ کر تھوڑی دور کھدائی کا کام جاری
ا تو اسی پتھر جیسے دو اور پتھر ملے۔

جب ان تینوں پتھروں کو جوڑا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ ایک ہی کھمبے کے حصے ہیں
ا شکل مخروطی تھی۔ تینوں پتھروں کو ملانے کے بعد ایک کھمبا بن گیا تھا جس کی
لگ بھگ ساتھ فٹ چار انچ اور گولائی کم وبیش دو فٹ تھی۔ اس کے سامنے اور
کے رخ پر بابل کے قدیم میخی رسم الخط میں کچھ تحریریں دکھائی دیں۔

اس مہم میں ایسے لوگ بھی شامل تھے جو پرانی زبانوں کے ماہر تھے۔ انہوں نے
روں کو پڑھا اس کے بعد فرانسیسی زبان میں اس کا ترجمہ کیا۔ اس کے بعد فرانس
ست نے اس کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے 1902ء میں اصل کتبے اور ترجمے کو
صورت میں شائع کر دیا۔

یہ کھمبا اور کتبہ دراصل بابل کے بادشاہ ہمورابی ہی کا کھمبا تھا جس کا ذکر اس نے
یروں میں کیا تھا۔ اور یہ لگ بھگ 2000 ق م بابل کا بادشاہ تھا اور اللہ کے جلیل
ی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہم عصر تھا۔ توریت میں بھی ہمورابی کا ذکر ملتا
مورابی نے جو قانون نافذ کیا وہ ایک پتھر کے کھمبے پر کندہ کروا کر سبارہ شہر کے
ے احاطے میں کھڑا کر دیا تھا۔

سبارہ شہر اس جگہ تھا جہاں آج کل بغداد کے جنوب میں لگ بھگ تیس چالیس
ے فاصلے پر کچھ ٹیلے نظر آتے ہیں۔ یہ کھمبا ایک ہزار برس تک سبارہ شہر کے مندر
ت بنا رہا۔ حتیٰ کہ 1100 ق م میں عیلامی قوم کا بادشاہ شتروک بابل پر حملہ آور
لیوں کو اس نے شکست فاش دی اور عیلامی قوم کا یہی شتروک نام کا بادشاہ سبارہ
ہمورابی کا وہ پتھر اور کھمبا اٹھا کر اپنے مرکزی شہر شوش لے گیا۔
نوش شہر کی کھدائی کے دوران تین پتھروں پر مشتمل جو کھمبا ملا تھا یہ وہی اصل کھمبا

تھا جس کا تعلق حمورابی سے تھا اور یہ اصل کھمبا پیرس کے مشہور عجائب گھر کی ز
دیا گیا اور اس کے کچھ نہایت نفیس اور روشن چربے تیار کئے گئے۔ ان میں سے ا
لندن کے میوزیم میں رکھا گیا اور دوسرا بغداد کے آثار قدیمہ میں رکھ دیا گیا اور
کئے جانے والے ان دونوں کھمبوں کی چوٹیوں پر حمورابی کی تصویر کھڑی کر دی گ
جس میں وہ ایک کرسی پر بیٹھا دکھایا گیا تھا۔)

PDF LIBRARY 0333-7412793

بابل میں قیام کے دوران سکندر نے اپنے کچھ مخبروں اور طلایہ گردوں کو شوش شہر کی ف روانہ کیا تھا تا کہ بابل شہر کا انتظام سنبھالنے تک وہ مخبر سکندر کو شوش کے حالات تفصیل کے ساتھ مطلع کر سکیں۔

بابل پر قبضہ کرنے کے بعد کچھ دن تک سکندر نے وہاں قیام کیا۔ نظم و نسق درست ا اس کے بعد وہ بابل سے اپنے لشکر کے ساتھ نکل کھڑا ہوا۔ بابل میں اس نے اپنی ف سے ایک حاکم مقرر کر دیا تھا۔

بابل میں قیام کے دوران سکندر کو یونان کی طرف سے کچھ ناپسندیدہ خبریں ملنا وع ہوئی تھیں۔ دراصل سکندر یونان کا سپہ سالار نکل تھا۔ اس کی فتوحات سے یونان کا نام بلند ہوا تھا لیکن سکندر کا ہمہ گیر تسلط یونانیوں کو دل سے پسند نہ تھا۔

یونان کی بہت سی ریاستوں کے لوگ نہیں چاہتے تھے کہ ایشیائی مہموں میں سکندر ے مقابلے میں داریوش کو شکست کا سامنا کرنا پڑے۔ اس کی وجہ ان ریاستوں کے لوں کی سکندر سے نفرت اور ایران کی طرف داری کی خواہش تھی۔

دراصل سکندر کے مقابلے میں یونان کی بہت سی ریاستوں کی ہمدردیاں داریوش ے ساتھ تھیں اور سکندر اس صورت حال سے بے خبر نہ تھا۔ اسے یہ بھی یقین تھا کہ ان صرف اس وقت تک خاموش ہے جب تک اسے ایران کے مقابلے میں فتح ہو رہی ہے۔ سکندر یہ بھی جانتا تھا کہ جونہی کسی میدان میں اسے ایرانیوں کے مقابلے میں پسپا نا پڑا اس کے ہم وطن ضرور اس کے خلاف علم بغاوت کھڑا کر دیں گے۔

اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ یونانی ایران کے ہمسائے تھے۔ صدیوں سے ایران کے اتھ ان کے روابط قائم تھے۔ یونانیوں کے داخلی معاملات میں ایرانی بادشاہوں کا عمل ل بھی انہیں ناگوار نہ گزرتا تھا۔ کیونکہ ایران کے شہنشاہ کی طرف سے ان کے خزانوں

میں برابر دولت پہنچتی رہتی تھی۔

دوسری طرف یونانیوں کو یہ بھی خیال تھا کہ اگر سکندر کا تسلط مستقل ہو گیا تو ان خود مختاری قائم نہ رہ سکے گی۔ یونان میں تھیبس کا علاقہ سب سے زیادہ ایران کا حا تھا۔ چنانچہ ایشیا پر حملہ آور ہونے سے پہلے اسی بناء پر سکندر نے اس علاقے کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی تھی۔

اس کے علاوہ یونان کی بہت سی ریاستوں کو یہ بھی یقین تھا کہ اگر سکندر ... ایران کو فتح کر بھی لیا تو یونان تنہا اپنی آزادی کی حفاظت نہیں کر سکے گا۔ اس خیال تراکیہ میں سکندر کے خلاف بغاوت اور شورش کے آثار پیدا ہوئے۔

لیکن سکندر کی خوش قسمتی کہ اس کا سالار اینٹی پیٹر مقدونیہ میں اس کا نا السلطنت تھا۔ اسے جب اس بغاوت کی خبر ہوئی تو اس نے باغیوں کے خلاف پیش قدمی کی تاکہ ان پر حملہ آور ہو کر بغاوت کو ختم کر دے۔

انہی دنوں سپارٹا کی ریاست جس نے سکندر کے خلاف ہمیشہ کام کیا اور کبھی سکند سے تعاون نہیں کیا تھا موقع کی تلاش میں تھی کہ سکندر کے خلاف کوئی محاذ قائم کر دے۔

لیکن سکندر کی ان ساری مخالف قوتوں کی بدقسمتی کہ یونان میں سکندر کے نائب اینٹی پیٹر نے ایک بہت بڑے لشکر کو حرکت میں لاتے ہوئے یونان کی مختلف ریاستوں میں سکندر کے خلاف اٹھنے والی بغاوتوں اور شورشوں کو ختم کر کے رکھ دیا تھا۔

سکندر کو جب خبر ملی کہ یونان میں اٹھنے والی بغاوتوں کو اس کے نائب اینٹی پیٹر نے ختم کر دیا ہے تب وہ بڑا خوش اور مطمئن ہوا اور اب اس نے بڑی طمانیت کے ساتھ اپنے لشکر کے ساتھ شوش شہر کا رخ کیا تھا۔

شوش ایک قدیم شہر تھا اور کبھی اس قوم کا مرکزی شہر ہوا کرتا تھا جسے عیلامی کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ سلطنت عیلام سے متعلق شوش شہر کی کھدائی سے پہلے بہت کم تاریخی مواد موجود تھا۔ شوش کی کھدائی سے جو معلومات حاصل ہوئیں ان سے قوم عیلام کی تاریخ پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

قدیم دور میں اس قوم کی سلطنت مشرق کی طرف پارس کے تھوڑے سے حصے تک شمال کی سمت اس راستے تک تھی جو بابل سے ہمدان کو جاتا تھا۔ جنوب کی سمت بوشہر تک ان کی سلطنت تھی جو خلیج فارس کے کنارے تھا۔ جبکہ مغرب کی طرف اس قوم کی

ا دریائے دجلہ تک پھیلی ہوئی تھیں۔

ں قوم کے چار بڑے بڑے شہر تھے۔ پہلا شوش جو مرکزی شہر بھی تھا۔ دوسرا مادا، واز اور چوتھا خابدالو۔

تھا شہر خابدالو گمان کیا جاتا ہے کہ یہ شہر موجودہ خرم آباد کی جگہ آباد تھا۔

یلامیوں کی قدیم سلطنت کو مؤرخین نے تین ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ عہد اول کو ق م تک قرار دیا گیا ہے۔ اس دور میں عیلامیوں کے ساتھ ساتھ سمیری اور کی سلطنتیں بھی اپنے عروج پر تھیں۔ ان دو قوموں کی عظیم سلطنتوں کے ساتھ لامیوں نے اپنی آزادی کو برقرار رکھا لیکن جلد ہی سمیری ان پر حملہ آور ہوئے ں مغلوب کر لیا لیکن یہ غلبہ زیادہ عرصہ برقرار نہ رہ سکا۔ آخر عیلامیوں نے ں کو شکست دے کر پھر اپنی حکومت قائم کر لی۔

عیلامیوں کی حکومت کا دوسرا عہد 2225 ق م سے 725 ق م تک قرار دیا گیا ں عہد میں عیلامیوں کا مشہور و معروف بادشاہ شتروک تھا۔ اس نے متعدد کتبے زبان میں کندہ کرائے جو کھدائی کے دوران دستیاب ہوئے ہیں۔ اس بادشاہ کی دواسو کا دھات کا ایک مجسمہ بھی کھدائی کے دوران ملا جو اس وقت پیرس کے خانے میں محفوظ ہے جو دھات کی صنعت کا نادر نمونہ خیال کیا جاتا ہے۔ اسی نے بابل پر حملہ کر کے وہاں کی حکومت کا خاتمہ کیا۔ وہاں سے نہ صرف اسے مقدار میں مال غنیمت ملا بلکہ اس فتح کے نتیجہ میں شتروک بابلیوں کے سب سے دیوتا مردوک کے مجسمے کے علاوہ بابل کے مشہور اور معروف بادشاہ حمورابی کا کتبہ ٹھالایا جس میں قوانینِ سلطنت اور رسومِ مذہبی کا ذکر تھا۔

عیلامی قوم کی حکومت کا تیسرا دور 745 ق م سے 645 ق م تک شمار کیا جاتا ہے۔ ں کے اس عرصہ میں آشوری عرب نینوا سے نکل کر لگاتار عیلامیوں پر حملے کرتے اور عیلامی اپنا دفاع کرتے رہے۔ یہاں تک کہ 742 ق م اور 705 ق م کے ن آشوریوں کا بادشاہ سارگون عیلامیوں پر حملہ آور ہوا اور ایک خوفناک جنگ کے وجہ سے پسپا ہو کر چلا گیا۔

سارگون کے بعد اس کا بیٹا سناخریب آشوریوں کا بادشاہ بنا تو اس نے اپنے باپ ن کے کام کی تکمیل کا ارادہ کیا۔ لہٰذا ایک بہت بڑا لشکر لے کر وہ نکلا اور آشوریوں

پر حملہ آور ہوا۔ انہیں شکست دی اور ان کے مرکزی شہر شوش میں جا گھسا۔

اس نے عیلامیوں کے قلعوں اور شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی ا
واپس نینوا چلا گیا۔

لیکن بہت مختصر سے عرصے میں عیلامی پھر سنبھل گئے۔ اپنی طاقت وقوت کو انہ
نے بحال کر لیا لیکن ان کی بدقسمتی کہ دوسری طرف آشوریوں کا حکمران آشور بنی
بنا۔ اس نے عیلامیوں پر حملہ آور ہونے کا تہیہ کر لیا۔

ان دنوں عیلامیوں کا بادشاہ کالداش تھا۔ 645 ق م میں عیلامیوں کے با
کالداش اور آشوریوں کے بادشاہ آشور بنی پال کے درمیان تباہ کن جنگ ہوئی
جنگ میں آشوریوں کے بادشاہ آشور بنی پال نے عیلامیوں کو بدترین شکست دی۔ا
انہیں بری طرح تباہ و برباد کیا کہ عیلام کی حکومت ہمیشہ کے لئے صفحہ ہستی سے م
گئی۔

آشور بنی پال نے عیلامیوں کو شکست دے کر عیلامیوں کے مندر، ان
عبادت خانے تک گرا کر ڈھیر کر دیئے۔ اہل عیلام کا اس نے خوب قتل عام کیا۔ ا
کے خزانے جو عیلامیوں کی گزشتہ فتوحات میں ملنے والے مال غنیمت سے بھرے ہ
تھے سب پر آشور بنی پال نے قبضہ کر لیا۔

اس کے علاوہ آشور بنی پال عیلامیوں کے دیوتاؤں کے مجسمے اور نادر چیزیں
شوش سے اٹھا کر نینوا لے گیا۔ کچھ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ آشور بنی پال
عیلامیوں سے اس قدر برا انتقام لیا کہ اس نے عیلامیوں کے مرے ہوئے بادشاہ
کی ہڈیاں نکلوا کر نینوا بھجوا دیں۔ اس کے علاوہ عیلامیوں کے شکست خوردہ با
کالدوش اور ایک معزول شدہ بادشاہ دونوں کو اس نے اپنی ذاتی گاڑی میں جو
انہیں حکم دیا کہ گاڑی کو کھینچ کر وہ آشوریوں کے مرکزی شہر لے کر چلیں۔

عیلامیوں کو بدترین شکست دینے اور وحشت ناک انداز میں ان کی بربادی
بعد آشوریوں کے بادشاہ آشور بنی پال نے ایک کتبہ کندہ کرایا جس کا مضمون ا
طرح تھا۔

"ایک ماہ اور ایک دن کی قلیل مدت میں، میں نے سلطنت عیلام کا صفایا کر
میں نے اس عظیم سلطنت کو جاہ و حشمت اور نغمات و موسیقی سے ہمیشہ کے لئے محر

درندوں و سانپوں اور ابہام کو ان پر مسلط کر دیا۔"

اس تباہی کے بعد عیلامیوں کا کسی تاریخ میں ذکر نہیں آیا۔ البتہ کھدائی میں جو ان
دیمی آثار دستیاب ہوئے ہیں ان سے عیلامی تاریخ پر روشنی پڑتی ہے۔

عیلامیوں کی قدیم زبان انزائی کہلاتی تھی جو 3000 ق م میں متروک ہو گئی تھی
ں کی جگہ عیلامی، سمیری اور سامی زبانوں سے کام لینے لگے تھے۔ لہٰذا ان کے اکثر
سامی زبانوں ہی میں ملتے ہیں۔ عیلامیوں کے عقیدے کے مطابق خدائے بزرگ
ناک تھا۔ اس کے ماتحت چھ اور خدا تھے اور بعض روحیں بھی مقدس سمجھی جاتی
۔ ان میں سے ہر روح کو خدا سمجھا جاتا تھا۔ عیلامی بھی بابلیوں کی طرح اپنے
ں کے مجسمے بناتے تھے اور جس وقت ایک مجسمے کو دوسرے شہر میں لے جاتے تو یہ
کیا جاتا تھا کہ اس شہر کے خدا کا تبادلہ کر دیا گیا ہے۔ ان کا مذہب شرک اور بت
تھا اور بابلیوں کے مذہب سے مشابہہ تھا۔ اس کے علاوہ ان کے مذہبی آداب و
بھی اہل بابل سے ملتے جلتے تھے۔ بہرحال سکندر نے بڑی تیزی سے اسی عیلامی
کے پرانے اور قدیم شہر شوش کا رخ کیا ہوا تھا۔

سکندر نے جو اپنے مخبر طلایہ گر بغداد میں قیام کے دوران شوش شہر کی طرف اس
د کے لئے بھجوائے تھے کہ وہ شوش سے متعلق اسے خبریں دیں۔ وہ مخبر راستے میں
ر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سکندر کو انہوں نے اطلاع دی کہ شوش کے لوگ
ر کا مقابلہ کرنے کی بجائے اس کی پیشوائی کے لئے تیار ہیں۔ انہوں نے یہ بھی
اف کیا کہ شہر میں شاہی خزانے یا توشہ خانے میں جو کچھ موجود ہے ان پر مہریں لگا
ئی ہیں اور یہ مہریں سکندر کے پہنچنے پر کھلیں گی۔

کوہستانی سلسلے کے معاملے میں شوش کو وہی حیثیت حاصل تھی جو یونان میں
ٹا کو حاصل تھی۔ یہاں کا قلعہ کوہستانی سلسلوں سے گھرا ہوا تھا اور اس کے اطراف
و دریا پھیلے ہوئے تھے۔

ایران کے شہنشاہ داریوش سوئم کے زمانے میں ایران کے چار دارالحکومت شمار کئے
تے تھے اور دراصل ماضی میں یہ چاروں دارالحکومت مختلف چار قوموں کے مرکز میں
۔ ان میں شوش غالباً سب سے زیادہ پرانا تھا۔ یہ عیلامیوں کا مرکز تھا۔ اکباتانہ جو

موجودہ دور کا ہمدان ہے مادی قبیلے کا مرکز تھا۔ بابل بابلیوں کا مرکز تھا۔ جبکہ چوتھا شہر پرسی پولس شہنشاہ ایران نے خود سطح مرتفع پر تعمیر کیا تھا۔

ایران کے شہنشاہ داریوش کو شوش شہر بہت پسند تھا۔ بہار و خزاں کا موسم اکثر و بیشتر داریوش، شوش شہر ہی میں گزارتا تھا۔ سردی کا موسم آتا تو بابل چلا جاتا۔

بہرحال اپنے لشکر کے ساتھ سکندر شوش شہر میں داخل ہوا۔ شہر کے لوگوں نے بہترین انداز میں اس کا استقبال کیا۔ ان کے اس استقبال پر سکندر بے حد خوش ہوا اور شہر کے لوگوں نے شہر کے خزانے بھی سکندر کے حوالے کر دیئے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ شوش شہر کے خزانوں میں سکندر کے ہاتھ اس قدر مال و دولت لگا کہ یہ رقم اتنی بڑی تھی کہ مقدونیہ کی کانوں سے پچاس سال میں اتنا سونا چاندی نہ نکلتا تھا۔

یونانیوں کی خوش قسمتی کہ شوش شہر سے انہیں وہ بُت بھی مل گئے جو ایران کے شہنشاہ زرکسیز اور دوسرے شہنشاہوں نے یونان پر حملہ آور ہو کر ان بتوں کو یونان سے شوش میں منتقل کر دیا تھا۔

یونانی ان بتوں کو دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور ان بتوں کا ملنا وہ اپنے لئے نیک شگون خیال کرنے لگے۔ سکندر کے لشکر میں جو سرکاری سنگ تراش تھا اور جس کا نام لسی پُس تھا وہ یہ سارے بُت دیکھ کر سب سے زیادہ خوش ہوا۔ سکندر نے ان سارے بتوں کو شوش سے ایتھنز روانہ کر دیا۔

شوش شہر پر قبضہ کرنے کے بعد سکندر نے فتح کا جشن منانے کا حکم دیا۔ شوش میں اگرچہ موسم خزاں تھا لیکن گرمی اتنی زیادہ تھی کہ مقدونیہ کے پہاڑی لوگوں کو خوشگوار معلوم نہ ہوئی۔ شوش ایران کے موجودہ شہر اہواز سے شمال میں زیادہ دور واقع نہ تھا۔ وہاں گرمی اس قدر زیادہ تھی کہ یونانی کہتے تھے کہ جو چیز سائے میں نہ ہو اسے سورج کی حدت پکا دیتی ہے۔ بہرحال سکندر نے شوش شہر پر قبضہ کرنے کے بعد شہر کے نواح میں خیموں کا شہر آباد کر دیا تھا اور اپنے لشکر کے ساتھ وہاں اس نے پڑاؤ کر لیا تھا۔

اسی پڑاؤ میں ایک روز کریٹیز سہ پہر کے قریب اپنے گھوڑے کو درمیانہ روی سے ہانکتا ہوا داخل ہوا تھا۔ پڑاؤ میں داخل ہونے کے بعد جو تین اشخاص سب سے پہلے اس سے ملے ان میں سے پہلا پارمینو کا بیٹا فلوٹس، دوسرا کریٹیرس جس کا نام کریٹیز سے ملتا جلتا تھا اور تیسرا کوئنس تھا۔ یہ تینوں سکندر کے بہترین سالاروں میں شمار کئے جاتے تھے

اور اس وقت لشکر کے اس حصے میں مقیم تھے جس سمت سے کریٹیز لشکر میں داخل ہوا تھا۔

ان تینوں کے قریب آ کر کریٹیز اپنے گھوڑے سے اترا۔ باری باری مسکراتے ہوئے وہ تینوں سے بغل گیر ہوا۔ ابھی کریٹیز ان کے ساتھ گفتگو کا آغاز کرنا چاہتا تھا کہ ایک لشکری بھاگا بھاگا آیا اور کریٹیز کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سکندر نے آپ کو طلب کیا ہے۔ اسے آپ کی آمد کی اطلاع ہو گئی ہے۔ اس وقت وہ لشکر کے وسطی حصے میں پارمینو اور کچھ دوسرے سالاروں کے ساتھ اپنے آئندہ لائحہ عمل سے متعلق گفتگو کر رہا ہے۔''

آنے والے اس لشکری کے جواب میں کریٹیز نے مسکراتے ہوئے اپنے ساتھی تینوں سالاروں کو دیکھا پھر اپنے گھوڑے کی باگ تھامی اور آنے والے اس لشکری کے ساتھ ہولیا تھا۔

پڑاؤ کے وسطی حصے میں کریٹیز نے دیکھا سکندر، پارمینو، بطلیموس اور کچھ دوسرے سالار وہاں کھڑے ہوئے تھے۔ جب وہ ان کے قریب پہنچا تو سب سے پہلے سکندر اس سے بغل گیر ہو کر ملا۔ اس کے بعد کریٹیز دوسرے سالاروں سے ملا تھا۔ جب کریٹیز ایسا کر چکا تب اس کی طرف دیکھتے ہوئے سکندر بول اٹھا۔

''میں جانتا ہوں تم تھکے ہارے ہو گے۔ لیکن پہلے مجھے اپنی اس مہم سے متعلق بتاؤ جس کے لئے تم گئے تھے۔''

جواب میں کریٹیز نے مسکراتے ہوئے ساری تفصیل کہہ دی تھی۔ اس پر سکندر آگے بڑھا۔ اس کی پیٹھ تھپتھپائی۔ کہنے لگا۔

''یقیناً مجھے تم سے ایسی ہی امید تھی کہ تم اپنے تینوں دشمنوں کو موت کے گھاٹ ضرور اتارو گے۔ لیکن میرے اندازے کے مطابق تم نے کچھ زیادہ وقت صرف کر دیا ہے اور میں بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کرتا رہا ہوں۔''

اس موقع پر پارمینو مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''کریٹیز! میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ جب تم نے اپنی مہم سے واپس آنے میں تاخیر کی تو میں یہ خیال کرنے لگا کہ تم اس مہم سے فارغ ہو کر صحرائے عرب کی طرف چلے گئے ہو گے اور واپس نہیں آؤ گے۔ اپنے ان خدشات کا ذکر میں نے سکندر کے علاوہ تمہاری بہن برسین سے بھی کیا۔ سکندر کے علاوہ برسین نے بھی اس کی نفی کر دی۔

برسین نے تو زور دے کر کہا تھا کہ کریٹیز ہر صورت میں اپنی مہم سے فارغ ہو کر لوٹے گا۔"

جواب میں کریٹیز مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"آپ لوگوں کا کہنا درست ہے۔ دراصل اُر تاریخی اہمیت کا شہر ہے۔ اپنے دشمنوں سے نمٹنے کے بعد میں چند ہفتوں تک سرائے میں مقیم رہا اور شہر کے مختلف شے دیکھتا رہا اس لئے کہ یہ شہر اللہ کے ایک محترم نبی ابراہیم علیہ السلام کی جائے پیدائش ہے اور اس اللہ کے نبی ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے صحرائے عرب میں وہ محترم نبی آئیں گے جن کا ہم لوگوں کو بڑی بے چینی سے انتظار ہے۔"

کریٹیز جب خاموش ہوا تب ایک بار پھر آگے بڑھ کر سکندر نے اس کا شانہ تھپتھپایا۔ کہنے لگا۔

"تم نے اچھا کیا وہاں قیام کر کے شہر کے وہ علاقے دیکھتے رہے جو دیکھنے کے قابل ہیں۔ بہر حال تم تھکے ہوئے ہو۔ تمہارا خیمہ پہلے کی طرح میرے خیمے کے قریب نصب کیا جاتا ہے۔ اب تم جاؤ اور جا کر آرام کرو۔ یہاں بھی تمہارے لئے ایک خوشخبری ہے۔"

اس موقع پر چونکنے کے انداز میں کریٹیز نے سکندر کی طرف دیکھا۔ یہاں کہنے لگا تھا کہ سکندر مسکراتے ہوئے پھر بول پڑا۔

"تمہارے لئے خوشخبری یہ ہے کہ تمہاری جان انابیتا سے چھوٹ گئی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم انابیتا کو پسند نہیں کرتے ہو ایسا تم اس کی عادات و اطوار کی وجہ سے کرتے ہو۔ وہ تمہارے خیمے کے ایک حصے میں رہتی تھی۔ بیچ میں پردہ حائل کر دیا گیا تھا۔ اب وہ پردہ ہٹا دیا گیا ہے اس لئے کہ انابیتا لشکر میں شامل ایک چھوٹے سالار کو پسند کرنے لگی ہے۔ فی الحال میں اس کا نام نہیں کہوں گا۔ اس بناء پر اس نے تمہارے خیمے کی رہائش ترک کر دی ہے اور عارضی طور پر وہ ایران کے شہنشاہ داریوش کی والدہ کے خیمے میں رہتی ہے۔ داریوش کی والدہ بھی اس سے بڑی مانوس ہو چکی ہے۔ انابیتا اپنی شادی تک داریوش کی ماں کے پاس ہی قیام کرے گی اور شادی کے بعد اپنے شوہر کے خیمے میں منتقل ہو جائے گی۔"

سکندر جب خاموش ہوا تب کریٹیز نے ایک لمبا سانس لیا اور کہنے لگا۔

"چلو اچھا ہوا۔ خس کم جہاں پاک۔" اس کے ساتھ ہی سکندر سے اجازت لے کر اس نے اپنے گھوڑے کی باگ تھامی اور اپنے خیمے کی طرف ہو لیا تھا۔

آگے بڑھتے ہوئے کریٹیز جب سکندر کے شامیانہ نما خیمے کے پاس سے گزرتا ہوا آگے بڑھنے لگا تب اچانک خیمے کے اندر سے برسین نکلی۔ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے آگے بڑھ کر اس نے پیارے انداز میں کریٹیز کا گال تھپتھپایا پھر پُر مسرت لہجے میں کہنے لگی۔

"کریٹیز! تمہاری آمد پر جس قدر خوشی مجھے ہوئی ہے وہ میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔ پارمینو کے علاوہ اور بہت سے لوگ بھی ان اندیشوں کا اظہار کرنے لگے تھے کہ اُر شہر میں اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کے بعد تم واپس صحرائے عرب کی طرف چلے گئے ہو گے اور واپس لشکر میں نہیں آؤ گے۔ لیکن میں نے ان کے ان اندیشوں کو ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ کچھ لوگ یہ بھی اندازے لگانے لگے تھے کہ جن تین دشمنوں کی تلاش میں تم گئے تھے شاید انہوں نے تمہارا خاتمہ کر دیا ہو گا۔ اس بناء پر تم نہیں لوٹے۔ لیکن میں نے ان اندیشوں پر بھی لات مار دی تھی۔ میرے بھائی! میں تمہاری آمد پر خوشی کا اظہار کرتی ہوں۔ اور ساتھ ہی تمہیں یہ بھی بتانا چاہتی ہوں کہ انابیتا......"

یہاں تک کہتے کہتے برسین رک گئی اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے کریٹیز بول اٹھا۔

"انابیتا سے متعلق میری بہن! تمہیں مجھ سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ پڑاؤ میں داخل ہوتے کے بعد میں سکندر اور دوسرے سالاروں سے مل چکا ہوں۔ سکندر نے مجھ پر انکشاف کر دیا ہے کہ انابیتا لشکر میں شامل کسی سالار کو پسند کرنے لگی ہے اور میرے خیمے کی رہائش ترک کر کے شہنشاہ داریوش کی ماں کے خیمے میں قیام کئے ہوئے ہے اور شادی کے بعد اپنے شوہر کے خیمے میں منتقل ہو جائے گی۔"

لمحہ بھر کے لئے برسین اُداس و افسردہ اور سنجیدہ ہو گئی تھی۔ پھر ایک دم اپنی حالت اس نے بدل لی اور اپنے چہرے پر مسکراہٹ پھیلا لی۔ کہنے لگی۔

"تمہارا کہنا درست ہے۔ میں یہی انکشاف تم پر کرنا چاہتی تھی۔ بہر حال میں زیادہ دیر تک تمہیں یہاں روکوں گی نہیں۔ نہ ہی تمہارے ساتھ خیمے میں جاؤں گی۔ اس لئے کہ میں جانتی ہوں تم تھکے ہارے ہو۔ اپنے خیمے میں جا کر آرام کرو۔ اگر تم تے

کھانا نہیں کھایا تو میں کھانا تمہارے خیمے میں بھجواتی ہوں۔"

برسین کے خاموش ہونے پر بڑی ممنونیت سے اس کی طرف دیکھتے ہو
کہنے لگا۔

"برسین میری بہن! تمہیں کھانا بھجوانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تھوڑا سا
ایک سرائے میں، میں کھانا کھا چکا ہوں۔ اب میں اپنے خیمے میں جا کر آرام کروں

اس کے ساتھ ہی برسین اپنے خیمے میں چلی گئی تھی۔ اور کرٹیز آگے بڑ
جب وہ اپنے خیمے کے قریب گیا تو اس نے دیکھا عین اسی لمحے خیمے کے اندر
نکلی تھی۔ وہ کچھ سامان اٹھائے ہوئے تھی۔ اناہیتا کرٹیز کو وہاں دیکھ کر دنگ اور
زدہ سی رہ گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک بڑی غور سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔ کرٹیز
بڑے انہماک سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اناہیتا سنبھلی اور کرٹیز کو مخاطب
کہنے لگی۔

"میں تمہارے خیمے کی رہائش ترک کر چکی ہوں۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہارے
میں چوری کرنے آئی تھی۔ تمہارے خیمے میں میرا کچھ سامان پڑا ہوا تھا میں وہی
ہوں۔ میں نے شہنشاہ داریوش کی ماں کے خیمے میں رہائش اختیار کر لی ہے اور

اناہیتا کو رک جانا پڑا اس لئے کہ کرٹیز بول پڑا۔ "اور اس سے آگے تم
کہنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ اس سے آگے کی تفصیل سکندر کے علاوہ برسین
مجھے بتا چکی ہے۔ میں تمہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ تم نے لشکر میں اپنی زندگی کا
ساتھی چن لیا ہے اور عنقریب تم اس سے شادی کر لو گی۔"

کرٹیز کے ان الفاظ کو نظر انداز کرتے ہوئے اناہیتا آگے بڑھ گئی تھی۔ کرٹیز
مڑ کر اس کی طرف دیکھا اور کسی قدر اونچی آواز میں کہنے لگا۔

"میں تمہیں اس انتخاب پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔"

کرٹیز کے ان الفاظ پر اناہیتا رک گئی۔ مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ کرٹیز
اندازہ لگایا اس موقع پر اناہیتا کے چہرے پر شکوے ہی شکوے، گلے ہی گلے اور اداسیاں
ہی اداسیاں دور دور تک بکھری تھیں۔ چند لمحے تک عجیب سے مایوس کن انداز
کرٹیز کی طرف دیکھتی رہی پھر آگے بڑھ گئی جبکہ اپنے خیمے کے قریب جا کر کرٹیز
اتنے میں ایک لشکری آیا۔ اس کے گھوڑے کی باگ اس نے پکڑ لی۔ کرٹیز نے

سے بندھا ہوا اپنا سامان اتارا اور خیمے میں داخل ہو گیا جبکہ وہ لشکری اس کے گھوڑے کو
ایک طرف لے گیا تھا۔

چند روز تک شوش شہر میں قیام کرنے کے بعد سکندر نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے بھی کوچ کیا۔ اب اس نے اپنا رخ انتہائی تیزی سے ایران کے وسطی علاقوں کی طرف کیا تھا۔ اسے یہ خبریں دی گئی تھیں کہ ایک بار پھر سکندر کا مقابلہ کرنے کے لئے ایران کا شہنشاہ داریوش لشکر جمع کر رہا ہے اور سکندر چاہتا تھا کہ اس تیزی سے آگے بڑھ کر داریوش کو جا لے کہ اسے نئے لشکری فراہم کرنے کا موقع ہی نہ دے۔

شوش شہر سے کوچ کرنے کے بعد شہر کے گرد و نواح میں جو نشیبی پہاڑیاں تھیں ان سے گزر کر سکندر اپنے لشکر کے ساتھ ایک لمبی اور وسیع وادی میں داخل ہوا۔ اس کے بعد چڑھائی کا راستہ شروع ہوا۔ اب سکندر کا رخ جنوب مشرق کی طرف تھا۔

اسی دوران ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ اس کوہستانی سلسلے میں کئی ایک خود مختار قبیلے قیام رکھتے تھے اور ان سب کا گزر بسر بھیڑ بکریوں اور مویشیوں کی پرورش پر تھا اور یہ قبیلے ان تمام تجارتی کاروانوں اور لشکریوں سے راہداری وصول کرتے تھے جنہیں ان کے علاقوں سے گزرنے کی ضرورت پیش آتی تھی۔ ان میں سب سے طاقتور قبیلہ اُزیا تھا۔

یہ سارے قبیلے دوسرے باشندوں کی طرح بیرونی دنیا کے حالات اور سیاسی تغیرات سے آگاہ نہ تھے اور اپنے قدیم حقوق و مراسم کی پابندی میں کوئی خلل گوارہ نہ کرتے تھے۔ جب سکندر اس علاقے میں پہنچا اور ایک جگہ اس نے پڑاؤ کیا تو ان قبائل کے چند نمائندے سکندر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان میں سے ایک سکندر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ہم تم لوگوں کو اس علاقے سے گزرنے کی اجازت اس وقت تک نہ دیں گے جب تک کہ تم لوگ راہداری کی رقم ہمیں ادا نہ کر دو۔"

اس قاصد نے یہ بھی انکشاف کیا کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ تم حملہ آور یونانی ہو۔ لہٰذا جب تک راہداری ادا نہیں کرو گے آگے نہیں بڑھنے پاؤ گے۔ اس لئے کہ ایران کے شہنشاہ بھی ضرورت کے وقت ان علاقوں سے گزرنے کے لئے ہمیں راہداری کی رقم دیا

کرتے تھے۔

یہ پیغام سن کر سکندر حیرت زدہ ہوا۔ اسے غصہ بھی آیا۔ اس لئے کہ یہ معاملہ اس کے لئے نیا بلکہ کسی حد تک ناپسندیدہ اور ناقابل برداشت تھا۔ کچھ دیر وہ سوچتا رہا پھر آنے والے ان قاصدوں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

”اگر ایسا ہے کہ تم راہداری کی رقم لئے بغیر کسی کو یہاں سے گزرنے نہیں دیتے پھر ایسا کرو تم سب لوگ بلندیوں سے اتر کر وادی میں آ جاؤ۔ یہ شاہراہ جو آگے کے ہخا منشی مشرق کی طرف جا رہی ہے اس کے کنارے جمع ہو جاؤ اور میں تمہیں یہاں سے گزرنے کے لئے اتنی بڑی رقم ادا کروں گا کہ اس سے پہلے ایران کے کسی شہنشاہ نے بھی تمہیں ادا نہ کی ہوگی۔“

سکندر کا یہ پیغام سن کر وہ قبیلے بڑے خوش ہوئے۔ واپس جا کر ان قاصدوں نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو جب پیغام دیا تو وہ وقت ضائع کئے بغیر بڑی تیزی سے کوہستانی سلسلے کی بلندیوں سے اتر کر شاہراہ کے کنارے جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔

دوسری طرف سکندر بھی حرکت میں آیا۔ اس نے جب دیکھا کہ سب لوگ بلندیوں سے اتر کر شاہراہ کے کنارے جمع ہو گئے ہیں تب وہ اپنے لشکر کو حرکت میں لایا اور ان کی ساری بستیوں کا اس نے گھیراؤ کر لیا۔

یہ صورت حال ان قبائل کے لوگوں کے لئے بالکل نئی اور ناقابل برداشت تھی۔ یونانیوں نے نہ صرف ان کی بستیوں کا گھیراؤ کر لیا تھا بلکہ شاہراہ کے کنارے جو قبائل جمع ہو کر کھڑے ہوئے تھے ان کے اردگرد بھی مسلح یونانی آن کھڑے ہوئے تھے۔ اب اس طرح سے وہ سارے قبائل سکندر کے لشکر کے نرغے میں آ گئے تھے۔

اس صورت حال سے ان قبائل کے اندر افراتفری کی حالت پیدا ہو گئی اور وہ جنگ پر اتر آئے۔ لیکن زیادہ خون ریزی کی نوبت نہ آئی البتہ بھاگ دوڑ بہت ہوئی۔ قبیلے کے لوگ گرتے پڑتے بلند چوٹیوں پر پہنچ گئے اور جو ایسا نہ کر سکے وہ یونانیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔

اس موقع پر اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے سکندر نے ایران کے شہنشاہ داریوش کی ماں کو طلب کیا۔ داریوش کی ماں سے سکندر اب تک کافی مانوس ہو چکا تھا۔ اکثر و بیشتر بہت سے معاملات میں اس سے مشورہ بھی کیا کرتا تھا لیکن داریوش

تھا کہ اس کی بیوی جو گرفتار ہوئی تھی وہ بابل کی طرف سکندر کے لشکر کے کوچ کرنے کے دوران مر گئی تھی۔ داریوش کی ماں جب سکندر کے پاس آئی تو سکندر نے اس سے قبائل سے متعلق مشورہ طلب کیا تو اس نے سکندر کو بتایا۔

”یہ قبائل نہ دشمن ہیں نہ مخالف رویہ رکھتے ہیں۔ بلکہ ان کا گزارہ ہی راہداری کی رقم پر ہے۔ ایران کے شہنشاہ انہیں راہداری کی رقم اس بناء پر ادا کر دیا کرتے تھے تاکہ یہ اپنی گزر بسر کرتے رہیں۔“

داریوش کی ماں کے ان الفاظ سے سکندر بے حد متاثر ہوا۔ اس نے اردگرد کے سارے علاقوں کی زمین قبائلیوں کے حوالے کر دی اور انہیں حکم دیا کہ وہ ان علاقوں کی پیداوار بڑھا کر اپنی آمدنی میں اضافہ کریں۔ ساتھ ہی اس نے انہیں یہ حکم بھی دیا کہ سارے قبائل ہر سال ایک سو گھوڑے، پانچ سو مویشی اور تیس ہزار بھیڑیں بطور خراج سکندر کو ادا کیا کریں گے۔

ایسا کرنے کے بعد سکندر ان علاقوں سے گزرا اور آگے بڑھا۔

ان قبائل کے علاقوں سے گزرنے کے بعد سکندر نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ لشکر کے اندر خورد و نوش کے سامان کے علاوہ جس قدر ہتھیار تھے وہ سب چھکڑوں میں لاد دیئے گئے۔ لشکر کا ایک بڑا حصہ اور زیادہ تر سامان پارمینو کے سپرد کر دیا گیا اور اسے سکندر نے حکم دیا کہ جس شاہراہ پر وہ سفر کر رہے ہیں اس پر اپنے حصے کے لشکر کو لے کر آگے بڑھتا رہے۔

اپنے حصے کے چھوٹے سے لشکر کو لے کر سکندر ایک مختصر ترین راستے سے جو کوہستانی سلسلے سے ہو کر گزرتا تھا، داریوش کے مرکزی شہر پرسی پولس کی طرف بڑھا۔

دراصل سکندر مختصر ترین راستوں سے پرسی پولس پہنچنا چاہتا تھا۔ اسے اندیشہ تھا کہ اس کے حملوں کی خبر پا کر پرسی پولس میں جس قدر خزانے ہیں وہ کہیں ایرانی دوسرے شہروں کی طرف منتقل نہ کر دیں۔

پرسی پولس کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے راستے میں سکندر کو پھر اپنے لشکر کے خلاف مزاحمت کرنا پڑی۔ یہ مزاحمت اس جگہ پیش آئی جہاں کوہستانی سلسلوں سے گزرتے ہوئے ایک تنگ گھاٹی آ گئی تھی۔ اس تنگ گھاٹی سے گزر کر درے میں پہنچنا

تھا۔ وہاں پہنچ کر سکندر کو پتہ چلا کہ اس گھاٹی کے اس پار ایرانیوں کا ایک لشکر پہلے
مقابلہ کرنے کے لئے بالکل تیار اور مستعد ہے اور تنگ گھاٹی کے اندر انہوں نے
کر کے ایک طرح سے اسے کوہستانی سلسلوں جیسا اونچا کر کے بند کر دیا تھا۔ ان
کا خیال تھا کہ جب سکندر اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اس بند کو عبور کر کے
طرف جانے کی کوشش کرے گا تو ایرانی اچانک اس پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ
رکھ دیں گے۔

اس تنگ گھاٹی کے پاس سکندر کے لشکریوں کو کچھ ایرانی مل گئے جنہیں قید
گیا۔ انہی قیدیوں سے سکندر کو معلوم ہوا کہ اگر سکندر نے گھاٹی میں باندھے
والے بند کو عبور کر کے آگے بڑھنا چاہا تو بند کی دوسری طرف ایرانی لشکر ہے جو
حملہ آور ہو کر سکندر اور اس کے لشکر کا خاتمہ کر دے گا۔

انہی قیدیوں سے سکندر کو معلوم ہوا کہ پہاڑوں کے دائیں بازو سے ایک
گزرتا ہے جو درّے کے اس پار ایک دریا تک پہنچا دیتا ہے۔ اس انکشاف پر
انہی قیدیوں کی رہنمائی میں اس راستے کو اختیار کرتے ہوئے اچانک ایرانی
پشت پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا۔

اس موقع پر سکندر نے اپنے لشکر کو مزید دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک
پاس رکھا اور دوسرا اپنے ایک سالار کریٹرس کی سرکردگی میں دیا گیا جو سکندر
سالاروں میں سے ایک تھا۔ کریٹرس سے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں کہ گو وہ ایک
تھا پر اسے لوگوں کو مطیع اور فرمانبردار کر لینے کا ہنر آتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ ایک
شخصیت کا حامل تھا۔ وہ دُبلا پتلا کماندار اپنی خوش گفتاری سے لشکریوں کو خواہ
جہاں چاہتا لے جاتا۔ اگرچہ وہ کماندار تھا لیکن اپنے ماتحتوں سے بات چیت
کرتا گویا حکم نہیں دے رہا بلکہ مشورے دے رہا ہو۔ اپنی گفتگو کے دوران وہ
کا نام کریٹرس تھا تمام لشکریوں کو اکثر یقین دلاتا کہ ہم جنگ میں سب
عزت و احترام حاصل کریں گے۔

سکندر اپنے لشکر کے دونوں حصوں کے ساتھ گھاٹی میں بنائے جانے
کے ایک پڑاؤ کر گیا تھا اور پھر رات [illegible] ہوئی تو وہ اپنے حصے کے لشکر
وہاں سے کوچ کر گیا۔ کوچ کرتے وقت اس نے کریٹرس کو ہدایت کی کہ

ں مختصر راستوں سے ہوتا ہوا ایرانی لشکر کی پشت کی طرف چلا جائے گا اور
پنے لشکر میں نفیریاں بجائے تب کریٹرس یہ سمجھ لے کہ پشت کی جانب سے
حملہ کر دیا ہے لہٰذا کریٹرس بھی بند کو عبور کر کے سامنے کی طرف سے ایرانیوں
ہو جائے۔

عاملہ طے کرنے کے بعد سکندر نے وہاں سے کوچ کیا۔ رات کے وقت
رہنمائی میں لگ بھگ بارہ میل کا فاصلہ بھی تیزی سے طے کیا۔ کوہستانی سلسلے
پر پہنچ کر سکندر ایک روز وہاں ٹھہرا رہا۔ اب وہ چاہتا تھا کہ راستے کا باقی حصہ
کی تاریکی ہی میں طے کرے تاکہ جس ایرانی لشکر کی پشت کی طرف سے اس
ور ہونا ہے اسے سکندر کی پیش قدمی کی خبر نہ ہو۔
ے اندیشہ تھا کہ دن کے وقت اگر وہ کوہستانی سلسلے کے اندر پیش قدمی کرتا تو
ہ دیکھ لیتے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار اور مستعد ہو جاتے۔
ر کوہستانی سلسلے سے گزرتے ہوئے سکندر ایک ایسے کوہسار میں پہنچ گیا جس کی
پر برف جمی ہوئی تھی۔ یونانی لشکریوں نے اس چوٹی کا نام ایشیائی اولمپس رکھا
کہ کوہستانِ اولمپس یونان کا بڑا مقدس پہاڑی سلسلہ شمار کیا جاتا تھا اور جس
عبور کر کے انہوں نے ایرانی لشکر کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہونا تھا اسے
نے اب ابوابِ ایران کا نام دیا۔
ہستانی سلسلے کی چوٹیوں پر پہنچنے کے بعد اب انہوں نے ایک محفوظ جگہ سے
شروع کر دیا۔ یونانی لشکری بڑی تگ و دو اور محنت کے ساتھ اس کا ساتھ دے
ہ اس لئے کہ انہیں امید تھی کہ ایرانیوں کے مرکزی شہر پرسی پولس میں داخل
کے بعد وہ مال غنیمت سے مالا مال ہو جائیں گے۔
یچے اترتے ہوئے ایک درّے کے قریب کچھ ایرانی پہرے دار کھڑے تھے۔
انک ان پر حملہ آور ہوا۔ ان میں سے کچھ کو موت کے گھاٹ اتار دیا، کچھ کو
ر لیا اور نیچے جو ایرانی لشکر تھا اسے اپنے ان محافظوں کے قتل یا گرفتار ہونے کی
نے پائی تھی۔
ں کے بعد سکندر آگے بڑھتے ہوئے ایرانی لشکر کی پشت کی جانب چلا گیا تھا اور
کر اس نے نفیریاں بجانے کا حکم دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ ایرانیوں کی پشت کی

طرف سے ان پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ نفیریوں کی آواز سنتے ہی اس کا سالار کرینیٹرس
اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا۔ بند کو عبور کر کے وہ سامنے کی طرف
ایرانیوں پر ٹوٹ پڑا تھا۔ اس طرح وہاں جس قدر ایرانی لشکر تھا ان پر یونانیوں
طرفہ حملہ کر کے ان میں سے اکثر کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ ایرانیوں نے
اُٹھا کر اِدھر اُدھر بھاگنا چاہا لیکن یونانیوں نے ایک طرح سے ان کا گھیراؤ کر لیا
میں سے اکثر کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس کے بعد سکندر نے پیش قدمی شروع کی۔ راستے میں جو دریا آتا تھا اسے
کیا گیا اور دریا کو عبور کرنے کے بعد اترائی شروع ہو گئی تھی۔ اسے ایرانی قیدیوں
بتایا کہ پرسی پولس وہاں سے 45 میل کے فاصلے پر تھا۔

اب سکندر نے تیزی سے پیش قدمی شروع کی تھی۔ نیچے اترتے ہوئے
جنگلوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ پھر غلے کے کھیت آ گئے تھے جہاں ہر گاؤں کے پا
کوئی نہ کوئی ندی و نالہ بہتا تھا۔ یوں سکندر کھیتوں، جنگلوں سے گزرتا ہوا اپنے
لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے پرسی پولس کی طرف بڑھا تھا۔

یہاں تک کہ آگے بڑھتے ہوئے سکندر پرسی پولس کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں
نے دیکھا کہ اس علاقے میں کھیتوں میں ایرانیوں کے غلام بھینسوں کے ذریعے
باڑی کر رہے تھے۔ اس زرخیز اور ہری بھری وادی کے سامنے یونانیوں کو پرسی پولس
دکھائی دیا جس کی پتھریلی دیواریں سورج کی روشنی میں چمک رہی تھیں۔

گو ایرانی مملکت کے چار مرکزی شہر تھے۔ شوش، بابل، اکبتانہ اور پرسی پولس
لیکن پرسی پولس سب سے زیادہ دولت مند شہر سمجھا جاتا تھا۔ ساتھ ہی شہنشاہ ایران کا
محفوظ ترین مقام بھی تھا۔ بلندیوں سے نیچے اترتے ہوئے یونانی اس قدر تیزی کے سا
پرسی پولس شہر کی طرف بڑھے گویا وہ میراتھن کی دوڑ کا آخری حصہ طے کر رہے ہوں
یونانی گو تھکے ہارے تھے لیکن لالچ نے ان کی ہمت کو جواں کر دیا تھا۔ وہ یہ امید لگا
بیٹھے تھے کہ پرسی پولس میں داخل ہونے کے بعد وہ اشرفیوں اور سونے کے حصول کے
بعد مالا مال ہو جائیں گے۔

سکندر جب اپنے لشکر کے ساتھ پرسی پولس کے نزدیک پہنچا تو وہاں کچھ ایرا
محافظ کھڑے تھے۔ سکندر ان پر حملہ آور ہوا اور چند لمحوں میں ہی کچھ کو موت کے گھا

یا، کچھ کو تتر بتر کر دیا۔ اس کے بعد یونانی مزید کسی مزاحمت کے باب زرکیسز کے
ستے پرسی پولس شہر میں داخل ہوئے۔ سب سے پہلے انہوں نے ایوانِ صدر ستون
روازے توڑ ڈالے۔ ان کے ایسا کرنے پر جو وہاں خدام تھے وہ دہشت زدہ ہو
۔ پرسی پولس اور اس کے محلوں میں داخل ہونے کے بعد مؤرخین لکھتے ہیں کہ
ان کی کیفیت یہ تھی کہ جیسے شکاری کتے خرگوشوں کے جنگل میں داخل ہو گئے ہوں۔
لئے کہ پرسی پولس میں انہوں نے لوٹ مار کا تہیہ کر لیا تھا۔ شہر میں داخل ہونے کے
یونانی لشکری داریوش کے محلات کے علاوہ اُردشیر کی چھوٹی سی عمارت کا گوشہ گوشہ
ننے لگے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ پرسی پولس شہر میں بے پناہ خزانے ہوں گے لہٰذا
میں سے کوئی بھی چیز شہر سے باہر نہیں نکلنی چاہئے۔

شہر اور محل کی لوٹ مار رات تک جاری رہی۔ یہاں تک کہ شہر اور محل میں مشعلیں
ٹھیں۔ ایرانی ہاتھوں میں مشعلیں لئے دولت کی تلاش میں ادھر اُدھر بھاگے پھر
تھے۔ یکایک ایک مشعل سے ایران کے سابق شہنشاہ زرکیسز کی تخت گاہ کے
کو آگ لگ گئی تھی اور شعلے تیزی سے آس پاس کے حصوں تک پہنچ گئے تھے۔
بجھانے کا انتظام ہونے تک بیشتر تخت گاہ جل چکی تھی اور آگ کے شعلے اوپر اٹھ
تھے۔ محل کے دروازوں اور چھتوں پر جو چاندی کے خول چڑھے ہوئے تھے آگ
وجہ سے وہ چاندی پگھل کر نالیوں کی صورت میں بہنے لگی تھی۔ کہتے ہیں کہ آگ
سے سکندر کو بڑا دکھ ہوا اور آگ بجھانے والوں میں بذاتِ خود وہ بھی شامل رہا تھا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آگ بجھاتے ہوئے سکندر نے ایک پتھر کی سل دیکھی جس
ران کے سابق بادشاہ زرکیسز کی تصویر بنی ہوئی تھی اور وہ تخت پر بیٹھا تھا۔ بھاگ
اور آگ لگنے کی وجہ سے تصویر الٹ گئی تھی۔ لمحہ بھر کے لئے بڑے غور سے سکندر
اس تصویر کی طرف دیکھا اور پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اور جب اسے بتایا گیا کہ یہ
ن کے ایک سابق شہنشاہ زرکیسز کی تصویر ہے تو سکندر نے اسے سیدھا نہیں کیا۔ اس
کہ یہ زرکیسز ہی تھا جو یونان پر حملہ آور ہوا اور ایتھنز کو اس نے تباہ و برباد کر کے
دیا تھا۔

پرسی پولس کے محل میں آگ لگنے کی مختلف مؤرخین مختلف وجوہات بتاتے ہیں۔
مؤرخین کا خیال تھا کہ سکندر کے سالار بطلیموس کے ساتھ اس کی ایک محبوبہ بھی تھی

جس کا نام تھائس تھا۔ ایران کے شہنشاہ کے محل میں تھائس نے جی بھر کر شراب پی۔ شراب کے نشے میں وہ اپنے ساتھی لشکریوں اور دوسری عورتوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"میرا جی چاہتا ہے کہ میں مشعل اٹھاؤں اور زرکسیز کے ایوان کو آگ لگا دوں۔ اس لئے کہ اس نے اپنے عہد حکومت میں ایتھنز شہر کو آگ لگائی تھی۔"

وہاں جمع ہونے والے بہت سے لوگوں نے اس کی تائید کی۔ پھر تھائس اٹھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک مشعل تھی اور اس نے ایوان کے ایک حصے کو آگ لگا دی۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس موقع پر سکندر خود بھی اٹھا۔ ہاتھ میں مشعل لی اور کمرے کے پردوں کو اس نے آگ لگا دی۔ اس طرح اس محل کو برباد کر کے یونانیوں نے ایک طرح سے یہ نتیجہ نکالا کہ جس طرح ایران کے شہنشاہ زرکسیز نے ایران پر حملہ آور ہو کر ایتھنز کو فتح کر کے اسے آگ لگائی تھی اس طرح انہوں نے انتقام کے طور پر پرسی پولس کے محل کو آگ لگا دی ہے۔

کچھ دوسرے مؤرخین کا خیال ہے کہ اس وقت تک پارمینو بھی لشکر کے دوسرے حصے کے ساتھ پرسی پولس پہنچ چکا تھا۔ یہ مؤرخین کہتے ہیں کہ سکندر نے پرسی پولس کو اس لئے جلایا کہ ایرانیوں کے ہاتھوں جو یونانیوں کو نقصان پہنچا تھا اس کا بدلہ لیا جائے۔ پرسی پولس کو اس لئے جلایا گیا کہ اس سے ایشیائیوں پر اچھا اخلاقی اثر پڑے گا اور یہ سکندر کے نزدیک ایرانی بادشاہی کے یہ خاتمے کا اعلان تھا۔ وہ ایران کے لوگوں کو یقین دلانا چاہتا تھا کہ اب پرانے شاہی خاندان کی طرف نہیں بلکہ نئے بادشاہ کی طرف دیکھنا چاہئے۔ مشہور مؤرخ آریان لکھتا ہے کہ جس وقت ایران کے محل کو آگ لگائی گئی سکندر کے سالار پارمینو نے پرسی پولس کو جلانے کی تجویز سے اختلاف کیا تھا۔ اس نے سکندر سے کہا تھا کہ اگر سکندر ایشیا کے اندرونی علاقے میں رہنے کا خواہاں ہے تو شہر کو جلانا ہرگز مناسب نہ ہوگا۔

کچھ مؤرخین کا خیال ہے کہ ایران کے شہنشاہ داریوش کے ان محلات کو جان بوجھ کر آگ نہ لگائی گئی تھی۔ ان مؤرخین کا خیال ہے کہ کچھ آثار ایسے سامنے آتے ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ زرکیسر کی تخت گاہ اس افراتفری میں جلی جو ایرانیوں کی بھاگ دوڑ سے پیدا ہوئی۔ یونانی اس وقت محل کی لوٹ مار میں مصروف تھے۔ بھاگ دوڑ ہو رہی تھی۔ اس بھاگ دوڑ میں آگ نے ایوان میں سونے چاندی کی تمام تزئینات کو

یا تھا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بظاہر سکندر اور اس کے سالاروں نے آگ بجھانے کا حکم دیا بہر حال آگ سے محلات کا صرف مرکزی حصہ تباہ ہوا۔ سارے محلات تباہ نہ ہوئے یہ یقینی امر ہے کہ سکندر نے آگ کے اس واقعہ کے بعد کوروش کے مقبرے کو محفوظ کی انتہائی کوشش کی تھی جو پرسی پولس میں واقع تھا۔ ان مؤرخین کا خیال ہے کہ آگ اتفاقیہ لگی اور جس قدر جلد ممکن تھا اسے بجھا دیا گیا تھا۔ پرسی پولس کی فتح کے چونکہ سرما اپنے عروج پر آ گیا تھا۔ لہٰذا سکندر نے اپنے لشکر کو وہاں پڑاؤ کرنے کا دے دیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ سرما وہاں گزارا جائے اور جب موسم سرما ختم ہو تو پھر سے کوچ کیا جائے تاکہ برف پگھل جانے سے وہ درّے صاف ہو جائیں جن سے گزر کر سکندر کو اپنے لشکر کے ساتھ نئے علاقوں کی طرف پیش قدمی کرنا تھی۔ سکندر کے حملوں کا یونان کے نقشہ نویسوں کو بھی بڑا فائدہ ہوا۔ وہ نقشہ نویس جو سکندر کے لشکر میں شامل تھے ان کے پاس اس وقت جو دنیا اور ایران کے علاوہ آس پاس کے دوسرے علاقوں کے نقشے تھے وہ غلط ثابت ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اب وہ نقشہ نویس چونکہ ان علاقوں کے اندر خود گھوم پھر کر ہر چیز کا جائزہ لے رہے تھے لہٰذا انہوں نے محسوس کیا کہ اس سے پہلے جو یونانیوں نے ان علاقوں کے نقشے بنائے تھے وہ درست نہ تھے۔ لہٰذا انہوں نے اب ان نقشوں کو درست کرنا شروع کر دیا تھا۔ پرسی پولس تک سکندر وسیع علاقوں کو فتح کر چکا تھا جن کا رقبہ لگ بھگ تین لاکھ ساٹھ ہزار مربع میل سے کم نہ تھا مؤرخین کا اندازہ ہے کہ یونان سے نکل کر ایشیا میں داخل ہونے کے بعد جو جو علاقے سکندر نے فتح کئے وہ مقدونیہ سے لگ بھگ بارہ گنا زیادہ بڑے تھے۔

پرسی پولس کی فتح نے یونانی لشکریوں کو مالا مال کر کے رکھ دیا تھا اور سکندر نے جو ان پرسی پولس سے باہر آرام کرنے کا موقع فراہم کیا تو انہوں نے استراحت کے اس موقع کو اپنے لئے غنیمت جانا۔ وہ بھی چاہتے تھے کہ سرما کا موسم آرام سے گزاریں۔ سرما کے بعد کسی طرف پیش قدمی کریں۔ پرسی پولس میں مال غنیمت کی صورت میں جو یونانیوں کو ملا وہ ان کے اندازوں سے کہیں زیادہ تھا۔ اس سے پہلے شوش شہر میں غنیمت میں سے سکندر کے لشکریوں کو جو کچھ ملا اس نے ان لشکریوں کو عمر بھر کے لئے زندگی کی جدوجہد سے نجات دے دی تھی لیکن یہاں پرسی پولس میں تو ہر لشکری مالا مال

ہو کر رہ گیا تھا۔ اس لئے کہ مؤرخین کا خیال ہے کہ پرسی پولس سے سکندر کے ہاتھ بھگ دو کروڑ ساٹھ لاکھ پاؤنڈ کے برابر رقم حاصل ہوئی تھی۔

اس قدر نقدی ملنے کے بعد سکندر اپنے سالاروں کو خوب نوازنے لگا۔ جو کوئی قدر رقم مانگتا وہ اسے دے دیتا۔ اب لشکر کے اندر جو پہلوان و گوّیے اور کھیل تما کرنے والے لوگ تھے انہیں بھی سکندر نے مالا مال کر کے رکھ دیا تھا۔ پرسی پولس قیام کے دوران سکندر کے ساتھ ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ ہوا یوں کہ سکندر کے لشکر ایک سالار تھا اس نے کبھی بھی سکندر سے کچھ نہ مانگا تھا۔

ایک روز سکندر اس کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

"سب مجھ سے جو مانگتے ہیں میں انہیں دیتا ہوں اس لئے کہ میرے پاس کے انبار لگ گئے ہیں لیکن تم نے مجھ سے کبھی کچھ نہیں مانگا۔"

وہ سالار اس وقت خاموش رہا۔ کوئی جواب نہ دیا۔ اسی روز شام کے وقت سکندر اور اس کے سالار ایک بڑے گیند کے ساتھ کھیل رہے تھے اور وہی سالار گ اچھال اچھال کر مختلف سالاروں کی طرف پھینک رہا تھا۔ وہ سالار باقی سالاروں کی طرف گیند پھینکتا رہا پر سکندر کی طرف گیند نہ پھینکی۔

اس کے اس فعل پر سکندر نے برا محسوس کیا۔ آخر وہ اس کے پاس گیا اور تحمل سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تُو کھیل کے دوران سب کی طرف گیند پھینکتا ہے۔ میری طرف کیوں نہیں ......اور ایسا تُو کیوں کرتا ہے؟"

جواب میں وہ سالار مسکرایا اور کہنے لگا۔

"آپ نے گیند مانگی ہی نہ تھی۔"

سکندر اس کا جواب سن کر بے حد متاثر ہوا اور سمجھ گیا کہ وہ سالار بن مانگے چاہتا ہے کہ اسے کچھ دیا جائے۔ سکندر اسی وقت اسے اپنے ساتھ لے گیا اور اتنی قدر رقم دی کہ وہ بھی مالا مال ہو کر رہ گیا۔

پرسی پولس میں قیام کے دوران یونانیوں کے لئے سرما کا موسم اپنے عروج پر تھا۔ چاروں طرف برف پوش کوہستانی سلسلے دکھائی دینے لگے تھے۔ غضب کی اس

ایک روز کریٹیز اپنے خیمے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت سورج غروب ہونے کے قریب پہنچ رہا تھا۔ کریٹیز کے سامنے خیمے کے اندر چھوٹا سا ایک گڑھا تھا جس کے اندر آگ کا چھوٹا سا الاؤ روشن تھا۔ وہ گڑھا آگ کے سرخ انگاروں سے بھر گیا تھا جس کی وجہ سے خیمے کے آس پاس کا ماحول کسی قدر گرم ہو گیا تھا۔

ایسے میں برسین کریٹیز کے خیمے میں داخل ہوئی۔ اسے دیکھتے ہی کریٹیز اپنی جگہ اٹھ کھڑا ہوا۔ برسین آگے بڑھی۔ پہلے اس نے کریٹیز کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بٹھایا، پھر کچھ کہنا چاہتی تھی کہ کریٹیز نے اسے مخاطب کرنے میں پہل کی۔

"میری بہن! میں دیکھتا ہوں کہ آج آپ پہلے کی نسبت کچھ زیادہ سنجیدہ دکھائی دے رہی ہیں۔ کیا سکندر کے ساتھ کسی معاملے میں بحث ہو گئی ہے یا اس نے تمہاری کوئی بات ماننے سے انکار کر دیا ہے یا کسی اور نے تمہاری دل شکنی کی ہے؟"

کریٹیز کے ان الفاظ پر برسین کے لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا۔ پہلے اس نے نفی میں گردن ہلائی پھر کریٹیز کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"میرے عزیز بھائی! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں دراصل ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے تمہارے پاس آئی ہوں اور میں یہ بھی توقع رکھتی ہوں کہ جو کچھ میں چاہ رہی ہوں تم ویسا ہی کرو گے اور میری بات ماننے سے انکار بھی نہیں کرو گے۔"

اس موقع پر کریٹیز نے بڑے غور سے برسین کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"لگتا ہے معاملہ کچھ سنگین ہے میری بہن! آپ کی خوشنودی، آپ کی رضا مندی اور آپ کی خوشی اور مسرت کے لئے مجھے اگر بڑی سے بڑی بلکہ......"

اس سے آگے کریٹیز کچھ نہ کہہ سکا۔ اس لئے کہ برسین نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ پھر ہاتھ اس نے ہٹایا اور احتجاج بھرے انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"میرے بھائی! کوئی اتنا بڑا معاملہ نہیں ہوے جس کے لئے تمہیں میری خوشنودی کی خاطر کوئی قربانی کرنی پڑے۔ جس مقصد کے لئے میں تمہارے پاس آئی ہوں وہ کچھ یوں ہے کہ کل سہ پہر کے قریب انابیتا کی شادی کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ لشکر کے کسی سالار کو وہ پسند کرتی ہے سکندر نے اس سے اور انابیتا سے صلاح و مشورہ کرنے کے

بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ کل ان دونوں کی شادی کا اہتمام کر دیا جائے لہٰذا میں چاہوں کہ اس شادی کے سارے انتظامات تم کرو۔"

یہاں تک کہنے کے بعد برسین رکی، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہ رہی تھی۔

"کرٹیز! میں جانتی ہوں تم انابیتا سے نفرت کرتے ہو لیکن اس کے ساتھ ساتھ بات بھی یاد رکھنا تم میرے بھائی ہو اور صرف بھائی ہی نہیں بلکہ تم میرے مرحوم شو ممنون کی ایک طرح سے میرے پاس نشانی بھی ہو اس لئے کہ تم اس کے ساتھ کا کرتے رہے ہو اور وہ تمہیں بے حد پسند کرتا تھا۔ اسی رشتے، اسی نسبت کی بناء پر م چاہتی ہوں کہ انابیتا کی شادی کے سارے انتظامات تم خود کرو۔ اس کے لئے....."

یہاں تک کہتے کہتے برسین کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ بیچ میں کرٹیز بول اٹھا کہنے لگا۔

"میری بہن! میں تو آپ کا ہر کہا ماننے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن کیا اس بات انابیتا پسند کرے گی کہ اس کی شادی کے سارے انتظامات میں کروں؟ میری بہن! آپ جانتی ہیں اس کی نگاہوں میں، میں ایک جاہل، اُجڈ بدو ہوں۔ وہ مجھ سے نفرت بھ کرتی ہے اور نفرت بھی بلا کی۔ لہٰذا وہ کیسے برداشت کرے گی کہ اس کی شادی کے سارے انتظامات میں کروں۔"

جواب میں لمحہ بھر کے لئے برسین خاموش اور سنجیدہ ہو گئی تھی۔ پھر معاملہ کو کسی قد ٹالنے کی خاطر کہنے لگی۔

"بھائی! اب معاملہ ایسا نہیں ہے۔ اب وہ تم سے نفرت نہیں کرتی۔ اسی بنا پ میں تمہارے پاس یہ التجا لے کر آئی ہوں۔ بلکہ میں تم پر یہ بھی انکشاف کروں کہ خو انابیتا بھی چاہتی ہے کہ اس کی شادی کے سارے انتظامات تم کرو۔ یوں جانو کہ جو کچھ میں تم سے کہہ رہی ہوں وہ ایک طرح سے انابیتا کی خواہش ہے۔ اب بولو تم کیا کہتے ہو؟"

جواب میں کرٹیز مسکرایا اور کہنے لگا۔

"اگر یہ آپ اور انابیتا دونوں کی خواہش ہے تو میری بہن! تم مطمئن رہو۔ شادی کے سارے انتظامات آپ کی مرضی اور خواہش کے مطابق میں کروں گا۔"

اس پر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے برسین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ ھ ہی اس نے کرٹیز کا ہاتھ پکڑا اور اسے کہنے لگی۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر اٹھو۔ میرے ساتھ چلو۔ شادی کے انتظامات کرنے میں وگ تمہاری مدد کریں گے وہ ایک جگہ جمع ہیں۔ میں تمہیں ان کے پاس لے کر جاتی ں تا کہ ان کے ساتھ مل کر تم سارے کام کی تکمیل کر سکو۔"

کرٹیز اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ خیمے کے ایک کونے میں گیا۔ پانی کا ایک برتن د پانی اس نے گڑھے میں جلتے ہوئے کوئلوں پر ڈال کر انہیں بجھا دیا تھا۔ اس کے وہ چپ چاپ برسین کے ساتھ اپنے خیمے سے نکل گیا تھا۔

اگلے روز سہ پہر کے قریب شادی کی تیاریاں شروع ہو گئی تھیں۔ پڑاؤ کے اندر ن کا سماں برپا کر دیا گیا تھا اور حیرت کی بات یہ تھی کہ سکندر بذاتِ خود بڑے پُر ن انداز میں شادی کے انتظامات میں حصہ لے رہا تھا۔ برسین بھی سکندر کے ساتھ ھ شادی کے سلسلے میں بھاگ دوڑ میں لگی ہوئی تھی۔ سورج غروب ہونے تک شادی تیاری کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس کے بعد انابیتا کی لشکر کے ایک سالار کے ساتھ ی کو آخری شکل دے دی گئی تھی۔ جس سالار کے ساتھ انابیتا کی شادی ہوئی تھی اس پہلے کرٹیز نے اسے دیکھا نہ تھا۔ جس وقت وہ شادی کے موقع پر انابیتا کے پاس آ بیٹھا تب کرٹیز نے اسے دیکھا۔ وہ کرٹیز کے لئے نیا اور اجنبی تھا اس لئے کہ لشکر اس سے پہلے اس کا تعارف کرٹیز سے کبھی نہ ہوا تھا۔ بہرحال سورج غروب ہونے بعد تک شادی اپنے انجام کو پہنچ گئی۔ لوگ اپنے خیموں کی طرف جانے لگے۔ انابیتا اس کے شوہر کے پاس اس وقت سکندر اور برسین بیٹھے ہوئے تھے اور آپس میں گفتگو رہے تھے۔ اس موقع پر کرٹیز بھی وہاں سے اٹھ کر اپنے خیمے کی طرف چلا گیا تھا۔

خیمے میں آ کر کرٹیز نے خیمے کے وسط میں جو گڑھا تھا اس کے اندر سے کوئلے لے، تھوڑا سا خشک گھاس نیچے رکھا، اس کے اوپر وہ کوئلے جمانے کے بعد گھاس کو ب لگائی۔ پھر جب انہیں ہوا دی تو آہستہ آہستہ کوئلے دہکنے لگے تھے۔ جب ایسا ہوا ، کرٹیز نے دہکتے کوئلوں پر چھوٹی چھوٹی لکڑیاں ڈال دی تھیں جس کی بناء پر الاؤ ن ہو گیا اور پھر وہ آگ بھرے اس گڑھے کے پاس ہی بیٹھ گیا تھا۔

وہاں بیٹھے کرٹیز کو ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک لشکری بھاگا بھاگا کرٹیز

کے خیمے پر نمودار ہوا اور بدحواسی میں کریٹیز کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''آپ کو فی الفور سکندر نے بلایا ہے۔''

اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے کریٹیز فکر مندی میں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ خیمے کے دروازے پر آیا اور اس لشکری کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میں ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی تو سکندر کے پاس سے اٹھ کر آیا ہوں۔ اب کیا سنگین معاملہ ہو گیا ہے کہ اس نے مجھے فوراً طلب کر لیا ہے؟''

کریٹیز کے اس سوال کے جواب میں وہ لشکری پہلے جیسی بدحواسی میں کہنے لگا۔

''دراصل سکندر کی بیوی برسین کی بہن انابیتا نے اپنے شوہر کو قتل کر دیا ہے۔ اس بناء پر اس سے متعلق کوئی فیصلہ کرنے کے لئے سکندر نے آپ کو بلایا ہے۔''

اس انکشاف پر کریٹیز چونک سا پڑا تھا۔ فکر مندی سے اس کی طرف دیکھا۔ کہنے لگا۔ ''یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں ابھی ابھی وہاں سے اٹھ کر آ رہا ہوں۔ وہ دونوں میاں بیوی سکندر اور برسین کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور تم کہہ رہے ہو کہ......''

وہ لشکری بیچ میں بولا اور کہنے لگا۔

''آپ کا کہنا درست ہے۔ لیکن تھوڑی دیر پہلے انابیتا اور اس کا شوہر سکندر اور برسین کے پاس سے اٹھ کر گئے۔ انابیتا کا شوہر اسے اپنے خیمے میں لے گیا تھا۔ خیمے میں داخل ہوتے ہی انابیتا اس پر حملہ آور ہوئی۔ اس نے اپنے لباس کے اندر ایک زہر آلود خنجر چھپا رکھا تھا اور خیمے میں داخل ہوتے ہی وہ خنجر اس نے اپنے شوہر کے جسم میں پیوست کر دیا۔ خنجر لگتے ہی اس کا شوہر زمین پر گرا اور دم توڑ گیا۔ اس کا خاتمہ کرنے کے بعد انابیتا نے اس قدر جرأت مندی اور بے باکی کا مظاہرہ کیا کہ جس خنجر سے اپنے شوہر کا اس نے خاتمہ کیا وہی خون آلود خنجر لے کر وہ سکندر کے پاس پہنچ گئی اور اس پر انکشاف کیا کہ اس نے اپنے شوہر کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اب اس کے لئے جو سزا تجویز کی جائے اسے بھگتنے کے لئے وہ تیار ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ لشکری رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔ ''انابیتا کو تو سکندر نے ایک خیمے کے اندر نظر بند کر دیا ہے اور خیمے کے ارد گرد پہرہ لگا دیا ہے اور اسی قتل پر گفتگو کرنے کے لئے اب سکندر نے آپ کو بلایا ہے۔''

اس پر کچھ سوچتے ہوئے کریٹیز کہنے لگا۔ ''مجھ اکیلے کو بلایا ہے یا دوسرے سالار

وہاں جمع ہیں؟''

لشکری نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔ ''میں یہ نہیں جانتا۔ بہرحال مجھے صرف آپ کو نے کے لئے بھیجا گیا ہے۔''

جواب میں کریٹیز نے کچھ سوچا پھر وہ چپ چاپ اپنے خیمے سے نکل کر سکندر کے ی طرف جا رہا تھا۔

کریٹیز جب سکندر کے خیمے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا خیمے میں اس وقت ر کے علاوہ اس کی بیوی برسین بھی بیٹھی ہوئی تھی۔ دونوں فکر مند اور پریشان لگتے کریٹیز جب آگے بڑھا تو ہاتھ کے اشارے سے سکندر نے اسے ایک نشست پر کے لئے کہا۔ کریٹیز چپ چاپ وہاں بیٹھ گیا۔ وہ سنجیدہ اور کسی قدر افسردہ بھی تھا۔ ی طرف یہی حالت برسین اور سکندر کی بھی تھی۔ تھوڑی دیر تک شاہی خیمے میں کاٹ نے والی خاموشی طاری رہی۔ آخر کار خیمے میں سکندر کی آواز گونجی اور کریٹیز کو مخاطب تے ہوئے اس نے کہا۔

''کریٹیز! برسین تمہیں اپنا سگا بھائی خیال کرتی ہے۔ اس بناء پر جو حادثہ پیش آیا ں کے فیصلے کے لئے میں سب سے زیادہ اہمیت تمہیں دیتا ہوں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سکندر رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا

''کریٹیز! اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ماضی میں انابیتا نے سب سے بڑھ کر اں تمہارے ساتھ کی ہیں۔ اس کے باوجود میں سارا معاملہ تم پر چھوڑنے کا فیصلہ کر ں۔ میرے خیال میں جو حادثہ پیش آیا ہے اس کی تفصیل اس لشکری نے تمہیں بتا گی جسے میں نے تمہاری طرف بھیجا تھا۔ میری سمجھ میں ابھی تک یہ بات نہیں آئی ابیتا نے جس سالار سے شادی کی تھی اس سے کیوں محبت کا اظہار کیا؟ اس کے شادی پر کیوں رضامندی ظاہر کی؟ اور پھر جب دونوں کی شادی ہو گئی اور بیوی کی ے سے انابیتا کو وہ سالار خیمے میں لے کر گیا، جونہی انابیتا کے ساتھ وہ سالار خیمے خل ہوا انابیتا نے فوراً اپنے لباس کے اندر سے خنجر نکالا اور اس کے دل کے پار کر ں کا خاتمہ کر دیا۔

کرٹیز! اس وقت اناہیتا اپنے مرحوم شوہر کے خیمے میں نظر بند ہے۔ وہاں سے مرنے والے کی لاش کو ہٹا دیا گیا ہے۔ خیمے کی صفائی کر دی گئی ہے۔ خیمے کے اردگرد پہرہ لگا دیا گیا ہے اور اناہیتا کو بھی نہتا کر دیا گیا ہے کہ کہیں اس قتل کی سزا سے خوفزدہ ہو کر وہ اپنے آپ کو نقصان پہنچاتے ہوئے خودکشی ہی نہ کر لے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سکندر رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ پھر کہہ رہا تھا۔ "کرٹیز! میں نے ابھی تک اناہیتا سے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ اس نے قتل کیا ہے اور بظاہر قتل کی سزا بھی بدترین ہونی چاہئے۔ لیکن ابھی تک یہ بات واضح نہیں ہوئی کہ اناہیتا نے اسے کیوں قتل کیا؟ کیا اناہیتا اس سالار سے جس سے اس نے شادی کی، اپنا کوئی انتقام لینا چاہتی تھی؟ جس کی بناء پر اس سے شادی کا ڈھونگ رچایا۔ پھر خیمے میں لے جا کر اس کا خاتمہ کر دیا۔ بہرحال ابھی تک قتل کی کوئی وجہ سامنے نہیں آئی۔ اس سلسلے میں برسین نے بھی اناہیتا سے پوچھا لیکن اناہیتا فی الحال کسی سے کچھ نہیں کہتی۔ اس نے خاموشی اختیار کر لی ہے۔"

سکندر رکا، دم لیا، دوبارہ کرٹیز کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"کرٹیز! میں یہ سارا معاملہ تم پر چھوڑتا ہوں۔ بولو! اناہیتا کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے؟ میں یہ سارا معاملہ تم پر چھوڑتا ہوں۔ جو فیصلہ تم دو گے یوں جانو وہی فیصلہ ہم سب کے لئے آخری اور قابل عمل ہو گا۔"

اس موقع پر عجیب سی بے بسی کے عالم میں کرٹیز نے سکندر کی طرف دیکھا تھا۔ منہ سے وہ کچھ نہ بولا تاہم تھوڑی دیر کے لئے اس کی گردن جھکی رہی۔ کچھ سوچتا رہا۔ اس دوران کچھ دیر تک اس نے نگاہیں اٹھا کر برسین کی طرف بھی دیکھا تھا۔ برسین کی آنکھوں میں اس وقت دور دور تک اداسیاں و پریشانیاں رقص کر رہی تھیں۔ چہرے پر گہری افسردگیوں کا سماں تھا اور برسین کی یہ حالت کم از کم کرٹیز کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ تھوڑی دیر کی سوچ و بچار کے بعد آخر کرٹیز نے اپنی گردن سیدھی کی اور وہ سکندر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"اگر آپ میرے ہی خیالات جاننا چاہتے ہیں اور اس سلسلے میں جو میں فیصلہ دوں گا اسے آخری سمجھا جائے گا تو پھر میں آپ سے یہ کہوں گا کہ اناہیتا کو معاف کر دیا جائے۔ میں جانتا ہوں وہ دل کی گہرائیوں سے مجھ سے نفرت کرتی ہے اس کے باوجود

پسند کروں گا کہ اسے کوئی سزا نہ دی جائے۔ ایسی لڑکیاں بڑی حساس ہوتی ہیں۔ جانتے ہیں وہ انتہا درجہ کی خوبصورت، پُرکشش اور شخصیت میں بے نظیر اور بے ہے۔ اسے اپنی شخصیت کی جاذب نظری و اپنی ذات کی کشش، اپنے حُسن و جمال بے نظیر ہونے کا احساس بھی ہے۔ ایسی حسین اور خوبصورت لڑکیوں کی ذات کی اگر نفی کرتا ہے تو پھر ایسی لڑکیاں نفی کرنے والے کے لیے سنگ وحشت کا طوفان اور ر کے طلاطم سے بھی زیادہ بھیانک ثابت ہوتی ہیں۔ ایسی پُرکشش لڑکیاں یادوں چھلکتے جام اور زندگی کے خالی ساگر کی طرح ہوتی ہیں۔ جب کوئی ان کے جذبات و بات کی قدر دانی کرتا ہے تو وہ مٹھاس بھری آواز میں شہد کے دھارے اُنڈیلتی چلی ہیں اور اگر کوئی ان کے جذبات کو ٹھیس لگاتا ہے، ان کی خواہشوں کے اندر غموں نور، وہموں کی سیاہی بھرتا ہے تو پھر ایسی لڑکیاں ان کے لئے کبھی نہ ختم ہونے والی اور آنے والی رُتوں کا دکھ بن جاتی ہیں۔

میرا اندازہ ہے کہ اناہیتا جیسی لڑکی کسی کو قتل کرنے کا بھیانک جرم نہیں کر سکتی۔ اس کی وجہ ضرور ہو گی۔ اسی بناء پر اس سے متعلق میرا فیصلہ یہ ہے کہ اسے معاف کر دیا جائے۔"

کرٹیز جب خاموش ہوا تب برسین اور سکندر دونوں کے لبوں پر ہلکا سا تبسم تھا۔ ر خاموشی رہی پھر سکندر نے کرٹیز کو مخاطب کیا۔

"کرٹیز! میں تمہارے اس فیصلے کو قبول کرتا ہوں۔ لیکن اس فیصلے پر عمل کرنے لئے میری ایک شرط....."

اس موقع پر کرٹیز نے بڑے غور سے سکندر کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"کیسی شرط؟"

سکندر نے اس موقع پر جواب طلب سے انداز میں برسین کی طرف دیکھا۔ دونوں نگاہوں ہی نگاہوں میں کوئی فیصلہ کیا اس کے بعد سکندر کرٹیز کی طرف دیکھتے ہوئے لگا۔

"شرط یہ ہے کہ اگر اناہیتا کو معاف کر دیا جاتا ہے تو پھر تمہیں اس سے شادی کرنا تا کہ وہ پھر کوئی قتل کا ایسا بھیانک کھیل نہ کھیلے اور مجھے امید ہے کہ تمہارے ساتھ نہیں کر سکے گی۔"

سکندر کے ان الفاظ کے جواب میں کریٹیز کی گردن جھک گئی تھی۔ گہری سوچ میں کھو گیا تھا۔ کچھ دیر خاموشی رہی۔ یہاں تک کہ سکندر نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''کریٹیز! میں تمہارے فیصلے کو تو قبول کر چکا ہوں پر لگتا ہے تم میری شرط کو قبول کرنے والے نہیں ہو۔''

کریٹیز چونکا۔ سکندر کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''میں فی الفور اس شرط کو قبول نہیں کرتا۔ میری یہ التماس تو ہے کہ اناہیتا کو معاف کر دیا جائے لیکن میں کچھ عرصہ دیکھوں گا، اس کا جائزہ لوں گا۔ اسے بھی اجازت دوں گا کہ وہ میری ذات کا جائزہ لے۔ اگر وہ میرے معیار پر پوری اتری اور اسے میری عادات و خصائل پسند آئے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اناہیتا کو اپنی زندگی کا ساتھی بنا لوں گا۔''

کریٹیز کے ان الفاظ پر برسین کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ عجیب سے انداز میں اس نے سکندر کی طرف دیکھا پھر جست لگانے کے انداز میں وہ اپنی نشست سے اٹھی پہلے کریٹیز کی طرف آئی، اس کی پیشانی پر ایک بوسہ دیا پھر تقریباً بھاگنے کے انداز میں وہ خیمے سے نکل گئی تھی۔

برسین کے جانے کے بعد کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ یہاں تک کہ سکندر پھر کریٹیز کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کریٹیز! میں چند یوم تک یہاں سے کوچ کروں گا۔ ایران کے بادشاہ داریوش کے تین مرکزی شہروں پر ہم قبضہ کر چکے ہیں۔ پہلا شوش، دوسرا بابل، تیسرا پرسی پولس اب چوتھا دارالحکومت رہتا ہے جس کا نام اکبتانہ ہے اور مجھے امید ہے جب ہم چوتھے مرکزی شہر پر بھی قبضہ کر لیں گے تو ایران کی ساری سرزمین ہمارے سامنے بے خطر، بے ضرر ہو کر رہ جائے گی۔ مجھے یہ بھی امید ہے کہ اب کسی بھی موقع پر ایران کا شہنشاہ داریوش کوئی بڑا لشکر لے کر ہمارے مقابل نہ آ سکے گا۔ اس لئے کہ ایرانی سمجھ چکے ہیں ہمارا مقابلہ کرنا ان کے بس کی بات نہیں۔ اس بناء پر میں چند یوم مزید یہاں پر قیام کروں گا اس کے بعد اپنی اگلی مہم کے لئے یہاں سے کوچ کروں گا۔

میرے عزیز بھائی! ان مہموں کے دوران میں چاہوں گا کہ تم اناہیتا کا خوب جائزہ لو۔ برسین سے میں کہوں گا کہ وہ بھی اناہیتا سے کہے کہ وہ ٹھنڈے دل سے تمہاری ذات

لے۔ اسے بنیادی طور پر ایک عرب ہونے کی حیثیت سے تم سے نفرت ہے۔ طرف پھینک دے۔ انسانیت کے ناطے سے تمہیں پرکھنے کی کوشش کرے اور ون ایک دوسرے سے سمجھوتہ کر لیتے ہو اور یہ خیال کرتے ہو کہ آنے والا تم دونوں زندگی کے ساتھی کی حیثیت سے گزر بسر کر سکتے ہو تو میں تم دونوں شاندار انداز میں اہتمام کروں گا اور تم دونوں ایک دوسرے کو اپنی زندگی تے ہو تو یاد رکھنا یہ میرے اور برسین دونوں کے لئے خوشی کا بہترین موقع

اں تک کہنے کے بعد سکندر اگلی مہموں سے متعلق کچھ دیر تک کریٹیز سے گفتگو اور اس کے بعد اس نے کریٹیز سے کہا کہ وہ اس خیمے کی طرف جائے جہاں نظر بند رکھا گیا ہے اور اسے خیمے سے نکال کر جہاں وہ قیام کرنا چاہے وہاں ں کے ساتھ ہی کریٹیز سکندر کے خیمے سے نکل گیا تھا۔

کریٹیز جب اس خیمے میں گیا جس میں اناہیتا کو نظر بند رکھا گیا تھا، خیمے کے مسلح جوان کھڑے تھے ان کے قریب جا کر ان میں سے ایک کو کریٹیز نے کچھ کہا۔ س کے جواب میں وہ حرکت میں آیا اور دوسرے ساتھیوں کو لے کر وہ چلا گیا یز خیمے میں داخل ہوا۔ اس وقت خیمے میں برسین اور اناہیتا دونوں بہنیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ خیمے کے دروازے پر جا کر کریٹیز رک گیا۔ اسے دیکھتے ہی جست کے انداز میں اناہیتا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے ی کھڑی ہو گئی تھی۔ خیمے کے دروازے پر کھڑے کھڑے ہی چند ثانیوں تک ر سے کریٹیز نے ان دونوں بہنوں کی طرف دیکھا پھر اناہیتا کی طرف دیکھتے مدھم سے لہجے میں کہنے لگا۔

''برسین کی بہن! تمہاری نظر بندی ختم ہوئی۔ اس خیمے میں آنے سے پیشتر جہاں قیام کر رکھا تھا اب تم وہیں جا کر قیام کر سکتی ہو۔''

کریٹیز جب خاموش ہوا تب اناہیتا بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ''پہلی بات یہ کہ آپ کو خیمے کے اندر آ کر ہم سے گفتگو کرنی چاہئے تھی۔ ات یہ کہ میں برسین کی بہن ضرور ہوں پر میرا اپنا کوئی نام بھی ہے۔ اس بناء پر ے میرے نام سے پکار سکتے ہیں۔''

PDF LIBRARY
0333-7412793

انابیتا کے ان الفاظ پر کریٹیز نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا۔ کہنے لگا
"عجیب انقلاب اور تبدیلی ہے۔ کبھی اس خیمے میں داخل ہونے کے جرم
میرے منہ پر طمانچہ بھی پڑتا تھا اور آج مجھے خیمے میں دعوت دینے کے ساتھ
میرے لئے جاہل و اُجڈ اور قابل نفرت کی بجائے آپ کا لفظ استعمال کیا جا رہا ہے
یہ غیر معمولی اور سماعت کو جھٹکا دینے والی تبدیلی نہیں ہے؟"

انابیتا آہستہ آہستہ خیمے کے دروازے کی طرف بڑھی۔ اس کے پیچھے پیچھے
بھی دروازے کی طرف ہو لی تھی۔ کریٹیز کے قریب جا کر انابیتا پھر انتہائی نرم لہجے
کھنکتی شہد برساتی آواز میں بول اٹھی تھی۔

"عموماً جب بارش ہوتی ہے تو لوگ خوش ہو جاتے ہیں لیکن جب مطلع صاف
کچھ بھی نہیں ہوتا صرف دھوپ ملتی ہے۔ بارش ہونے کے لئے پہلے آسمان پر
چھاتے ہیں یعنی ایک طرح کی تبدیلی رونما ہوتی ہے۔ اس کے بعد انسان کی خوشی
باعث بارش آتی ہے۔ اسی طرح انسان کے رویے میں بھی تبدیلیاں آتی رہتی ہیں اور
تبدیلیاں کئی لوگوں کے لئے خوشی کا باعث بن جاتی ہیں۔

اسی تبدیلی کے تحت میں آپ سے کہہ سکتی ہوں کہ لفظ 'آپ' میرے اور آپ
درمیان وارد ہو گیا ہے اور یہ بڑا پیارا اور میٹھا لفظ ہے۔ رہا سوال آپ کے خلاف
میرے پہلے رویے کا تو اس وقت میرے اور آپ کے درمیان موسم خشک تھا۔ اب
ابر آلود ہے۔ ہم دونوں کے درمیان خوشی کی بارش کی امید اور تمنا کی جا سکتی ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد انابیتا رکی، مزید کریٹیز کے قریب ہوئی اور اسے مخاطب
کر کے کہنے لگی۔

"ایسی باتیں بعد میں بھی ہو سکتی ہیں۔ سب سے پہلے تو میں آپ کی شکر گزار
ممنون ہوں کہ آپ نے سکندر سے یہ کہا کہ میرے قتل کے جرم کو معاف کر دیا جائے
میں اس لحاظ سے بھی آپ کی ممنون ہوں کہ آپ نے سکندر کے سامنے یہ وعدہ بھی
کہ اگر آپ کو میری عادات و اطوار پسند آئے اور آپ نے میری عادات کو پسند کر
آپ مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنا لیں گے۔"

یہاں تک کہتے کہتے انابیتا کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ کریٹیز بول اٹھا۔
"خاتون! یہ بہت دور کی بات ہے۔ ایسا موقع ہو سکتا ہے ہم دونوں کی زندگی

جائے اور یہ ممکن ہے کہ کبھی بھی نہ آئے۔ فی الوقت میں تم سے یہی کہنا چاہتا ہوں
خیمے میں آنے سے پیشتر تم جس خیمے میں اپنی رہائش رکھتی تھیں وہیں چلی جاؤ۔
ں خیمے سے نکلنے سے پہلے تم مجھے یہ نہ بتاؤ گی کہ تم نے اپنے شوہر کو کیوں قتل کیا؟
ں کا انجام یہی کرنا تھا تو تم نے اس سے چاہت اور محبت کی پینگیں کیوں بڑھائیں؟
سے شادی ہی کیوں کی؟ اور شادی کے بعد جونہی تم اس کے ساتھ اس کے خیمے میں
خنجر گھونپ کر اس کا خاتمہ کر دیا۔ یہ کب کا پرانا لیا جانے والا انتقام تھا جو تم نے
سے لے لیا؟"

کریٹیز کے اس سوال پر انابیتا کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ کہنے
"جس شخص نے مجھ سے شادی کی، میرے ہاتھوں اس کا قتل ایک معمہ اور ایک پہیلی
کسی مناسب وقت پر میں اس سے پردہ ضرور اٹھاؤں گی۔ لیکن ابھی نہیں۔"

انابیتا کے ان الفاظ کے جواب میں کریٹیز پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا۔
"اگر یہ معاملہ ہے تو پھر تم اس خیمے سے نکل کر پرانی رہائش گاہ کی طرف جا
ہو۔"

اس کے ساتھ ہی کریٹیز وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد بریمن اور
ز بھی اس خیمے سے نکل گئے تھے۔

پرسی پولس میں قیام کے دوران ایک روز سکندر مسلح جوانوں کے ساتھ اہ
کے ایک مندر کی طرف گیا۔ وہاں اس نے جو دیوتا دیکھا اس کے سر پہ عقاب
دکھائے گئے تھے۔ سکندر اور اس کے ہمراہی اس دیوتا کو دیکھ کر بڑے حیرت زدہ
اس لئے کہ دیوتا کے سر پر جو عقاب کے پر تھے انہوں نے سکندر کے علاوہ اس
ساتھیوں کو بھی حیرت میں ڈال دیا تھا۔ اس لئے کہ ویسے ہی پر وہ مصر میں کچھ دیو
پر دیکھ چکے تھے جنہیں سورج دیوتا اور زیوس کا نشان سمجھا جاتا تھا۔ بابل میں بھی
سکندر اور اس کے ساتھی بابل کے دیوتا مردوک کے کندھوں پر بنے ہوئے دیکھ
تھے۔ اب ایران کے دیوتا پر بھی وہ عقاب کے پر دیکھ رہے تھے اور ایران کا یہ دیو
تھا جو دانش کا دیوتا خیال کیا جاتا تھا اور اسے سورج کی قوت میں بھی شریک کار
جاتا تھا۔

سکندر جب وہاں پہنچا تو وہاں جو پجاری تھے انہوں نے بتایا کہ ایران میں
نہیں ہوتے البتہ اونچے مقامات پر پتھر کے ستون لگے ہوئے ہوتے ہیں جن پر
جلتی رہتی ہے۔ سکندر کو یہ بھی بتایا کہ وہ لوگ زرتشت کے ماننے والے ہیں۔

کچھ دیر تک سکندر دیوتا اور آس پاس کے آتش کدے کے ستون دیکھتا رہا
زرتشتیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تمہارے دیوتا کے ساتھ یہ عقاب کے پر کیوں رکھے جاتے ہیں؟''

اور ان زرتشتیوں نے سکندر کو بتایا عقاب بہت بڑا جانور ہے جو سورج سے
رہتا ہے۔ وہی انسانوں اور آسمان کے درمیان اتصال کی کڑی ہے۔ ان کا عقیدہ
کہ عقاب ایک طرح کی روح ہے جو انسانوں کی امداد کے لئے کوہستانی سلسلو
چوٹیوں سے اترتی ہے۔ سکندر کے استفسار پر زرتشتیوں نے سکندر پر یہ بھی انکشاف

انسان کی قسمت کا فیصلہ پہلے سے نہیں ہوا اور اس کا راز ستاروں کی گردش سے نہیں
جا سکتا حالانکہ بابلیوں کا یہی دعویٰ تھا۔ زرتشتی کہتے تھے کہ انسانی روح کو دوام
ل ہے اور وہ اندھیرے سے پہلے روشنی کی طرف آنے کے لئے جدوجہد کرتی رہتی
۔ جب وہ شر کے تصرف میں آ جاتی ہے تو اپنی قوت کھو بیٹھتی ہے۔ خیر کی طرف پیش
ا کرتی ہے تو اس کی قوت لوٹ آتی ہے۔ ان زرتشتیوں نے سکندر پر یہ بھی انکشاف
کہ سامیوں کے بڑے دیوتا بال کے خلاف زرتشتیوں کے دیوتا آہورا کو جنگ سے
تعلق نہیں ہے وہ صرف شر کے خلاف جدوجہد میں الجھا رہتا ہے۔ انہوں نے یہ بھی
اف کیا کہ ان ہی اوصاف کی وجہ سے ایرانیوں کا بڑا دیوتا آہورا یونانیوں کے بڑے
ا زیوس سے مختلف تھا۔

اس گفتگو کے دوران زرتشتی پجاریوں نے سکندر پر یہ بھی انکشاف کیا کہ زرتشتیوں
ایک عجیب و غریب افسانہ چلا آتا ہے کہ آسمان سے ایک دیوی زمین پر اتری اس کا
تھرا تھا۔ انہوں نے یہ بھی انکشاف کیا کہ وہ دیوی ایک رات میں ایک غار کے اندر
ہوئی اور یہ غار ثور اور جوزا کے درمیان واقع تھی۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ یہ اس
نے کی بات ہے جب رات کے وقت آسمان پر سنبلہ طلوع ہوا تھا۔

اس انکشاف پر سکندر بڑا متاثر ہوا اور ان زرتشتیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''جو کیفیت تم نے اپنی متھرا دیوی کی بتائی ہے یہی کیفیت بالکل یونانی دیوتا زیونی
ا کی بھی تھی۔ اسی طرح وہ بھی پیدا ہوا تھا۔'' اس نے زرتشتیوں پر یہ بھی انکشاف کیا
گویا ایران کی دیوی متھرا اور یونان کا دیوتا زیونی سوس دونوں توام ہیں۔ ان
تیوں کو مخاطب کر کے سکندر مزید کہنے لگا۔

''تمہاری ان باتوں سے مجھے ایسا لگتا ہے کہ گویا ایران کے زرتشتیوں نے بھی اسی
ے سے علم حاصل کیا تھا جس سے قدیم یونانیوں نے حاصل کیا تھا۔''

سکندر کے ایک سوال کے جواب میں ان زرتشتی پجاریوں نے سکندر کو یہ بھی بتایا
ایرانیوں کی قدیم کتاب ژند کا اسلوب یونان سے مشابہہ ہے اور شہنشاہان ایران کا
دان باہر سے ان علاقوں میں آ کر آباد ہوا تھا۔

اس انکشاف پر سکندر بڑا متاثر ہوا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''اگر یہ بات
ہ تو میں سمجھتا ہوں کہ یونان اور ایرانیوں کے درمیان ایک رشتہ ہو گا۔ تم یہ تو کہو کہ ان

سرزمینوں میں ایرانی آئے کہاں سے تھے؟"

زرتشتیوں نے بتایا کہ یہاں آنے سے پہلے بھی ایرانی یہاں سے بہت دور علاقوں میں رہتے تھے اور الوہی طاقتوں سے انہیں بہت قرب حاصل تھا۔ وہاں سے تو یہ گھوڑے پالتے تھے اور گھوڑوں پر ہی سوار ہوتے تھے اور اس قدیم نسل کا نام ا نے نسائی رکھا تھا۔ نیز وہ دھاتوں سے کام لیتے تھے۔ یہ قدیم ایرانی قبائل اپنے فردوس سے نکلے تو سغد باختر اور پارتھیہ سے ہوتے ہوئے آگے بڑھے اور زمین سمندر یعنی جھیل کیسپین کے اردگرد آباد ہوئے۔ ان میں سے ایک قبیلے کا نام ماد دوسرے کا نام پارسا تھا جس خطے میں وہ آباد ہوئے اس کا نام پارس رکھا۔ وہاں مرتفع بڑی اچھی گھاس پیدا کرتی تھی۔ اس میں وہ گھوڑوں کے گلّے چراتے تھے۔ پارسی قبیلے کی قیادت کا منصب ہخامنشی قبیلے کو حاصل ہوا تھا۔

زرتشتیوں نے سکندر پر یہ بھی انکشاف کیا کہ ہخامنشی قبیلے میں ممتاز ترین حیثیت کوروش کو حاصل تھی۔ جسے یونانی سائرس کہتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ کس طرح کوروش نے پہاڑی علاقے کے مادی قبیلے پر غلبہ پایا اور اپنے سواروں کے ساتھ فتح پھریرے اڑاتا مغربی سمت سے بحیرۂ روم تک چلا گیا۔

وہ زرتشتی جب خاموش ہوا تب سکندر نے اسے مخاطب کر کے کہا کہ کیا کوروش نے یونانیوں سے متعلق بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ زرتشتی مسکرایا اور کہنے لگا۔

"میں نے سن رکھا ہے کہ کوروش یونانی شہریوں کے طور طریقوں کی ہنسی اڑاتا تھا کہتے ہیں کہ وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ یہ یونانی ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں جس کا نام انہوں نے منڈی رکھا ہوا ہے وہاں سے خوراک لیتے ہیں۔ ان کا کام یہ ہے کہ بحثیں کریں اور وہ جو کچھ کھاتے ہیں اس کی قیمت دیں یوں قوم میں خوراک دی جاتی ہے فروخت نہیں کی جاتی۔"

سکندر نے پھر اس پجاری کو مخاطب کیا اور کہنے لگا۔ "کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ خاندان کے بانی کوروش کا مقبرہ کس طرف ہے اور کہاں ہے؟"

جواب میں وہ زرتشتی پجاری کہنے لگا۔ "کوروش کا مقبرہ پہاڑیوں کے اندر درختوں کے نیچے ایک چھوٹی سی ندی پر ہے۔ یہ بڑے بڑے پتھروں سے تعمیر ہوا ہے سورج کی حدت میں جلتے رہنے اور کہنہ اور بوسیدہ ہو جانے سے اس نے سنہری رنگ

اختیار کر لیا ہے۔"

کوروش کے لئے سکندر کے دل میں ایک احترام اور دلچسپی پیدا ہو گئی تھی لہٰذا ان پجاریوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"کیا تم لوگ مجھے کوروش کی قبر پر لے جا سکتے ہو؟"

اس پر وہ زرتشتی تیار ہو گئے۔ سکندر اور اس کے سالاروں کو لے کر وہ قریب ہی کوروش کی قبر کی طرف گئے۔ یہ قبر ایک چبوترے پر واقع تھی۔ سکندر اس چبوترے پر چڑھ کر سب سے اونچی سیڑھی پر بیٹھ گیا۔ قریب ہی تالاب کا ایک کمرہ تھا اور اس کی چھت مخروطی تھی۔ بیٹھ کر تھوڑی دیر تک سکندر اردگرد کا جائزہ لیتا رہا۔ اس نے دیکھا کہ مقبرے کے اردگرد ان گنت گھوڑے چر رہے تھے اور مقبرے کے قریب ہی چند کھیتوں کے پرے وسیع زینے نظر آتے تھے۔ ان زینوں سے متعلق پوچھنے پر پجاریوں نے اس انکشاف کیا کہ یہاں کبھی کوروش کا شہر ہوا کرتا تھا جس کا نام پارساگرد تھا۔

بہرحال کوروش کا مقبرہ اور اس کے شہر پارساگرد کے آثار دیکھنے کے بعد سکندر اپنے سالاروں اور دیگر ساتھیوں کے ساتھ واپس پرسی پولس کے نواح میں اپنے پڑاؤ میں گیا۔ واپسی پر سکندر نے کوروش کے خاندان کے دوسرے شہنشاہوں کے مقبرے بھی دیکھے جو چٹانیں کاٹ کر بنائے گئے تھے۔ ان مقبروں میں داریوش سوئم جسے داریوش اعظم کہتے ہیں اور زرکسیز کے مقبرے تھے۔ ان سب مقبروں کے دروازے پر بھی عقاب کے پروں اور قرصِ خورشید کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ وہاں کوئی آدمی نہ تھی البتہ قریب ہی ایک جگہ آگ ضرور جل رہی تھی۔

بہرحال سکندر نے پرسی پولس کے نواح میں اس وقت تک قیام کیا جب تک پہاڑوں پر برف پگھل گئی اس کے بعد سنہ 330 ق م کے موسم بہار میں سکندر نے پرسی پولس سے کوچ کیا۔ اب اس کا ارادہ تھا کہ وہ ایران کے شہنشاہ داریوش کا تعاقب شروع کرے گا۔

پرسی پولس سے کوچ کرنے کے بعد سکندر اپنے لشکر کے ساتھ پہلے ان چٹانوں کے پاس سے گزرا جن میں قدیم ایرانی شہنشاؤں کے مقبرے بنائے گئے تھے۔ اس کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ سکندر شمال مغربی سمت میں اونچے پہاڑوں پر چڑھنا شروع کیا اور لشکر کو لے کر اتنی بلندی پر پہنچ گیا تھا جتنی بلندی پر بادل چلے جاتے ہیں۔ وہاں

گھوڑوں کے چرنے کے لئے تازہ گھاس تھی۔ اپنے ساتھ سکندر نے کچھ مجوسیوں یا زرتشتیوں کو بھی اپنی راہبری کے لئے لے لیا تھا۔

لگاتار سفر کرتے ہوئے سکندر اپنے لشکر کے ساتھ اس وادی میں پہنچ گیا جہاں سے ایک شاہراہ ایران کے چوتھے بڑے اور مرکزی شہر اگبتانہ کی طرف جاتی تھی اور وہ پرسی پولس سے لگ بھگ 600 میل کے فاصلے پر تھی۔

آخر سکندر اپنے لشکر کے ساتھ اگبتانہ یعنی ہمدان پہنچا وہاں جا کر اسے معلوم ہوا کہ ایران کے وہ جنگجو قبائل جو اس سے پہلے بڑی سرگرمی سے ایران کے شہنشاہ داریوش کا ساتھ دے رہے تھے اب انہوں نے اربیل کی جنگ کے دوران داریوش کی بدترین شکست کے بعد داریوش کی حمایت سے دست برداری اختیار کر لی تھی۔ وہاں بہت سے مادی اور کرد قبائل تھے۔ سکندر جب ان کے قریب گیا تو ان کے سرکردہ لوگ سکندر کے پاس آئے اور سکندر سے انہوں نے مصالحت کر لی۔

اس مصالحت کے بعد سکندر اپنے لشکر کے ساتھ بڑے اطمینان سے اگبتانہ یعنی ہمدان شہر میں داخل ہوا۔

کہتے ہیں جس وقت سکندر اپنے لشکر کے ساتھ اگبتانہ کی طرف کوچ کر رہا تھا اس وقت ایران کے شہنشاہ داریوش نے بھی اگبتانہ ہی میں قیام کیا ہوا تھا اور وہ سکندر کی پیش قدمی کی خبر سن کر وہاں سے بھاگ نکلا تھا۔ سکندر کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے مزید تفصیل جاننے کے لئے کچھ لوگوں سے رابطہ قائم کیا جس کے جواب میں اسے بتایا کہ داریوش واقعی اب اگبتانہ سے بھاگا ہے اور یہ کہ اس کے ساتھ لگ بھگ دو ہزار تنخواہ دار سواروں کے سوا کوئی بڑی جمعیت نہ تھی۔ سکندر کو یہ بھی بتایا کہ ایران کا شہنشاہ داریوش ایران کی سطح مرتفع سے گزرتا ہوا مشرق کی طرف چلا گیا تھا کہ اپنی جان بچا سکے۔ ان لوگوں نے سکندر پر ان خدشات کا بھی اظہار کیا کہ ممکن ہے داریوش کہیں قیام کر کے نئے لشکری بھرتی کرے اور پھر یونانیوں کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرے۔ دوسری طرف سکندر داریوش کو مزید کوئی ایسا موقع نہ دینا چاہتا تھا جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ اپنی عسکری طاقت کو بحال کر کے پھر یونانیوں کے مقابلے پر آئے لہٰذا اگبتانہ ہی سے سکندر نے داریوش کا تعاقب کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔

اپنے لشکر کے ایک مخصوص حصے کے ساتھ آخر کار سکندر نے داریوش کا تعاقب

شروع کیا۔ ان علاقوں میں ایران کے مجوسی سکندر اور اس کے سالاروں کی رہنمائی کر رہے تھے۔ داریوش کا تعاقب کرتے ہوئے آخر کار سکندر اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ان راستوں پر جا پہنچا جہاں سے کبھی زمانہ قدیم میں ایرانی اپنے اصلی وطن سے نکل کر ایران میں داخل ہوئے تھے۔

اب انہیں اپنے شمال میں وہ بلند کوہستانی سلسلہ بھی دکھائی دے رہا تھا۔ جسے مجوسی اور آتش پرست کوہ ارزق یا کوہستانِ دماوند کہہ کر پکارتے تھے۔ سکندر اور اس کے ساتھیوں نے دیکھا اس کوہستانی سلسلے کی چوٹی برف پوش تھی اور ہوائیں اس قدر تیز چل رہی تھیں کہ وقفہ وقفہ سے ہوائیں چوٹی پر پڑی برف کو اڑا کر ہوا میں تحلیل کرتی جا رہی تھیں۔

کوہستانی سلسلے کے نیچے دماوند نام کا قدیم شہر بھی تھا۔ یہاں کسی نے سکندر سے کوئی تعرض نہ کیا نہ اس کی راہ روکی۔ لہٰذا سکندر اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دماوند شہر میں داخل ہوا اور وہاں اس نے قیام کیا۔

وہاں قیام کے دوران سکندر کو اطلاع ملی کہ داریوش کئی روز پیشتر وہاں سے گزر چکا ہے۔ اسے یہ بھی بتایا کہ جس طرح سکندر نے دماوند میں قیام کیا ہے اسی طرح چند روز پہلے داریوش بھی ادھر آیا اور وہاں اس نے قیام کیا تھا۔ اسے یہ بھی اطلاع دے دی گئی کہ یہاں سے نکلنے کے بعد وہ اس گھاٹی کی طرف گیا جسے باب قزوین کہتے ہیں۔

(اس کا پرانا نام بابِ قاسپین ہوا کرتا تھا۔ قاسپین ایک پرانی قوم کا نام تھا اور یہی بابِ قاسپین بگڑ کر آخر بابِ قزوین بن گیا)

دماوند ہی میں قیام کے دوران سکندر کو یہ بھی اطلاع دی گئی کہ گو داریوش چند روز پہلے دماوند سے کوچ کر گیا تھا لیکن اب اسے اس کے ایک ماتحت حاکم نے گرفتار کر لیا ہے اور وہ اسے اپنی مرضی سے نہ جانے کس طرف لے جا رہا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی سکندر فوراً اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا اور ایک بار پھر اس نے داریوش کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔

اب اپنے تعاقب کرنے والے لشکر کے ساتھ سکندر رات بھر سفر کرتا رہا۔ جس وقت سورج طلوع ہوا اس وقت سکندر بابِ قزوین کی سیاہ وادیوں سے گزر کر آگے بڑھ چکا تھا اور دوپہر کے قریب وہ ایک ندی کے قریب پہنچ گیا۔ لگاتار سفر کرنے کی وجہ سے

چونکہ اس کے ساتھی تھک ہار چکے تھے۔ اس نے ندی کے کنارے قیام کر لیا تاکہ ا
کے لشکری ستا لیں۔ سکندر نے اس قدر تیزی اور تسلسل کے ساتھ سفر کیا تھا کہ ا
گھوڑے بھی تھکان کے باعث ہلاک ہو گئے تھے۔ ندی کے کنارے پہنچ کر مقامی لو
سے سکندر کو پتہ چلا کہ صرف ڈیڑھ دن پیشتر ایرانی شہنشاہ داریوش نے اس ندی
کنارے قیام کیا تھا۔

اسی ندی کے کنارے پہنچ کر سکندر کو یہ بھی اطلاع ملی کہ داریوش کو بیک وقت
سرکردہ اشخاص نے ایران کے شہنشاہ داریوش کو اپنا اسیر بنا لیا ہے۔ ان میں سے ایک
کا حکمران بسوس، دوسرا سیستان کا حکمران اور تیسرا ایرانی لشکر کے سوار حصے کا سپہ سالار
برزن تھے۔

سکندر کو جب خبر ہوئی کہ ان تینوں نے داریوش کو اپنا اسیر بنا لیا ہے تب سکندر نے
ان کا تعاقب پہلے کی نسبت اور زیادہ تیز کر دیا۔ منزل پر منزل مارتا ہوا وہ آگے بڑھتا
رہا۔ یہاں تک کہ وہ ایسی جگہ پہنچا جہاں اس سے پہلے داریوش کے قافلے نے رات بسر
کی تھی۔

اب سکندر کو یقین ہو گیا تھا کہ وہ ایران کے شہنشاہ داریوش کو جا لے گا لہٰذا اس
نے اپنے آگے بڑھنے کی رفتار تیز کر دی تھی۔ یہاں تک کہ وہ اپنے لشکر کے حصے کے
ساتھ صحرائی حصے میں داخل ہو گیا تھا۔

صحرا میں داخل ہونے کے بعد سکندر اور اس کے لشکریوں کی حالت بڑی گمبھیر ہو
گئی تھی۔ سکندر اب کہیں قیام کر کے اور ٹھہر کر اپنے لشکریوں کو آرام کا موقع نہیں دے
سکتا تھا۔ اس لئے کہ اسے اندیشہ تھا کہ اگر اس نے ایسا کیا تو داریوش ہاتھ سے نکل
جائے گا اور دوسری طرف لگاتار سفر کرتے ہوئے اس کے لشکری بلکہ وہ خود بھی سخت
پیاس محسوس کر رہا تھا۔ اس کے علاوہ وہ صحرا کے اندر سفر کرتے ہوئے جب تیز دھوپ نے
اپنا کام دکھانا شروع کیا تو ہر چیز تپ گئی۔ سکندر کے لشکر میں پانی کا جس قدر انتظام تھا
وہ ناقص تو نہ تھا لیکن لگاتار سفر کرتے ہوئے پانی کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔ یہاں تک کہ صحرا
میں ایک جگہ سکندر رکا اس لئے کہ ایک طرف سے کچھ لوگ اس کی طرف آتے دکھائی
دیئے۔ جب وہ قریب آئے تو سکندر نے دیکھا ان میں سے ایک کے ہاتھ میں پانی کا
مشکیزہ تھا۔ سکندر کے قریب آ کر مشکیزے والا کہنے لگا۔

"یہ صحرا کی ملحقہ چٹانوں میں بڑی مشکل سے اس قدر پانی جمع کر کے لائے
ہیں۔"

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس موقع پر سکندر نے پانی لانے والے سے پوچھا۔
"تم یہ پانی کس کے لئے لائے ہو.....؟"
مشکیزے والا کہنے لگا۔
"یہ پانی میں آپ کے لئے لایا ہوں۔"

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس موقع پر سکندر کے لشکری اس کے ارد گرد تھے اور
وہ پیاس محسوس کر رہے تھے لہٰذا ان کی نظریں پانی بھرے مشکیزے پر جمی ہوئی
تھیں۔ سکندر نے پانی کا مشکیزہ لے لیا کسی سے اس نے کچھ نہ کہا اور وہ پانی کا مشکیزہ
اس نے صحرا کی ریت پر انڈیل کر پانی ریت پر گرا دیا اور پھر اپنے لشکریوں اور پانی
والوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اگر یہ لوگ صرف میرے لئے پانی لے کر آئے ہیں تو تنہا ایک آدمی کا پانی پینا
مناسب نہیں ہے۔"

اس کے بعد سکندر نے پھر تعاقب شروع کر دیا۔ عصر کے وقت انہیں اپنے سامنے
فاصلے پر اس شاہراہ پر غبار اڑتا دکھائی دیا۔ جس شاہراہ پر وہ داریوش کا تعاقب کر
رہے تھے اس غبار سے سکندر نے اندازہ لگا لیا کہ ایران کا شہنشاہ داریوش اب آگے
تھوڑے ہی فاصلے پر رہ گیا ہے۔ اس موقع پر مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ صحرا میں
چلتے ہوئے سکندر کو لگ بھگ 47 گھنٹے گزر چکے تھے لہٰذا یونانی لشکری پریشان اور
تھکے ہوئے بھی تھے۔ ان کا اندازہ تھا کہ جونہی سکندر ایران کے شہنشاہ داریوش کو جا لے گا تو
اس کے ساتھ جو اس کا محافظ لشکر ہے اس کے ساتھ یونانیوں کا ٹکراؤ ہو گا اور یونانی
پیاس اور بھوک کی وجہ سے اس قابل نہیں کہ جم کر دشمن کا مقابلہ کر سکیں۔

سکندر جب مزید کچھ آگے بڑھا تو اسے شاہراہ کے کنارے کچھ چھکڑے کھڑے
دکھائی دیئے۔ وہیں پر اسے کچھ لوگوں سے پتہ چلا کہ داریوش کے ساتھ جو لگ بھگ
اس کے محافظ دستوں کے مسلح جوان تھے وہ اس کا ساتھ چھوڑ کر اپنی جانیں
بچانے کے لئے بھاگ چکے ہیں۔ اس لئے کہ انہیں خبر ہو چکی ہے کہ یونان کا بادشاہ
ان کے تعاقب میں ہے۔ اس کے بعد سکندر جب مزید آگے بڑھا تو اس نے

دیکھا وہاں کچھ ایرانی مسلح جوان تھے۔ سکندر اور اس کے لشکریوں کو دیکھتے ہی وہ زمین پر گر گئے۔ یعنی انہوں نے سکندر کی اطاعت قبول کر لی۔ وہ سخت پیاس محسوس کر رہے تھے۔ ان ایرانیوں نے سکندر پر یہ بھی انکشاف کیا کہ قریب ہی ایک چشمہ ہے جہاں سے ضرورت کا پانی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ان لوگوں کے قریب ہی ایک گاڑی کھڑی تھی جسے دو خچر کھینچ رہے تھے۔ اس چھکڑا نما گاڑی میں اس وقت کوئی سوار بھی نہ تھا۔ خچروں کو ہانکنے والا سائیس بھی غائب تھا۔ شاید بھاگ گیا تھا۔ سکندر نے جب اس چھکڑا نما گاڑی کا جائزہ لیا تو دیکھا اس کے اندر ایران کے شہنشاہ داریوش کی لاش پڑی ہوئی تھی جسے اس کے ساتھیوں نے قتل کر دیا تھا۔

مغربی مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس موقع پر سکندر نے اپنا لبادہ اتار کر داریوش کی لاش پر ڈال دیا تھا۔

اس وقت جو لوگ وہاں جمع تھے انہوں نے سکندر پر یہ بھی انکشاف کیا کہ فرار کے اس سفر میں داریوش کے ساتھ بلخ کا حاکم بسوس تھا۔ جب انہیں خبریں ملیں کہ سکندر ان کا تعاقب کرتے ہوئے قریب آ گیا ہے تو بسوس نے ارادہ کیا کہ جس شاہراہ پر وہ سفر کر رہا ہے اسے چھوڑ کر دائیں بائیں فرار ہونے کی کوشش کرے۔ اس نے داریوش سے بھی کہا کہ وہ چھکڑے سے نکل کر گھوڑے پر سوار ہو جائے اور اس کے ساتھ بھاگ کر اپنی جان بچانے کی کوشش کرے لیکن داریوش نے اس کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کے اس انکار پر بسوس نے شہنشاہ کے مہلک زخم لگائے اور اس رتھ نما گاڑی میں چھوڑ کر بھاگ گیا۔ انہی زخموں کے باعث بیچارگی کی حالت میں داریوش وفات پا گیا تھا۔

مغربی مؤرخین کے برخلاف ایرانی مؤرخین لکھتے ہیں کہ بسوس داریوش کو قتل کر کے اس کی لاش کو رتھ میں چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ سکندر نے جب اس رتھ کا جائزہ لیا تھا تو اسے اس کے اندر داریوش کی لاش پڑی ہوئی ملی۔ رتھ چلانے والا بھی بھاگ چکا تھا۔ کہتے ہیں کہ داریوش کی لاش بے گور و کفن پڑی ہوئی تھی۔ سکندر کو اس کی اس حالت پر بڑا رنج اور دکھ ہوا لہٰذا اس نے اپنا سرخ لبادہ اتار کر شہنشاہ ایران کی لاش پر ڈال دیا تھا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ داریوش کی موت پر ہخامنشی خاندان کا عہد ختم ہو گیا۔ مؤرخین

میں اس امر پر بھی اختلاف ہے کہ داریوش کو کس مقام پر قتل کیا گیا؟ مؤرخین کا ایک گروہ کہتا ہے کہ داریوش کو سمنان اور شیروز شہروں کی درمیان وادی میں جولائی 330 ق م میں قتل کیا گیا تھا۔

مؤرخین کا دوسرا گروہ کہتا ہے کہ داریوش دامغان کے قریب قتل کیا گیا تھا۔ اس کے بعد داریوش کی لاش کو پورے تزک و احتشام کے ساتھ تخت جمشید بھیج دیا گیا جہاں شاہانہ آداب اور رسوم کے ساتھ اس کی تجہیز و تکفین مکمل کی گئی۔ اس کے بعد سکندر نے پارس یعنی خراسان میں ایک مقتدر شخص کو وہاں حاکم مقرر کیا۔ خراسان اور گورگان اس کے تحت کر دیئے گئے اور اپنی طرف سے ایک یونانی سالار کو اس کا نائب مقرر کرنے کے بعد خود سکندر نے مزید علاقے فتح کرنے کے لئے پیش قدمی کرنے کا ارادہ کیا۔ ساتھ ہی اس نے اپنے دل میں یہ بھی تہیہ کر لیا تھا کہ وہ ایران کے شہنشاہ داریوش کے قاتل بسوس کو پکڑ کر ضرور اس کے کیے کی سزا دے گا۔

داریوش کے اپنے ہی ایک حاکم کے ہاتھوں موت نے ایران کے اندر ہخامنشی عہد کا خاتمہ کر دیا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ ایرانی شہروں میں سکندر نے سب سے زیادہ اگبتانہ یعنی ہمدان شہر کو پسند کیا۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ پرسی پولس پہنچنے کے وقت سکندر کو مغربی سرزمینوں پر اقتدار حاصل ہو چکا تھا اور ہمدان یعنی اگبتانہ میں داخل ہوتے ہی اس نے ساری ایرانی مملکت کی فرماں روائی کی ذمہ داریاں سنبھال لی تھیں۔

اگبتانہ یعنی ہمدان سکندر کو اس لئے بھی پسند تھا کہ باقی شہروں کی نسبت وہ طبعی اور دفاعی لحاظ سے زیادہ موزوں تھا۔ اس کے اردگرد سات فصلیں تھیں جو شہر کی طرف آنے والی شاہراہ سے شروع ہو کر اندر کی طرف جاتی تھیں اور ساتوں فصیلوں کے رنگ الگ الگ تھے۔ سب سے باہر والی فصیل پر سنہری رنگ پھرا ہوا تھا اور وہ دھوپ میں خوب چمکتا تھا۔ اس کے علاوہ اگبتانہ اس بناء پر بھی سکندر کو پسند تھا کہ اس کی ہوا ایسی خنک تھی جیسی کہ مقدونیہ کے مرکزی شہر پیلا کی تھی۔

اس کے علاوہ ہمدان کا طرز تعمیر یونانیوں کے فن تعمیر سے مشابہہ تھا۔ سکندر نے اس شہر میں یہ بھی دیکھا کہ اگبتانہ کے پاس بلند پہاڑوں کا ایک ایسا سلسلہ شروع ہوتا تھا جن کے سامنے یونان کی چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں بالکل بے حقیقت نظر آتی تھیں۔ اگبتانہ کے شمالی سمت میں کوہستان ارارات تھا۔ یہ پہاڑ نظر تو نہ آتا تھا تاہم اس کی

برف پوش چوٹیاں کبھی دکھائی دے جاتی تھیں۔

داریوش کی لاش کو تخت جمشید بھجوانے کے بعد سکندر نے تاپوری یعنی موجودہ مازندان اور برکینیا یعنی موجودہ گورگان کے سارے علاقوں کو مفتوح کرنے کے لئے اپنے لشکر کے ساتھ پیش قدمی شروع کی تھی۔ اس پیش قدمی کے دوران اس نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا تا کہ زیادہ سے زیادہ علاقوں کو فتح کیا جا سکے۔ مختصر مگر دشوار گزار راستہ اس نے خود اختیار کیا اور بحرۂ خزر تک جا پہنچا۔ یہاں اس کے استقبال کو برکینیا یعنی گورگان کا حکمران موجود تھا اور اس نے اظہار اطاعت کیا اور اس کے علاوہ وہیں پر مازندان کے حکمران بھی اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی اطاعت اور فرماں برداری کا اظہار کیا لہٰذا بحرۂ خزر کے کنارے سکندر نے اپنے لشکر کے ساتھ قیام کر لیا تھا۔ اتنی دیر تک لشکر کے دوسرے حصے بھی اس سے آن ملے تھے۔

بحرۂ خزر کے کنارے قیام کے دوران کچھ زرتشتی بھی سکندر کی خدمت میں حاضر ہے۔ ان زرتشتیوں نے سکندر پر انکشاف کیا کہ وہ یونانی اور دیگر آریاؤں کے کسی دیوتا کی مورتی کے سامنے نہیں جھکتے۔ سکندر کو حیرت ہوئی کہ جو زبان وہ ہے تھے اسے سکندر کچھ کچھ سمجھتا تھا اور وہ کافی یونانی الفاظ بھی استعمال کر رہے ن زرتشتیوں نے سکندر پر انکشاف کیا کہ ہماری قدیم روایات میں یہ بھی لکھا ہے ستانِ ارارات کے اردگرد ایک بہت بڑا طوفان آیا تھا۔ ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ م دار ستارہ کسی وقت زمین سے ٹکرائے گا اور آگ کا طوفان ہر طرف پھیل جائے اس سے محفوظ رہیں گے اور پھر با اطمینان دائمی بہشت میں داخل ہو جائیں گے۔ ان زرتشتیوں نے کوہستانی سلسلہ کے اندر ایسی جگہ بھی دکھائی جہاں ہمیشہ آگ تی تھی۔ کبھی زمین کے شگافوں سے سیاہ رنگ کا ایک سیال مادہ ابلتا رہتا تھا جو طرح بہہ کر ایک چشمے میں جا گرتا تھا جہاں مسلسل آگ شعلہ زن رہتی تھی۔

وہ زرتشتی کہتے تھے کہ چٹانوں کے درمیان ایسی آگ چمکتی ہے اور اس میں سے نکلتا ہے۔ سکندر کے کہنے پر جب کچھ یونانی صناعوں اور ہنرمندوں نے اس جگہ کا یا تو انہوں نے وہ جگہ دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا۔ اس لئے کہ ان پر ایک نئے عنصر اف ہوا تھا۔ وہ مادہ جو کوہستانی سلسلے سے نکل کر بہتا تھا دراصل ایک آتش فشانی تھا۔ جو مادہ اس سے نکل کر بہہ رہا تھا اس میں نفت اور رال دونوں سے مشابہت اس دھارے میں یہ بھی صفت تھی کہ اگر جلتی ہوئی مشعل اس کے قریب لائی جاتی میں فوراً اشتعال برپا ہوتا۔ بھاپ اور سیال کے اس آتش گیر مرکب سے اہل نے جو اس وقت تجربات کیے وہ ایک طرح سے موجودہ پٹرول کے دنیا میں امتحان ریکارڈ تھا۔

اس مادے کو دیکھ کر یونانی بڑے خوش ہوئے اور اس کا تماشہ سکندر کو دکھانے کے لئے انہیں ایک تدبیر سوجھی۔ سکندر کی خیمہ گاہ کے سامنے جو کھلا میدان تھا انہوں نے اس سیال مادہ اس کے اندر چھڑک دیا اور جب سورج غروب ہونے کے بعد رات ہوئی تو جس جگہ انہوں نے وہ مادہ چھڑکا تھا اس کے ایک کونے میں وہ مشعل لے کر کھڑے ہو گئے اور پھر اس جگہ جب مشعل گرائی گئی تو پورے میدان میں اتنی تیزی سے شعلے بھڑک اٹھے کہ وہ سارا میدان ایک طرح سے شعلہ زار بن کر رہ گیا تھا۔

وہاں قیام کے دوران کچھ کردارنی اور مجوسی بھی سکندر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ سکندر سے ایران کے سابق حکمرانوں کے طور طریقوں سے متعلق گفتگو کرتے رہے۔ انہوں نے سکندر پر انکشاف کیا کہ بابلیوں نے ایک شہری ریاست قائم کی۔ یہ بہت عظیم الشان تھی لیکن دراصل ایک شہر تمام شہروں پر حکومت کرتا تھا۔

انہوں نے سکندر سے یہ بھی کہا کہ آشوری بھی ایک بہت بڑی قوم تھی۔ آشوریوں نے مختلف قوموں کو فتح کر لیا اور سب کو اس آشوری ریاست کا رعایا بنا لیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ اس کے برعکس ایران کے ہخامنشی شہنشاہوں نے دوسری قوموں پر حکمرانی کا انتظام ضرور کیا تاہم ان کو قوموں کی حیثیت سے محفوظ رکھا۔ گویا انہوں نے اجزاء کو محفوظ رکھتے ہوئے ایک کل تیار کر لیا تھا۔

سکندر ان لوگوں کی بتائی اطلاعات سے بے حد خوش ہوا۔ پر اسی دوران سکندر کے لشکر میں ایک غیر معمولی اور انتہائی افسوس ناک واقع بھی رونما ہوا۔

دراصل سکندر وہاں قیام کر کے اپنے بڑے سالار پارمینو کا منتظر تھا جو لشکر کے ایک حصے کے ساتھ اگبتانہ میں قیام کیے ہوا تھا اور وہیں سے نکل کر اس نے سکندر سے آملنا تھا جبکہ پارمینو کا بیٹا فلوٹس اس وقت سکندر کے ساتھ تھا اور جو حادثہ پیش آیا وہ پارمینو کے بیٹے فلوٹس سے متعلق ہی تھا۔

مؤرخین کے مطابق یہ حادثہ کچھ اس طرح پیش آیا تھا کہ دمشق میں فلوٹس کی ملاقات ایک عورت سے ہوئی جس کا نام اینٹی گون تھا اور وہ ایک ایسے مقام کی رہنے والی تھی جس کا نام پرنا تھا۔ یہ عورت چونکہ فلوٹس کے ساتھ رہتی تھی فلوٹس کے ساتھ رہتے ہوئے اس پر بہت سے حقائق آشکار ہوئے۔ اس نے کئی لوگوں پر انکشاف کیا کہ فلوٹس اکثر کہا کرتا تھا کہ یونانیوں کی فتح مندیاں فلوٹس اور اس کے باپ پارمینو کی ہمت اور

ں کا نتیجہ ہیں اور یہ کہ نوجوان اور ناتجربہ کار سکندر ایسے کارنامے انجام نہیں دے

سکندر نے جب یہ نامعقول باتیں سنیں تو اس نے اینٹی گون نام کی عورت کو بلایا ں سے سارے واقعات سے متعلق پوچھا۔ عورت نے تفصیل کے ساتھ ان ساری ے سکندر کو آگاہ کر دیا جو فلوٹس اکثر و بیشتر کہا کرتا تھا۔

اینٹی گون نام کی اس عورت سے ساری باتیں سن کر سکندر اس طرح خاموش ہو گیا س نے ان باتوں کو بھلا دیا ہو۔

دوسری طرف فلوٹس بڑا سرکش اور متمرد قسم کا آدمی تھا۔ وہ سکندر ہی کی طرح روپیہ ور رقوم تقسیم کرتا رہتا اور انتہائی حماقت سے ذاتی معاملات میں برابر سکندر کی ے کرتا۔ چونکہ وہ لشکر کے ایک خاصے بڑے حصے کا کماندار تھا اس لئے وہ یہ خیال تا کہ لشکر میں اسے سکندر کے برابر اثر و رسوخ حاصل ہے۔

اس دوران لشکر میں سکندر کے خلاف ایک سازش تیار کی گئی۔ اس سازش کی ع جس شخص کو ہوئی اس نے اس سازش کی خبر جا کر فلوٹس کو کہہ دی۔ اس سازش کی کر فلوٹس کو چاہیے تھا کہ سازش کی اطلاع اسی وقت بلکہ فوراً سکندر کو کرتا لیکن اس ں کا سکندر سے ذکر تک نہ کیا۔

جب سکندر کو ان حالات کا علم ہوا تو اس نے اس حرکت کو فلوٹس کی غفلت قرار ہوئے اسے ہی سازش کا ذمہ دار قرار دیا۔ کہتے ہیں اس موقع پر سکندر کو فلوٹس کی کت پر انتہا درجہ کا غصہ آیا۔ غصے کی حالت میں اس پر جنون سوار ہو گیا اور اس نے خاص لشکریوں کو حکم دیا کہ فلوٹس کو برچھیاں مار کر قتل کر دیا جائے۔

سکندر کا حکم ملتے ہی فلوٹس کا خاتمہ کر دیا گیا۔ فلوٹس چونکہ سکندر کے سب سے اور نامور سپہ سالار پارمینو کا بیٹا تھا لہٰذا سکندر کو یہ خدشہ پیدا ہوا کہ فلوٹس کی موت کر پارمینو ضرور اس کے خلاف بغاوت اور سرکشی کرے گا۔ اس طرح سکندر کی فتوحات اور کئے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔

اس افسوسناک صورت حال پر قابو پانے کے لئے سکندر نے اپنے تین سالاروں م دیا کہ وہ برق رفتاری سے اگبتانہ کا رخ کریں اور پارمینو کے پاس پہنچ کر اس لانداری کا منصب واپس لے لیں اور اسے کسی پرسش یا مقدمے کے بغیر موت

کے گھاٹ اتار دیں۔

چنانچہ وہ تینوں سالار بڑی تیزی سے اگبتانہ پہنچے اور وہاں انہوں نے سکندر کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے پارمینو کا خاتمہ کر دیا تھا۔

جس روز فلوٹس کو قتل کیا گیا اس روز فلوٹس کے واقعہ کے بعد کریٹیز اپنے خیمے میں اکیلا بیٹھا تھا کہ خیمے کے اندر برسین داخل ہوئی۔ اسے دیکھتے ہی کریٹیز اپنی جگہ پر کھڑا ہوا۔ برسین آگے بڑھی، چپ چاپ ایک نشست پر بیٹھ گئی۔ وہ کسی قدر اداس اور افسردہ تھی۔ کچھ دیر خاموش رہی پھر کریٹیز نے اسے مخاطب کیا۔

''میری بہن! میں دیکھتا ہوں آپ کسی قدر سنجیدہ ہیں ...... کیا کوئی خاص بات ہے ...... کیا کسی موضوع پر آپ کا سکندر سے اختلاف ہوا ہے......؟''

کریٹیز کے ان الفاظ پر برسین کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا کہنے لگی۔

''کریٹیز میرے بھائی! سب سے پہلے تو میں تمہاری شکرگزار ہوں کہ میری سنجیدگی پر بھی تم فکرمند ہو جاتے ہو ...... تم حقیقی معنوں میں میرے اچھے بھائی ہو جس پر میں فخر کر سکتی ہوں ...... دراصل مجھے دو واقعات نے ایک طرح سے پریشان و فکرمند اور سنجیدہ کر دیا ہے۔

پہلا فلوٹس کے قتل کا ہے وہ بے چارہ ایک طرح کا سرکش اور متمرد ضرور تھا لیکن اسے قتل نہیں کیا جانا چاہیے تھا۔ اس سلسلے میں، میں نے سکندر سے بھی کہا لیکن اس نے میری بات نہیں مانی اور پھر یہ کہ سکندر نے اپنے کچھ سالاروں کو پارمینو کا خاتمہ کرنے کے لئے بہ یک وقت اگبتانہ کی طرف روانہ کر دیا ہے اور ان واقعات نے یقیناً مجھے کسی حد تک پریشان کیا ہے۔ میری پریشانی اور سنجیدگی کی دوسری وجہ میری بہن اناہیتا ہے۔''

برسین کے ان الفاظ پر کریٹیز چونکا۔ ایک دم پوچھ لیا۔ ''اناہیتا کو کیا ہوا ...... کیا اس نے اب کوئی نیا معاملہ کھڑا کر دیا ہے......؟''

برسین پھر مسکرائی پہلے اس نے اثبات میں گردن ہلائی پھر کہنے لگی۔

''تمہارا اندازہ درست ہے ...... تھوڑی دیر پہلے وہ اس وقت میرے خیمے میں آئی جس وقت سکندر میرے پاس نہیں تھا ...... اس نے میرے سامنے آ کر بیٹھنے کی بجائے کھڑے ہو کر مجھے گھورنا شروع کر دیا ...... میں نے جب بیٹھنے کے لئے کہا تو وہ بیٹھی

بلکہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اٹھایا پھر اپنا گال میرے سامنے کیا اور بڑی سنجیدگی اور کسی تی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔ ''میری بہن! میرے منہ پر لگاتار کئی طمانچے ماریں فعل مجھ سے سرزد ہوا تھا اس کی مجھے سزا ملے۔'' میں نے اس سے بہت پوچھا کہ ہ کون سا فعل سرزد ہوا ہے اس نے کہا پہلے میرے منہ پر طمانچے مارو پھر بتاؤں میں نے ایسا نہیں کیا۔ میں نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا اور اسے پیار کیا اور اس کہ میری بہن! تم جو مجھ پر انکشاف کرنا چاہتی ہو وہ بغیر طمانچے کے بھی کر سکتی پر وہ ایک طرح سے رو دی۔ کہنے لگی۔ جس روز کریٹیز ممنون کی موت کی خبر آیا تھا اور اس کا نیچے کا لباس بھیگا ہوا تھا اس روز اس نے تمہیں خنجر مارا تھا۔ وہ تی کہ خنجر تمہاری چھاتی میں مار کر تمہارے دل کے آر پار کر کے تمہارا خاتمہ کر ین اس کا نشانہ خطا گیا اور اس کا خنجر تمہاری ٹانگ پر لگا۔ اس نے انکشاف کیا کہ نیچے کا لباس خون سے بھر گیا تھا اور تم لباس کو دھو کر میرے پاس آئے تھے۔ اس ے پر مجھے اتنا غصہ آیا کہ اسی وقت میں نے ایک زوردار اور زناٹے کا تھپڑ اس کے ے مارا۔ پر حیرت کی بات کہ میرا تھپڑ کھا کر نہ اس نے غصے اور خفگی کا اظہار کیا ی روئی بلکہ مسکرائی اور کہنے لگی۔

میری بہن! تو نے میری اس غلطی پر جو سزا ملنی چاہیئے تھی اس کا حق ادا کر دیا

س کے بعد وہ میرے پاس سے نکلی اور یہ کہنے لگی کہ وہ تمہاری طرف آئے گی۔

مہاری طرف آئی؟''

برسین کے اس انکشاف پر کریٹیز مسکرا دیا۔ کہنے لگا۔ ''وہ میری طرف تو نہیں

جواب میں برسین پھر بول اٹھی۔ ''میرے بھائی! وہ اگر تمہارے پاس آئے تو اس پر گفتگو کرنا چاہے تو اس سے نرم رویہ اختیار کرنا۔ میں ایک بات کا تم پر انکشاف ہتی ہوں کہ مجھے اناہیتا نے منع کیا تھا کہ میں یہ انکشاف نہ کروں لیکن وہ میری ہے میں اس کی بہتری کے لئے بہت کچھ کرنا چاہتی ہوں اور ساتھ ہی تم سے بھی ی کہ جو کچھ میں کہنے والی ہوں اس کا انکشاف تم اناہیتا پر نہ کرنا۔ وہ مجھ سے ہو گی۔ دراصل وہ بہت پہلے سے تمہیں محبت کرنے لگی ہے۔ اپنی محبت کو اس نے

چھپا کر رکھا۔ اس کا کہنا تھا کہ میں اب اپنی محبت کو سات پردوں کے پیچھے کسی اور بے نظیر خزانے کی طرح چھپا کر رکھوں گی اور اپنی اس محبت کا اظہار اس وقت سے کروں گی جب مجھے یہ احساس ہوگا کہ کرٹیز بھی میری طرف مائل ہے اور لئے اس کے دل میں نفرت کی بجائے محبت پیدا ہو چکی ہے۔

میرے بھائی! میں یہ انکشاف اس لئے تم پر کر رہی ہوں تا کہ تم اناہیتا کی تبدیلی اور اس کے ذہنی انقلاب سے با خبر رہو۔ میں نہیں چاہتی کہ بے خبری میں تم دونوں ایک دوسرے سے متعلق کوئی غلط فیصلہ کرو۔ ممکن ہے اس نے مجھے تمہارے خیمے کی طرف آتے دیکھ لیا ہو اور وہ رک گئی ہو اور وہ اکیلی یہاں آ کر تم سے کسی پر گفتگو کرنا چاہتی ہو۔ بہرحال میں جاتی ہوں۔ میرے جانے کے بعد اگر وہ تمہارے خیمے میں آئے تو اس سے اچھا سلوک کرنا۔ دیکھو اگر تم اس سے محبت نہیں بھی کرتے اسے اپنی زندگی کا ساتھی نہیں بھی بنانا چاہتے تب بھی اپنی بہن برسین کے لئے اس سے اچھا سلوک کرنا۔ اس طرح اس کی دل شکنی نہیں ہوگی۔''

برسین جب خاموش ہوئی تب مسکراتے ہوئے کرٹیز کہنے لگا۔ ''میری بہن! فکر مند نہ ہوں۔ میں اس کی دل شکنی نہیں کروں گا۔''

کرٹیز کے اس جواب پر برسین مطمئن ہو گئی تھی۔ پھر وہ کرٹیز کے خیمے سے گئی تھی۔

کرٹیز پھر پہلے کی طرح اپنی نشست پر ہو بیٹھا تھا۔ کوئی زیادہ دیر نہ گزری کہ خیمے میں اناہیتا داخل ہوئی۔ اسے دیکھتے ہی کرٹیز اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اناہیتا اس کے قریب اور سامنے آن کھڑی ہوئی پھر کسی قدر غصے اور برہمی میں کرٹیز کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''میرے منہ پر دونوں طرف زور زور سے طمانچے ماریں۔''

اس موقع پر اناہیتا کے ان الفاظ پر کرٹیز مجبوس سا ہو کر رہ گیا تھا۔ پھر سنجیدگی میں اس نے اسے مخاطب کیا۔ ''وہ کیوں؟''

اناہیتا بے چاری رو دینے والی ہو رہی تھی۔ کہنے لگی۔ ''اس لئے کہ ایک موقع پر آپ بھاگتے ہوئے میرے اور میری بہن برسین کے کمرے میں داخل ہوئے تھے میں نے آپ کے منہ پر طمانچے مارے تھے۔ آج میں بھی آپ سے پوچھے بغیر

خیمے میں آ گئی ہوں لہٰذا آپ بھی زور زور سے میرے منہ پر طمانچے ماریں تا کہ اس پر جو میں نے آپ سے زیادتی کی تھی، آپ کے طمانچے لگنے سے اس زیادتی کا ہو اور میں ایک طرح سے ذہنی اور قلبی سکون محسوس کروں۔''

اناہیتا کے خاموش ہونے پر کرٹیز تھوڑی دیر تک عجیب سے انداز میں اس کی دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

''اناہیتا! تمہارے اور میرے مزاج میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ تم اپنے علاوہ اور کو اہمیت نہیں دیتیں۔ میں دوسروں کو اہمیت دینے کے لئے اپنی ذات کی نفی کر والا شخص ہوں۔ اس موقع پر اگر تم سے غلطی ہوئی تھی تو کیا میں بھی اس غلطی کو کر اپنے آپ کو انسانیت کے معیار سے گرا دوں؟ اناہیتا! اس وقت جو سلوک تم نے سے کیا تھا میں ایسا سلوک تم سے نہیں کر سکتا بلکہ میں تو تمہیں اپنے خیمے میں خوش رکھوں گا۔''

کرٹیز کے ان الفاظ پر اناہیتا کچھ دیر تک عجیب سے انداز میں اس کی طرف رہی پھر ایک دم پلٹی۔ تیزی سے خیمے کے دروازے کی طرف گئی۔ دروازے پر جا کی، پلٹی اور پھر انتہائی میٹھی آواز میں کرٹیز کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''کیا میں خیمے میں آ سکتی ہوں؟''

اناہیتا کے ان الفاظ پر کرٹیز نے ایک قہقہہ لگایا پھر کہنے لگا۔

''اناہیتا! یہ بھی خوب رہی۔ کبھی بغیر پوچھے خیمے میں آ جاتی ہو اور کبھی خیمے کے ے پر کھڑے ہو کر اندر آنے کی اجازت طلب کرتی ہو۔ اناہیتا! اس سے پہلے تم اہ تک میرے خیمے کے آدھے حصے میں رہ چکی ہو۔ پھر تمہیں میرے خیمے میں آنے لئے اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے؟ تم بغیر اجازت بھی آ سکتی ہو۔''

اناہیتا پھر خیمے میں داخل ہوئی۔ ایک نشست پر بیٹھ گئی۔ کرٹیز بھی بیٹھ گیا۔ پھر کا آغاز اناہیتا نے کیا اور کرٹیز کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''اگر آپ برا نہ مانیں تو میں دو انتہائی اہم موضوعات پر آپ سے گفتگو کرنے لئے آئی ہوں۔ جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں کیا آپ وہ سنیں گے؟''

کرٹیز کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ کہنے لگا۔ ''تم فکر مند نہ ہو۔ جو کچھ تم چاہتی ہو بلا جھجک کہو۔ میں غور سے سنوں گا اور تمہاری کسی بات کا برا بھی نہیں

مانوں گا۔"

کریٹیز کے ان الفاظ نے اناہیتا کو خوش کر دیا تھا۔ پہلے اس نے لمبا سانس چندلمحوں تک بڑے غور اور پیار بھرے انداز میں اس نے کریٹیز کی طرف دیکھا پھر لگی۔ "پہلا موضوع میری ذات سے متعلق ہے اور دوسرے موضوع کا تعلق آپ ذات سے ہے۔ پہلا موضوع کچھ اس طرح ہے کہ جس وقت مجھے اپنے شوہر کے بعد خیمے میں نظر بند کر دیا تھا تو آپ مجھے خیمے سے نکالنے کے لئے آئے تھے۔ آپ نے مجھ سے پوچھا تھا کہ میں نے اسے قتل کیوں کیا؟ میں نے اس وقت کہا تھا یہ میں کسی مناسب وقت پر بتاؤں گی۔ اور اب اسی پر روشنی ڈالنے کے لئے آ گئی ہوں

محترم کریٹیز! میں نے جو اس سالار کو قتل کیا تو وہ حقیقت پر مبنی نہیں تھا۔ یوں کہ وہ ایک ڈرامہ تھا جو میں، سکندر اور میری بہن برسین نے رچایا تھا۔ دراصل نے سکندر پر انکشاف کر دیا تھا کہ پہلے میں ضرور آپ سے نفرت کرتی تھی لیکن نہیں۔ ایک موقع پر میں نے سکندر سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ گو میں اب کریٹیز سے نفرت نہیں کرتی لیکن یہ نہیں جانتی کہ کریٹیز کے میرے متعلق کیا خیالات ہیں۔ لہٰذا اس کہا تھا کہ کریٹیز کے خیالات کا جاننا کوئی مشکل نہیں ہے لہٰذا اس نے ایک ڈرامہ رچانے کا فیصلہ کیا۔

جس شخص کو میں نے قتل کیا، جس کے ساتھ میری شادی کا ڈرامہ رچایا گیا تھا شخص سے میں حقیقی معنوں میں کوئی محبت نہیں کرتی تھی نہ میں نے اسے پہلے کہیں تھا نہ میں نے اسے چاہا نہ میری اس سے کہیں ملاقات ہوئی۔ دراصل وہ ایک مجرم گو وہ یونانی تھا اور سکندر کے طلایہ گردوں میں سے ایک تھا لیکن وہ سکندر کے خلاف ایرانیوں کے لئے جاسوسی کرتا رہا تھا اور اس مقصد کے لئے اس نے ایرانیوں بھاری رقوم بھی وصول کی تھیں۔

سکندر اسے قتل کرنا چاہتا تھا چونکہ اس کا جرم ہی ایسا بھیانک تھا۔ لہٰذا اس نے سے کہا کہ کریٹیز کے خیالات جاننے کے لئے یہ کرتے ہیں کہ مصنوعی طور پر میری مجرم سے شادی کرائی جائے گی۔ اور جب وہ مجرم مجھے اپنے خیمے میں لے کر جائے خیمے میں داخل ہوتے ہی میں اس کا خاتمہ کر دوں۔ پھر مجھے لوگوں پر ظاہر کرنے لئے خیمے کے اندر نظر بند کر دیا جائے گا اور میرے اس جرم کا فیصلہ کرنے کے لئے

بلایا جائے گا اور سارا معاملہ آپ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اگر آپ نے یہ کہہ دیا کہ اناہیتا کو اس کے اس جرم کی سزا ملنی چاہئے تو اس سے یہ مطلب لیا جائے گا کہ آپ کے دل میں میرے لئے نفرت کا طوفان ہے۔ اور اگر آپ نے یہ کہہ دیا کہ اناہیتا کو معاف کر دیا جائے تو پھر یہ سمجھا جائے گا کہ آپ کے دل میں میرے لئے نفرت نہیں ہے۔ لہٰذا پہلے سے طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق اس سے میری شادی ہوئی اور جونہی وہ مجھے خیمے میں لے کر آیا میں نے خنجر گھونپ کر اس کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے بعد جب آپ سے میرے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے میرے متعلق یہ فیصلہ دیا کہ مجھے معاف کر دیا جائے۔ اس سے سکندر اور برسین نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ آپ مجھ سے نفرت نہیں کرتے۔ خیمے سے نکالتے وقت آپ نے مجھ سے پوچھا تھا کہ میں نے اس شخص کو کیوں قتل کیا تو میں نے آپ کو جواب دے دیا ہے۔ حقیقی معنوں میں، میں نے اُسے قتل نہیں کیا تھا اور نہ ہی میں قاتلہ تھی بلکہ سکندر اس شخص کو جاسوسی کرنے کے جرم میں سزا دینا چاہتا تھا۔ تو گویا یہ سزا اس نے میرے ہاتھوں سے اسے دلوا دی۔"

اناہیتا جب خاموش ہوئی تب اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کریٹیز کہنے لگا۔ "تو گویا تم تینوں نے مل کر مجھے ایک طرح سے بے وقوف بنانے کی کوشش کی ہے۔"

کریٹیز کے ان الفاظ پر اناہیتا فکرمند اور پریشان ہو گئی تھی۔ کپکپاتی اور لرزتی آواز میں کہنے لگی۔ "خدا گواہ ہے کہ جب سے آپ کے ساتھ ملاقات ہوئی ہے، تب سے میں نے نفرت کا لبادہ اتار پھینکا ہے۔ کبھی کسی بھی موقع پر آپ کو بے وقوف بنانے کی کوشش نہیں کی۔ یہ سارا مصنوعی کھیل ایک طرح سے سکندر نے اس لئے کھیلا تھا تاکہ جانا جائے کہ آپ کے دل میں میرے لئے نفرت کے جذبے ہیں یا ہمدردی کے۔ ورنہ اگر سنجیدگی سے یہ کھیل کھیلا جاتا تو میں اعلانیہ انکار کر دیتی۔ ورنہ میں تو آپ سے کہوں کہ وہ اناہیتا جس نے کئی مواقع پر آپ سے ناروا سلوک کیا انسانیت کے معیار سے گرتے ہوئے آپ سے سلوک کیا، اس اناہیتا کا گلا گھونٹ کر اسے میں نے دفن کر دیا ہے۔"

اس موقع پر کریٹیز نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر تاسف بھرے انداز میں کہنے لگا۔ "اناہیتا کا گلا گھونٹ کر جہاں تم نے اسے دفن کیا ہے، مجھے بھی تو بتاؤ تم نے

اسے کہاں دفن کیا ہے تاکہ میں بھی وہاں جا کر اس کے لئے افسوس اور تاسف کے چند الفاظ کہہ سکوں۔"

انا ہیتا نے گھورنے کے انداز میں کریٹیز کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

"تو گویا آپ میرا ٹھٹھہ اور تمسخر اُڑا رہے ہیں۔"

کریٹیز نے اپنے دونوں کان پکڑ لئے اور کہنے لگا۔ "میری توبہ، میں تمہیں بے وقوف بناتے یا تمہارا تمسخر اُڑانے کی کیسے جرأت اور جسارت کر سکتا ہوں؟ چلو بی بی! یہ کھیل تو ختم ہوا۔ میں مانتا ہوں تم نے اس سالار کا قتل نہیں کیا اور یہ کہ سکندر اسے سزا دینا چاہتا تھا اور وہ سزا اس نے تمہارے ہاتھوں دلوا دی۔ گفتگو کا آغاز کرنے سے پہلے تم نے کہا تھا کہ تم دو موضوعات پر مجھ سے گفتگو کرنا چاہتی ہو تو گویا ایک موضوع تو ختم ہوا جس کی طرف تم نے اشارہ کیا کہ وہ موضوع میری ذات سے تعلق رکھتا ہے۔"

کریٹیز جب خاموش ہوا تب انا ہیتا مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

"اس موقع پر مجھ سے غلطی ہو گئی تھی۔ مجھے یہ کہنا چاہئے تھا کہ یہ موضوع میری ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ اب جس موضوع پر میں آپ سے بات کرنا چاہتی ہوں وہ موضوع زیادہ تر آپ سے اور کم میری ذات سے تعلق رکھتا ہے۔"

کریٹیز نے تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"جس طرح پہلے موضوع پر گفتگو کی ہے اسی طرح دوسرے موضوع پر بھی روشنی ڈال دو تاکہ میں جانوں وہ موضوع کیسا ہے؟"

اس موقع پر انا ہیتا تھوڑی دیر تک عجیب سی بے بسی اور لاچارگی میں کریٹیز کی طرف دیکھتی رہی پھر کہنے لگی۔

"آج جب فلوٹس کو موت کے گھاٹ اتارا تو اس کی موت کا منظر دیکھ کر میں بڑی پریشان اور فکرمند ہوئی تھی اور وہ منظر میں برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ جس وقت لشکری برچھیاں مار کر اس کا خاتمہ کر رہے تھے میں وہاں سے ہٹ گئی تھی اور اپنے خیمے کی طرف چلی گئی تھی۔ بعد میں مجھے بتایا گیا کہ برچھیاں مار مار کر اس کا خاتمہ کر دیا گیا اور......"

اس سے آگے انا ہیتا بالکل چپ ہو گئی۔ اُداس و فکرمند ہو گئی تھی۔ چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگی تھیں۔ چہرہ کسی قدر پیلا بھی ہو گیا تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے

بھی فکرمند ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ اسے مخاطب کیا۔

"فلوٹس کی موت کا میری یا تمہاری ذات سے کیا تعلق ہے۔ تم نے تو کہا تھا کہ موضوع ایسا ہے جو میری اور تمہاری دونوں کی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔"

اس پر اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے انا ہیتا کہنے لگی۔

"تعلق ہے۔ دوسرا موضوع جس پر میں آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں مجھے ڈر ہے اگر میں نے تفصیل سے اس پر گفتگو کی تو آپ میرا مذاق و ٹھٹھہ اور تمسخر اُڑائیں

کریٹیز نے غور سے اس کی طرف دیکھا۔ کہنے لگا۔ "مطمئن رہو۔ میں تمہارا تمسخر اُڑاؤں گا۔ کہو کیا کہنا چاہتی ہو؟"

اس موقع پر انا ہیتا نے پھر چند لمحوں کے لئے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے

"میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں کہ آپ کبھی لشکر میں کوئی ایسی بات نہ کیجئے کسی موقع پر سکندر کو ناگوار گزرے۔"

کریٹیز نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ "آخر تم میرے لئے ایسا چاہتی ہو؟"

جواب میں انا ہیتا نے گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر اپنی جگہ پر کھڑی ہوئی۔ کہنے لگی۔

"جیسا کہ میں آپ سے کہہ چکی ہوں کہ میں نے پرانی انا ہیتا کا گلا گھونٹ کر اس کو ختم کر دیا ہے اور نئی انا ہیتا یہ نہیں چاہتی کہ آپ کو معمولی سی کوئی تکلیف بھی ہو۔ اگر آپ کو کانٹا چبھنے کی بھی تکلیف ہوئی تو وہ میرے لئے اذیت کا باعث بن جائے گی۔"

اس کے ساتھ ہی تقریباً بھاگنے کے انداز میں انا ہیتا خیمے کے دروازے پر گئی، رکی کریٹیز کی طرف دیکھا اور کسی قدر مسکراتی آواز میں کہنے لگی۔

"جو کچھ میں نے کہا ہے اس کا مطلب آپ سمجھ گئے ہوں گے۔"

جواب میں کریٹیز مسکرا کر رہ گیا جبکہ انا ہیتا وہاں سے چلی گئی تھی۔

اپنے لشکر کے ساتھ سکندر نے چند ہفتوں تک بحیرہ خزر کے کنارے قیام رکھا۔ یہاں اس نے اپنے دیوتاؤں کے نام پر قربانیاں دیں اور اپنے لشکریوں کو چاق و چوبند اور مصروف رکھنے کے ساتھ وہاں اس نے مختلف کھیلوں کا اہتمام بھی کیا اور اس کے بعد اس نے خراسان کا رُخ کیا تھا۔

اپنے لشکر کے ساتھ سکندر اب کوہستانِ البرز کی جنوبی سمت سے ہوتا ہوا تم سے مشہد آنے والی شاہراہ پر آیا۔ یہاں اسے اطلاع دی گئی کہ داریوش کے قاتل بسوس نے اُردشیر کا لقب اختیار کر کے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا ہے اور اس وقت وہ بلخ شہر میں قیام کئے ہوئے ہے۔

یہ سن کر سکندر نے اپنا راستہ تبدیل کر لیا اور اب اس نے بلخ کا رخ کیا تھا جہاں اب بسوس نے بادشاہت کا اعلان کر رکھا تھا۔

بلخ جانے کے لئے سکندر نے افغانستان کا راستہ اختیار کیا۔ راستے میں اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ کچھ اور علاقوں کے حکمران بھی بسوس کے ساتھ مل گئے ہیں۔ اس موقع پر کچھ باغی اس کے لشکر پر حملہ آور ہوئے اور بہت سے لشکریوں اور سالاروں کو نقصان پہنچانے کے بعد وہ اتاکونہ کے مقام پر جا جمع ہوئے تھے۔

ان کی اس حرکت سے سکندر بڑا برہم ہوا اور 70 میل کی مسافت بڑی تیز رفتاری سے طے کرنے کے بعد اس نے اُن باغی عناصر کو جا لیا جنہوں نے اس کے لشکریوں پر حملہ آور ہو کر انہیں نقصان پہنچایا تھا۔ سکندر نے ان سب کا قتلِ عام کیا اور انہیں کیفرِ کردار تک پہنچانے کے بعد اس نے پھر سمرقند کی طرف اپنا کوچ جاری رکھا۔

موجودہ ہرات شہر کے پاس سے گزرتے ہوئے سکندر نے ایک اور نیا شہر آباد کیا

اس کا نام اس نے اسکندریہ رکھا جبکہ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ جو نیا شہر اس نے ان علاقوں میں آباد کیا وہ موجودہ ہرات شہر ہی تھا۔

دوسری طرف ایران کے شہنشاہ داریوش کے قاتل بسوس کو بھی سکندر کے حملے کا خیال تھا اور اسے یہ بھی خبریں مل چکی تھیں کہ سکندر دوسرے علاقوں کو نظر انداز کرنے کے بعد اب بڑی تیزی سے اس کا رخ کر رہا ہے لہٰذا اس نے بھی سکندر کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے دی تھی۔ بلخ کی طرف آنے والی شاہراہوں کے کنارے جو قصبے تھے انہیں اس نے تباہ و برباد کر دیا تھا تاکہ سکندر کو راستے میں رسد وضرورت کا سامان نہ ملے۔

لیکن سکندر بھی ہر صورت میں بلخ کو فتح کرنے کا تہیہ کئے ہوئے تھا۔ بلخ پر چڑھائی کرنے کے لئے سکندر کابل کے شمالی جانب سے ہوتا ہوا کوہِ ہندوکش کے درہ بخ سے گزرا۔ اس راستے پر لشکر کو بھوک پیاس، برف باری، بیماری غرض کہ طرح طرح کی تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔

آخر بغیر کسی مزاحمت کے سکندر اپنے لشکر کے ساتھ بلخ کی حدود میں داخل ہوا جو زرتشت کا وطن ہونے کی وجہ سے ایرانیوں کا متبرک مقام تھا۔

سکندر نے کچھ عرصہ بلخ سے قریب ایک شہر دراب ساقہ میں قیام کیا۔ پھر آگے بڑھا۔ اب اس کے سامنے ان علاقوں کا سب سے بڑا دریا جیہوں تھا۔ سکندر کو دریا عبور کر کے بلخ کی طرف جانا تھا۔ اس موقع پر دریائے جیہوں میں جو کشتیاں تھیں انہیں بسوس نے پہلے ہی جلا ڈالا تھا۔ اس کے علاوہ ان علاقوں میں لکڑی بھی بڑی کمیاب تھی۔

ان وجوہات کی بناء پر اس جگہ دریائے جیہوں پر پُل بنانا ممکن نہ تھا اس لئے سکندر نے کھالوں میں گھاس بھر کر ان سے کشتیوں کا کام لیا اور تیر کر سکندر کا لشکر دریائے جیہوں کے پار ہو گیا۔

بسوس اور اس کے ساتھی سکندر کے اس طرح دریائے جیہوں کو پار کرنے اور بلخ کی طرف آمد سے سخت ہراساں ہوئے اور اس موقع پر آس پاس کے جن حکمرانوں نے بسوس کے پاس جمع ہو کر سکندر کے خلاف اس کی مدد کا ارادہ کیا تھا وہ سب بسوس کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے اور سکندر کا مقابلہ کرنے کی بجائے اس سے مصالحت کی فکر کرنے لگے۔

آپس میں مل بیٹھنے کے بعد بسوس کا ساتھ دینے والے ان سارے حکمرانو
فیصلہ کیا کہ وہ ایک بار سکندر کی مخالفت کر چکے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ جب وہ
ساتھ چھوڑ کر اپنے علاقوں کی طرف جائیں تو بسوس کا خاتمہ کرنے کے بعد سکند
بھی حملہ آور ہو اور ان کا بھی خاتمہ کر دے۔ لہٰذا یہ فیصلہ کیا کہ سکندر کی اطاعت
جائے اور اس اطاعت کو یقینی بنانے کے لئے انہوں نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ بسوس ک
کر کے سکندر کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ اس طرح ان کی اس کارگزاری سے
خوش ہو کر انہیں معاف کر دے گا۔

ان سارے حکمرانوں نے جب بسوس کو سکندر کے سامنے پیش کیا تو سکند
انہیں تو معاف کر دیا لیکن بسوس کو محافظ دستوں کے ساتھ اگبتانہ یعنی ہمدان ل
روانہ کر دیا جہاں مقامی لوگوں نے بغاوت کے جرم میں بسوس کو پھانسی پر لٹکا ک
خاتمہ کر دیا تھا۔ بلخ شہر سے سکندر کو انتہائی عمدہ نسل کے گھوڑے ملے جن کو عسکری
کے لئے استعمال کیا جا سکتا تھا۔

بلخ کو فتح کرنے کے بعد سکندر نے پھر پیش قدمی کی اور سمرقند کو فتح کر
پر قبضہ کر لیا۔ سمرقند میں قیام کے دوران اُسے یہ اطلاع ملی کہ ایران کے بادشا
اعظم نے اپنی فتوحات کو سمرقند سے بھی کہیں آگے بڑھایا تھا۔ چنانچہ کوروش د
میں سکندر بھی دور شمال تک اپنی فتوحات کا سلسلہ بڑھانا چاہتا تھا۔ چنانچہ وہ
طرف بڑھا۔

اپنے لشکر کے ساتھ کچھ دن اس نے دریائے سیحون کے کنارے قیام کیا ا
نے وہاں بھی سکندریہ نام کا ایک شہر بسایا جو آج کل خجند کے نام سے مشہور ہے۔
اب سکندر نے مزید پیش قدمی شروع کی اور ایسے علاقے میں پہنچ گیا جسے
ایگ کہہ کر پکارا جاتا تھا اور اس سے مراد وہ صحرا تھا جسے آج کل قزل قم کے نام
جاتا ہے۔ اب سکندر اپنے لشکر کے ساتھ زمین کے انتہائی بلند حصے سے قد
جانب تھا جسے کوہ ہندوکش پکارا جاتا ہے۔

یہاں اسے پتہ چلا کہ ان علاقوں پر شمال کے وحشی متواتر حملہ آور ہوتے ر
اس لئے ان علاقوں کے استحکام کا کوئی بندوبست ہونا چاہئے۔ مقامی لوگوں
بتایا کہ شمال کے جو وحشی حملہ آور ہوتے ہیں وہ سیتھین ہیں اور قتل و غارت گری ا

ہے۔ سکندر نے جب شمالی علاقوں کا جائزہ لیا تو وحشت انگیز سیتھین کی چوکیاں شمال میں دکھائی دیتی تھیں۔ اُن سیتھین سواروں کی تلواریں بہت لمبی اور کمانیں عجیب و غریب طریقے کی خمیدہ ہوتی تھیں۔ وہ دریا پار اپنے گھوڑے دوڑاتے۔ ساتھ ساتھ جب وہ اپنے جنوب میں یونانیوں کو دیکھتے تو ان کی ہنسی اُڑاتے۔

سکندر کا خیال تھا کہ ان کی تعداد بہت کم ہے اور وہ بہت جلد انہیں اپنے سامنے زیر کر لے گا لیکن آہستہ آہستہ دریا کے اس پار اُن سیتھین کی تعداد بڑھتی چلی گئی۔ سکندر ابھی ان سیتھین پر حملہ آور ہونے کے لئے سوچ ہی رہا تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ سمرقند میں سکندر نے جو اپنا لشکر حفاظت کے لئے متعین کیا تھا اس پر ایک شخص سپٹامہ نے حملہ کر دیا ہے اور اپنی جانیں بچانے کے لئے سکندر کے لشکر کو سمرقند کے قلعے میں محصور ہونا پڑا ہے۔

سپٹامہ ایک ایرانی رئیس تھا جو ایرانی لشکر میں سوار رہ چکا تھا۔ سپٹامہ نے سطح مرتفع کی جنگی قوت اپنے اردگرد جمع کر لی تھی۔ وہ مزید شمالی علاقوں سے کچھ سیتھین کو بھی اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہو گیا تھا اور وہ یونانیوں کے خلاف یونانیوں ہی کے جنگی طریقے استعمال کر رہا تھا۔ اب اچانک اس ایرانی سالار نے اپنی قوت کے ساتھ سمرقند پر حملہ آور ہو کر سکندر کو ایک طرح سے مشکلات میں مبتلا کر کے رکھ دیا تھا۔

ان حالات میں اگر سکندر اپنے لشکر کے ساتھ جنوب کی طرف مڑتا تاکہ سپٹامہ پر حملہ آور ہو کر اس سے سمرقند خالی کرائے تو شمال کی طرف سے اسے خطرہ تھا کہ وحشی سیتھین قبائل پشت کی جانب سے حملہ آور ہو کر اس کے لشکر کا قتلِ عام کر دیں گے اور اگر وہ جنوب کو نظر انداز کر کے شمال پر سیتھین پر حملہ آور ہوتا ہے تو یہ بھی خدشہ تھا کہ کہیں سپٹامہ سمرقند سے نکل کر پشت کی جانب سے اس پر حملہ آور نہ ہو جائے۔

سپٹامہ کی نسبت سکندر اور اس کے لشکری سیتھینوں کی طرف سے زیادہ خوف زدہ تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ سیتھینوں کی حیثیت عجیب الخلقت افسانوی مخلوق کی سی تھی جو پہاڑوں اور صحراؤں کی بھول بھلیوں میں بیٹھے یونانیوں ہی کے منتظر تھے۔

سکندر اور اس کے لشکریوں کو یہ بھی بتایا گیا تھا کہ سیتھین جنہیں لوگ سکوتھی بھی کہتے ہیں ایشیائی اقوام میں سب سے بڑھ کر طاقتور ہیں۔ یہ بھی انکشاف کیا کہ یہ لوگ ان سیاہی مائل سطح مرتفع پر اکثر گھومتے رہتے ہیں جس کی حد بلقان کے قریب تک پھیلی

ہوئی ہے اور بحرۂ اسود کے یونانی فن کاروں سے اپنی عورتوں کے لئے زیورات ا جواہرات بھی لاتے ہیں۔

دوسری طرف سیتھین بھی پریشان تھے کہ دیکھیں یونانی ان کے خلاف آئندہ لائحہ عمل اختیار کرتے ہیں۔ پھر سیتھینوں اور یونانیوں کے درمیان ٹکراؤ شروع ہوا۔ کے حملہ آور ہونے کا طریقہ یہ تھا کہ وہ بڑی تیزی سے اپنے گھوڑوں کو بھگاتے ہو آتے۔ تیر اندازی کرتے اور دور سے تیر پھینک کر چلے جاتے۔ درمیانی فاصلہ اتنا تھا ان کے تیروں سے کسی کو نقصان نہ پہنچتا تھا۔

آخر سکندر نے سیتھینوں کے خلاف فیصلہ کن جنگ کرنے کا تہیہ کر لیا اور اس اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ جونہی سیتھین ان پر حملہ آور ہوں وہ اپنی بڑی کمانوں سے پر تیر اندازی شروع کر دیں۔ یونانیوں کی بڑی کمانوں کے تیر اس قدر تیز اور سخت کہ جب سیتھینوں پر تیر اندازی کی تو ان تیروں نے سیتھینوں کی ڈھالوں کو بھی چھلنی کے رکھ دیا تھا۔ ایک موقع پر جب یونانی اور سیتھین آپس میں ٹکرائے اور دونوں ایک دوسرے پر جان لیوا حملے کر رہے تھے، یہاں سکندر نے جنگ کا ایک عجیب و غر طریقہ استعمال کیا۔ لشکر کے ایک حصے کو اس نے متحرک کیا اور ایک کاوا کاٹتا ہوا کے دوسری جانب چلا گیا تھا۔ اس طرح سیتھین جنگ جو یونانی لشکر کے دو حصوں درمیان گھرنے لگے تھے۔

اس صورتِ حال نے سیتھین کو پریشان کر دیا۔ جب وہ ہٹنے لگے تو سامنے لشکر نے ان پر جان لیوا حملے کر دیے۔ پشت کی جانب سے بھی یونانی ان پر ٹو پڑے۔ اس طرح سکندر کی اس چال نے سیتھینوں کا ستیاناس کر ڈالا اور وہ اپنی ہزار کے قریب لاشیں چھوڑ کر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوئے تھے۔ اس ٹکراؤ کے نتیجہ سیتھینوں کا ایک بہت بڑا سردار بھی مارا گیا۔ ساتھ ہی بہت سے سیتھینوں کو گرفتار بھی لیا گیا۔

اس جنگ میں یونانیوں کا بھی بہت نقصان ہوا لیکن بہرحال کامیابی انہیں حاصل ہوئی۔ اس شکست کے بعد سیتھینوں کو مزید جنگ کا حوصلہ نہ رہا۔ سیتھینوں کو مار بھگا اور شکست دینے کے بعد سکندر نے پھر پیش قدمی شروع کی۔ وہ تاشقند پہنچ گیا۔ ا ان دنوں شہر سنگین کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ اب سیتھینوں کو یقین ہو گیا تھا کہ سکندر جا

بلکہ مستقل طور پر ٹھہرنے کا خواہاں ہے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے کچھ نمائندے بھیج کر ہ سے صلح کر لی۔

اب دو قوتوں میں سے ایک کو تو سکندر نے اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا تھا اور سیتھین کی تھی۔ سیتھین کی طرف سے اپنے آپ کو محفوظ کرنے کے بعد اب سکندر ایرانی سالار سٹپامہ پر توجہ دینے کا عزم کر لیا تھا۔ لیکن سٹپامہ کی بدقسمتی کہ اس کے جو لشکری کام کر رہے تھے انہیں یقین ہو گیا تھا کہ اگر سکندر نے وحشی سیتھین کو سامنے زیر کر لیا ہے اور سیتھین نے سکندر کے ساتھ صلح کر لی ہے تو اس صلح کے بعد جب پلٹے گا تو سٹپامہ کے ساتھ ساتھ انہیں بھی موت کے گھاٹ اتار دے گا۔ لہٰذا ں نے آپس میں صلاح و مشورہ کرنے کے بعد سٹپامہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور کا سر کاٹ کر سکندر کے سامنے پیش ہوئے اور سکندر کے ساتھ انہوں نے صلح کر لی۔

سٹپامہ کے خاتمہ کے بعد یونانیوں نے مقامی باشندوں کی مدد کرنا شروع کر دی۔ کے سارے مقامی لوگوں نے سکندر کے ساتھ تعاون شروع کر دیا تھا۔ کہتے ہیں ایک قصبہ تھا جس نے سکندر کی اطاعت اختیار کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ قصبہ بلند ٹیلے پر واقع تھا۔ اس قصبہ سے متعلق خیال کیا جاتا تھا کہ اسے فتح نہیں کیا جا لہٰذا اس قصبہ پر حملہ آور ہونے سے پہلے سکندر نے وہاں اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا دے دیا۔ اسے فتح کرنے سے پہلے سکندر اپنے لشکریوں کو ستانے کا کافی موقع چاہتا تھا۔

سکندر نے اپنے مخبروں کے ذریعے جب حالات کا جائزہ لیا تو پتہ چلا کہ کوہستانی ٹیلے کے اوپر وہ کوئی قصبہ یا بستی نہ تھی بلکہ ایک مضبوط و مستحکم قلعہ تھا جو ایک بلند چٹان برج کی طرح کھڑا تھا اور مقامی لوگ اسے سرائے سغد کہتے تھے۔ وہ قلعہ کافی بڑا، مضبوط اور مستحکم تھا اور کوہستانی سلسلے پر اس قلعے کے اردگرد جو لوگ آباد تھے، سکندر اور کے لشکریوں سے بچنے کے لئے وہ چوٹی پر بنے اس قلعے میں محصور ہو گئے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ اس قلعے کے اندر سامانِ رسد وافر مقدار میں جمع تھا جس کی بناء پر محاصرے کی صورت میں محاصرین کو کوئی دشواری پیش نہ آ سکتی تھی۔ اس کے علاوہ قلعے میں محصور ہونے والوں کے لئے ایک سہولت یہ بھی تھی کہ قلعے کے ایک طرف کوہستانی

سلسلے کی ایک بلند چوٹی تھی جو قلعے سے بھی اوپر تھی۔ وہ چوٹی برف سے اٹی ہوئی اسی برف پوش چوٹی سے قلعے میں محصور لوگوں کو ضرورت کے مطابق پانی بھی تھا۔

سکندر نے جب دیکھا کہ قلعہ اونچائی پر ہے، مضبوط اور مستحکم ہے، اس بڑے بڑے پتھروں سے بنایا گیا ہے تب سب سے پہلے اس نے ان لوگوں کو روی سے پیغام بھجوائے کہ وہ قلعے سے نکل کر اپنے اپنے مکانوں میں واپس آ ان سب کو مکمل معافی اور آزادی دے دی جائے گی۔ قلعے میں داخل ہو کر بچنے والے باختری لوگ تھے۔ سکندر نے جب انہیں پیغام بھجوایا کہ وہ قلعے سے اپنی اپنی بستیوں میں آ جائیں تو ان باختریوں نے سکندر کی اس پیش کش کا مذاق اڑا چلا چلا کر سکندر کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

''تم واپس چلے جاؤ اور ایسی سپاہ لاؤ جس کے پر لگے ہوئے ہوں۔ اس میں تم اس قلعے تک پہنچ پاؤ گے۔ باختریوں کے اس چیلنج کو سکندر نے بھی سن سکندر کو یہ بھی خبر ہوئی تھی کہ باختریوں کا سردار بھی قلعے میں محصور ہے۔ ان باختریوں کے چلا چلا کر سکندر کو مخاطب کرنے پر سکندر کو بڑا غصہ آیا۔ ساتھ ہی اپنے دل میں قلعے کو فتح کرنے کے لئے عجیب وغریب تدبیریں سوچنے لگا۔

آخر اس نے اپنے لشکر کے اندر ان لوگوں کو بلایا جو چٹانوں پر چڑھنے میں مشاق تھے اور انہیں یہ پیش کش کی کہ جو شخص سب سے پہلے برف پوش چوٹی پر اسے بھاری رقم انعام میں دی جائے گی۔ اور جو سب سے بعد میں وہاں پہنچے گا خاصی معقول رقم انعام میں ملے گی۔ اس طرح سکندر نے ایک طرح سے اپنے لشکریوں کو کوہستانی سلسلے کی چوٹی پر چڑھنے اور اترنے کی مشق کرانی شروع کر دی اس طرح اس کے وہ لشکری کوہستانی سلسلے اور اس کی چوٹیوں سے شناسا ہو تب سکندر نے رات کے وقت اپنے ان لشکریوں کو حکم دیا کہ وہ تاریکی میں برف چوٹی کے اوپر چڑھ کر کھڑے ہو جائیں اور انہیں یہ بھی ہدایت کی کہ صبح تک کوہستانی سلسلہ کی اس چوٹی پر پہنچ جانا چاہئے جو قلعے سے بھی اونچی ہے۔

چونکہ اس برف پوش چٹان کے اس حصے پر چڑھنا ناممکن سمجھا جاتا تھا اس لئے طرف باختریوں نے کوئی حفاظتی تدبیر اختیار نہ کی تھی اور نہ ہی اس چٹان کی حفاظت

لئے انہوں نے کوئی پہرے دار مقرر کیا تھا۔

آخر سکندر کے کہنے پر اس کے چٹانوں پر چڑھنے والے تین سو مشاق اس کوہستانی سلسلے پر رات کے وقت چڑھنا شروع ہو گئے۔ وہ لوگ اپنے ساتھ خیموں کی آہنی میخیں اور سن کے لچکیلے رسے لے گئے تھے۔ سکندر نے ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک پرچم بھی دے دیا تھا۔ یہ پرچم انہوں نے اپنی کمروں سے لپیٹ لئے تھے۔

موسم سرما کی خنک رات میں وہ تین سو جوان برف پوش کوہستانی سلسلے پر چڑھنے لگے۔ جہاں مناسب سمجھتے، میخیں ٹھونک لیتے۔ جہاں ممکن ہوتا، رسے باندھ لیتے۔ اس جدوجہد میں تیس آدمی رات کی تاریکی میں نیچے گر گئے اور اگلے روز ان کی لاشیں تک نہ مل سکیں۔ باقی تمام آدمی طلوع آفتاب کے بعد برف سے ڈھکی چوٹی پر پہنچ گئے اور وہاں انہوں نے اشاروں سے اپنی کامیابی کا اعلان کر دیا۔

جب سورج طلوع ہونے کے بعد سکندر کے وہ مسلح جوان کوہستانی سلسلے کی چوٹی پر پہنچ گئے تب سکندر کے سالاروں نے پکار پکار کر باختریوں سے کہا۔

''پہاڑی لوگو! وہ دیکھو، ہمیں پردار سپاہی مل گئے ہیں۔ وہ تمہارے سروں پر آن کر اتر گئے ہیں۔ اب انہیں غور سے دیکھو۔''

سکندر کے سالاروں کے اس طرح چلانے پر باختریوں نے مسلح سپاہیوں کو بلندی پر پرچم لہراتے دیکھا تو انہوں نے اس بات کا یقین کر لیا کہ واقعی پردار سپاہی سکندر کی مدد کے لئے پہنچ گئے ہیں۔ چنانچہ یہ تدبیر کامیاب ثابت ہوئی اور باختری سردار نے وہ مضبوط اور مستحکم قلعہ بامر مجبوری سکندر کے حوالے کرنے پر رضامندی ظاہر کر دی تھی۔

آخر سکندر اپنے کچھ لشکریوں اور سالاروں کے ساتھ اس کوہستانی سلسلے پر چڑھنا شروع ہوا اور اس قلعے میں داخل ہوا۔

سکندر اپنے سالاروں کے ساتھ پھرتا پھراتا قلعے کے ایک حصے میں پہنچا تو ایک مکان سے ایک لڑکی نکل آئی۔ قاعدے کے مطابق وہ سکندر کے سامنے جھکی نہیں۔ تنہا اطمینان سے کھڑی رہی تاکہ جو کچھ سکندر کو کہنا ہے کہہ ڈالے۔

سکندر نے اس لڑکی کی طرف بڑے غور اور انہماک سے دیکھا۔ کوہستانی سلسلے کے اوپر چونکہ تیز برفانی ہوائیں چل رہی تھیں۔ گو اس لڑکی کے بال دونوں جانب گندم کی نئی بالیوں کے انداز میں گندھے تھے پھر بھی تیز ہواؤں کے باعث کچھ بال فضا میں لہرا

رہے تھے۔

وہ لڑکی حسین اتنی تھی کہ ایک مرتبہ نظر اس کے چہرے پر پڑ جاتی تو ہٹائی نہ جا سکتی تھی۔ وہ ایک حد تک جرأت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بالکل خاموش اور سا... کھڑی رہی۔ سکندر جب اس کی طرف بڑھا تو وہ پیچھے نہ ہٹی۔ سورج کی روشنی میں اس کے سر کے بال چمک رہے تھے۔ سکندر اس کے قریب گیا اور اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

''تمہارا نام کیا ہے؟''

سکندر کے اس سوال پر لڑکی مسکرائی پھر دھیمے سے لہجے میں کہنے لگی۔

''میرا نام روشنک ہے۔ (یعنی دُخترِ نور)''

سکندر کو بتایا گیا کہ روشنک نام کی وہ لڑکی باختری سردار کی بیٹی ہے۔ یہ بھی ... جاتا ہے کہ اس لڑکی کو دیکھتے ہی سکندر کے دل میں اس کے لئے چاہ پیدا ہو گئی۔ ... چاہت میں سکندر مزید آگے بڑھا اور ہاتھ آگے بڑھا کر اس نے روشنک کا ہاتھ تھا... تھا۔

روشنک پیچھے نہ ہٹی اس لئے کہ جنگ کے قاعدے کے مطابق سکندر چونکہ فاتح ... اور قلعہ کے لوگ مفتوح تھے لہٰذا وہ اپنے آپ کو فاتح کا مال سمجھتی تھی اور تیار ہو چکی ... کہ اس سے متعلق جو فیصلہ چاہے سکندر کر دے۔

سکندر نے جب اس کا ہاتھ تھاما اور اس نے کوئی مزاحمت نہ کی، کسی ردِ عمل کا اظہار نہ کیا تو سکندر بڑا خوش ہوا۔ پھر اس نے اپنی کلائی سے سونے کا ایک کڑا ا... چند لمحے اسے بڑے غور سے دیکھتا رہا تھا پھر وہ کڑا اس نے روشنک کے بازو پر پہنا... ساتھ ہی بڑی چاہت اور محبت میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اس کڑے کو پہنے رکھنا۔ اس لئے کہ میں تم سے شادی کروں گا۔''

روشنک سکندر کے ان الفاظ پر خوش ہو گئی تھی اور پھر اسی کوہستانی سلسلے کے ... میں قیام کے دوران سکندر نے روشنک سے شادی کر لی تھی۔

❁

روشنک سے شادی کے بعد انہی وادیوں کے اندر سکندر کے لشکر میں دو ... افسوس ناک واقعات نمودار ہوئے۔

پہلا اس طرح کہ ایک شام سکندر نے زیوس دیوتا اور اس کے بیٹوں کے ...

...بانیاں دینے کا حکم دیا۔ اس لئے کہ یونانیوں کا عقیدہ تھا کہ وہ انسانوں کی مدد کرتے ...ہیں۔ اس طرح لوگ قربانیاں کرنے کے ساتھ ساتھ سکندر کی شادی کے سلسلے میں جشن ...بھی منانے لگے تھے۔ ہر کوئی شراب کے نشے میں دُھت تھا۔ اسی نشے میں کسی نے بلند ...آواز میں کہا۔

''مغرب بُرا ہے اور مشرق بہترین ہے۔'' یہ نعرہ بلند کرنے والا شاید کوئی ایرانی ...

سکندر کے سالار کلائٹس نے اس نعرے کو انتہا درجہ کا ناپسند کیا۔ وہ سمجھتا تھا کہ یہ ...لشکر کے اندر ایک طرح سے طبقاتی نفرت پیدا کر کے رکھ دے گا۔ اس وقت سکندر ...بھی وہاں موجود تھا۔ اس نے کسی ردِ عمل کا اظہار نہ کیا لیکن کلائٹس اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ...ہوا۔ اس نے زیوس دیوتا کی قربانی کے لئے بھیڑ کے دو بچے بھی منگوا رکھے تھے اور ...ان کی قربانی کرنا چاہتا تھا۔ بھیڑ کے بچوں کو لے کر وہ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔

اسے جاتے ہوئے سکندر نے دیکھ لیا تھا لہٰذا اس نے ایک لشکری کو بھیجا کہ کلائٹس ...کو بلا کر لائے۔

لہٰذا کلائٹس سکندر کے بلانے پر لوٹا۔ اس کے پیچھے پیچھے بھیڑ کے دونوں بچے بھی آ ...رہے تھے جو قربانی کے لئے تیار کئے گئے تھے اور ان کے سروں پر قربانی کا تیل ملا ہوا ...تھا۔ کلائٹس جب سکندر کے قریب گیا تو سکندر نے اسے بیٹھنے کے لئے کہا۔ کلائٹس بیٹھ ...گیا۔ اتنے میں پھر کسی غیر ذمہ دار نے آواز لگائی۔

''مغرب برا ہے اور مشرق بہترین۔''

کلائٹس اس وقت بھی پی رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں شراب سے بھرا ہوا ایک جام ...تھا۔ سکندر کی موجودگی کی پرواہ کئے بغیر اس نے شراب سے بھرا ہوا پیالہ زمین پر دے ...مارا اور کہا۔

''جن لوگوں نے ان پہاڑیوں میں جانیں قربان کر دیں وہ ان سے بدرجہ بہتر ...تھے جو یہاں ان کی ہنسی اُڑا رہے ہیں۔''

کسی نے بلند آواز میں کلائٹس کو مخاطب کر کے کہا۔

''کلائٹس! سوچ کر بات کرو۔ جانتے ہو تم کن کی مذمت کر رہے ہو؟''

کلائٹس بھی بپھر گیا۔ کہنے لگا۔ ''میں بہترین آدمیوں کا ذکر کر رہا ہوں۔ ان کا ذکر

کر رہا ہوں جنہوں نے سکندر کے باپ فیلقوس کے سر پر فتوحات کا تاج رکھا۔ میں ان لشکریوں کا ذکر کر رہا ہوں جنہوں نے کائی رولیا اور تھیبس کی فتوحات کو یقینی بنایا۔ اس کے بعد کلائٹس نے اِدھر اُدھر نگاہ دوڑاتے ہوئے سکندر سے پوچھا۔

"بتاؤ، تم ان لوگوں کو بزدل کہہ رہے ہو۔"

سکندر اس کے ان الفاظ پر برہم ہو گیا۔ چلا کر کہنے لگا۔ "بکواس بند کرو۔"

سکندر کے ان الفاظ پر لوگوں پر سکوت اور سناٹا چھا گیا تھا۔ لیکن کلائٹس چپ نہیں رہا، سکندر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ہم جو آزاد پیدا ہوئے، اپنے دل کی بات بھی نہیں کہہ سکتے۔ ہاں اب ہم فیلقوس کے بیٹے کے سامنے زبان بھی نہیں کھول سکتے۔"

کلائٹس وہی تھا جس نے دریائے گرینک کے کنارے لڑی جانے والی جنگ میں سکندر کی جان بچائی تھی۔ اس موقع پر کچھ سالاروں نے کلائٹس کو پیچھے ہٹانا چاہا لیکن کلائٹس جذباتی ہو گیا۔ دریائے گرینک کے کنارے کی جنگ میں جو اس کا بازو زخمی ہوا تھا وہ اس نے آستین سے باہر نکالا، ان سالاروں کو کہنی مارتے ہوئے کہنے لگا۔

"پیچھے ہٹ جاؤ۔"

پھر سکندر کی طرف دیکھا۔ سکندر اُس وقت غصے اور غضب ناکی میں بھرا بیٹھا تھا۔ کلائٹس اس سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

"یہی وہ بازو ہے جس نے دریائے گرینک کے کنارے فلپ کے بیٹے سکندر کی جان بچائی تھی اور اب کلائٹس اس سے بات بھی نہیں کر سکتا۔"

سکندر کو مخاطب کر کے کلائٹس پھر کہنے لگا۔ "ہاں ..... ہم یونانی لوگ اب اپنے افسروں سے اجازت لئے بغیر اب اپنی زبان بھی نہیں ہلا سکتے۔ ہم تمہارے سفید پٹکے کمر بند کے سامنے جھکے بغیر کچھ کہہ بھی نہیں سکتے۔"

سکندر پر نہ جانے غصہ کے عالم میں غضب ناکی کا کون سا بھوت سوار ہو گیا تھا کہ ایک دم اس نے ایک لشکری سے برچھی چھینی اور اس برچھی کو سکندر نے زور سے کلائٹس کے دے مارا تھا۔ برچھی کلائٹس کے جسم کے پار ہو گئی اور کلائٹس فرش پر گر کر دم توڑ گیا۔ اس طرح کلائٹس جس نے دریائے گرینک کے کنارے سکندر کی جان بچائی تھی، سکندر نے اپنے ہاتھوں سے اسے ہلاک کر دیا۔

سرا افسوس ناک حادثہ جو باختریوں کی سرزمین میں پیش آیا تھا وہ کچھ اس طرح کندر نے اپنے لشکر کے اندر بہت سے بچوں کی عسکری تربیت کا اہتمام کر رکھا بچوں میں یونانی بھی تھے اور ایرانی بھی۔ ایرانیوں کو یونانی زبان سکھائی جاتی تھی ہتھیار استعمال کرنے کی تربیت بھی دی جاتی تھی۔ جو یونانی بچے زیرِ تربیت میں زیادہ تر لشکر کے سالاروں اور رؤساء کے بچے تھے۔ انہی میں سے کچھ کے خیمے پر پہرہ بھی دیتے تھے۔ نیز شکار کے وقت بھی یہ بچے بہت اہم کردار ادا تھے۔ یہ بچے ہتھیاروں کے ذخیروں تک بلا تکلف آ جا سکتے تھے اور ان کی اپر کبھی کسی کو شبہ تک نہ ہوا تھا۔

ن بچوں سے متعلق سب سے پہلے ایک سالار نے سازش کا اشارہ دیا۔ اس سب سے پہلے اس سالار کے ذریعے بطلیموس کو علم ہوا۔

سازش جو افواہ کی طرح پھیلنی شروع ہوئی کچھ اس طرح تھی کہ یونانی بچے اس تھے کہ ایرانی بچوں کو بھی خاص تعلیم و تربیت میں ان کے ساتھ شامل کر دیا گیا یہ بتایا گیا کہ ان بچوں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ جب سکندر اپنے خیمے میں رات تنہا رہ جائے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ تربیت پانے والوں میں سے ایک کا نام ہرمولاس تھا۔ یہ ہرمولاس عسکری تربیت حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ لشکر ل ایک فلسفی گلیس تھینیز سے فلسفہ بھی پڑھتا تھا اور یہ گلیس تھینیز ارسطو کا شاگرد اس سازش کی اطلاع بطلیموس نے سکندر تک پہنچا دی۔

سازش کرنے والوں کو سکندر کے خلاف یہ بھی گلہ تھا کہ جب وہ ایشیائیوں سے یونانی سپہ سالار کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایران کے عظیم بادشاہ سائرس یعنی کے جانشین کی حیثیت سے ان سے اطاعت کا طلبگار ہوتا تھا۔ اس جانشینی کو ایک طرح سے آسمانی دستاویز کی حیثیت دیتا تھا۔ ایسے موقعوں پر وہ ایشیائی لباس دراصل سکندر نے اسے اپنا فرض بنا لیا تھا کہ وہ ایشیائیوں کو صرف اپنا مطیع و ار نہ رکھے بلکہ ان کا احترام بھی حاصل کرے۔ یونانیوں نے پہلی مرتبہ جب سرزمینوں میں اسے ایران کے شہنشاہ کی طرح تخت پر بیٹھے اور تاج پہنے دیکھا تو نے ہنسی اڑائی، بے اختیار طنز کئے اور کہنے لگے۔

"سکندر نے یہ کیا تماشہ بنا رکھا ہے۔"

باختریوں کی سرزمین میں آ کر سکندر ویسے بھی پہلے کی نسبت نرم رو ہو گیا تھا۔ صرف ایشیائیوں سے نرم سلوک نہیں رکھتا تھا بلکہ وہ ہر ایک سے نرمی سے پیش آتا تھا۔ کوئی افسر بھی بیمار ہو جاتا تو پوچھتا کہ کیوں پہلے اطلاع نہ دی گئی۔ کوئی شخص کسی ایشیائی عورت سے شادی کرتا تو اس کے لئے تحفے بھیجتا۔ مطلب یہ تھا کہ وہ ایسے کاموں کو پسند کرتا تھا۔ لشکر میں جو نئے سالار آ رہے تھے وہ یہ محسوس کر رہے تھے کہ سکندر کے ذاتی فیصلوں کے خلاف کہیں اپیل نہیں کی جا سکتی۔ وہ یہ بھی سوچ رہے تھے کہ ان کی نسبت سکندر ایشیائیوں کو ترجیح دینے لگا ہے۔

اب سکندر کے سالار بطلیموس نے جب سازش کی اطلاع سکندر کو کی تو سکندر نے اس افواہ کو لشکر کی ایک کونسل کے حوالے کر دیا جو اس نے خود مقرر کی ہوئی تھی کہ اس بارے میں پوری طرح چھان بین کی جائے۔

اس کونسل کے افراد نے بچوں پر سختی اور ڈرانے دھمکانے سے کام لیتے ہوئے ان سے اصلیت اُگلوانے کی کوششیں شروع کر دیں جس کے نتیجہ میں تین بچوں نے ڈر سے سازش کا اقرار کر لیا۔ اقرار کرنے والوں میں ہرمولاس بھی تھا جو ارسطو کا شاگرد تھا۔ فلسفہ کے علاوہ جنگی تربیت بھی حاصل کر رہا تھا۔

سکندر نے ہرمولاس سے جب اس سازش کی تفصیل پوچھی تو ہرمولاس نے سازش کا اقرار کیا اور ساتھ ہی سکندر کو مخاطب کر کے کہا۔

''ہمیں اپنے سالاروں میں سے پارمینو، فلوٹس اور کلائٹس کی موت پر سخت رنج ہے۔ نیز ہم مشرقی لباس اور کورنش کو پسند نہیں کرتے۔''

دراصل سکندر کے لشکر میں اب یہ طریقہ ہو گیا تھا کہ جب کسی محفل میں کوئی لشکری یا سالار اس سے ملنے کے لئے آتے تو یونانی سکندر سے ملتے وقت معمول کے مطابق بغل گیر ہوتے جبکہ ایرانی کورنش بجا لاتے۔ اس طرح ایرانیوں کی وجہ سے یونانیوں کو بھی اپنا طریقہ بدلنا پڑ رہا تھا اور وہ ایرانیوں کو دیکھتے ہوئے چپ چاپ جھکتے اور پھر آگے بڑھ جاتے اور ملتے وقت سکندر کے رخسار پر بوسہ دیتے۔ یہ طریقہ یونانی اپنائے ہوئے تو تھے لیکن انہیں ہرگز پسند نہ تھا۔ اسی بناء پر ہرمولاس نے سکندر کے سامنے اقرار کیا کہ جہاں انہیں پارمینو، فلوٹس اور کلائٹس کا سخت رنج ہے وہاں اس بات پر بھی خفا ہیں کہ سکندر مشرقی لباس پہنتا ہے اور کورنش کو پسند کرتا ہے۔

سازش کے اس انکشاف کے بعد سکندر کے حکم پر اس کے سالاروں نے بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور ارسطو کے شاگرد گلیستھینز کو بیڑیاں پہنا دی گئیں۔ انہی بیڑیوں کی سزا کے دوران کچھ دن بعد وہ مر گیا۔ ایک دوسری روایت یہ بھی ہے کہ اسے پھانسی پر لٹکا دیا گیا تھا۔

ان دو افسوس ناک حادثوں سے متعلق مشہور مؤرخ آریان اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

''یقیناً سکندر سے سخت غلطیاں سرزد ہوئیں۔ یہ غلطیاں خواہ اس کے تکبر کا نتیجہ ہوں یا غصہ کا لیکن یہ غلطیاں سکندر کی طرف سے کچھ تعجب خیز بھی نہ تھیں۔ اس لئے کہ وہ نوجوان تھا اور خوش نصیبی کی لہر نے اسے انتہائی بلندیوں پر پہنچا دیا تھا۔ یہ امر بھی تعجب خیز نہیں کہ اس نے غیر متناسب انداز میں ایرانی شہنشاہوں کے سے طریقے اختیار کر لئے تھے۔''

آریان مزید اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے۔

''باقی رہے وہ لوگ جو اس کے ارد گرد جمع ہو گئے تھے تو بادشاہوں کو ہمیشہ ایسے رفیقوں کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ایسے رفیق ہمیشہ بادشاہ کو غلطیوں پر اُکساتے رہتے ہیں۔ ان کے عام مفاد کا بھی کچھ خیال نہیں رکھتے۔''

آریان مزید لکھتا ہے۔

''زمانہ قدیم کے بادشاہوں میں سے سکندر کے سوا کوئی بھی نہیں جسے اپنی غلطیوں پر اس وجہ سے پشیمانی ہوئی ہو۔ بہت سے آدمی پہلے بھی موجود تھے اور اب بھی موجود ہیں جو کوئی گناہ کر گزرتے ہیں تو اسے صحیح عمل قرار دے کر چھپانے کی غلطی کے مرتکب ہوتے ہیں۔''

جس وقت ان گنت بچوں کو موت کے گھاٹ اتارا جا رہا تھا اس وقت خوبصورت بھیتا دیوانوں کی طرح ادھر اُدھر بھاگتی پھر رہی تھی۔ اس موقع پر پریشانی کے عالم میں کریٹیز ایک جگہ کھڑا تھا کہ ایک طرف سے تیز تیز قدم اٹھاتے برسین اس کی طرف آئی۔ وہ پریشان اور فکر مند تھی۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے کریٹیز کسی قدر ہمدردی میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میری بہن! میں دیکھتا ہوں تو پریشان اور فکر مند ہے۔ کیا تو سکندر کی دوسری

بیوی روشنک کی وجہ سے فکر مند اور ملول دکھائی دے رہی ہے؟ دیکھ، اگر ایسا ہے تو تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ خیال مت کرنا کہ تیرا کوئی آگا پیچھا نہیں۔ تیرا کوئی پشت بان نہیں۔ ابھی تیرا بھائی زندہ ہے۔"

برسین کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا۔ اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر کریٹیز کا چہرہ اس نے اپنے ہاتھوں میں لیا، اسے نیچے جھکایا اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ کہنے لگی۔

"میں جب تک زندہ رہی اپنے بھائی پر فخر کرتی رہوں گی۔ لیکن مجھے اس بات کا کوئی غم نہیں کہ سکندر نے دوسری شادی کر لی ہے۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ اس شادی کے بعد وہ زیادہ توجہ روشنک کی طرف دے گا اور مجھے نظر انداز کرنے کی کوشش کرے گا۔ لیکن مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ میں نے سکندر سے نہ محبت کی تھی نہ اپنی مرضی سے اس سے شادی کی تھی۔ میں ایک مفتوحہ مال تھا جس پر سکندر نے قبضہ کر لیا تھا۔ میں نے اپنے مرنے والے شوہر سے محبت کی تھی۔ دل و جان سے اسے چاہا تھا اور اسے ہی اپنی زندگی کا مرکز بنایا تھا لہٰذا روشنک کے ساتھ سکندر کی شادی نے میرے جذبات یا میرے احساسات میں کسی طرح کا کوئی بوجھ یا انقلاب برپا نہیں کیا۔ میرے بھائی میں تو ایک اور اہم مسئلہ پر گفتگو کرنے کے لئے آئی ہوں۔"

کریٹیز فکر مند ہو گیا۔ پھر غور سے برسین کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھ لیا۔ "اب دوسرا کیا معاملہ اُٹھ کھڑا ہوا میری بہن! تفصیل سے کہو۔"

برسین نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔ "پہلے یہ بتاؤ اناہیتا کہاں ہے؟"

کریٹیز بھی کسی قدر فکر مند ہو گیا۔ کہنے لگا۔ "کیا ہوا اسے؟"

برسین اس بار دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔ "تھوڑی دیر پہلے میں نے اسے لشکر گاہ اور اطراف میں اِدھر اُدھر بھاگتے دیکھا ہے۔ میں نے اسے آوازیں دیں لیکن وہ رکی نہیں۔ بھاگتی ہوئی ایک طرف چلی گئی تھی۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ وہ ایسا کیوں کر رہی تھی۔ اس کی وجہ سے میں سخت پریشان اور فکر مند ہوں۔ بھائی! اسے تلاش کرو۔ میں یہیں بیٹھتی ہوں۔ تم اسے تلاش کر کے یہیں میرے پاس لے کر آؤ۔"

اس کے ساتھ ہی برسین وہاں ایک پتھر پر بیٹھ گئی تھی جبکہ کریٹیز فکر مندی کا اظہار کرتے ہوئے تقریباً بھاگنے کے انداز میں ایک طرف بڑھا تھا۔

اچانک کریٹیز کی نگاہ اناہیتا پر پڑی جہاں بچوں کو قتل کیا جا رہا تھا۔ اس کے ایک طرف وہ بیچاری دیوانہ وار ایک طرف بھاگ رہی تھی۔ دائیں بائیں، آگے پیچھے بھی دیکھ رہی تھی۔ اس کی حرکات سے پتہ چلتا تھا جیسے وہ بھاگتے ہوئے کسی کو تلاش کرتی پھر رہی ہو۔

کریٹیز اس کے پیچھے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کے نزدیک جا کر اس نے اسے زور زور سے پکارنا شروع کر دیا۔

"اناہیتا ...... اناہیتا، رکو! میری بات سنو!"

کریٹیز کی اس پکار پر اناہیتا ایک دم رک گئی تھی، مڑی اور انتہائی پریشانی میں وہ کریٹیز کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ اتنی دیر تک کریٹیز بھی بھاگتا ہوا اناہیتا کے قریب پہنچ گیا تھا۔ پھر فکر مندی میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"یہ تم نے اپنی حالت کیا بنا رکھی ہے؟ تمہارے بال بکھرے ہوئے ہیں، چہرے پر پریشانیاں رقص کر رہی ہیں اور لشکر گاہ میں یہ تم دیوانوں کی طرح اِدھر اُدھر کیوں بھاگ رہی ہو؟"

کریٹیز کے ان الفاظ پر اناہیتا نے سکھ کا ایک لمبا سانس لیا۔ چہرے پر اس نے ہلکا سا تبسم بھی بکھیر لیا۔ پھر غور سے کریٹیز کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"آپ کہیں ان نوجوانوں میں تو شامل نہیں تھے جو سکندر کے خلاف سازش کر رہے تھے۔ کیا کسی دشمن، کسی سازشی نے آپ کا نام بھی ان میں تو شامل نہیں کر دیا؟ میں دیوانہ وار نہیں بھاگ رہی تھی۔ میں آپ کو تلاش کر رہی تھی۔ آپ مجھے کہیں مل ہی نہیں رہے تھے۔ یہ تربیت حاصل کرنے والے نوجوانوں نے جو سکندر کے خلاف سازش کی ہے اور انہیں قتل کیا جا رہا ہے اس کی وجہ سے میں سخت پریشان تھی۔ اس لئے کہ ان نوجوانوں کو جو سالار عسکری تربیت دے رہے تھے ان میں آپ بھی شامل تھے۔ کہیں آپ کو بھی کسی نے اس سازش میں ملوث تو نہیں کر لیا؟"

اناہیتا کے ان الفاظ پر کریٹیز تھوڑی دیر تک اس کی طرف بڑی ہمدردی، بڑی اپنائیت سے دیکھتا رہا پھر اناہیتا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اناہیتا! میں ایسے معاملات میں پڑنے والا نہیں۔ میرا ایسی سازشوں سے کیا تعلق؟ میں سکندر کے لشکر میں ایک سالار ہوں اور سالار ہی کی حیثیت سے اپنے فرائض

انجام دے رہا ہوں۔"

کرٹیز کے ان الفاظ پر انابیتا خوش ہو گئی تھی۔ قریب ہی ایک پتھر تھا، اس پر گئی، اپنی گردن جھکا لی۔ ہاتھوں میں اپنا سر تھاما پھر پہلے کی نسبت زیادہ سکون بھ انداز میں کہنے لگی۔

"خدا کا شکر ہے کہ آپ اس میں ملوث نہیں۔ نہ ہی کسی نے ایسے لوگوں میں آ کا نام لیا ہے۔ بس میرے لئے یہی پریشانی تھی کہ کہیں آپ کو بھی ملوث نہ کر لیا گیا اسی بناء پر میں اِدھر اُدھر بھاگتے ہوئے آپ کو تلاش کر رہی تھی۔ اب میں پُر سکو ہوں۔"

کرٹیز مسکرا دیا اور کہنے لگا۔ "اچھا اگر تم پُر سکون ہو تو اٹھو۔ برسین نے لشکر میں تمہیں بھاگتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور وہ تمہارے لئے سخت پریشان اور فکر مند تھی بھاگی بھاگی میرے پاس آئی تھی اور پھر اسی نے مجھے تمہاری تلاش میں بھیجا تھا۔ ا اٹھو اس کے پاس چلیں۔ وہ بڑی بے چینی سے ہم دونوں کا انتظار کر رہی ہو گی۔"

کرٹیز کے ان الفاظ پر فکر مندی کے انداز میں جست لگاتے ہوئے انابیتا جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی پھر کرٹیز کے ساتھ ہو لی تھی۔

دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے اس جگہ آئے جہاں برسین ایک پتھر پر بیٹھی بڑی بے چینی سے ان کا انتظار کر رہی تھی۔ جب اس نے دونوں کو آتے دیکھا مسکراتے ہوئے پتھر سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر آگے بڑھی۔ بھاگنے کے انداز میں ا اور انابیتا کے درمیانی فاصلے کو سمیٹا پھر انابیتا کو گلے لگا کر اس کی پیشانی، اس کا چومنے لگی تھی۔ پھر کسی قدر ہلکی ڈانٹ اور پیار بھرے انداز میں پوچھا کہ یہ تم لشکر میں کیوں بھاگ دوڑ کر رہی تھیں؟

جواب میں مسکراتے ہوئے جب انابیتا نے اِدھر اُدھر لشکر گاہ میں بھاگنے کی بتائی تب برسین نے پہلے مسکراتے ہوئے کرٹیز کی طرف دیکھا پھر ہلکی سی ایک اس نے انابیتا کے گال پر لگائی پھر پیار بھری آواز میں کہنے لگی۔

"تو کیا سمجھتی ہے کہ میرا بھائی ایسے کاموں میں ملوث ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ سکندر کے لشکر میں جس قدر سازشیں ہو رہی ہیں یہ زیادہ تر شراب نوشی کی محفلوں میں عمل میں آتی ہیں۔ انابیتا! تم نے کبھی کرٹیز کو شراب پیتے دیکھا ہے؟"

انابیتا مسکرائی، پیار بھری میٹھی سی نگاہ اپنے قریب کھڑے کرٹیز پر ڈالی پھر کہنے

۔ "نہیں، یہ شراب نہیں پیتے اور مجھے اس کی خوشی بھی ہے۔"

جواب میں برسین نے باری باری دونوں کی طرف دیکھا پھر کرٹیز کی طرف ے ہوئے کہنے لگی۔

"کرٹیز میرے بھائی! چلو تمہارے خیمے میں چلتے ہیں اور وہیں بیٹھ کر باتیں تے ہیں۔"

جواب میں کرٹیز نے مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلائی۔ تینوں حرکت میں ے۔ کرٹیز برسین اور انابیتا کو اپنے خیمے کی طرف لے جا رہا تھا۔

چند ہی دن بعد باختریوں کی اس سر زمین سے سکندر نے ہندوستان کا رخ کیا تھا۔

PDF LIBRARY 0333-7412793

مملکتِ ایران کے مشرقی صوبے فتح کرنے اور نظم و نسق قائم کرنے میں سکندر کو کوئی زیادہ وقت نہ لگا۔ اسے اب قدیم ایرانی بادشاہوں کی پوری مملکت حاصل تھی لیکن اس کی مہم پسند طبیعت اسی پر قانع نہ تھی۔ اب اس نے مکمل تیاری کر کے اپنا رخ ہندوستان کی طرف کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ہندوستان کی کشش سکندر کے لئے اس بناء پر تھی کہ ایران کے شہنشاہ داریوشِ اعظم نے اپنے دورِ حکومت میں پنجاب، سندھ اور مکران فتح کر کے انہیں مملکتِ ایران میں شامل کر لیا تھا۔ سکندر ایران کے کسی بھی عظیم بادشاہ سے پیچھے نہیں رہنا چاہتا تھا اس لئے اپنے ایک لاکھ بیس ہزار کے لشکر کو لے کر اس نے باختریوں کی سرزمینوں سے کوچ کرنے کے بعد کوہِ ہندوکش کو عبور کیا اور ہندوستان کا رُخ کیا۔

ہندوستان کی طرف بڑھتے ہوئے سکندر نے اپنے تیز رفتار قاصدوں کے ذریعہ ہندوستان کے مختلف حکمرانوں سے خط و کتابت بھی کرنا شروع کر دی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ وادیٔ سندھ کے لوگ اس کی پیشوائی کے لئے تیار ہیں اور جب وہ ہندوستان کی سرزمین میں داخل ہوگا تو وہ اس کے لئے تحفے لائیں گے۔ وہ عجیب و غریب جانور بھی اسے پیش کریں گے جسے ہندوستان کے لوگ ہاتھی کہتے تھے۔

سکندر نے ہندوستان کے لوگوں سے ایسی امیدیں اس لئے وابستہ کر رکھی تھیں کہ چند سال سے ہندوستان کے لوگ سکندر سے متعلق بہت کچھ سن چکے تھے اور ایشیا کے شہنشاہ کو اپنے وطن سے امن پسندانہ گزارنے پر بالکل آمادہ تھے۔ حقیقت میں سکندر خود بھی جنگ کا بوجھ خواہ مخواہ برداشت نہ کرنا چاہتا تھا لہٰذا وہ ہندوستان کے لوگوں سے امن اور بہتری ہی کی امید رکھتا تھا۔

مشرق کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے اس نے معمول کے مطابق لشکر کو دو

ںوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصے کو اس نے درۂ خیبر کے ذریعے دریائے سندھ کا رخ ےنے کا حکم دیا اور لشکر کے دوسرے حصے کو لے کر وہ شمال کے کوہستانی سلسلوں کی ف سے ہوتا ہوا ہندوستان کا رخ کرنے کا عزم کر چکا تھا۔

اس موقع پر مؤرخین یہ نکتہ بھی اٹھاتے ہیں کہ سکندر نے آخر اپنے لشکر کو دو حصوں تقسیم کیوں کیا؟ وہ پورے لشکر کو اپنی کمانداری میں درۂ خیبر کے ذریعہ دریائے سندھ کا کر سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔

ساتھ ہی سکندر کے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرنے پر کچھ مؤرخین تعجب کا اظہار نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس سے پیشتر وہ تین مرتبہ اپنا رخ شمال کی جانب پھیر تھا اور اب اگر اس نے چوتھی مرتبہ کوہستانی سلسلوں کا رُخ کیا تھا تو یہ کوئی نئی بات ما۔ پہلی بار اس نے اربیل کی جنگ سے پہلے گارڈیم کے سلسلۂ کوہ کی طرف اپنا رخ را تھا۔ دوسری بار بحرۂ قزوین کے کنارے کی طرف۔ تیسری بار انتہائی شمال میں ںوں کے علاقے میں یلغار کرتے ہوئے اس نے ایسا کیا تھا اور اب چوتھی بار اپنے کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد اپنے حصے کے ساتھ وہ ہمالیہ کے کوہستانی ںوں کی طرف گیا تھا۔

کچھ تبصرہ نگاروں کا یہ بھی کہنا ہے کہ لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد اپنے ارخ اس نے کوہستانی سلسلے کی طرف دو وجوہات کی بناء پر کیا تھا۔

اول یہ کہ اس راستے پہاڑوں پر سے گزرتے ہوئے وہ زرخیز زمینوں کے قریب چاہتا تھا تاکہ چارے یا رسد کی دقت پیش نہ آئے۔ دوئم یہ کہ سکندر ہندوستان کے دریاؤں کے نقطۂ آغاز کے قریب سے عبور کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے منبع کو بھی ےکا موقع حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس کے علاوہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یونانی موسم گرما ند پہاڑی علاقوں پر رہنا پسند کرتے تھے اور پہاڑوں پر چڑھنا ان کے لئے دقت تھا۔

یہ دونوں حقائق اپنی جگہ مسلّم لیکن معلوم ہوتا ہے کہ سکندر کو اس سلسلے میں عسکری اصل کی سہولتوں کے علاوہ بھی کوئی مقصد اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ وہ یہ بھی جانتا تھا لہ کہ ان سلسلوں سے گزرنا انتہائی خطرناک تھا لیکن سکندر مشکل پسند تھا اور نئے انکشاف کرنے کے درپے رہتا تھا۔

اس کی خواہش تھی کہ سطح مرتفع کے کنارے معلق ہو جائے اور نئی پہاڑی دیواروں کو پھاندے۔ وہ زمین کی وضع و ہیئت کے متعلق بھی کوئی آخری فیصلہ کرنا چاہتا تھا جو یونانی عالموں کے افکار سے بالکل مختلف معلوم ہو رہی تھی۔ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ سکندر جیسے جیسے آگے بڑھتا جاتا تھا، پہاڑ بلند تر ہوتے جاتے تھے۔ دریاؤں کا عرض کوہستانی سلسلوں کی وجہ سے سکڑتا جا رہا تھا۔

سکندر نے چونکہ مشرق کی سرزمینوں سے متعلق بہت سی حکایات اور داستانیں سن رکھی تھیں۔ اس نے یہ بھی سن رکھا تھا کہ سورج مشرق کی انہی سرزمینوں سے طلوع ہوتا ہے لہٰذا وہ طلوع آفتاب کے مقام پر آسمانی قوت کی کوئی شہادت دیکھنے کا بھی خواہشمند تھا۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ واقعی وہاں لافانی عقل و دانش کے آدمی رہتے ہیں جن سے متعلق اس نے مختلف حکایتیں سنی تھیں۔ وہ یہ بھی جاننا چاہتا تھا، جیسا کہ یونان میں مشہور تھا کہ وہاں ایسے صاحبِ علم لوگ ہیں جو آبِ حیات پی کر اپنے آپ کو دائمی بنا چکے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ تقدیر ہی تھی جو سکندر کو کھینچے کھینچے لے جا رہی تھی۔ وہ یہ بھی جاننا چاہتا تھا کہ کیا روئے زمین پر دیوتاؤں کے وجود کا کوئی ثبوت موجود ہے یا نہیں؟ وہ اس بات کا بھی خواہش مند تھا کہ کیا انسان اپنے ارادوں سے بلند تر ارادے کے تابع ہے اور یہ کہ کیا غیر محرک جو دور افتادہ اور نادیدہ ہے واقعی کائنات کی قوت اور جوہری عملیات کا سرچشمہ ہے۔ ارسطو کا یہ شاگرد یہ بھی جاننے کے درپے تھا کہ کیا عالم انسانیت اپنی کوششوں سے علم و تہذیب کی روشنی کی طرف رواں دواں ہے یا تباہ کن تاریکیوں کی طرف۔

سوات کے راستے شمال کے کوہستانی سلسلوں کی طرف بڑھتے ہوئے ایک خوش نصیبی نے بھی سکندر کا ساتھ دیا۔ ان کوہستانی سلسلوں کے اندر انہیں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے نہ صرف سکندر کو بلکہ اس کے سالاروں اور لشکریوں کے دل بھی خوش کر دیئے تھے۔ جسے انہوں نے نیک شگون لیا اور ان کے حوصلے بڑھے اور انہیں یقین ہو گیا کہ مشرقی سرزمینوں میں بھی کامیابیاں ان کے قدم چومتی رہیں گی۔

یونانیوں کی خوشی کا واقعہ یہ تھا کہ ان کوہستانی سلسلوں کے اندر انہیں عشق پیچاں کے پودے دکھائی دیئے۔ یونانیوں کے ہاں اور ان کے رسم و رواج کے مطابق عشق پیچاں کے ساتھ ایک افسانہ وابستہ تھا۔ دراصل یونان کے علاقوں میں یونانیوں نے پہاڑ

دراڑوں پر عشق پیچاں کے پودے لگائے تھے لیکن سکندر اور اس کے لشکریوں کو درۂ ال عبور کرنے کے بعد کہیں بھی عشق پیچاں کے ایسے پودے نظر نہ آئے جیسے یونان ہوا کرتے تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ انہیں عشق پیچاں کے ویسے ہی پودے دکھائی جیسے یونان میں ہوا کرتے تھے۔

عشق پیچاں کے یونانی پودے دیکھ کر سکندر اور اس کے ساتھی بڑے خوش ہوئے۔ انہوں نے وہاں کے رہنے والے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے پوچھا کہ ان کے پاس پیچاں کے پودے کہاں سے آئے۔ اس پر وہاں کے رہنے والوں میں سے ایک سکندر پر انکشاف کیا کہ وہ مقامی باشندے نہیں بلکہ یونان ہی کے رہنے والے ہیں لئے کہ یونان کے ایک ہیرو دیونی سوس کے زیرِ علم وہ پھرتے پھراتے وہاں پہنچ تھے۔ جو آدمی جنگ کے قابل نہ رہے تھے انہیں دیونی سوس نے اس مقام پر بسا دیا وہ یونان کے دیوتا کی عبادت کریں اور وہاں عیش و عشرت سے زندگی بسر کرتے

انہوں نے ایک قریبی چوٹی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سکندر کو بتایا کہ اس کا نام کوہ ہیرو ہے اور یہ بھی انکشاف کیا کہ یہ سلسلۂ کوہ یونان کے پہاڑ نیروٹی کی ہوئی شکل ہے۔

برسوں پہلے وہاں آباد ہو جانے والے یونانیوں سے مل کر سکندر بے حد خوش ہوا۔ کے ساتھ وہ اس کوہستانی سلسلے کے اوپر چڑھا جس کی ڈھلانوں پر یونان کی عشق کے پودے لگائے گئے تھے۔

وہاں آباد ہونے والے ان یونانیوں نے سایہ دار مقامات پر اپنی عبادت گاہیں بنا ۔ اس پہاڑ پر چڑھ کر اور وہاں عشق پیچاں کے پودے دیکھ کر یونانی بے حد ہوئے۔ انہوں نے عشق پیچاں کے ہار بنا کر پہنے۔ تاج بنا کر سر پر رکھے اور وہاں نے ناچتے کودتے ہوئے اور جشن مناتے ہوئے بے پناہ خوشی کا اظہار کیا۔

ان کوہستانی سلسلوں کے اندر سفر کرتے ہوئے یونانی اور سکندر اپنے آپ کو خوش خیال کر رہے تھے۔ وہ یہ جان کر بھی بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے کہ ان میں ان سے پہلے بھی یونانی آئے تھے اور وہاں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ اس کے سکندر نے اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھنا شروع کیا تو اس کی خوشیوں میں مزید

اضافہ ہوا۔ انہیں یونان کے سدا بہار گلاب کے پودے بھی ملے۔

سکندر آگے بڑھتا گیا۔ وہ پہاڑی درختوں کے جنگل دیکھ کر بے حد خوش ہوا۔ وہاں انہوں نے سینگوں والے نہایت قوی بیل بھی دیکھے۔ سکندر کے حکم پر یونانیوں نے لمبی سینگوں والے ان طاقت ور بیلوں کا ایک ریوڑ پکڑا اور ایک محافظ دستے کے ساتھ ان بیلوں کو یونان روانہ کر دیا۔

ان کوہستانی سلسلوں کے اندر سفر کرتے ہوئے باختر کے کوہستانی سلسلوں کی طرح وہاں بھی انہیں پہاڑوں میں وحشی لوگوں سے سابقہ پڑا۔ کوہستانی سلسلے کے وہ لوگ سکندر کے لشکریوں کو دیکھ کر اپنے پہاڑی قلعوں میں چلے جاتے جو بلند چوٹیوں پر بنے ہوئے تھے۔

سکندر نے ان کے تعاقب میں چوٹیوں پر چڑھنے کا انہیں مطیع بنانے اور تباہ و برباد کرنے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ ان سے ٹکراتے ہوئے یونانیوں کو کامیابی بھی نہ ہوئی اور سخت نقصان بھی اٹھانا پڑا۔ ان کوہستانی لوگوں سے ٹکراؤ کے دوران سکندر اور نائب بطلیموس دونوں زخمی بھی ہوئے تھے۔ سکندر کے کہنے پر بعض مقامات پر اس کے لشکریوں نے بڑی بے دردی کا مظاہرہ بھی کیا بلکہ ایک مقام کے باشندوں نے اپنے آپ کو ان کے کہنے پر جب ان کے حوالے کر دیا تو ان میں سے تمام مردوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔

اپنے لشکر کے ساتھ سکندر جیسے جیسے بلند کوہستانی سلسلوں پر چڑھتا گیا انہیں چیڑ اور صنوبر کے ایسے درخت ملے جو زیادہ لمبے نہ تھے۔ خوشنما دکھائی دیتے تھے۔ وہاں وادیاں تنگ ہوتی گئی تھیں اور ان میں سے ندیاں شور کرتی ہوئی گزر رہی تھیں۔ یونانیوں نے دیکھا ان کوہستانی سلسلوں کے اندر ہوا بہت ہلکی ہو گئی تھی جس میں سانس لینا مشکل تھا۔ راستے میں برف کے تودے پڑے ہوئے تھے جنہیں صاف کرتے ہوئے بڑھنا پڑ رہا تھا۔ اس طرح اس کوہستانی سلسلے سے یونانی بڑی مشقت اٹھا کر آگے بڑھے تھے۔

اب سکندر کے لشکر کے لئے دشواریاں بڑھنے لگی تھیں۔ ہوا اتنی تیز ہو گئی تھی کہ معلوم ہوتا تھا انسانی جسم کو چیر کر رکھ دے گی لہٰذا یونانی ایک دوسرے کا بازو پکڑ کر آگے بڑھنا شروع ہوئے تھے۔ جب وہ برف سے ڈھکی ہوئی چوٹیوں میں سے گزرے تو انہیں معلوم ہوا کہ وہ اتنی بلندی پر پہنچ گئے ہیں کہ اب سفید بادلوں کے بڑے بڑے

ے بھی انہیں کافی نیچے دکھائی دینے لگے ہیں۔

اس سفر کے لئے سکندر نے اپنے ساتھ کچھ مقامی رہنماؤں کو بھی رکھا ہوا تھا۔ ان لوہستانی سلسلوں کے اندر جا کر ان راہبروں نے سکندر پر انکشاف کیا کہ ان یلوں کے آگے وہ بلند و بالا چوٹیاں ہیں جن کی حفاظت اندر دیوتا کرتا ہے۔ انہوں سکندر پر یہ بھی انکشاف کیا کہ اندر دیوتا بلند تر فضا میں آندھی اور طوفانوں کے اندر ہے۔

بہر حال سکندر کو برف سے ڈھکی ہوئی اب ایسی چوٹیاں نظر آئی تھیں جیسی یونانیوں پہلے کبھی نہ دیکھی تھیں لیکن سکندر نے ان راہبروں کی باتوں پر یقین نہ کیا نہ ہی اس سے بچ جانا کہ وہاں کوئی اندر دیوتا بھی رہتا ہے تاہم راہبروں کی اس بات کو تسلیم کہ ان راستوں پر اس سے پہلے کوئی لشکر نہ گزرا تھا۔

اب سکندر اپنے لشکر کے ساتھ انتہائی بلندیوں پر پہنچ چکا تھا جبکہ اس کے لشکر کا حصہ جو اس کے سالار پری ڈیکاس کی کمانداری میں درۂ خیبر سے گزرنے کے بعد ئے سندھ کا رُخ کئے ہوئے تھا اور لشکر کے اس حصے کا ارادہ تھا کہ سکندر کے وہاں ل وہ دریائے سندھ پر پُل تعمیر کر دیں گے تاکہ سکندر کے وہاں پہنچتے ہی لشکر ۂ سندھ کو عبور کر کے مشرق کی سرزمینوں کی طرف بڑھ سکے۔

آخر انتہائی بلندیوں پر جانے کے بعد سکندر نے اپنے لشکر کے ساتھ واپسی کا رخ اس جگہ پہنچا جہاں اس کے لشکر کا دوسرا حصہ دریائے سندھ پر اٹک کے مقام پر ، کا پُل بنا چکا تھا۔ وہ بہار کا موسم تھا جب وہ اپنے لشکر کے دوسرے حصے کے پہنچا تو اس کی آمد پر لشکر میں طبل، نفیریاں اور طریاں بجا کر خوشی کا اظہار کیا گیا۔ ہوں نے آگے بڑھ کر سکندر اور اس کے لشکر کا استقبال کیا۔

ریائے سندھ کے کنارے اٹک کے مقام پر اپنے لشکر کے دوسرے حصے میں پہنچ رائی بیوی روشنک کو دیکھ کر بے حد خوش ہوا۔ اس لئے کہ روشنک وہاں ایشیائی ، شان و شوکت کے ساتھ رہتی تھی۔ اس کے شامیانے کے اردگرد احاطہ کھینچ دیا جس ہاتھی پر وہ سوار ہوتی تھی اس کے ساتھ خواجہ سراؤں کی ایک باقاعدہ طور محافظ چلتی تھی۔

ما پر بیٹھے ہوئے وہ ایسا بت دکھائی دیتی تھی جسے جواہرات پہنا دیئے گئے

ہوں۔ اس کے پردہ دار ہودے کو ہاتھی کی پشت پر باندھ دیا جاتا تھا اور روشنک خود بے پردہ گھوڑے پر سوار ہونے کی عادی تھی لیکن ہندوستان میں ایسی سواری کو خلاف وقار سمجھا جاتا تھا۔

اگرچہ روشنک نے اس نئی شان وشوکت سے مطابقت پیدا کر لی تھی اور بعد ازاں ہاتھی کے سوا وہ کسی اور چیز پر سوار نہ ہوتی تھی لیکن اسے اپنی یہ تنہائی پسند نہ تھی۔

وہ اپنے وطن کی خنک سطح مرتفع پر بہت خوش تھی۔ جہاں مہموں کے دوران خیمے کے اندر رہتی اپنے سنجابی پارچے ایک طرف رکھ کر آگ کے پاس بیٹھا کرتی تھی۔

جب کہ سکندر کے ساتھ رہتے ہوئے اس کی حیثیت ایک متحرک شہر کی تھی اسے زرلفت کے لباس پہننے پڑتے تھے اور موتیوں کے ہار گلے میں ڈالنے پڑتے تھے۔

روشنک یقیناً برسین جیسی تعلیم یافتہ اور مہذب نہ تھی لیکن اپنی کم عمری اور اپنے حسن و جمال کی وجہ سے وہ سکندر کے خیالات کا مرکز بن گئی تھی لیکن یونانی روشنک کی نسبت برسین کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ بہرحال روشنک ہی کے بطن سے سکندر کے ہاں ایک بچہ بھی پیدا ہوا۔

دریائے سندھ کے کنارے پڑاؤ کے دوران ہی شمال کے ایک راجہ نے سکندر کے لئے بے شمار چاندی کے انبار گاڑیوں میں بھیجے ہزاروں بیل اور بھیڑیں غذا اور قربانی کے لئے بھیجی گئیں اس کے علاوہ اس نے تیس بہترین سنورے ہوئے ہاتھی اور ان کے ساتھ کچھ لشکری بھی سکندر کی طرف روانہ کئے تھے۔

وہ ہاتھی سدھائے ہوئے تھے اور انہیں دیکھ کر سکندر اور اس کے لشکری بڑے حیران ہوئے اس لئے کہ اتنے بڑے جانور کو ایک چھوٹا بچہ یا بوڑھا بھی جہاں چاہتا لے جاتا تھا۔ آنے والے وہ ہاتھی چونکہ پالتو تھے لہٰذا جو لوگ ہاتھیوں کے ساتھ آئے تھے انہوں نے سکندر اور اس کے لشکریوں کو ان ہاتھیوں کا تماشہ بھی دکھایا۔ یونانیوں نے ہندوستان کے ان ہاتھیوں کو رقص کرتے دیکھا۔ ان میں سے ایک ایسا بھی تھا جس کی دونوں اگلی ٹانگوں پر جھانجھ بندھے ہوئے تھے اور ایک جھانجھ سونڈ سے پکڑ کر ہاتھی بجاتا اور دوسرے جھانجھ کو اپنی ٹانگ اٹھا کر بجاتا۔ اس طرح اس کے ساتھ دوسرے ہاتھی بھی رقص کرتے تھے۔

سکندر کے پوچھنے پر ہاتھیوں کے ان مہاوتوں نے سکندر اور اس کے سالاروں کو

بتایا کہ اگر جنگ کے دوران مہاوت زخمی ہو جائے تو ہاتھی اس کی حفاظت کے لئے اوپر کھڑا ہو جاتا ہے۔ سکندر کے سالاروں میں سے سب سے زیادہ سلیوکس ان ہاتھیوں سے متاثر ہوا۔

سلیوکس بڑا قوی ہیکل آدمی تھا۔ اس کے زور اور طاقت کا یہ عالم تھا کہ بیل کو سینگوں سے پکڑ کر اس کی گردن مروڑتا اور اسے گرا دیتا تھا۔ اس نے طبیعت بھی بڑی اچھی پائی تھی۔ وہ بڑا خوش مزاج بھی تھا۔ سکندر کے کسی فیصلے پر کبھی اعتراض نہ کیا۔

ہاتھیوں کی قوت کا اندازہ کرتے ہوئے اس نے فیصلہ کیا کہ وہ ان ہاتھیوں کا ایک ریوڑ ضرور پالے گا۔

ہاتھیوں کے ساتھ جو مہاوت آئے تھے انہیں مخاطب کرتے ہوئے آخر سلیوکس نے پوچھا کہ اگر وہ ہاتھیوں کا ریوڑ تیار کرنا چاہے تو کتنے عرصے میں کر سکتا ہے۔

اس پر ایک مہاوت نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''ہاتھیوں کا ریوڑ تیار کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس لئے کہ ایک ہتھنی سولہ مہینے کے بعد بچہ دیتی ہے اور گھوڑے کی طرح اس کے صرف ایک ہی بچہ ہوتا ہے۔ بچہ آٹھ سال تک ماں کا دودھ پیتا رہتا ہے۔ اب تم ہی اندازہ لگا لو کہ ہاتھیوں کا ریوڑ تیار کرنے میں کتنا وقت لگے گا؟''

یونانی دریائے سندھ کے کنارے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے گروہوں کی شکل میں ادھر اُدھر جاتے۔ شکار بھی کرتے۔ دریا کے کنارے ایک موقع پر سکندر کے سالاروں میں سے ایک نے ایک چتکبرے سانپ کو پکڑنے کی کوشش کی جو ان کے اندازے کے مطابق لگ بھگ 24 فٹ لمبا تھا لیکن اس قدر لمبا ہونے کے باوجود وہ سانپ بڑی تیزی سے بھاگتا ہوا ان یونانیوں سے بچ کر نکل گیا۔

دریائے سندھ ہی کے کنارے پڑاؤ کے دوران مقامی لوگوں نے سکندر پر انکشاف کیا کہ ان علاقوں میں پھنیر نام کا ایک انتہائی زہریلا سانپ ہوتا ہے۔ وہ جسے ڈس لیتا ہے وہ بچتا نہیں۔ انہوں نے یہ بھی انکشاف کیا کہ اس سانپ کی شکل ایسی ہوتی ہے جس طرح کی تصویریں مصر کے فرعونوں کے تاج پر ہوتی ہیں۔ اس انکشاف پر سکندر نے اردگرد کے علاقوں میں سانپوں کا علاج کرنے والے جو لوگ تھے انہیں اپنے لشکر میں بلا

لیا۔ ان کی رہائش و آسائش کا بہترین اہتمام کیا اور اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ دریا سندھ کے کنارے پڑاؤ کے دوران جس لشکری کو بھی سانپ ڈس لے اسے فی الفور سانپ کا علاج کرنے والوں کے پاس پہنچا دیا جائے تاکہ کسی لشکری کا نقصان نہ ہو۔

دریائے سندھ کے کنارے قیام کے دوران سکندر اور اس کے ساتھیوں کو حیرت انگیز واقعات کا سامنا کرنا پڑا۔

ایک روز اس کا ایک سالار شکار کے لئے گیا ہوا تھا اور شام کو جب لوٹا تو اس نے سکندر پر انکشاف کیا کہ اس نے جنگل میں بہت چھوٹے چھوٹے آدمی دیکھے ہیں۔ اس نے مزید کہا کہ میں اپنے لشکر کے ساتھ جا رہا تھا کہ اچانک اس پر اور اس کے لشکریوں پر درختوں سے سنگ باری شروع ہوئی۔ اس نے اپنے آدمیوں کو ادھر ادھر پھیل جانے کا حکم دیا لیکن ان پر گٹھلیاں اور آدھے کھائے ہوئے پھل برابر برستے رہے۔

اس سالار نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے یہ بھی انکشاف کیا کہ ان چھوٹے آدمیوں نے گرمی کے باوجود پوستین پہن رکھی تھی۔

سکندر کے ان الفاظ پر مقامی لوگ ہنس پڑے اور پھر ان میں سے ایک کہنے لگا۔

''جن چھوٹے آدمیوں سے تمہارا پالا پڑا ہے وہ آدمی نہیں بلکہ خوبصورت جانور ہیں جو آدمیوں کی نقالی کرتے ہیں اور انہیں مقامی لوگ بندر کہتے ہیں اور جو کچھ انہوں نے پہن رکھا تھا وہ پوستین نہیں بلکہ ان کا اپنا چمڑا ہے۔''

مقامی لوگوں کی اس بات پر سکندر کے اس سالار کو یقین نہ آیا۔ وہ شرمندہ بھی تھا کہ اپنے لشکریوں کو وہ جانوروں پر حملہ آور ہونے کے لئے حکم دیتا رہا۔ آخر مقامی لوگ کچھ بندر پکڑ کر لے آئے اور اس سالار کے سامنے جب پیش کئے تب اسے یقین ہوا کہ واقعی وہ انسان نہیں جانور تھے جن پر اس نے حملہ آور ہونے کا حکم دیا تھا۔

شمال کے کوہستانی سلسلوں سے دریائے سندھ کے کنارے پہنچنے تک سکندر کے لشکر کے اس حصے نے جو درۂ خیبر سے دریائے سندھ کے کنارے پہنچا تھا بہت سے جہاز اور کشتیاں اس کی آمد سے پہلے پہلے تیار کر لئے تھے۔ کچھ کشتیاں استعمال کر کے دریائے سندھ پر پُل بنا دیا گیا تھا اور بہت سی کشتیاں اور خاصے بڑے جہاز فالتو دیئے گئے تھے۔ کشتیاں تیار کرنے والے زیادہ تر کریٹ کے لوگ تھے جو سکندر کے لشکر میں شامل تھے اور انہوں نے اپنی تیار کردہ کشتیاں اور جہاز بھی سکندر کو دکھائے۔ سکندر

کشتیاں اور جہاز دیکھ کر خفا ہوا اور ان لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کیا کریٹ کے جہاز سازوں نے یہ سمجھ کر اس قدر جہاز اور کشتیاں تیار کر لی ہیں کہ ہمارا لشکر ان پر سوار ہو کر خشکی میں سفر کرے گا۔''

سکندر کے ان الفاظ کے جواب میں کریٹ کے ملاحوں نے جواب دیا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان جہازوں اور کشتیوں میں سوار ہو کر لشکر مشرق کی طرف نہیں جا سکے گا بلکہ ان جہازوں کے ٹکڑے کر کے چھکڑوں میں لاد دیئے جائیں گے۔ جہاں ضرورت پیش آئے گی انہیں جوڑ کر گہرے پانی سے گزرنے کا بندوبست کر لیا جائے گا۔

دراصل سکندر کے سالاروں نے وہ جہاز اور کشتیاں اس لئے تیار کروائی تھیں تاکہ سکندر اپنے لشکر کے ساتھ مزید مشرق کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے اپنے لشکر کو مشکلات میں نہ ڈالے۔ وہ چاہتے تھے کہ کافی کشتیاں اور جہاز تیار کر لیں۔ اور جب سکندر پہنچے گا تو ان جہازوں اور کشتیوں کے ذریعے دریائے سندھ میں سفر کرتے ہوئے جنوب میں سمندر کی طرف جائیں گے اور پھر سمندر کے راستے واپس یونان کا رخ کریں گے۔

یونانی دریائے سندھ کو دیکھ کر حیرت اور تعجب کا اظہار بھی کرتے تھے۔ ان کے اپنے ملک میں دریاؤں کا زیادہ تر بہاؤ مشرق سے مغرب کی طرف تھا جبکہ دریائے سندھ شمال سے بہتا ہوا آتا تھا اور دور جنوب کی طرف نکل گیا تھا۔ اس کے علاوہ قدیم یونانیوں کے علاوہ ارسطو اور اس کے شاگردوں کا یہ عقیدہ بھی تھا کہ مصر کے دریائے نیل کا پانی سندھ سے آتا ہے۔ مشہور یونانی مؤرخ ہیرو ڈوٹس نے انکشاف کیا تھا کہ مصر کے لئے دریائے نیل ایک عطیہ ہے۔ اسی طرح یونانی خیال کرتے تھے کہ سندھ بھی کسی سرزمین کے لئے عطیہ ہو گا۔ جس طرح دریائے نیل لمبوتری سرزمینوں میں بہتا ہوا سمندر کی طرف آتا ہے ایسی سرزمینوں میں سندھ بھی بہتا ہو گا لیکن ہندوستان میں داخل ہونے کے بعد اور دریائے سندھ کو دیکھ کر یونانیوں پر یہ حقیقت ظاہر ہوئی کہ ارسطو کا خیال غلط تھا۔ سندھ کا نیل سے کوئی تعلق نہیں۔ انہوں نے یہ بھی جان لیا کہ سندھ اور نیل کے درمیان خشکی اور صحراؤں اور خلیجوں کی ایک وسیع دنیا حائل ہے جس کا اس سے پہلے یونانیوں کو تصور بھی نہیں تھا۔ دریائے سندھ کے کنارے پڑاؤ کر کے سکندر مقامی لوگوں سے مشرقی سرزمینوں سے متعلق معلومات حاصل کرتا رہا۔ مقامی لوگوں نے اسے

بتایا کہ جب دریائے سندھ کو عبور کیا جائے تو آگے ایک راجہ کی سلطنت شروع ہو جاتی ہے۔ اس راجہ کا نام امبی ہے اور اس کا دارالحکومت ٹیکسلا ہے۔ مقامی لوگوں نے سکندر پر یہ بھی انکشاف کیا کہ دریائے سندھ کو عبور کر کے جب آگے بڑھیں گے تو راستے میں لگ بھگ پانچ بڑے بڑے دریا آئیں گے۔ اس سے سکندر اور اس کے ساتھیوں نے اندازہ لگا لیا کہ ہندوستان زمین کا کوئی تنگ خطہ نہیں بلکہ مشرق کی طرف بہت پھیلی ہوئی سرزمین ہے۔ مقامی لوگ اسے یہ نہ بتا سکے کہ پانچویں دریا کے آگے کیا ہے؟

بہرحال سکندر نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ دریائے سندھ کو عبور کر کے وہاں تک اپنی فتوحات کا سلسلہ پھیلاتا چلا جائے گا جہاں تک خشکی ہو گی۔ جب کہ اس کے لشکری ایسا نہیں چاہتے تھے اور اس کے لشکری اندر ہی اندر کھسر پھسر کرتے ہوئے سکندر کے ان ارادوں پر ناپسندیدگی کا اظہار کرنے لگے تھے۔ اپنے وطن سے نکلے ہوئے انہیں کافی عرصہ ہو چکا تھا لہٰذا اب وہ آگے بڑھنے کی بجائے واپس اپنے گھروں کو جانا چاہتے تھے۔ واپسی کی دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ گرمی کا موسم آ گیا تھا اور یونانی ہندوستان کی گرمی برداشت کرتے ہوئے تنگ آ چکے تھے اور آگے بڑھنے کی بجائے وہ واپسی کو ترجیح دے رہے تھے۔

گرمی کے موسم میں جبکہ بارشوں کا سلسلہ ابھی شروع نہیں ہوا تھا سندھ میں بارشوں کے موسموں کی نسبت پانی کم تھا۔ کریٹیز ایک روز اپنے پڑاؤ سے ذرا اوپر جا کر جہاں دریائے سندھ کے کنارے سرکنڈوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا دریائے سندھ کے پانی میں نہا رہا تھا۔ اپنے نئے کپڑے اس نے کنارے پر رکھنے کے بعد ان کے اوپر ایک پتھر رکھا ہوا تھا اور جو کپڑے اس نے پہلے سے پہن رکھے تھے ان سمیت وہ دریا میں نہا رہا تھا۔

دریا میں نہاتے نہاتے کریٹیز اچانک چونک پڑا۔ اس لئے کہ اس نے دیکھا تھا کہ خوبصورت انابیتا تیز تیز چلتی ہوئی اسی طرف آ رہی تھی جہاں وہ نہا رہا تھا۔ قبل اس کے کہ وہ نہانے کے بعد باہر نکلتا انابیتا کنارے پر پہنچ گئی تھی۔ اس نے اپنے کندھے پر ایک خاصا بڑا نرم تولیہ رکھا ہوا تھا اور وہ اس جگہ آ کر بیٹھ گئی جہاں کریٹیز کے کپڑے رکھے ہوئے تھے۔

اسے دیکھ کر کریٹیز باہر نکلنے لگا۔ جب وہ کنارے پر ہری ہری گھاس پر آ کر کھڑا ہوا تب انابیتا اٹھ کھڑی ہوئی۔ چپ چاپ کندھے پر رکھا ہوا تولیہ اس نے کریٹیز کی طرف بڑھا دیا تھا۔ کریٹیز نے پہلے تولیے سے اپنا سر منہ، بازو اور ہاتھ صاف کئے پھر اپنے کپڑوں کے نیچے سے ایک چادر نکالی۔ اپنے گرد لپیٹ کر اس نے لباس تبدیل کیا اور جب وہ کنارے پر رکھا اپنا صاف ستھرا اور نیا لباس پہننے لگا تب انابیتا حرکت میں آئی۔ بھیگا ہوا لباس جو اس نے اتارا تھا وہ اس نے اٹھایا۔ جب وہ بہتے پانی کی طرف جانے لگی تب ایک دم کریٹیز بول اٹھا۔

''انابیتا! یہ تم کیا کرنے لگی ہو؟''

انابیتا مڑی۔ مسکرائی اور کہنے لگی۔ ''یہ جو کپڑے آپ نے اتارے ہیں انہیں میں

دھو دیتی ہوں۔ میرے پاس صابن بھی ہے۔''

کرٹیز نے اسے روکنا چاہا لیکن وہ نہیں رکی۔ دریا کے کنارے جا کر بیٹھ گئی ایک پتھر پر رکھ کر اس نے کرٹیز کے وہ کپڑے دھو ڈالے تھے اور اتنی دیر تک کرٹیز دوسرا لباس پہن لیا تھا اور چادر تہہ کر کے ایک طرف رکھ دی تھی۔ تولیہ بھی اس سرکنڈوں کے چھوٹے چھوٹے پودوں پر پھیلا دیا تھا۔ پھر وہ کنارے پر کھڑا رہا جبکہ ا کے سامنے ایک بڑے پتھر پر اناہیتا اس کا لباس دھوتی رہی۔

لباس دھونے کے بعد اس نے نچوڑا۔ دریا کے کنارے سے ایک پودے باریک ٹہنی اس نے توڑی اور اس ٹہنی کا ایک ٹکڑا اس نے صابن کے وسطی حصے میں کر صابن اٹھایا پھر وہ کنارے پر آئی۔ کرٹیز نے آگے بڑھ کر اس سے اپنا دھلا لباس لینا چاہا تو اناہیتا ایک طرف ہٹ گئی۔ پہلے تو اس نے صابن گھاس پر رکھا پھر کرٹیز کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''یہ کام آپ کے کرنے کا نہیں ہے۔''

پھر اناہیتا ایک طرف ہٹی۔ کرٹیز کا دھویا ہوا لباس جھٹک کر اس نے وہیں ڈال دیا تھا جہاں کرٹیز نے تھوڑی دیر پہلے استعمال شدہ تولیہ ڈالا تھا۔ جب وہ مڑی تو کرٹیز نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

''تمہیں کس نے بتایا کہ میں یہاں دریا کے کنارے نہانے کے لئے آیا ہوں؟''

جواب میں اناہیتا مسکرائی اور کہنے لگی۔

''دریا کے کنارے آتے ہوئے آپ کسی کو بتا کر آئے تھے کہ آپ ادھر آ رہے ہیں۔''

''ہاں! میں اپنی بہن برسین کو بتا کر آیا تھا کہ میں دریا کے کنارے نہانے جا رہا ہوں...... وہ میرے خیمے میں آئی تھی اور جب میں ادھر آیا تو وہ میرے خیمے ہی میں بیٹھی ہوئی تھی۔''

کرٹیز جب خاموش ہوا تب اناہیتا کہنے لگی۔

''آپ کے ادھر آنے کے بعد میں بھی جب آپ کے خیمے میں گئی تو برسین وہاں بیٹھی ہوئی تھی...... میرے خیال میں ادھر آنے سے پہلے آپ برسین کے پاس بیٹھ کر کسی اہم موضوع پر اس سے گفتگو بھی کرتے رہے تھے...... کیا یہ سچ ہے......؟''

کرٹیز نے گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر دھیمے سے لہجے میں کہنے لگا۔

''ہاں...... یہ سچ ہے''

اس موقع پر کرٹیز نے بات کا رخ بدلنا چاہا اور اناہیتا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اناہیتا! میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ جب میں نہا کر نکلا تو تم نے مجھے بدن صاف کرنے کے لئے تولیہ پیش کیا...... میں تولیہ لانا بھول گیا تھا...... میں نے تو اسی طرح اور لپیٹ کر بھیگا لباس اتار کر دوسرا پہن لینا تھا...... اس کے لئے ایک بار پھر میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔''

اناہیتا نے لمحہ بھر کے لئے اس کی طرف گھورا پھر کہنے لگی۔

''آپ بات کا رخ اور موضوع بدلنے کی کوشش نہ کریں...... آپ نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ خیمے میں بیٹھ کر بہن کے ساتھ کسی موضوع پر گفتگو کرتے رہے ہیں...... بہن نے مجھے بتایا تھا کہ آپ نے اس پر یہ بھی انکشاف کیا کہ آپ کسی لڑکی کو پسند کرتے ہیں اور اپنی زندگی کے ساتھی کے طور پر اس کا انتخاب بھی کر چکے ہیں۔''

کرٹیز شاید اناہیتا کی ان سب باتوں کا مطلب سمجھ رہا تھا اور تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''کیا ایسا کرنا گناہ اور جرم ہے......؟''

''نہیں...... ایسا کرنا جرم ہے نہ گناہ ہے بلکہ میں خیال کرتی ہوں کہ ایسا کرنا ایک اعلیٰ پائے کا کارِ ثواب ہے۔ اس سلسلے میں تو آپ سے مکمل طور پر اتفاق کرتی ہوں......''

یہ سارے الفاظ اناہیتا نے ایک طرح سے چہکنے کے انداز میں کہے تھے۔

تھوڑی دیر کے لئے اناہیتا رکی پھر دوبارہ کرٹیز کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ''کیا اس موقع پر میں آپ سے ایک ذاتی سوال کر سکتی ہوں...... بشرطیکہ آپ برا نہ مانیں۔''

کرٹیز مسکرا دیا کہنے لگا۔ ''میں برا نہیں مانوں گا...... تم جو چاہو پوچھ سکتی ہو۔''

اناہیتا نے کچھ سوچا، ایک گہری نگاہ پہلے اس نے کرٹیز پر ڈالی پھر کہنے لگی۔ ''کیا میں اس لڑکی سے متعلق جان سکتی ہوں جسے آپ پسند کرتے ہیں اور جسے اپنے ساتھی کے طور پر آپ نے انتخاب کیا ہے...... اس کا نام کیا ہے...... کہاں رہتی ہے...... کس جگہ اس سے آپ کی ملاقات ہوئی......؟''

ردعمل کے طور پر کرٹیز تھوڑی دیر کے تک ہلکے ہلکے تبسم میں اناہیتا کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

''اناہیتا! جس لڑکی کا میں نے اپنے لئے انتخاب کیا ہے اور جس سے میں محبت کرنا شروع کی ہے وہ لڑکی بڑی عجیب وغریب ہے ...... جہاں تک اس سے ملاقات کا تعلق ہے تو میری اس سے پہلی ملاقات بڑے بدقسمت ماحول میں ہوئی وہ ایک ایسا ماحول تھا جس ماحول میں وہ لڑکی مجھے ایک طرح سے ناپسند کرتی تھی۔ مجھ سے اس کی نفرت بے پایاں اور ناقابل برداشت تھی۔ اس لڑکی کے ساتھ کبھی میں گارڈیم شہر میں کبھی دمشق میں رہا، کبھی ایسوس کے میدانوں میں اور کبھی مصر کی سرزمین میں، کبھی بحرۂ روم کے کنارے کنارے مختلف شہروں میں میرا اس کا ساتھ رہا اور کبھی اس کے ساتھ میں نے سکندر کی خیمہ گاہ میں مہینوں گزارے ...... وہ لڑکی عجیب وغریب ہے، کبھی اس نے مجھ سے نفرت اور بیزاری کا اظہار کیا، اپنی نفرت کا اظہار کرنے کے لئے کبھی اس نے میرے منہ پر طمانچے مارے، کبھی اپنی نگاہوں سے دور کرنے کے لئے خنجر تک دے مارا پھر خداوند قدوس نے اس حسین اور خوبصورت لڑکی کے دل میں انقلاب برپا کیا......''

یہاں تک کہتے کہتے کرٹیز کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے اناہیتا ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں بول اٹھی تھی۔

''پھر خداوند قدوس نے اس لڑکی کے دل میں ایسا انقلاب، ایسی تبدیلی پیدا کی کہ وہ لڑکی کرٹیز سے بے پناہ انداز میں محبت کرنے لگی۔ کرٹیز کو اس نے اپنی چاہت کا مرکز اور ارتکاز بنا لیا اور اب وہ لڑکی زندگی کے ایسے دوراہے پر آن کھڑی ہوئی ہے جہاں وہ اپنے آپ سے کہیں زیادہ کرٹیز سے محبت کرتی ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اناہیتا رکی پھر تیز نگاہوں سے کرٹیز کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔

''کیا میں نے سچ کہا ہے......؟''

کرٹیز بھی مسکرا دیا کہنے لگا۔ ''ہاں...... سچ کہا ہے۔''

اناہیتا نے بات کو پھر آگے بڑھایا کہنے لگی۔ ''کیا میں آپ سے یہ پوچھ سکتی ہوں کہ جس لڑکی سے آپ نے محبت کی ہے وہ اس وقت کہاں ہے......؟''

جواب میں کرٹیز ایک دم حرکت میں آیا، آگے بڑھا، اناہیتا کا بازو اس نے پکڑ لیا پھر کہنے لگا۔

''جس لڑکی سے میں نے محبت کی ہے وہ اس وقت میری گرفت میں ہے۔''

کرٹیز کے اس طرح آگے بڑھ کر بازو پکڑنے پر اناہیتا دنگ رہ گئی تھی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ کرٹیز نے اس کے بدن کو چھوا تھا۔ اس موقع پر اناہیتا کے گلاب عارض سرخ ہو گئے تھے جس کی بناء پر اس کی خوبصورتی میں اضافہ ہو گیا تھا۔ اپنا بازو اس نے سپردگی کے انداز میں کرٹیز کی گرفت ہی میں رہنے دیا۔ ساتھ ہی وہ شرگین انداز میں کرٹیز کی طرف دیکھے بھی جا رہی تھی۔

دونوں کچھ دیر تک عجیب سے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے پھر اناہیتا پیار اور مٹھاس بھرے انداز میں کرٹیز کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''اب آپ نے میرا بازو تھاما ہے تو پھر چھوڑ دیجئے گا نہیں......''

کرٹیز نے اس کے خوبصورت گال پر ہلکی سی ایک چپت لگائی پھر کہنے لگی۔ ''یہ چھوڑنے کے لئے نہیں پکڑا میں نے ...... اپنے دل میں آج تک کسی لڑکی کو بسایا ہی نہیں...... تم پہلی لڑکی ہو جسے میں نے اپنے لئے پسند کیا ہے اور جب تک زندگی رہے تمہارا ساتھ دیتا رہوں گا۔''

اس کے ساتھ ہی کرٹیز نے اناہیتا کا بازو چھوڑ دیا تھا۔ اناہیتا نے مسکراتے ہوئے تھوڑی دیر تک کرٹیز کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''آپ بھی پہلے مرد ہیں جسے میں نے اپنی زندگی میں داخل کیا ہے اور میں زندگی بھر آپ کے دکھ سکھ کی ساتھی رہوں گی ...... بس میری آپ سے التماس ہے کہ آپ مجھے چھوڑ دیجئے گا نہیں ...... بہن کی زندگی نے مجھ پر ایک طرح کا خوف و ڈر طاری کر کے رکھ دیا ہے ...... سکندر نے کس شوق، کس ولولے کے ساتھ بہن سے شادی کی تھی اور اب وہ بہن کو نظر انداز کر کے اس نے روشنک کو اپنی زندگی کا ساتھی بنا لیا ہے۔ میرے دل میں سکندر کے ساتھ اب میری بہن کی زندگی ایک بے کار عضو کی سی ہے جس کی کوئی اہمیت نہ رہ گئی ہو۔''

اناہیتا جب خاموش ہوئی تب پیار بھرے انداز میں اپنا ہاتھ کرٹیز نے اس کے

شانے پر رکھا پھر کہنے لگا۔

"اناہیتا! وہ سکندر ہے اور میں کریٹیز...... اگر ایک شخص کوئی حماقت کرتا ہے تو اس سے یہ اندازہ نہیں لگانا چاہیے کہ دوسرے بھی اس جیسی حماقت کر بیٹھیں گے۔ اناہیتا! تم میری طرف سے مطمئن رہو...... میں تم سے وعدہ کرتا ہوں جب تک زندہ رہوں گا تمہیں کوئی دکھ اور تکلیف نہیں دوں گا۔"

کریٹیز کے ان الفاظ پر اناہیتا خوش ہو گئی تھی۔ اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کا وہ ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا جو کریٹیز نے اس کے شانے پر رکھ ہوا تھا۔ کریٹیز کے ہاتھ کا ایک لمبا بوسہ اس نے دیا ساتھ ہی کہنے لگی۔

"میرے خیال میں اب واپس چلیں...... بہن بڑی بے چینی سے ہم دونوں کا انتظار کر رہی ہو گی...... میں اسے بتا کر آئی تھی کہ میں جلد لوٹ آؤں گی اور کریٹیز کو اپنے ساتھ لے کر آؤں گی۔" پھر اناہیتا نے آسمان کی طرف دیکھا اور اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہنے لگی۔

"آسمان کی طرف دیکھیں گہرے بادل بنے ہوئے ہیں...... میرے خیال میں بارش ہو گی۔ اگر بارش ہو گئی تو موسم اچھا ہو جائے گا۔"

اناہیتا پیچھے ہٹی، سرکنڈے کے جس چھوٹے پودے پر اس نے کریٹیز کے کپڑے خشک ہونے کے لئے ڈالے تھے وہ کپڑے اس نے اتارے، تولیہ بھی اس نے سمیٹ دیا۔ کریٹیز نے وہ چادر اٹھا لی جسے لپیٹ کر اس نے لباس تبدیل کیا تھا پھر اناہیتا کریٹیز کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"اب آئیں، پڑاؤ کی طرف چلیں......" کریٹیز چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لیا۔ راستے میں اناہیتا نے کچھ سوچا پھر کریٹیز کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"میں اب اس خیمے میں نہیں رہوں گی جس میں ان دنوں میری رہائش ہے۔ اب جب کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا عزم کر چکے ہیں تو میں آپ کے ساتھ آپ کے خیمے میں رہوں گی۔"

کریٹیز نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا کہنے لگا۔ "اناہیتا! ابھی نہیں کل لشکر صبح سویرے یہاں سے کوچ کرے گا۔ میں اور تم ابھی واپس برسین کی طرف جاتے ہیں۔ اس سے صلاح و مشورہ کرنے کے بعد اپنی شادی کا لائحہ عمل طے کریں

گے۔ شادی کے بعد جب تم میرے ساتھ میرے خیمے میں رہو گی تو کسی کو کوئی انگلی اٹھانے یا اعتراض کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ اناہیتا! تمہاری عزت، تمہارے وقار کو میں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز خیال کرتا ہوں.........."

کریٹیز کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے اناہیتا بول اٹھی۔ "جو کوئی اعتراض کرتا ہے کرتا پھرے جہنم میں جائے...... پہلے بھی تو میں آپ کے ساتھ آپ کے خیمے میں رہتی رہی ہوں۔"

جواب میں پھر کریٹیز مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ "اناہیتا! اس وقت بات اور تھی۔ اس وقت لشکر میں یہ مشہور کر دیا گیا تھا کہ تم میری بیوی ہو...... ایسا برسین کے کہنے پر کیا گیا تھا تاکہ کوئی یونانی تم پر اپنا حق نہ جما سکے...... اب لشکر کے اندر میرا ایک منصب ہے جس کی بنا پر کوئی بھی لشکری اور سالار آنکھ اٹھا کر تمہاری طرف دیکھنے کی ہمت اور جرأت نہیں کر سکتا۔"

کریٹیز کی اس گفتگو سے اناہیتا خوش و مطمئن ہو گئی تھی پھر دونوں خاموشی سے پڑاؤ کی طرف بڑھنے لگے تھے۔

کریٹیز جب اناہیتا کے ساتھ اپنے خیمے میں داخل ہوا تو برسین وہاں بیٹھی دونوں کا بڑی بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔ دونوں جا کر اس کے پہلو میں بیٹھ گئے پھر اناہیتا نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کریٹیز اور اپنے درمیان دریا کے کنارے جو گفتگو ہوئی تھی اس کی تفصیل کہہ دی تھی۔

یہ ساری گفتگو سن کر برسین بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔ "میرے خیال میں زندگی میں مجھے پہلی بار اتنی بڑی خوشی مل رہی ہے...... میرے لئے یہ لمحہ انتہائی اہم ہے کہ تم دونوں نے ایک دوسرے کو اپنے لئے پسند کر لیا ہے اور میری عرصہ سے یہی خواہش تھی کہ کریٹیز اور اناہیتا ایک دوسرے کو اپنی زندگی کا ساتھی بنا لیں۔ کریٹیز میرے بھائی اور اناہیتا میری بہن! مجھے غور سے سنو۔ تم دونوں کے یک جان ہو جانے سے اب میں اس دکھ اور غم کو بھول گئی ہوں جو سکندر کی طرف سے مجھے ملا ہے۔ اب میں تم دونوں کی شادی کا اہتمام کروں گی لیکن یہاں نہیں اس لئے کہ سورج غروب ہونے والا ہے لشکر نے کل یہاں سے کوچ کرنا ہے۔ یہاں سے کوچ کرنے کے بعد جہاں چند دن کے لئے پڑاؤ ہو گا وہاں تم دونوں کی شادی کا اہتمام کروں گی۔"

اس موقع پر برسین کی طرف دیکھتے ہوئے کریٹیز کہنے لگا۔ ''برسین میری بہن! کیا اس موقع پر آپ میری ایک بات مانیں گی۔''

برسین نے گھورنے کے انداز میں کریٹیز کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔ ''کریٹیز! تم برسین کے بھائی ہو۔ اس طرح کی عاجزانہ گفتگو میرے ساتھ نہ کیا کرو...... تم جس خواہش کا بھی اظہار کرو گے، برسین بخوشی اس کی تکمیل کرے گی۔ کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو؟''

اس موقع پر اناہیتا بھی بڑے غور سے کریٹیز کی طرف دیکھ رہی تھی پھر کریٹیز نے کہنا شروع کیا۔

''برسین میری بہن! میں کہتا ہوں کہ کوئی شور شرابا، غل غپاڑہ نہ ہو۔ میری اور اناہیتا کی شادی بالکل سادگی کے ساتھ خاموشی سے طے کر دی جائے۔ اس طرح ہم دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے اسی خیمے میں اپنی رہائش اختیار کر لیں گے۔''

برسین نے کریٹیز کی طرف سے نگاہیں ہٹا کر سوالیہ سے انداز میں جب اناہیتا کی طرف دیکھا تو اناہیتا مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

''میری بہن! آپ اس طرح سے سوالیہ انداز میں میری طرف کیوں دیکھ رہی ہیں جو کچھ کریٹیز نے کہا ہے وہی درست ہے۔ جیسا وہ چاہ رہے ہیں ایسا ہی ہوگا اور ایسا ہی ہونا چاہیے۔''

اس بنا پر برسین اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور کریٹیز کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''میرے بھائی! جیسا تم چاہو گے ویسا ہی ہوگا۔ اب تم آرام کرو...... میں اور اناہیتا جاتی ہیں۔ اپنا سامان بھی ہم نے سمیٹنا ہے۔ سورج اب غروب ہو رہا ہے اور کل تک لشکر نے کوچ بھی کرنا ہے۔''

کریٹیز بھی اٹھ کھڑا ہوا دونوں کے ساتھ خیمے کے دروازے تک گیا اس کے بعد برسین اور اناہیتا دونوں کریٹیز کے پاس سے چلی گئی تھیں۔

اس رات موسلا دھار بارش ہوئی تھی۔ سکندر کے پڑاؤ کے علاوہ چاروں طرف بارش نے جل تھل کر کے رکھ دیا تھا۔ اگلے روز سکندر کے حکم پر پڑاؤ اٹھا لیا گیا۔ سارے خیمے لپیٹ کر بار برداری کے جانوروں پر لاد دیئے گئے۔ کوچ کرنے سے تھوڑی دیر پہلے جس وقت کریٹیز اپنے گھوڑے پر زین ڈالنے کے بعد اپنا ضروری سامان، بستر اور خیمے کے علاوہ دو بڑی بڑی چمڑی خرجینیں بھی اپنے گھوڑے کی زین سے باندھ رہا تھا، ایک دم وہ ٹھٹک کر رک گیا۔ اس لئے کہ ایک طرف سے برسین آتی دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے دو گھوڑوں کی باگیں پکڑی ہوئی تھیں جب کہ ایک گھوڑے پر اناہیتا بے سدھی حالت میں بیٹھی ہوئی تھی۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے کریٹیز پریشانی کی حالت میں بڑی تیزی سے ان کی طرف لپکا۔ برسین سے اس نے گھوڑے کی باگ لے لی۔ برسین انتہا درجہ کی پریشان اور فکرمند دکھائی دے رہی تھی پھر اسے مخاطب کر کے کریٹیز کہنے لگا۔

''کیا ہوا...... اناہیتا کا چہرہ اترا ہوا ہے...... ایسی لگ رہی ہے جیسے برسوں کی بیمار ہے۔''

برسین بے چاری رو دینے والی ہو رہی تھی۔ انتہائی دکھی آواز میں کریٹیز کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''رات جب زوروں کی بارش ہوئی تو یہ اپنے خیمے سے نکل کر بارش میں نہاتی رہی تھی۔ میں نے منع بھی کیا لیکن باز نہیں آئی۔ رات کے پچھلے پہر ہی اسے بخار ہو گیا تھا۔ ذرا آگے بڑھ کر اس کی حالت دیکھو، گھوڑے پر اس سے بیٹھا بھی نہیں جا رہا۔ صبح اس نے کھایا پیا بھی نہیں ہے۔''

برسین کے ان الفاظ پر کریٹیز فکرمند و پریشان ہو گیا تھا۔ اناہیتا کی طرف لپکا،

پہلے اس کا بازو ہاتھ میں لے کر دیکھا پھر اس کے گال بعد میں اس کی گردن پر ہاتھ رکھ پھر فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''اس کا جسم تو بخار میں بری طرح تپ رہا ہے۔'' پھر برسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں ابھی آیا..... اس حالت میں یہ سفر نہیں کر سکے گی ..... میں طبیب کو بلا کر لاتا ہوں اور اس کے لئے اس سے دوا لیتا ہوں۔'' اس موقع پر اناہیتا کریٹیز کو کچھ کہنا چاہتی تھی کہ کریٹیز بھاگتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد کریٹیز لوٹا، اس کے ساتھ طبیب تھا۔ طبیب کے آنے پر اناہیتا نے گھوڑے سے اترنے کی کوشش کی لیکن کریٹیز نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ لیا اور بڑی ہمدردی اور پیار میں کہنے لگا۔

''گھوڑے پر ہی بیٹھی رہو۔ نیچے اترنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

طبیب آگے بڑھا، کچھ دیر تک اس نے اناہیتا کی نبض کا جائزہ لیا پھر اناہیتا کا بازو چھوڑنے کے بعد اس کی طرف غور سے دیکھا اور بڑی ہمدردی میں کہنے لگا۔

''بیٹی! کریٹیز نے مجھے بتایا ہے تم گزشتہ شب بارش میں نہاتی رہی ہو۔ بیٹی تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس کی وجہ سے تمہیں بخار ہو گیا ہے۔ بہرحال میں دوا دیتا ہوں اس سے بخار اتر جائے گا لیکن چند یوم تک کمزوری ضرور رہے گی۔''

اس کے ساتھ ہی طبیب نے اپنے چرمی تھیلے سے سفوف کی صورت میں دو دوائیں نکالیں اور ان کی پڑیاں بنا کر دوا کریٹیز کے حوالے کرتے ہوئے اسے دوا کے استعمال کا طریقہ بھی سمجھا دیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی کریٹیز نے اس کا شکریہ ادا کیا اور طبیب وہاں سے چلا گیا تھا۔

طبیب کے جانے کے بعد کریٹیز نے اناہیتا کی طرف دیکھا اور اسے کہنے لگا۔

''میں پہلے تمہارے کھانے کا اہتمام کرتا ہوں اس کے بعد تمہیں دوا دیتا ہوں۔''

جواب میں منہ بسورتے ہوئے اناہیتا کہنے لگی۔ ''اس وقت میرا کچھ کھانے کو جی نہیں چاہ رہا۔''

کریٹیز نے کچھ سوچا پھر وہ بڑی تیزی سے اپنے گھوڑے کی طرف بڑھا، جلد ہی وہ لوٹا۔ اس کے ہاتھ میں پانی کا مشکیزہ اور لکڑی کا پیالہ تھا۔ پیالے میں اس نے

مشکیزے سے پانی ڈالا، دوا کی پڑیاں اس نے اناہیتا کی طرف بڑھائیں اور کہنے لگا۔

''اچھا پھر دوا پی لو۔''

اناہیتا نے چپ چاپ کسی فرمانبردار بچے کی طرح کریٹیز سے دونوں پڑیاں لے لیں۔ باری باری دونوں پڑیاں اس نے اپنے منہ میں ڈالیں پھر کریٹیز نے اسے پانی کا پیالہ تھمایا اور اناہیتا نے چپ چاپ دوا کھا لی تھی۔

کریٹیز واپس اپنے گھوڑے کی طرف گیا۔ پانی کا مشکیزہ اور پیالہ گھوڑے کی زین کے ساتھ باندھ دیا۔ جب وہ پھر برسین کے پاس آیا تو پھر برسین کسی قدر فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''کریٹیز میرے بھائی! اناہیتا یوں اکیلی گھوڑے پر بیٹھ کر سفر نہیں کر سکے گی۔ دیکھو لشکر اب کوچ کے لئے بالکل تیار ہے۔ میرے خیال میں تھوڑی دیر تک جونہی بگل بجے گا لشکر کوچ کر جائے گا۔''

اس موقع پر کریٹیز نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔ ''آپ اناہیتا کو تھام کر رکھیں۔ میں تھوڑی دیر تک لوٹتا ہوں۔ میں کسی چھکڑے میں بستر لگاتا ہوں اور اس بستر پر لیٹ کر یہ آرام سے سفر کر سکے گی۔''

کریٹیز وہاں سے ہٹنے ہی لگا تھا کہ اناہیتا نے اسے آواز دے کر روک لیا جس پر کریٹیز پلٹا، اس کے قریب آن کھڑا ہوا۔ پیار بھرے انداز میں اناہیتا نے کریٹیز کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''میں کسی چھکڑے میں سفر نہیں کروں گی ..... ایک تو چھکڑوں میں سامان لدا ہوگا دوسرے ان میں دھکے بڑے لگتے ہیں اور وہ دھکے تو میری پسلیاں توڑ دیں گے۔''

اناہیتا جب خاموش ہوئی تو برسین نے کچھ سوچا اور کہنے لگی۔ ''پھر باقی ایک ہی طریقہ ہے جس کے تحت تم احتیاط اور کسی قدر آرام سے سفر کر سکتی ہو۔ کریٹیز کے پیچھے اس کے گھوڑے پر بیٹھ جانا۔ اس طرح کریٹیز تمہارا خیال بھی رکھ سکے گا اور میرے خیال میں تم.........''

برسین کو رک جانا پڑا اس لئے کہ بیچ میں کریٹیز بول اٹھا کہنے لگا۔ ''اس طرح تو سفر کے دوران اناہیتا زیادہ اذیت کا شکار ہو جائے گی۔ میری بہن! آپ جانتی ہیں اسے تیز بخار ہے اور میں اسے اپنے ساتھ باندھ کر تو نہیں رکھوں گا۔ بخار کی حالت میں

یہ اونگھ گئی، اس پر تیز بخار وارد ہو گیا اور اس حالت میں یہ گھوڑے سے گر گئی تو میرا تو حشر برا ہو جائے گا۔"

کرٹیز کے ان الفاظ پر انابیتا کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا اور کہنے لگی۔
"نہیں...... میں آپ کے پیچھے بیٹھ کر ہی سفر کروں گی...... گروں گی نہیں، آپ کو تھام کر رکھوں گی۔ چھکڑے میں سفر کرنے کی بجائے آپ کے پیچھے بیٹھ کر سفر کرتے ہوئے میں زیادہ سکون اور آرام محسوس کروں گی۔"

کرٹیز نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔ اپنا گھوڑا پکڑ کر وہ قریب لایا۔ انابیتا کو سہارا دے کر اس نے اپنے گھوڑے پر بٹھایا۔ انابیتا کے گھوڑے کی باگ گھوڑے کی زین سے باندھی پھر لگام میں پاؤں جما کر کرٹیز اپنے گھوڑے پر ہو بیٹھا۔ اس کے پیچھے انابیتا نے دونوں ہاتھوں سے اس کے شانے تھام لئے تھے۔ اس دوران تک برسین بھی اپنے گھوڑے پر ہو بیٹھی تھی۔ تھوڑی دیر بعد لشکر میں بگل بجنا شروع ہوئے جس کے ساتھ ہی سکندر اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گیا۔ اب لشکر کشتیوں کے پل کے ذریعے دریائے سندھ کو عبور کر کے مشرق کا رخ کر رہا تھا۔ انابیتا اب پرسکون تھی۔ کرٹیز کے پیچھے بیٹھے ہوئے اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے کرٹیز کے شانے تھام رکھے تھے اور بڑے آسودگی بھرے انداز میں اپنا سر اس نے اس کی پیٹھ پر ٹکا رکھا تھا جبکہ دریائے سندھ پر بنے پل کو عبور کرنے کے بعد لشکر نے بڑی تیزی سے مشرق کا رخ کیا تھا۔

دریائے سندھ سے آگے راجہ امبی کا علاقہ شروع ہو جاتا تھا اور تاریخ میں اس علاقے کو تخش شالہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ یہ علاقہ عموماً حسن ابدال سے لے کر موجودہ راولپنڈی کے مشرق تک پھیلا ہوا تھا۔ سکندر اپنے لشکر کے ساتھ جب راجہ امبی کی حدود میں داخل ہوا تو راجہ نے کسی قسم کی مزاحمت کرنے کی بجائے سکندر کے ساتھ صلح کر کے اطاعت کرنے ہی میں اپنی بہتری جانی۔ لہٰذا اس نے اپنی سلطنت کے سرکردہ لوگوں کے ساتھ سکندر اور اس کے لشکر کا بہترین انداز میں خیر مقدم کیا۔ بے شمار تحفے وتحائف سکندر کی خدمت میں پیش کیے۔ ان میں ڈھیروں چاندی بھی تھی اور اپنی سلطنت کے سارے وسائل ایک طرح سے راجہ امبی نے سکندر کے سپرد کر دیئے تھے۔

جواب میں سکندر نے بھی راجہ امبی سے اچھا سلوک کیا۔ اپنے لشکر کو سکندر نے ٹیکسلا شہر سے باہر پڑاؤ کرنے کا حکم دیا اور اپنے لشکریوں کو سختی کے ساتھ اس نے منع کر دیا کہ راجہ امبی کے علاقے کے کسی بھی حصے میں قطعاً کوئی لوٹ مار نہیں کی جائے گی۔ کچھ لشکری اس سے خفا بھی ہوئے۔ ان کو سکندر کے خلاف یہ بھی شکایت تھی کہ اس سے پیشتر جس قدر حکمرانوں سے پالا پڑا تھا کسی حکمران کو بھی راجہ امبی جیسی عزت نہ دی گئی تھی۔

بہرحال راجہ امبی کے اطاعت اختیار کرنے پر سکندر اس سے بے حد خوش ہوا۔ سکندر نے راجہ امبی کے ساتھ دوستی کی خوشی میں وہاں قربانیاں دیں۔ اس دوران کرٹیز، انابیتا کی برابر تیمارداری کرتا رہا۔ اس کا بخار اتر گیا تھا وہ پہلے جیسی تندرست ہو گئی تھی۔

ٹیکسلا پہنچ کر سکندر اور اس کے لشکریوں کو یہ بھی خبر ہوئی کہ ٹیکسلا اور آس پاس کے مقامی لوگ ایرانیوں کی طرح آریا تھے جو شمالی سمت کے میدانوں سے قبیلوں کی شکل میں آئے تھے۔ ایرانیوں کی طرح وہ بھی مویشی پالتے تھے۔ صرف ایک بیوی رکھتے تھے۔ آگ کی پوجا کرتے تھے اور اندر دیوتا کے آگے جھکتے تھے۔

انہیں یہ بھی خبر ہوئی کہ ان آریاؤں میں ایک خاص طبقہ تھا جو جنگجو تھا اور جسے کھتری کہہ کر پکارتے تھے جب کہ برہمن ان کے پجاری تھے۔

ٹیکسلا میں قیام کے دوران راجہ امبی نے اپنا سارا لشکر ایک طرح سے سکندر کے حوالے کر دیا تھا۔ اس نے سکندر پر یہ بھی انکشاف کیا کہ اس سے آگے دریائے جہلم آتا ہے اور دریائے جہلم سے آگے ایک اور بڑا دریا چناب آتا ہے جہاں ایک طاقتور راجہ کی حکومت ہے جس کا نام پورس ہے۔

امبی نے یہ بھی خدشہ ظاہر کر دیا تھا کہ جس طرح اس نے سکندر کی اطاعت اور فرماں برداری اختیار کر لی ہے۔ راجہ پورس ایسا نہیں کریگا اور وہ ضرور سکندر سے جنگ لڑے گا۔ اس بنا پر سکندر نے راجہ امبی سے اچھا سلوک کیا جس کی بناء پر راجہ امبی نے راجہ پورس کے خلاف سکندر کا ساتھ دینے کی حماقت کر لی تھی۔

راجہ پورس پوروا خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ بڑا غیرت مند راجہ تھا۔ راجہ امبی اس کا مخالف تھا۔ راجہ پورس کی حکومت دریائے جہلم کے پار تھی۔ اسے سکندر کی آمد کی خبر پہنچ چکی تھی اور اسے یہ بھی پتہ چل گیا تھا کہ ٹیکسلا کے راجہ امبی نے سکندر کی اطاعت

اختیار کر لی ہے اور اب راجہ امبی، راجہ پورس کے خلاف سکندر کا ساتھ دے رہا ہے۔

سکندر کی خوش قسمتی کہ جس وقت وہ ہندوستان پر حملہ آور ہوا، ہندوستان میں چھوٹی چھوٹی بادشاہتیں تھیں اور ہندوستان کی مختلف سیاسی طاقتوں میں کوئی باہم رشتہ بھی نہ تھا۔ اگر وہ آپس میں مل کر ایک مضبوط اور مستحکم قوت کی صورت اختیار کر لیتیں تو یقیناً کسی بیرونی حملہ آور کو کامیابی نہ ہوتی۔

اُس دور میں ہندوستان کے مختلف حکمرانوں کی کمزوری یہ تھی کہ وہ آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ سب کی آزادی میں اپنی واحد آزادی کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ چنانچہ بیرونی حملہ آوروں نے ان کو ایک دوسرے کے خلاف استعمال کیا۔

ہندوستان کو قدرت نے اس قسم کی قدرتی حدود عنایت کی ہیں کہ اس کی حدود پر ایسے دشوار گزار پہاڑ اور دریا واقع ہیں کہ اگر ان منتشر سیاسی طاقتوں اور قوتوں میں اتحاد اور اتفاق ہوتا اور وسیع قومی نقطہ نظر سے بیرونی حملہ آوروں کا مقابلہ کرتے تو غالباً کسی بیرونی حملہ آور کو بھی کامیابی نہ ہوتی۔ سکندر کی کامیابی کا راز بھی ہندوستانی طاقتوں کا نفاق اور ان کی باہمی بے اتفاقی تھی۔

بہرحال سکندر اپنے لشکر کے ساتھ پیش قدمی کرتا ہوا دریائے جہلم کے کنارے آیا۔ اس وقت بارشوں کا موسم شروع ہو چکا تھا لہٰذا دریائے جہلم اپنی پوری طغیانی پر تھا۔ اب دریائے جہلم کے دائیں کنارے سکندر اور جہلم کے بائیں کنارے راجہ پورس اپنے لشکر کے ساتھ تھا۔

دونوں لشکر ایک دوسرے کی جاسوسی کرنے لگے تھے کہ اس موقع پر سکندر کے سامنے دو بڑے مسئلے تھے۔ پہلا یہ کہ دریا پر طغیانی آئی ہوئی تھی لہٰذا اسے عبور کر کے راجہ پورس پر حملہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ دوسری بڑی مصیبت یہ تھی کہ سکندر کو بتایا گیا کہ راجہ پورس کے لشکر میں بہت سے ہاتھی ہیں جو جنگ میں حصہ لے رہے ہیں۔ یہ بات بھی سکندر کے لئے پریشانی کا باعث تھی اس لئے کہ یونانیوں کے گھوڑے اس سے پہلے ہاتھیوں سے شناسا نہ تھے۔

بہرحال حالات کا جائزہ لینے کے لئے سکندر نے دریائے جہلم کے کنارے پڑاؤ کر لیا تھا۔ اسی طرح دریائے جہلم کے دوسرے کنارے راجہ پورس کا پڑاؤ تھا۔ یہ پڑاؤ اس علاقے کے آس پاس تھا جسے آج کل "رسول نگر" کہتے ہیں اور جہاں سے دریائے

م سے لوئر جہلم کے نام سے ایک نہر بھی نکلتی تھی۔

دریائے جہلم کے کنارے اپنے لشکر کا پڑاؤ کرنے کے بعد سکندر اپنے سالاروں کے ساتھ دریائے جہلم کا جائزہ لینے لگا تھا جس کا پانی کنارے سے باہر ہو کر بہہ رہا تھا اور دریائے جہلم کے اس پار راجہ پورس کا پڑاؤ بھی دکھائی دے رہا تھا۔ سکندر نے اپنے مخبر راجہ پورس کی جاسوسی کے لئے مقرر کیے تھے ان میں سے جب کچھ واپس آئے تو سکندر نے ان سے پوچھا۔

"یہ بتاؤ کہ راجہ پورس نے دریائے جہلم کے کنارے جو اپنی خیمہ گاہ نصب کی ہے اس کے خیموں کے دروازے دریا کی طرف ہیں یا دریا کی مخالف سمت جنوب اور شمال کی طرف ہیں؟"

اس پر مخبروں نے بتایا کہ راجہ پورس کے لشکر کے خیمے شمالاً جنوباً ہیں یعنی خیموں کے دونوں راستے شمال اور جنوب کی طرف ہیں۔ مشرق اور مغرب کی طرف نہیں ہیں۔

اس موقع پر مڑ کر سکندر نے اپنی خیمہ گاہ کی طرف دیکھا، اس کے خیمے شمال و جنوب کی بجائے مشرق و مغرب کے رخ پر تھے پھر وہ مسکرایا اور اپنے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"دیکھو! یہ کتنا سرسبز علاقہ ہے دریا کے کنارے جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے ہریالی ہی ہریالی ہے۔ ان گنت قسم کے درخت دریا کے کنارے ہیں جن کی ہریالی سے یوں لگتا ہے جیسے قدرت نے گاڑھا ہرا رنگ ان پر انڈیل دیا ہو اور پھر دریا کا یہ منظر کتنا خوبصورت ہے۔ اگر پورس کے خیموں کے دروازے شمالاً جنوباً ہیں تو پھر یاد رکھنا ہماری خیمہ گاہ کے دروازے مغرب اور مشرق کی طرف ہیں اس بناء پر میں تم سے کہتا ہوں کہ فتح ہماری ہوگی اس لئے کہ دریائے جہلم اور اس کے اردگرد جو ہریالی دور تک پھیلی ہوئی ہے اس میں زندگی کے آثار ہیں۔ ہم اپنی خیمہ گاہ مغرب و مشرق کی سمت نصب کر کے گویا زندگی کے ان آثار سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ راجہ پورس نے مخالف سمت خیمہ گاہ نصب کی ہے لہٰذا انہیں زندگی کی اس لطف اندوزی سے کوئی سروکار نہیں جس کی بنا پر میں اندازہ لگاتا ہوں کہ فتح ہماری ہی ہوگی۔"

اس کے بعد اپنے سالاروں کے ساتھ دریا کے کنارے کنارے جنوب کی طرف جاتے ہوئے راجہ پورس کے پڑاؤ کا جائزہ لینے لگا تھا۔

جس روز سکندر نے دریائے جہلم کے کنارے پڑاؤ کیا تھا، اس سے اگلے
کریٹیز اپنے خیمے سے نکلا ہی تھا کہ سامنے کی طرف سے اناہیتا آتی دکھائی دی۔ وہ
تیزی سے اس کی طرف آ رہی تھی جونہی وہ قریب آئی کریٹیز نے جب اسے مخاطب
چاہا تو اس سے پہلے ہی اناہیتا بول اٹھی۔

''آپ کہاں جا رہے ہیں؟''

کریٹیز نے ایک میٹھی نگاہ اس پر ڈالی پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ ''میں ذرا دریا
کی طرف جا رہا ہوں۔''

اس موقع پر اناہیتا نے گھورنے کے علاوہ خفگی کے انداز میں اس کی طرف دیکھا
پھر کہنے لگی۔

''آپ کو دریا میں نہانے کی عادت ترک کرنا ہو گی ...... میرے خیال میں آپ
نے دریا کو دیکھا نہیں دریا اس وقت پوری طغیانی پر ہے اور کناروں سے باہر ہو کر بہہ
رہا ہے۔''

کریٹیز نے پھر بڑے پیارے انداز میں اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔ ''اناہیتا!
تمہاری ہمدردی کا بہت شکریہ میں جانتا ہوں دریا کنارے سے باہر ہو کر بہہ رہا
طغیانی پر ہے میں نہانے کے لئے نہیں جا رہا میں تو ویسے ذرا دریا کا نظارہ کرنے جاؤں
گا۔''

اس پر اناہیتا کہنے لگی۔ ''اگر یہ بات ہے تو پھر میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی''

کریٹیز خوش ہو گیا کہنے لگا۔ ''اگر یہ بات ہے تو پھر آؤ......''

دونوں مسکراتے ہوئے دریائے جہلم کی طرف ہو لئے تھے۔ دریائے جہلم اس
وقت واقعی کناروں سے تھوڑا باہر ہو کر بہہ رہا تھا۔ کریٹیز اور اناہیتا دریا کے کنارے
پتھروں پر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر اناہیتا کریٹیز کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''میں ایک اہم مسئلہ پر آپ سے گفتگو کرنے کے لئے آپ کے خیمے کی طرف آئی
تھی......''

اناہیتا یہیں تک کہنے پائی تھی کہ بیچ میں کریٹیز بول پڑا اور اس کی بات مکمل کرتے
ہوئے کہنے لگا۔

''لیکن میں اس وقت چونکہ خیمے سے نکل رہا تھا اس بناء پر تم اس اہم موضوع پر
مجھ سے گفتگو نہ کر سکی۔ دیکھو اناہیتا! میرے اور تمہارے درمیان اب ایک تعلق اور رشتہ
ہے۔ کہو تم کیا کہنا چاہتی ہو؟''

اناہیتا ذرا سا شرمائی پھر اسے حوصلہ ہوا۔ کریٹیز کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''دراصل برسین نے فیصلہ کیا ہے کہ آج ہم دونوں کی شادی کا اہتمام کر دیا جائے
اور میں اسی موضوع پر آپ سے گفتگو کرنے کے لئے آئی تھی۔''

جواب میں کریٹیز مسکرایا اور کہنے لگا۔ ''اناہیتا! اگر برسین چاہتی ہے کہ آج ہم
دونوں کی شادی ہو جانی چاہیے تو کیا تمہیں یہ فیصلہ منظور نہیں ...... میں تو برسین کے فیصلے
سے اتفاق کروں گا ...... میں تو خود چاہتا ہوں کہ میری اور تمہاری شادی ہو جانی چاہیے
اور ہم دونوں کو میاں بیوی کی حیثیت سے اپنے خیمے میں قیام کرنا چاہیے۔''

کریٹیز کے ان الفاظ پر اناہیتا مسکرائی اور کہنے لگی۔ ''آپ غلط سمجھ رہے ہیں ......
میں تو آپ سے بھی زیادہ شادی کے لئے بے چین اور بے تاب ہوں ...... میں زیادہ
دیر علیحدہ خیمے میں رہنا بھی نہیں چاہتی اور نہ ہی رہوں گی ...... میں تو آپ سے صرف
کہنے آئی تھی کہ اگر برسین آج ہم دونوں کی شادی کا اہتمام کرنا چاہے تو آپ معاملے
آگے نہ ٹالئے گا۔''

کریٹیز مسکرایا اور کہنے لگا۔ ''ہرگز نہیں ٹالوں گا بلکہ اگر برسین ہمارے ساتھ یہاں
دریا کے کنارے آئی ہوتی تو اس سے یہ کہتا کہ یہیں دریا کے کنارے ہم دونوں کی
شادی کا اہتمام ہونا چاہیے اور یہیں سے میں اناہیتا کا ہاتھ پکڑ کر اپنے خیمے کی طرف
چلا جاؤں گا۔''

اناہیتا تھوڑی دیر تک کریٹیز کی ان باتوں سے لطف اندوز ہو کر مسکراتی رہی پھر
کریٹیز کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''کریٹیز! اس دریا کی طرف دیکھو یہ کتنا بڑا ہے اس میں بہنے والے پانی پر نگاہ
ڈالو نہ جانے اتنا پانی کہاں سے آ رہا ہے ...... آؤ! آج اسی دریا کو گواہ بنا کر عہد کریں
زندگی بھر ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے ایک دوسرے کے دکھ سکھ کے ساتھی بن کر
رہیں گے اور کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔''

جواب میں کریٹیز مسکرایا اور کہنے لگا۔ ''اناہیتا! تم ٹھیک کہتی ہو۔ یہ دریا خود خداوند

قدوس کی نعمتوں میں سے ایک ہے..........''

یہاں تک کہتے کہتے کریٹیز کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اناہیتا اپنی جگہ سے اٹھ بالکل کریٹیز کے پہلو میں اسی پتھر پر آ کر بیٹھ گئی تھی جس پر کریٹیز بیٹھا ہوا تھا پھر کسی قد بے باکی کا اظہار کرتے ہوئے کریٹیز کو مخاطب کر کے اناہیتا کہنے لگی۔

''کریٹیز! میرا ایک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیں اور دوسرا ہاتھ پانی میں ڈبوئیں۔ میں بھی ایسا ہی کرتی ہوں۔''

کریٹیز مسکرایا، اناہیتا کے کہنے پر اس کا ایک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا، دوسرا ہاتھ پانی میں ڈبویا اناہیتا نے بھی اپنا ہاتھ پانی میں ڈبویا پھر انتہائی سنجیدگی میں اناہیتا پیار بھرے انداز میں کریٹیز کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''اگر یہ دریا خداوند قدوس کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے تو میں اسے گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ میں ساری زندگی آپ کی زندگی کی ساتھی اور آپ کی ایک مخلص اور غمگسار بیوی بن کر رہوں گی۔''

اناہیتا جب خاموش ہوئی تب مسکراتے ہوئے کریٹیز کہنے لگا۔ ''اناہیتا! میں بھی ت سے ایسا ہی عہد کرتا ہوں۔''

اس کے بعد اناہیتا اٹھ کھڑی ہوئی۔ کریٹیز کا ہاتھ ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا پھر اس نے کھینچتے ہوئے کریٹیز کو اٹھایا اور کہنے لگی۔

''اب چلیں واپس پڑاؤ کی طرف چلتے ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی دونوں بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے پڑاؤ کی طرف ہو لئے تھے۔ اسی شام برسین نے کریٹیز اور اناہیتا کی شادی کا اہتمام کر دیا تھا اور اناہیتا اب کریٹیز کی بیوی کی حیثیت سے اس کے خیمے میں منتقل ہوگئی تھی۔

پیش قدمی کرنے کے لئے اب سکندر ایک عجیب سے تجسس میں پڑ گیا تھا۔ اسے مقامی لوگوں نے بتایا کہ دریا چونکہ طغیانی پر آیا ہوا ہے اور ہو سکتا ہے یہ چند ہفتوں، چند مہینوں تک طغیانی اسی طرح رہے اس لئے کہ بارشوں کا موسم شروع ہو گیا تھا۔

یہ صورت حال سکندر کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ وہاں وہ زیادہ عرصہ تک پڑاؤ کر کے دریا کے اترنے اور لشکریوں کے بے کار بٹھانے کے حق میں بھی نہیں تھا۔ اس کے علاوہ اس جگہ سے وہ دریائے جہلم کو عبور کر کے راجہ پورس پر حملہ آور بھی نہیں ہونا چاہتا تھا اس لئے کہ اسے اندیشہ تھا کہ اس جگہ سے اگر اس نے دریا کو عبور کرنے کی کوشش کی تو راجہ پورس دریا کے کنارے ہاتھی کھڑے کر دے گا لہٰذا ہاتھیوں کو دیکھتے ہی گھوڑے پانی کے اندر ہی بدک جائیں گے اور لشکریوں کو گرا کر ان کا خاتمہ کرتے چلے جائیں گے۔ اس بنا پر سکندر نے فیصلہ کیا کہ کسی محفوظ جگہ سے دریا کو عبور کر کے دریا کے دوسرے کنارے جا کر راجہ پورس کا مقابلہ کیا جائے۔

سکندر نے اب راجہ پورس سے نمٹنے کے لئے ایک عجیب و غریب طریقہ استعمال کیا۔ اس نے اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ ان گنت تعداد میں ہوا بھرنے والے مشکیزے تیار کرنے شروع کر دیئے جائیں۔ ساتھ ہی اس نے اپنے لشکر کو چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں تقسیم کر دیا اور ان کو مختلف سالاروں کے تحت دے کر انہیں حکم دیا کہ دریا کے کنارے اور وہاں سے ہٹ کر علاقوں میں پھیل جائیں۔ چاروں طرف لوٹ مار کریں۔ ساتھ ہی مقامی لوگوں سے یہ بھی جاننے کی کوشش کریں کہ دریا کو کہاں سے عبور کیا جا سکتا ہے۔

اس لوٹ مار کے نتیجہ میں سکندر کے لشکر میں کافی غلہ جمع ہو گیا۔ دوسری طرف سکندر کے لشکریوں کی اس لوٹ مار کی وجہ سے پورس کو یہ خیال ہو گیا کہ شاید سکندر بارش

تھمنے اور دریا کے اترنے تک دوسرے کنارے ہی انتظار کرے گا۔

لیکن پورس نے سکندر کے لشکر پر کڑی نگاہ بھی رکھی جب کہ سکندر نے اسے ایک عجیب وغریب کشمکش و پیچ میں مبتلا کر کے رکھ دیا تھا۔ پورس کے لشکری دیکھتے کہ دریا کے کنارے کنارے یونانیوں کی کشتیاں رواں رہتی تھیں۔ مشکیزے تیار کیے جا رہے تھے۔ دریا سے گزرنے کے دوسرے انتظامات بھی اپنے عروج پر تھے۔ اب سکندر نے بڑی تیزی سے نقل وحرکت شروع کر دی تھی۔ اپنے لشکر کے کسی حصے کو وہ کبھی ایک جگہ اور کبھی دوسری جگہ مقرر کرتا اور وہاں اس کے لشکری جنگی نعرے لگانا شروع کر دیتے تھے۔

اب پورس کی حالت یہ تھی کہ وہ اپنے لشکر کو دفاع کے لئے ایک جگہ جمع کرتا تو یونانی دوسری جانب سرگرمیاں شروع کر دیتے۔ خصوصاً رات کے وقت یونانی جن جن مقامات پر جنگ کا نعرہ بلند کرتے یا ہنگامہ برپا کرتے پورس اور اس کے سالار ہاتھی لے کر ان کی طرف متوجہ ہوتے لیکن وہاں سوائے نعرہ بازی کے کچھ نہ ہوتا۔

کچھ دن تک ایسا ہی سماں برپا رہا۔ اس نقل وحرکت سے پورس نے یہ اندازہ لگا لیا کہ سکندر اور اس کے لشکری ابھی کوئی عملی قدم نہیں اٹھانا چاہتے اور ان کی یہ نقل وحرکت جنگ کی صرف تیاری کے سوا کوئی اہمیت نہیں رکھتی لہٰذا پورس مستعد رہنے کی بجائے اپنے پڑاؤ میں بیٹھ گیا اور یہی سکندر چاہتا بھی تھا۔

اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے سکندر نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ پڑاؤ ہی میں رکھا اور وہاں اپنا ایک کماندار مقرر کیا اور اسے حکم دیا کہ پڑاؤ میں پہلے کی طرح جنگی سرگرمیاں جاری رکھی جائیں اور رات کے وقت روشنی کا بہترین انتظام کیا جائے تاکہ پورس یہی سمجھے کہ یونانیوں نے وہیں پڑاؤ کیا ہوا ہے۔

جب کہ اپنے حصے کے لشکر کو لے کر بڑے بڑے سالاروں کے ساتھ سکندر نے وہاں سے کوچ کیا تھا اور وہ وہاں لگ بھگ اٹھارہ میل دریا کے کنارے کنارے شمال کی طرف چلا گیا تھا۔ اٹھارہ میل کی اس مسافت میں اس نے طلایہ گر جگہ جگہ مقرر کر دیئے تھے تاکہ اپنے پڑاؤ کے ساتھ اس کا رابطہ قائم رہے۔

اٹھارہ میل اوپر جا کر سکندر اپنے لشکر کے ساتھ رک گیا۔ وہاں خشکی کا ایک حصہ دریائے جہلم کے اندر کی طرف بڑھا ہوا تھا اور دریا وہاں سے خم کھاتا تھا۔ اس خم کے اوپر ہر قسم کے درخت اور جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں اور اس خم کے سامنے ایک جزیرہ بھی

تھا لیکن اس پر آبادی کا کوئی نشان نہ تھا۔

جس وقت سکندر وہاں پہنچا بارشوں کے موسم کی وجہ سے موسلا دھار بارشوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ بارش ایسی تیز تھی کہ لشکری ایک دوسرے کی آواز بھی نہیں سن سکتے تھے۔ سورج طلوع ہونے سے تھوڑی دیر پہلے جب بارش رکی تب سکندر اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا۔ جزیرے کے بالمقابل کشتیاں دریا میں ڈال دی گئیں کچھ بڑے بڑے تختوں کا انتظام کیا گیا اور ان کے نیچے ہوا بھرے مشکیزے باندھ دیئے گئے اور ان تختوں کے ذریعے گھوڑوں کو دریا پار کرایا گیا۔

آخر دریا کے وسطی جزیرے سے ہوتے ہوئے آگے بڑھے اور خشکی پر اترے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ دوسرے کنارے پر آ گئے ہیں لیکن تھوڑا سا آگے جا کر وہ دنگ رہ گئے اس لئے کہ انہیں پتہ چلا کہ وہ ابھی دیا کے پار نہیں گئے اور نہ ہی وہ کنارے پر پہنچے ہیں بلکہ وہ ایک دوسرے جزیرے میں ہیں اور یہ جزیرہ کنارے سے نزدیک ہی تھا لیکن کنارے اور اس جزیرے کے درمیان پانی کا تیز دھار رواں تھا۔

سکندر نے اپنے لشکر کو جب اس دھارے سے گزرنے کا حکم دیا تو پانی ان کے اندازوں سے زیادہ تھا۔ جنہوں نے پیدل اس دھارے کو عبور کیا ان کی بغلوں تک پہنچ گیا اور جو گھوڑوں پر سوار تھے انہوں نے دیکھا کہ گھوڑوں کی گردنیں پانی میں ڈوب گئی تھیں۔ بہرحال کسی نہ کسی طرح سکندر اپنے لشکر کے ساتھ دریائے جہلم کے دوسرے کنارے پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

دوسری طرف پورس کے مخبروں نے پورس کو اطلاع کر دی تھی کہ سکندر کا پورا لشکر پڑاؤ میں نہیں ہے بلکہ سکندر لشکر کے ایک حصے کے ساتھ اوپر جا کر دریا کو عبور کر چکا ہے اور اب وہ جنوب کی طرف بڑھ رہا ہے۔

یہ صورتحال پورس کے لئے نئی تھی لہٰذا اس نے دو ہزار سواروں کا ایک لشکر اپنے بیٹے کے حوالے کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ آگے بڑھ کر سکندر پر حملہ آور ہو جائے۔

راجہ پورس کے بیٹے نے دو ہزار سواروں کے ساتھ سکندر کی راہ روکی۔ اس نے بڑی جوانمردی اور ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے سکندر کا مقابلہ کیا لیکن سکندر کے لشکر کی تعداد چونکہ زیادہ تھی لہٰذا راجہ پورس کے بیٹے کے ساتھ جو لشکری تھے وہ اپنے سے کئی گنا زیادہ یونانیوں کا مقابلہ نہ کر سکے اور انہیں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور اس ٹکراؤ

میں راجہ پورس کا بیٹا بھی مارا گیا تھا۔

آخر سکندر اپنے لشکر کے ساتھ جنوب کی طرف بڑھا۔ اتنی دیر تک راجہ پورس بھی مستعد ہو گیا تھا۔ یوں دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے دوسری طرف اپنے لشکر کا وہ حصہ جو سکندر پڑاؤ میں چھوڑ کر آیا تھا وہ بھی دریا عبور کرنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔

راجہ پورس کے لشکر کے سامنے آتے ہی سکندر اس کے لشکر پر ہر گھڑی قیامت کھڑی کرتے زندگی کے جبر مسلسل، ہر لحہ کو عرصۂ محشر میں تبدیل کر دینے والے فنا کے گھاٹ اتارتی اذیتوں اور حریم ہلچل برپا کر دینے والے نفرت کے جہنم کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

راجہ پورس نے اسی کے انداز میں جواب دیا اور وہ بھی سینے میں الجھتی خواہشوں کو مسمار کرتے قضاء کے بگولوں، سوچوں کے دھارے بدل دینے والے موت کے خوفناک تجسّس اور حسد کے الاؤ کھڑے کرتی ستم کی ستیزہ گری کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے میدان جنگ میں لشکریوں کے چہرے پر سوالوں کے انبار لگے ہوئے تھے۔ رگ رگ میں زہر اترنے لگا تھا اور تباہی و بربادی کے رقص کرتے شعلے اپنا رنگ دکھانے لگے تھے۔ دندناتی صداؤں میں لشکری ایک دوسرے پر اولوں کی بوچھاڑ اور نہ رکنے والے عذابوں کے قصوں کی طرح ٹوٹنے لگے تھے۔ وقت کے لامحدود سمندر میں زندگی کرب کے پتھریلے خارزاروں کا شکار ہونا شروع ہو گئی تھی۔ بے سمت سرگرداں بھٹکتے طوفانوں اور بھڑک اٹھنے والی آتشیں آندھیوں نے میدان جنگ کو قیامت خیز بنا کر رکھ دیا تھا۔

اس ٹکراؤ میں سکندر کا ہر دلعزیز گھوڑا بیوسی فالس بھی گر کر دم توڑ گیا۔ کہتے ہیں اسے نہ کوئی تیر لگا نہ اسے کوئی تلوار کا زخم آیا وہ چونکہ بوڑھا ہو چکا تھا اور شاید تھکاوٹ سے گر کر وہیں دم توڑ گیا تھا لہٰذا سکندر کو دوسرے گھوڑے پر سوار ہونا پڑا۔

راجہ پورس نے ہاتھیوں سے کام لیتے ہوئے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ سکندر کو بدترین شکست دے لیکن یونانی سواروں نے ہندوستانی لشکر کے اگلے حصے کو دونوں جانب سے نرغے میں لے لیا تھا اور اس طرح سے ہاتھیوں کو اپنے سامنے بے بس کر دیا تھا۔ اس کے بعد جب یونانیوں نے موسلا دھار بارش کی طرح راجہ پورس کے

ھیوں پر تیز اندازی کی تب ہاتھی خود راجہ پورس کے لئے ہی خطرناک ثابت ہوئے۔ ی تیر اندازی کے باعث چونکہ کافی ہاتھی زخمی ہوئے تھے لہٰذا ہاتھی پلٹے اور وہ ہاتھی جو ا سے پہلے دشمن کے لئے نقصان کا باعث بن رہے تھے جب وہ پلٹے تو انہوں نے نے ہی لشکریوں کو نقصان پہنچانا شروع کر دیا۔ اس موقع پر مہاوتوں نے ہاتھیوں کو ل کر پھر انہیں لشکر کے سامنے لانا چاہا لیکن ہاتھی ایسے برہم ہوئے کہ انوں نے وتوں کو پکڑ کر زمین پر پٹخ دیا اور ان کا خاتمہ کر دیا۔

جس وقت دونوں لشکر بری طرح ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے اسی وقت سکندر لشکر کا وہ حصہ جو ابھی تک دریا کے دوسرے کنارے پر تھا وہ بھی دریا کو عبور کر کے ند سے آن ملا اس طرح راجہ پورس کے مقابلے میں سکندر کو کافی تقویت حاصل ی۔ آخر کار سکندر کے مقابلے میں پورس کے لشکری پسپا ہونے لگے۔ شاید انہوں نے شکست تسلیم کر لی تھی۔

اس کے بعد بھگدڑ مچ گئی۔ راجہ پورس کے لشکری شکست اٹھا کر بھاگ کھڑے ے۔

میدان جنگ سے بھاگنے والوں میں راجہ پورس سب سے آخری شخص تھا۔ اس وقت ہ ہاتھی پر سوار تھا۔ ہاتھی کے علاوہ خود راجہ پورس بھی زخمی تھا۔ مہاوت بھی بری زخمی تھا۔ راجہ پورس نے جب دیکھا کہ اس کے سارے لشکری اس کا ساتھ چھوڑ کر کھڑے ہوئے ہیں تب اس نے بھی مہاوت کو ہاتھی کو موڑنے اور میدان جنگ اگ نکلنے کا حکم دیا۔

کہتے ہیں سکندر نے راجہ پورس کو میدان جنگ سے بھاگتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ س پر سکندر اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا راجہ امبی کے کچھ سالاروں کے پاس آیا جو لشکر میں شامل تھے اور راجہ پورس کے خلاف جنگ کر رہے تھے۔ ان میں سے سکندر نے حکم دیا کہ وہ راجہ پورس کے پیچھے جائیں اور اسے اس بات پر آمادہ ہ وہ اپنا علاقہ صلح و صفائی سے سکندر کے حوالے کر دے۔

جہ امبی کے وہ سالار جب اپنے گھوڑوں کو بھگاتے ہوئے راجہ پورس کے پاس سکندر کا پیغام اسے دیا تو راجہ پورس نے اپنا علاقہ سکندر کے حوالے کرنے سے یا تھا۔

آخر سکندر نے اپنے کچھ سالاروں کو راجہ پورس کی طرف بھجوایا۔ انہوں نے بڑے طریقے، بڑی نرمی سے راجہ پورس کو سمجھایا جس کے نتیجہ میں راجہ پورس مان گیا اور پھر سکندر کے سالاروں کے کہنے پر راجہ پورس ہاتھی سے اتر کر سکندر کا انتظار کرنے لگا۔

آخر سکندر اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا پورس کے قریب آیا۔ گھوڑے پر بیٹھ کر بات کرنے کی بجائے سکندر اپنے گھوڑے سے اترا۔ اس نے دیکھا راجہ پورس خوب دراز قد، کڑیل جسم کا شخص تھا۔ سکندر نے پہلے راجہ پورس کو پانی پلانے کا حکم دیا اور اسے پانی کا ایک گلاس پیش کیا گیا۔ پھر دونوں ایک دوسرے کے قریب ہوئے اس کے بعد سکندر نے راجہ پورس سے اپنا تاریخی سوال کیا۔

”تم مجھ سے کس قسم کے سلوک کے طلب گار ہو؟“

راجہ پورس نے بڑی جرأت مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”جیسا سلوک بادشاہ، بادشاہوں سے کرتے ہیں۔“

راجہ پورس کے جواب سے صاف ظاہر تھا کہ اس نے یہ جملہ بڑے بے پرواہانہ انداز میں کہا تھا۔ سکندر نے پھر اسے مخاطب کیا۔

”اس کے علاوہ اور تم کیا چاہتے ہو؟“

راجہ پورس نے پھر پہلے کے سے انداز میں کہنا شروع کیا۔

”میرے پہلے جواب میں سب کچھ آ گیا ہے۔“

سکندر اور راجہ پورس کے درمیان یہ مکالمہ بے حد مشہور ہوا اور یہ ایشیا کی مختلف زبانوں میں استعمال ہونے لگا۔

بہرحال راجہ پورس کے اس جواب سے سکندر بے حد خوش ہوا۔ اس نے راجہ پورس کے علاقوں میں عام معافی کا اعلان کر دیا تھا۔

جب سکندر اور راجہ پورس ایک دوسرے سے بے تکلف ہو گئے تب ایک جگہ دونوں بیٹھ گئے۔ دونوں کے ساتھ ان کے سالار بھی تھے۔ پھر سکندر راجہ پورس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ان علاقوں سے متعلق اگر میں تم سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہوں تو کیا تم......“

راجہ پورس اب کسی قدر مطمئن ہو چکا تھا۔ اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی

کہہ اٹھا۔

”میرے علاقوں سے متعلق تم جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔ میں اگر جانتا ہوا تو اس کا معقول جواب دوں گا۔“

راجہ پورس کے ان الفاظ پر سکندر خوش ہوا اور کہنے لگا۔ ”دراصل میں یہاں کے لوگوں کی خوراک، ان کی زندگی کے انداز، ان کے لباس، ان کے لڑائیوں کے ہتھیاروں، عورتوں سے ان کے سلوک، شادی سے متعلق رسومات اور مقامی سماجی زندگی سے متعلق کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔“

سکندر جب خاموش ہوا تب راجہ پورس نے کچھ سوچا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”جو کچھ تم نے پوچھا ہے اس کی تفصیل میں بتاتا ہوں۔ جہاں تک یہاں کے لوگوں کے لباس کا تعلق ہے تو لوگ زیادہ تر رانوں تک ایک قسم کا چغہ پہنتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ دوسرے کپڑے بھی زیب تن کرتے ہیں۔ ایک سر کے گرد لپیٹتے ہیں جسے ہم پگڑی کہتے ہیں اور دوسرا کندھے پر ڈالتے ہیں جو قدرے چھوٹا ہوتا ہے اور صافہ کہلاتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں جو لوگ دولت مند ہیں، لباس کے علاوہ وہ کانوں میں ہاتھی دانت کی مرکیاں پہنتے ہیں۔ داڑھی کو مختلف رنگوں سے رنگتے بھی ہیں۔

جہاں تک لڑائی کے ہتھیاروں کا تعلق ہے تو لڑائی میں تیر کمان استعمال کرتے ہیں۔ ہماری یہاں کی کمان جسم کے برابر لمبی ہوتی ہے۔ اس کا ایک سرا زمین پر رکھ کر اس کو بائیں پیر سے دباتے ہیں اور پیچھے کھینچتے ہیں۔ ہمارے ہاں کے تیر چھ فٹ لمبے ہوتے ہیں۔ بائیں ہاتھ میں چمڑے کے تنگ مگر لمبے ڈھال جو جسم کے برابر ہوتے ہیں رکھتے ہیں۔ تلوار عام قاعدے کے مطابق دائیں ہاتھ میں رکھی جاتی ہے۔

جہاں تک خوراک کا تعلق ہے تو ہمارے ہاں کی خوراک بالکل سادہ ہے۔ ہم لوگ شراب پینے سے قطعی پرہیز کرتے ہیں اور کھلی فضا و ہوا میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ سادہ خوراک رکھنے کی وجہ سے ہم لوگوں کو طبیبوں کے پاس جانے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ سادگی کی وجہ سے ہمارے اندر بیماریاں کم ہوتی ہیں۔

جہاں تک عورت کا تعلق ہے تو عورت کا ہمارے ہاں احترام کیا جاتا ہے۔ ایک سے زائد شادیاں کرنے کا رواج ہے۔ بعض اوقات دلہن کو خریدا بھی جاتا ہے۔ عورتوں کے خلاف جو جرائم ہوتے ہیں ان کے لئے سخت سزا دی جاتی ہے۔ اگر کسی موقع پر دو

نوجوان ایک ہی لڑکی کے خواہش مند ہو جاتے ہیں تو دونوں کا آپس میں مقابلہ کرایا جاتا ہے۔ یہ ایک طرح کا کھیل تماشہ ہی ہوتا ہے اور جو مقابلہ جیتتا ہے لڑکی اس سے بیاہ دی جاتی ہے۔ ہمارے ہاں لڑکوں کے لئے سنِ بلوغت کی عمر 16 سال اور لڑکی کے لئے بلوغت کی عمر 12 سال ہوتی ہے۔ باہمی رضامندی سے یا بہت مدت کی غیر حاضری سے شادی ختم ہو جاتی ہے اور طلاق خیال کی جاتی ہے۔ عورت کو شادی کے موقع پر جو چیزیں ملتی ہیں یا جو اس کے رشتے دار اس کو دیتے ہیں یا جو زیور اس کا خاوند اس کو دیتا ہے وہ اسی کا دھن شمار کیا جاتا ہے۔ جو عورتیں بیوہ ہو جاتی ہیں انہیں دوسری شادی کرنے کی اجازت ہے۔

دوسرے ملکوں کی طرح ہمارے ہاں سخت غلامی کی لعنت بھی نہیں ہے۔ غلامی کی ہمارے ہاں مختلف صورتیں ہیں۔ جو شخص قرضہ کی عدم ادائیگی کے سبب اپنے آپ کو قرض خواہوں کے حوالے کر دے وہ غلام کہلاتا ہے۔ دوسری قسم کے وہ غلام جن کو ماں باپ غربت کے باعث دوسروں کے حوالے کر دیں یا فروخت کر دیں۔

تیسری صورت کے غلام وہ ہوتے ہیں جو جنگوں کے دوران پکڑے جاتے ہیں مگر اس حالت کے غلاموں کو اختیار ہے کہ وہ اپنے آقا کی خدمت کے سوا کسی قسم کی محنت و مزدوری کر کے اور رقم ادا کر کے اپنی آزادی حاصل کر لے۔ دوسرے لوگ بھی ایسے غلاموں کے حصے کی رقم ادا کر کے ان کی آزادی حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی مالک اپنی ونڈی سے شادی کر لیتا ہے تو وہ عورت اسی وقت آزاد خیال کی جائے گی اور جو اس کے اں اولاد ہو گی وہ بھی غلام نہیں بلکہ آزاد کہلائے گی۔

راجہ پورس کی اس گفتگو اور معقول اطلاعات فراہم کرنے سے سکندر بے حد خوش وا۔ اس نے اپنے لشکر کو وہاں پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

دریائے جہلم کے قریب پڑاؤ کے دوران سکندر نے ان سرزمینوں میں دو قصبے آباد لئے۔ ایک قصبہ اس نے اپنی فتح کی یاد میں آباد کیا اور دوسرا قصبہ اس نے اپنے مرنے لے گھوڑے بیوسی فالس کی یاد میں تعمیر کرایا تھا۔

جو قصبہ اس نے راجہ پورس کے خلاف فتح کے نشان کے طور پر آباد کرایا اس کا نام س نے نیکیا رکھا۔ نیکیا یونانی میں فتح اور کامیابی کو کہتے ہیں۔ مؤرخین کا خیال ہے کہ نیکیا م کا قصبہ جو سکندر نے آباد کیا وہ اب بھی موجود ہے اور اب اس کا نام مونگ رسول

جہاں سے لوئر جہلم نام کی نہر نکالی گئی ہے۔ اس لئے کہ نیکیا نام کا جو قصبہ سکندر نے د کیا تھا وہاں اس نے اپنے سکے ڈھالنے کے لئے ایک ٹکسال بھی بنائی تھی۔ ماضی اسی نیکیا جسے آج کل مونگ رسول کہتے ہیں وہاں ایک ٹیلے کے گرنے کے نتیجہ میں در کے دور کے سکے برآمد ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ وہاں ایک ایسی دیوار بھی دیکھنے لوئی کیا جاتا ہے جو انسانوں کی لاشوں سے تعمیر کی گئی تھی اور اس دیوار سے متعلق کہا ہے کہ یہ دیوار راجہ پورس کے مرنے والے لشکریوں کی لاشوں سے تعمیر کی گئی تھی۔ یا کہا جاتا ہے کہ مدت گزر جانے کے بعد یہ لاشیں مٹی میں تبدیل ہو گئی تھیں لیکن کے اندر انسانی ہڈیوں اور ڈھانچوں کے نشان اب بھی دیکھے جا سکتے تھے۔

مونگ رسول میں ٹیلے کے گرنے کی وجہ سے سکندر کے دور کے جو سکے نمودار ئے ان سکوں پر سکندر کی تصویر کندہ تھی۔ یہ سکے آج بھی لاہور اور ٹیکسلا کے عجائب وں میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

دوسرا قصبہ سکندر نے جو راجہ پورس کی سرزمینوں میں تعمیر کرایا اس کا نام اس نے گھوڑے کے نام پر بیوسی فالس رکھا۔ یونانی میں بیوسی فالس گائے کے سر کو کہتے و اس لئے کہ سکندر کے گھوڑے بیوسی فالس کا سر گائے جیسا تھا اس بناء پر اسے فالس کہا جانے لگا تھا۔

یہ گھوڑا چونکہ پورس کے ساتھ جنگ کے دوران مارا گیا تھا لہٰذا اپنے اسی گھوڑے و میں سکندر نے وہاں جو قصبہ آباد کیا اس کا نام بیوسی فالس رکھا جو بعد میں تلفظ و نے کی وجہ سے بیوسی فالس کی بجائے ''پھالیہ'' مشہور ہو گیا اور یہ قصبہ آج بھی ہ کی ایک تحصیل کے طور پر موجود ہے۔

چند روز تک راجہ پورس کی سرزمینوں میں آرام کرنے کے بعد سکندر نے آخر اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کیا۔ آگے بڑھتے ہوئے اس نے دریائے چناب کو عبور کیا۔ دریائے چناب کو عبور کرنے کے بعد سکندر ایک طرح سے مصیبتوں اور عذاب کا شکار ہو کر رہ گیا تھا۔

گو راجہ پورس سے جنگ کے دوران یونانیوں کا خاصا نقصان ہوا تھا اور اپنے ساتھیوں کے مرنے پر سکندر کے علاوہ اس کے سالاروں اور لشکریوں کو بھی بڑا دکھ تھا اس لئے کہ چیلیاں والا کے قریب کی جانے والی جنگ جو سکندر اور پورس کے درمیان ہوئی تھی اس میں جہاں راجہ پورس کے بہت سے لشکری مارے گئے تھے وہاں یونانیوں کی لاشوں کے بھی انبار لگ گئے تھے۔ اس بناء پر یونانی اب آگے بڑھتے ہوئے ہچکچا رہے تھے کہ کہیں اسی جیسا نقصان انہیں پھر دیکھنا نہ پڑ جائے۔

لیکن چناب کے بعد جو صورتِ حال پیش آئی وہ یونانیوں کے لئے قطعی غیر متوقع تھی۔ چناب کے بعد کوئی بڑی حکومت تو قائم نہ تھی مگر مختلف قبیلے اور قومیں اپنے اپنے علاقوں میں آزاد حیثیت سے رہتے تھے اور انہوں نے اپنے علاقوں کا انتظام چلانے کے لئے مجلسیں مقرر کر رکھی تھیں۔

سکندر نے جب دریائے چناب کو عبور کیا تو کہتے ہیں کہ اس موقع پر وہاں آباد ایک قوم کے لگ بھگ 300 آدمی سکندر کے پاس آئے۔ انہوں نے سکندر سے کہا کہ وہ ہمارے علاقوں میں لوٹ مار اور قبضہ کئے بغیر آگے گزر جائے۔ نہ ہماری فصلوں کو نقصان پہنچائے نہ ہمارے آدمیوں میں سے کسی کا قتلِ عام کرے اور نہ ہی ہمارے علاقے میں پڑاؤ کرے۔

سکندر اُن کے ان الفاظ پر بڑا برہم ہوا۔ کہنے لگا۔

''اور اگر میں ایسا نہ کروں تب؟''

اس پر وہ لوگ جرأت مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگے۔ ''اگر تو یونان کا حکمران ہے تو اپنی جگہ پر ہوگا۔ ہم اپنی آزادی کی بہت قدر کرتے ہیں۔ ہم ہمیشہ سے آزاد رہے ہیں اور آزاد ہی رہنا چاہتے ہیں اس بناء پر ہم تم سے کہیں گے کہ تم ہم سے کوئی مزاحمت نہ کرنا۔''

سکندر اس زعم میں تھا کہ یہ قبائل ہیں۔ مختلف اقوام نے دریائے چناب اور دریائے بیاس کے درمیانی علاقوں کو آپس میں بانٹ رکھا ہے جہاں راجہ پورس جیسا حکمران اس کا مقابلہ نہیں کر سکا وہاں یہ مختلف علاقوں اور قوموں میں بٹے ہوئے لوگ اس کا کیا مقابلہ کر پائیں گے۔

لیکن جب سکندر نے ان سے ٹکرانے کا عزم کیا تو مؤرخین لکھتے ہیں دریائے چناب اور دریائے بیاس کے درمیانی علاقوں میں جو اقوام آباد تھیں وہ ایسی جنگجو تھیں کہ سکندر کے خلاف انہوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ سکندر کے لشکریوں کا نقصان اس قدر پورس کے ساتھ جنگ میں نہیں ہوا تھا جس قدر اس کا نقصان دریائے چناب اور بیاس کے درمیانی علاقے میں ہوا تھا۔ مختلف اقوام کے جنگجو حشرات الارض کی طرح نمودار ہوتے، سکندر کے لشکر پر حملہ آور ہوتے اور اپنے پیچھے لاشیں چھوڑتے ہوئے غائب ہوتے اور کسی ماورائی قوت کی طرح اپنے کام کی تکمیل کر کے واپس چلے جاتے۔ اس طرح ان لوگوں نے جہاں سکندر کو بے حد تنگ کیا وہاں اس کے لشکر کا بھی انہوں نے بڑا نقصان کیا۔

بہرحال سکندر اپنے لشکر کے ساتھ پنجاب کے شمالی علاقوں اور ہمالیہ کے سلسلے کے ساتھ ساتھ مشرق کی طرف بڑھتا رہا۔ شمال کی ان سرزمینوں سے گزرتے ہوئے سکندر نے جہاں اپنے لشکر کا بے پناہ نقصان برداشت کیا وہاں اس نے دریائے جہلم سے مشرق کی طرف لگ بھگ کوہستانی سلسلے کے ساتھ ساتھ 38 شہروں اور قصبوں پر قبضہ کیا۔ اس دوران بارشیں بھی اپنے عروج پر آ گئی تھیں۔ لہٰذا سکندر اور اس کے لشکریوں کو پہلے کی نسبت زیادہ اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ سکندر اپنے لشکر کے ساتھ دریائے بیاس کے کنارے جا پہنچا۔

جب آگے کی سرزمینوں سے متعلق سکندر نے راجہ پورس اور راجہ امبی سے معلومات حاصل کرنا چاہی تو انہوں نے خاموشی اختیار کی۔ اس لئے کہ آگے کی

سرزمینوں سے متعلق وہ دونوں راجہ کچھ نہ جانتے تھے۔ تاہم کچھ لوگوں نے اس انکشاف کیا کہ آگے بھی ایک بہت بڑا دریا بہتا ہے۔ جس کا نام گنگا ہے۔

دریائے بیاس کے کنارے پہنچ کر سکندر کے لشکریوں نے جب شمال کی طر دیکھا تو انہیں ہر لحظہ ہمالیہ کی بلند ہوتی دیواروں کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔

سکندر چاہتا تھا کہ دریائے بیاس کو عبور کر کے آگے بڑھے اور گنگا کی سرزمی تک سارے علاقوں کو فتح کرتا چلا جائے۔

لیکن دریائے بیاس کے کنارے پہنچ کر جب سکندر نے اپنے لشکر کے ساتھ کیا تو سارے لشکریوں نے آپس میں مشورہ کیا اور سب اس فیصلے پر متفق ہو گئے کہ وہ آگے بڑھنے کی بجائے واپس یونان جائیں گے۔

سالاروں نے جب اپنے لشکریوں کے اس فیصلے سے متعلق سکندر کو آگاہ کیا نے لشکر کے مختلف حصوں کے سالاروں کو اکٹھا کیا۔ وہ سمجھتا تھا کہ وہ اپنے سالاروں سمجھائے گا اور سالار اپنے اپنے حصے کے لشکر کو اس بات پر آمادہ کر لیں گے کہ قدمی دریائے بیاس پر ہی ختم نہیں کر دینی چاہئے بلکہ آگے بڑھنا چاہئے۔

سکندر کو پوری امید تھی کہ اس کے لشکری اس کا کہا مانیں گے اور اس کے کہنے مطابق دریائے بیاس کو عبور کر کے دوبارہ پیش قدمی شروع کریں گے۔ اب سکند لئے دوسری مصیبت یہ تھی کہ اس کے صرف لشکری ہی واپس یونان نہیں جانا چاہتے بلکہ جن سالاروں سے وہ مشورہ کر رہا تھا وہ خود بھی اس حق میں تھے کہ اب آگے کی بجائے واپسی کا فیصلہ کرنا چاہئے۔

سکندر کو جب اپنے سالاروں کی گفتگو کے دوران یہ پتہ چلا کہ کچھ سالار واپسی کے حامی ہیں تب انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''بہادر اور جرأت مند لوگ اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے محنت اور مشقت جی نہیں چراتے بلکہ خود محنت و مشقت ان کے سامنے ختم ہو جاتی ہے۔ کیا تم بڑھنے سے اس لئے ڈرتے ہو کہ آگے کی سرزمینوں میں ہمیں مختلف اقوام پڑے گا جو ہمارے لئے نقصان کا باعث بن سکتی ہیں؟ کیا اس سے پہلے ہم نے بڑے سرکش قبائل اور قوموں کو مغلوب نہیں کیا؟ کیا مشرق کی سرزمینوں میں ایرا مملکت سے بھی کوئی بڑی مملکت ہو گی؟ داریوش سے بھی کوئی بڑا طاقتور شہنشاہ

اگر داریوش ہمارا مقابلہ نہیں کر سکا تو مشرق کا کوئی بھی حکمران ہمارے سامنے ٹھہر نہیں سکے گا۔''

سکندر نے اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتے مزید کہنا شروع کیا۔

''اگر ہم یہاں دریائے بیاس سے واپس ہو لئے، آگے نہ بڑھے تو مجھے ڈر ہے کہ جن قوموں کو اب تک ہم مطیع و فرمانبردار بنا چکے ہیں وہ غیر مطیع لوگوں کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف برسرِ پیکار ہو جائیں گے اور ہمارے لئے نقصان کا باعث بنیں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سکندر رکا، پھر اپنے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''مجھے پتہ لگا ہے کہ لشکر کے اندر کچھ لوگ چاہتے ہیں کہ انہیں یہ بتایا جائے کہ جنگ کا یہ سلسلہ کہاں ختم ہو جائے گا۔ تو میں تم لوگوں سے کہتا ہوں کہ جنگ کا وقت اگر لشکری اور سالار معلوم کرنا ہی چاہتے ہیں تو میرا طریقہ کار یہ ہوگا کہ یہاں سے تھوڑے فاصلے پر دریائے گنگا بہتا ہے اور اس سے ذرا آگے مشرقی سمندر ہے۔ بس وہاں پہنچ کر جنگ ختم ہو جائے گی۔''

سکندر نے اپنے خیالات کے مطابق اب اپنے سالاروں کے سامنے مشرقی دنیا کا نقشہ پیش کر دیا تھا اور بتایا کہ سمندر کے پاس پہنچ کر وہاں لشکر کو مکمل طور پر آرام کرنے کا موقع فراہم کیا جائے گا۔ ساتھ ہی ایک بحری بیڑہ تیار کیا جائے گا اور اس بیڑے میں سارا سامان لادنے کے بعد ہندوستان کے اوپر سے گزر کر مصر پہنچ جائیں گے اور پھر لیبیا کے ساحل کے ساتھ ساتھ ہرکولیس کے ستونوں تک جائیں گے اس کے بعد واپس یونان کا رخ کریں گے۔

اس نے اپنے سالاروں کو یہ بھی ترغیب دی کہ ہم نے محنت و مشقت سے کتنی بڑی دنیا فتح کر لی ہے آدھی دنیا کا ساحلی علاقہ ایشیائے کوچک، فونیقیا کا ساحلی علاقہ و مصر، لیبیا اور عرب کے مختلف حصے، شام کا میدان، دجلہ و فرات کا دوآبہ اس کے علاوہ اہلِ شوش کی سرزمینیں، قوم ماد کے علاقے و ایران کی سرزمینیں اس کے علاوہ شمال کے دشوار گزار علاقے تک کو ہم نے زیر کیا ہے جسے قزوین کہتے ہیں۔ لوگ سیتھیوں کو ناقابلِ تسخیر خیال کرتے ہیں لیکن ہم نے انہیں بھی اب اپنے سامنے زیر کر کے رکھ دیا ہے۔

سکندر نے اس بات کو بھی تسلیم کیا کہ اب تک جو کچھ حاصل ہوا ہے یہ لشکریوں

کے استقلال، ان کے صبر، ان کی جوانمردی کی وجہ سے ہوا ہے۔ تھوڑا سا اور استقلال، جرأت مندی دکھائیں گے تو مزید فائدے حاصل ہوں گے۔ اس نے مزید کہا کہ ہم نے مل جل کر محنت کی ہے۔ میں خود تمہارے ساتھ تکلیفیں اٹھاتا رہا ہوں۔ اور جو کچھ حاصل ہوا اس سے ہم ایک ساتھ فائدے اٹھائیں گے۔

سکندر نے مزید کہا۔

''ہمت نہ ہارو۔ ہم واپس جا کر کیا کریں گے۔ یونان واپس جا کر زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا ہے کہ یونان کی مختلف ریاستیں ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار ہو جائیں گی۔ مختلف قبیلے ایک دوسرے سے لڑیں گے۔ بہرحال جو واپس جانا چاہتا ہے واپس چلا جائے۔ لیکن میں قسم کھاتا ہوں کہ جو میرے ساتھ رہیں گے وہ اہلِ وطن کے لئے رشک کا باعث بن جائیں گے۔ کیا اب تک میں نے اپنا کوئی وعدہ توڑا ہے؟''

یہ تقریر کرنے کے بعد سکندر کا خیال تھا کہ اس کے سالار اور لشکری اس سے بے حد متاثر ہوں گے اور اس کی ساری گفتگو کے جواب میں اسے ایک ہی جواب ملے گا وہ یہ ہوگا کہ سکندر جہاں تک بڑھتا چلا جائے ہم اس کا ساتھ دیں گے۔ لیکن لشکر کے اندر چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور سب اس بات پر زور دے رہے تھے کہ آگے بڑھنے کی بجائے واپسی کا رخ اختیار کرنا چاہئے۔ اس انکشاف پر سکندر نے خفگی کا اظہار کیا اور غصے میں کہا۔

''جسے میری باتیں منظور نہیں، صاف صاف بتا دے۔ ایک دوسرے کے ساتھ کھسر پھسر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے خیالات کا اظہار کھل کر میرے سامنے کرو۔''

اس موقع پر سکندر کا ایک سالار جس کا نام کوئینس تھا، سکندر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''میں لشکر کے ایک بڑے حصے کا سالار ہوں لہٰذا ترجمان ہوں۔ میں چونکہ آپ کا سالار ہوں لہٰذا آپ کا بھی ترجمان ہوں۔''

اس سالار کے ان الفاظ پر سکندر نے حیرت کی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ یہاں تک کہ وہ سالار اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں آپ کو یا لشکریوں کو خوش کرنے کے لئے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہوں گا لیکن لشکری پختہ ارادہ کئے ہوئے ہیں کہ ان کی محنت و مشقت اور خطرات کا کہیں نہ کہیں

خاتمہ ہونا چاہئے تاکہ جو کچھ حاصل ہو چکا ہے اسے قبضے میں رکھ سکیں۔''

اس سالار نے سکندر پر یہ بھی انکشاف کیا۔

''سب سے پہلے ہمارے لشکری اس وقت بد دل ہوئے جب پورس کے ساتھ جنگ کے دوران ہمارے لشکر کا خاصا نقصان ہوا۔ دریا کے کنارے اور پیچھے دور دور تک یونانیوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں جنہیں دیکھ کر لشکری بڑے بد دل ہوئے۔ اس کے بعد یہاں تک آتے ہوئے راستے میں لشکر کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا وہ بیان سے باہر ہیں۔ لشکر کا اتنا نقصان پورس کے ساتھ جنگ کے دوران بھی نہیں ہوا جتنا یہاں دریائے بیاس تک پہنچتے پہنچتے مختلف قبائل اور قوموں کے ساتھ ٹکراؤ کے نتیجہ میں ہوا۔ اس بناء پر لشکری کافی حد تک بد دل ہو چکے ہیں۔''

اس سالار نے مزید کہا۔

''لشکری ذہنی طور پر تباہ ہو چکے ہیں۔ آپ خوب دیکھ سکتے ہیں کہ یونان سے جو لشکری ایشیا پر حملہ آور ہونے کے لئے ہمارے ساتھ چلے تھے ان میں سے صرف چندرہ گئے ہیں۔ باقی یا تو جنگوں میں مارے گئے ہیں یا زخمی ہو کر کام کاج کرنے کے قابل نہیں رہے یا بیمار پڑ گئے ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جو ویسے ہی ذہنی طور پر تباہ ہو چکے ہیں۔ لہٰذا انہیں ہم نے نئے آباد کردہ شہروں میں چھوڑ دیا ہے۔ کچھ لوگ ذہنی طور پر بیمار ہو چکے ہیں۔ آپ خود ان لوگوں کا معائنہ کیجئے جو طویل خدمتیں انجام دینے کے بعد اب تک زندہ ہیں۔ ان کی حالت خراب ہے اور اصل بات یہ ہے کہ وہ ہمت ہار چکے ہیں۔ اگر آپ نے لشکر کو دریائے بیاس عبور کرنے کا حکم دیا تو مجھے خدشہ ہے کہ لشکر کا ایک بہت بڑا حصہ ہماری بات ماننے سے انکار کر دے گا۔''

اپنے سالار کی اس گفتگو پر سکندر نے غصے اور بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے سب کو مخاطب کر کے پوچھا۔

''آخر مجھے یہ تو بتاؤ کہ تم لوگ چاہتے کیا ہو؟''

اس پر وہی سالار سکندر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں جو اپنے ماں باپ کی شکلیں دیکھنے کے لئے مضطرب ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جو اپنے بیوی بچوں کو دیکھنے اور ان سے ملاقات کرنے کے خواہاں ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہیں جنہیں اپنی سرزمینوں سے نکلے ہوئے ایک عرصہ ہو چکا

ہے۔ وہ جنگوں سے تنگ آ چکے ہیں اور واپس اپنے گھروں کا رخ کرنا چاہتے ہیں۔''

اس سالار نے اپنی اور اپنے لشکریوں کی ترجمانی کرتے ہوئے مزید کہا۔

''لشکری اور سالار اب وہ نہیں رہے جو پہلے ہوا کرتے تھے۔ اگر آپ ہمیں واپس وطن لے چلیں گے تو دوبارہ سیتھیوں اور قرتاجنوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے ہم آپ کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ اگر ہم کسی نئی مہم کی ابتداء کرنا چاہیں گے تو واپس جا کر یونان میں تازہ دم بے شمار لشکری مل جائیں گے جو انعامات کے لئے ہمارا ساتھ دیں گے اور جنگ ان کے لئے خوف کا باعث نہ ہوگی۔ اس لئے کہ انہوں نے خطرات نہ دیکھے ہوں گے۔''

جب باقی سالاروں اور لشکریوں نے بھی اس سالار کے ان الفاظ کی تائید کی تب سکندر غصہ میں بپھرا ہوا اپنے سالاروں کی اس مجلس سے اٹھ کر چلا گیا اور اپنے شامیانے میں جا بیٹھا۔ اب اس نے کسی سالار یا لشکری سے ملاقات کرنی بند کر دی۔ صرف اس کے ذاتی خدمت گار اس کے پاس جاتے، کھانا لے جاتے اور اس کی دوسری ضروریات کا خیال کرتے۔ سکندر نے ایسا اس لئے کیا تھا کہ جب لشکریوں کو معلوم ہوگا کہ میں ان سے ناراض ہو گیا ہوں تو وہ آپس میں بیٹھیں گے۔ بات چیت کریں گے، صلاح و مشورہ کریں گے تو ان کے ارادے تبدیل ہو جائیں گے اور واپس جانے کی بجائے پیش قدمی کو ترجیح دیں گے۔

سکندر کو مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ لوگوں نے اس کے ناراض ہونے کو کوئی اہمیت نہ دی۔ سپاہی اپنی جگہ پر چپ چاپ بیٹھے رہے اور ان کا ایک ہی فیصلہ تھا کہ پیش قدمی نہیں کریں گے، واپس جائیں گے۔

سکندر نے جب دیکھا کہ اس کا لشکر کسی طرح بھی پیش قدمی کے لئے تیار نہیں ہوتا تب وہ تنہا اپنے شامیانے سے نکل کر لشکر گاہ میں آیا اور لشکریوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میں واپس یونان نہیں جاؤں گا۔ پیش قدمی کروں گا اور آگے کی سرزمینوں کی طرف جاؤں گا۔ جو میرے ساتھ چلنا چاہے وہ چلے۔''

اس موقع پر بھی سکندر کو پوری امید تھی کہ لشکری فوراً اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس کا ساتھ دیں گے لیکن سکندر کو اس موقع پر بھی مایوسی ہوئی۔ اس لئے کہ اس جملے کا کسی نے

کوئی جواب نہ دیا۔ سارے لشکری اب بھی اپنے خیموں میں بیٹھے رہے۔ نہ کسی نے خیمہ اکھیڑا نہ تیاری کی اور بس خیموں کے اندر سے صرف ایک ہی آواز آتی تھی کہ اب ہم آگے نہیں بڑھیں گے۔ سکندر جہاں سے ہمیں لے کر آیا ہے وہیں واپس لے کر جائے۔

لشکریوں اور سکندر کے درمیان تین دن تک اسی طرح کی کشمکش جاری رہی۔ سکندر پیش قدمی کرنا چاہتا تھا لیکن لشکری واپس جانے پر مصر تھے۔ آخر سکندر نے ایک بار پھر اپنے بڑے بڑے سرکردہ سالاروں کو اپنے خیمے میں طلب کیا۔ بڑی رازداری کے ساتھ خیمے کے اندر گفتگو ہوتی رہی۔ صلاح و مشورہ ہوتا رہا لیکن سکندر کی بدبختی کہ اس موقع پر جن سالاروں کے ساتھ وہ صلاح و مشورہ کر رہا تھا وہ واپس جانے کے لئے سب سے بڑھ کر خواہاں تھے۔

آخر ان سارے سالاروں سے صلاح و مشورہ کرنے کے بعد سکندر اور اس کے سالار اس نتیجہ پر پہنچے کہ لشکر کے اندر ارسٹینڈر نام کا جو نجومی اور رمل شناس ہے اس سے شگون لیا جائے۔ اگر شگون حق پر ہوا تو لشکر دریائے بیاس کو عبور کر کے پیش قدمی کرے گا اور اگر شگون خلاف نکلا تو لشکر کو واپسی کا حکم مل جائے گا۔

سالاروں کے علاوہ لشکریوں نے بھی اس فیصلے کو قبول کر لیا۔ اس لئے کہ ارسٹینڈر تو خود واپس جانے کا خواہش مند تھا۔ اب پیش قدمی اور واپسی کا سارا دارومدار ارسٹینڈر پر تھا۔ لشکریوں نے اسے ہی اپنی امیدوں کا مرکز بنا لیا تھا۔

چنانچہ شگون لینے کے لئے ایک بھیڑ کو ذبح کیا گیا۔ اس بھیڑ کا جگر نکال کر ارسٹینڈر اپنے علم کے مطابق کام کرتا رہا۔ کچھ دیر بعد اپنا فیصلہ دیتے ہوئے اس نے سکندر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''اگر دریائے بیاس کو عبور کیا گیا تو بہت بڑی آفت نازل ہو گی۔''

ارسٹینڈر کا یہ جواب سن کر لشکری خوشی اور اطمینان سے رقص کرنے لگے۔ ناچنے لگے۔ چھلانگیں مارتے ہوئے اور خوشیاں مناتے ہوئے ایک دوسرے سے گلے ملنے لگے۔ سکندر کو جب اس شگون سے آگاہ کیا گیا تو اس نے شگون کے آگے سر جھکا دیا۔ آخر یہ فیصلہ کیا گیا کہ دریائے بیاس کو عبور کر کے پیش قدمی نہیں کی جائے گی بلکہ وہیں سے واپسی کا رخ کیا جائے گا۔

سکندر کے اس فیصلے سے اس کے لشکری اور سالار مطمئن ہو گئے تھے۔ وہاں پڑاؤ کے دوران سکندر نے دریائے بیاس کے کنارے اپنی فتح کی یادگار کے طور پر 12 ستون تعمیر کرائے۔ کہتے ہیں سکندر نے یہ ستون اس لئے تعمیر کرائے کہ نشانی رہے کہ سکندر نے وہاں تک اپنی فتوحات کا سلسلہ پھیلایا تھا۔

برسین تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی کریٹیز کے خیمے کی طرف بڑھی۔ جونہی وہ خیمے کے دروازے پر آئی، دنگ رہ گئی۔ اس نے دیکھا کہ اس کی بہن اناہیتا نے زرق برق لباس پہنا ہوا تھا اور وہ پہلے کی نسبت بہت زیادہ خوبصورت اور حسین دکھائی دے رہی تھی جبکہ وہ بڑی چاہت اور محبت کے ساتھ کریٹیز کا لباس تبدیل کروا رہی تھی اور اسے بھی نیا لباس پہنا رہی تھی۔

برسین کو دروازے پر کھڑے دیکھ کر اناہیتا کریٹیز کو لباس پہننے میں مدد بھی دیتی رہی، ساتھ ہی مسکراتے ہوئے برسین کی طرف دیکھا، کہنے لگی۔

"میری بہن! آپ رک کیوں گئی ہیں؟ اندر آ جائیں۔ میرے خیال میں آپ ہم دونوں میاں بیوی کو حیرت اور تعجب سے دیکھ رہی ہیں۔ حیرت آپ کو اس بناء پر ہو رہی ہوگی کہ ہم دونوں میاں بیوی میں اس قدر پیار و محبت ہے۔"

جواب میں برسین مسکرائی۔ خیمے میں داخل ہوئی پھر آگے بڑھ کر پہلے اناہیتا کو گلے لگایا، اس کی پیشانی چومی۔ اتنی دیر تک کریٹیز بھی اپنا لباس درست کر چکا تھا۔ اسے بھی گلے لگا کر پیار کیا، پھر تینوں نشستوں پر بیٹھ گئے۔

اس کے بعد برسین نے اناہیتا کی طرف دیکھا، تعجب خیز انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"اناہیتا میری بہن! یہ لباس جو تم نے پہنا ہے اس سے پہلے ایسا لباس میں نے تمہارے پاس نہیں دیکھا تھا۔ نہایت عمدہ اور خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ یہ تمہیں زیب بھی دیتا ہے اور اس نے تمہاری جامہ زیبی میں ایسا اضافہ کیا ہے کہ تمہاری خوبصورتی اور حسن کو اس نے چار چاند لگا دیئے ہیں۔"

برسین جب خاموش ہوئی تب شکوؤں بھری آواز میں اناہیتا کہنے لگی۔

"آپ صرف میری ہی تعریف کریں گی یا کریٹیز سے متعلق بھی کچھ کہیں گی؟"

آپ ذرا ان کا بھی لباس دیکھیں۔ کیا یہ میری نسبت زیادہ پُرکشش دکھائی نہیں دے رہے؟''

جواب میں برسین نے ایک قہقہہ لگایا پھر کہنے لگی۔

''تمہارا اندازہ درست ہے۔ کرٹیز میرا بھائی ہے۔ میں اس کی تعریف نہ بھی کروں تب بھی وہ مجھے اچھا لگتا ہے۔ پر تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا کہ یہ لباس تم نے کہاں سے لیا؟''

اناہیتا نے اس موقع پر بڑے پیار بھرے انداز میں کرٹیز کی طرف دیکھا پھر برسین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''میری بہن! آپ تعجب اور پریشانی کا اظہار نہ کریں۔ یہ لباس میں نے نہیں لیا، میرے لئے میرے شوہر بلکہ میرے ہردلعزیز اور پیارے شوہر کرٹیز نے لیا ہے اور صرف مجھ اکیلی کے لئے نہیں بلکہ ایسے دو لباس انہوں نے خریدے ہیں۔ ایک میرے لئے اور ایک آپ کے لئے۔ آپ کا لباس میں نے سنبھال کر رکھا ہوا ہے، ابھی آپ کو دیتی ہوں۔ ہم دونوں میاں بیوی نے آج نئے کپڑے اس لئے پہنے ہیں کہ اب لشکر پیش قدمی نہیں کرے گا بلکہ واپس جائے گا اور ہم نے اپنی خوشی کا اظہار کرنے کے لئے ایسا کیا ہے۔''

برسین مسکرائی اور کہنے لگی۔ ''کیا میں اس خوشی میں شامل نہیں ہو سکتی؟''

جواب میں اناہیتا جست لگانے کے انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی، پھر برسین کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھینچا، اٹھایا اور کہنے لگی۔ ''آپ میری بڑی بہن ہیں۔ ماں کی جگہ ہیں۔ پہلے آپ کی خوشی بعد میں میری خوشی۔'' اس کے ساتھ ہی اناہیتا برسین کو کھینچتی ہوئی خیمے کے ایک کونے میں لے گئی۔ وہاں سے ایک چرمی صندوق کے اندر سے ویسا ہی لباس نکالا جیسا اس نے خود پہنا ہوا تھا۔ وہ لباس اس نے برسین کو تھمایا۔ اس کے بعد اناہیتا نے ایک دوسرے چرمی صندوق سے ایک کافی بڑی اور موٹی چادر نکالی۔ اس چادر کے دونوں سرے پکڑ کر چادر کو برسین کے سامنے پھیلا دیا پھر بڑے پیار و محبت میں کہنے لگی۔

''میری بہن! آپ اس چادر کی اوٹ میں پہلا لباس اتار کر یہ نیا لباس پہنیں۔ اس کے بعد اکٹھے بیٹھتے ہیں۔''

اس موقع پر برسین کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ کچھ دیر تک

خوش کن انداز میں وہ اناہیتا کی طرف دیکھتی رہی پھر پہلا لباس اس نے اتار پھینکا اور جو نیا لباس اناہیتا نے دیا تھا، پہن لیا۔

اناہیتا نے چادر طے کر کے چرمی صندوق میں رکھ دی، بڑے غور سے برسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''میری بہن! آپ تو مجھ سے بھی زیادہ پُرکشش وخوبصورت اور جوان دکھائی دینے لگی ہیں۔''

پھر اناہیتا نے کرٹیز کی طرف دیکھا اور پیار بھرے انداز میں اسے مخاطب کیا۔

''آپ کے خیال کے مطابق میری بہن کیسی لگ رہی ہے؟''

کرٹیز مسکرایا اور کہنے لگا۔

''اناہیتا! جو الفاظ تم نے میری بہن سے متعلق کہے ہیں ان سے میں اتفاق کرتا ہوں۔''

اناہیتا نے چہکتے ہوئے اور بڑے پیارے انداز میں کرٹیز کو مخاطب کر کے کہا۔

''اتفاق تو آپ کو کرنا پڑے گا۔ اس لئے کہ اگر میری بہن خوبصورت و پُرکشش اور اعلیٰ شخصیت کی مالک نہ ہوتی تو سکندر اس پر مرتے ہوئے اس سے شادی نہ کر لیتا۔''

اس موقع پر برسین شرمائی، ہلکی سی ایک چپت اس نے اناہیتا کے گال پر لگائی پھر کہنے لگی۔ ''شادی کے بعد تم کچھ زیادہ ہی چہکنے اور باتیں کرنے لگ گئی ہو۔ پہلے دونوں میاں بیوی میرے پاس آ کر بیٹھو۔ میں ایک انتہائی اہم موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی تینوں ایک بار پھر نشستوں پر بیٹھ گئے تھے۔ کرٹیز اور اناہیتا دونوں پہلو سے پہلو ملا کر ایک نشست پر ہو بیٹھے تھے جبکہ ان کے سامنے برسین جم گئی تھی۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر گفتگو کا آغاز برسین نے کیا۔ کرٹیز کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگی۔

''کرٹیز میرے بھائی! اب جبکہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ لشکر پیش قدمی نہیں کرے گا بلکہ واپسی کا سفر اختیار کرے گا اور جہاں تک مجھے سکندر سے پتہ چلا ہے اب وہ بابل سے ہوتا ہوا یونان کی طرف واپس جائے گا۔ میرے بھائی! ان حالات میں کہو تمہارا کیا ردعمل ہو گا؟ کیا تم اور اناہیتا دونوں سکندر کے لشکر میں رہتے ہوئے یونان واپس جانا

چاہو گے؟“

یہاں تک کہنے کے بعد جب برسین تھوڑی دیر کے لئے رکی تب اس کی طرف بڑے غور سے دیکھتے ہوئے کریٹیز بول اٹھا۔

”برسین میری بہن! جس وقت سکندر نے واپس جانے کا اعلان کیا اسی وقت اس موضوع پر میرے اور اناہیتا کے درمیان گفتگو ہوئی تھی۔ میں اور اناہیتا اس بات پر تو قطعی طور پر متفق ہیں کہ ہم یونان نہیں جائیں گے۔ ایسی صورت میں ہم دونوں کے سامنے دو راستے ہیں۔ اول یہ کہ دمشق جائیں اور وہاں مستقل جا کر آباد ہو جائیں۔ دوئم یہ کہ میں اناہیتا کو لے کر اپنے نخلستان کی طرف ہولوں جہاں ہم دونوں میاں بیوی پُر سکون زندگی بسر کر سکتے ہیں۔

میری بہن! اس سلسلے میں جب میں نے اناہیتا سے اس کی رائے لینا چاہی تو اس نے اپنی رائے بتانے سے انکار کر دیا۔ اس کا ایک ہی فیصلہ تھا کہ جہاں بھی میں اسے رکھوں گا یہ میرے ساتھ رہے گی۔ یہ اس کی بڑی مہربانی۔ میں سمجھتا ہوں اس کا میرے ساتھ انتہا درجہ کا تعاون ہے۔ اس نے یہ تک کہہ دیا کہ میں اگر اسے دمشق میں رکھنا چاہوں گا تو میرے ساتھ دمشق میں رہ لے گی۔ اگر میں اسے اپنے نخلستان لے جانا چاہوں گا تب بھی بخوشی یہ میرے ساتھ وہاں رہے گی۔

لیکن میری بہن! ہم دونوں میاں بیوی نے مل کر ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ میں نے اناہیتا سے کہا تھا کہ سکندر کے لشکر سے نکل کر مستقل رہائش اختیار کرنے کے لئے ہمارے سامنے دو راستے ضرور ہیں۔ ایک دمشق دوسرا میرا آبائی نخلستان لیکن میں نے اناہیتا پر انکشاف کر دیا تھا کہ اس موضوع پر برسین سے گفتگو کی جائے گی اور جو فیصلہ برسین دے گی وہی ہم دونوں میاں بیوی کے لئے آخری ہوگا۔“

کریٹیز رکا۔ اس بار پہلے کی نسبت زیادہ غور سے برسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ”برسین میری بہن! کسی آخری فیصلے پر پہنچنے سے پہلے میں آپ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ اس سلسلے میں آپ کا ذاتی فیصلہ کیا ہوگا؟ کیا آپ یونان جائیں گی یا......“

کریٹیز کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے فوراً برسین بول اٹھی تھی۔ ”واپس یونان جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں سکندر کی ماں سے متعلق کافی معلومات جمع کر چکی ہوں۔ وہ ایک ایسی عورت ہے جو اپنے علاوہ کسی اور خوبصورت

عورت کو برداشت ہی نہیں کرتی۔ اس کے علاوہ سکندر کے ساتھ اب اس کی بیوی حیثیت سے روشنک ہے روشنک کا اب ایک بیٹا بھی ہے لہٰذا سکندر کی ساری توجہ نک کی طرف ہے۔ ایسی صورت میں، میں یونان نہیں جاؤں گی۔ میں نے جو فیصلہ ہے وہ یہ ہے کہ سکندر جب اپنے لشکر کے ساتھ بابل پہنچے گا اور وہاں قیام کے بعد وہ مغرب کی سرزمینوں کا رخ کرے گا تو ہم اس سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ جس وہ یونان کا رخ کر رہا ہوگا، ہم تینوں کسی اور سرزمین کا رخ کئے ہوں گے۔

کریٹیز! میری زندگی کا اب اگر کوئی مقصد ہے تو وہ یہ ہے کہ تم دونوں کے ساتھ وار زندگی بسر کروں۔ تم دونوں میاں بیوی کو جب میں خوشی میں چہکتے ہوئے دیکھتی ں، آپس میں گفتگو کرتے یا شرارتیں کرتے دیکھتی ہوں تو میں بتا نہیں سکتی کہ اس میری خوشی و میری طمانیت کا کیا عالم ہوتا ہے۔ بہر حال بابل کے بعد ہم نے کدھر کرنا ہے، میرے بھائی! اس کا فیصلہ میں تم پر چھوڑوں گی۔ تم بھائی ہو، میں تمہارے کو فوقیت دوں گی۔ پھر سب سے پہلے میں تم سے یہ پوچھوں گی کہ کیا تم دونوں مجھے ساتھ برداشت کر لو گے؟“

برسین کے ان الفاظ پر جہاں اناہیتا پریشان اور فکرمند ہو گئی تھی، وہاں کریٹیز نے کر برسین کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا پھر کہنے لگا۔

”میری بہن! آئندہ ایسا جملہ ادا نہ کرنا۔ تم میری بہن ہو۔ اناہیتا اگر نہ بھی چاہے بھی میں تمہیں اپنے ساتھ رکھوں گا۔“

اس موقع پر اناہیتا نے گھورنے کے انداز میں کریٹیز کی طرف دیکھا پھر ہلکی کہنی کی ران پر مارتے ہوئے کہنے لگی۔

”یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں کیوں نہ چاہوں گی؟ برسین میری بہن ہے، میری ماں جگہ ہے۔ اس نے میری پرورش کی ہے۔ میں اپنی ذات کو بھول سکتی ہوں پر اپنی کے مفادات اور اس کی آسائش کو نظر انداز نہیں کر سکتی۔“

اناہیتا کے ان الفاظ پر برسین اور کریٹیز دونوں مسکرا دیئے تھے۔ پھر کریٹیز نے ان کی طرف دیکھا۔ ”میری بہن! اب آپ اپنا آخری فیصلہ دیں کہ آپ کہاں رہنا کرتی ہیں؟ دیکھیں بات کو مجھ پر نہ چھوڑیں۔ آپ ہم دونوں سے بڑی ہیں۔ اس سے آپ کا فیصلہ ہم دونوں کے لئے قابلِ قبول ہوگا۔ میرا دل رکھنے کے لئے یہ بھی

نہ کر دیجئے گا کہ جا کر نخلستان میں رہتے ہیں۔ اس لئے کہ میرے ماں باپ تو مارے جا چکے ہیں، وہاں میرا کوئی اتنا قریبی عزیز و رشتہ دار نہیں جس کے لئے میں بھاگا بھاگا نخلستان کا رخ کروں۔ میری بہن! جہاں آپ جائیں گی، میں اور اناہیتا وہیں آپ کے ساتھ رہیں گی۔"

کریٹیز کے ان الفاظ پر اناہیتا فخریہ انداز میں اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ برسین تھوڑی دیر مسکرائی پھر کہنے لگی۔

"کریٹیز میرے بھائی! میں تمہاری شکر گزار ہوں کہ تم یہ فیصلہ مجھ پر چھوڑ رہے ہو۔ دیکھو! دمشق میں ہماری ایک آبائی حویلی ہے۔ گو ہم دمشق سے نکل چکے ہیں لیکن حویلی میں ابھی تک ہمارے اپنے آدمی قیام کئے ہوئے ہیں۔ وہ ہماری حویلی کی بہترین دیکھ بھال کر رہے ہوں گے۔ اس کے علاوہ دمشق شہر کے نواح میں ہمارے کچھ باغات بھی ہیں، ان کی دیکھ بھال بھی انہی کے ذمہ ہے۔ کریٹیز میرے بھائی! میں تمہیں یقین دلاتی ہوں جب ہم رہائش رکھنے کے لئے دمشق پہنچیں گے، وہ لوگ انتہائی شاندار انداز میں ہمارا استقبال کریں گے۔ میں نخلستان پر دمشق کو ترجیح دوں گی۔ اس لئے کہ وہاں ہماری آمدنی کے بہت سے ذرائع ہیں جن کی وجہ سے دمشق میں ہم تینوں پُر آسائش زندگی بسر کر سکتے ہیں۔"

برسین جب خاموش ہوئی تب خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کریٹیز کہنے لگا۔

"میری بہن! اب یہ آخری فیصلہ ہے کہ سکندر جب بابل پہنچے گا اور وہاں قیام کرنے کے بعد جب وہ وہاں سے کوچ کرے گا تو جس وقت وہ یونان کا رخ کرے گا، ہم دمشق کا رخ کر جائیں گے۔"

اس کے ساتھ ہی برسین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ "میں اب اپنے خیمے کی طرف جاتی ہوں۔ لشکر آنے والی شب کو پچھلے پہر کوچ کرے گا۔ لہٰذا مجھے اپنا سامان بھی سمیٹنا ہے۔"

اس کے بعد برسین نے اناہیتا کو اپنے ساتھ لپٹایا۔ بڑے پیارے انداز میں اس کے گال چومے پھر کہنے لگی۔ "جو لباس میں نے یہاں اتارا ہے وہ سنبھال کر رکھ دینا۔ کوچ سے پہلے میں تم سے لے لوں گی۔"

جواب میں اناہیتا نے مسکراتے ہوئے جب اثبات میں گردن ہلائی تو برسین خیمے

کے دروازے کی طرف بڑھی۔

اناہیتا اور کریٹیز دونوں میاں بیوی بھی خیمے کے دروازے تک اس کے ساتھ گئے، پھر برسین اپنے خیمے کی طرف چلی گئی تھی۔

اگلے روز سکندر نے اپنے لشکر کے ساتھ واپسی کا سفر شروع کیا تھا۔ دریائے بیاس کے کنارے سے کوچ کرنے کے بعد سکندر مسافتوں کو سمیٹتا ہوا لاہور پہنچا۔ دریائے راوی کے کنارے اس نے پڑاؤ کر کے اپنے لشکر کو ستانے کا موقع دیا اس کے بعد راوی کو عبور کرنے کے بعد وہ وزیر آباد پہنچا۔ دریائے چناب کو عبور کیا، گجرات شہر کی سیدھ میں آنے کے بعد اس نے اپنا رخ بدلا۔ اب وہ بائیں جانب مڑا اور ان میدانوں کا رخ کیا جہاں راجہ پورس کے ساتھ اس کی جنگ ہوئی تھی۔ وہاں سکندر نے جو دو نئے شہر آباد کئے تھے، ایک فتح کی خوشی میں جس کا نام نکیا رکھا تھا، دوسرا اپنے مرنے والے گھوڑے کی یاد میں بسایا تھا، نکیا میں اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا اور یہاں اس کا بہترین سالار کوئینس بخار سے بیمار ہو کر مر گیا اور اسے وہیں دفن کر دیا گیا۔

سکندر نے جو نیا شہر نکیا بسایا تھا اس نے دیکھا کہ اس کی غیر موجودگی میں موسلا دھار بارشوں کی وجہ سے اس شہر کو کچھ نقصان پہنچا تھا جس کی بناء پر سکندر نے اس کی مرمت کرا دی تھی۔ ان سارے علاقوں میں سکندر نے مقامی لوگوں کو حاکم مقرر کیا اس کے بعد دریائے جہلم کو عبور کرنے کے بعد بڑی تیزی سے سکندر اپنے لشکر کے ساتھ دریائے سندھ تک پہنچ گیا۔

دریائے سندھ کے مغرب میں جو سارے علاقے اس نے فتح کئے تھے ان کا انتظام اس نے یونانی افسروں کے حوالے کیا۔ جو شہر اس نے نئے آباد کئے تھے وہاں اس نے ان یونانیوں کو آباد کیا جو بیمار ہو گئے تھے، سفر کرنے کے قابل نہیں تھے یا جو جنگوں کے دوران بری طرح زخمی ہو گئے تھے اور واپسی میں اس کا ساتھ نہیں دے سکتے تھے، انہیں ایسے شہروں میں بسا دیا گیا۔ لشکر کے اندر جو مقامی لشکری بھرتی ہو گئے تھے انہیں انعامات دے کر فارغ کر دیا گیا۔

دریائے سندھ کے کنارے پہنچنے کے بعد سکندر نے وہاں ایک بحری بیڑہ تیار کرنے کا حکم دیا۔ جب یہ بحری بیڑہ تیار ہو گیا تب اپنے پورے لشکر اور سامان کے

ساتھ ان جہازوں کے ذریعے سکندر نے جنوب کا رخ کیا۔ دریا کے اندر سفر شروع کرنے سے پہلے وہ ایک جہاز کے عرشے پر کھڑا ہو گیا۔ اپنے ہاتھ میں اس نے ایک سنہری صراحی لی جو شراب سے بھری ہوئی تھی اور پھر اپنے دیوتاؤں کے نام پر اس نے دریائے سندھ میں شراب لنڈھائی۔

اب سکندر کے بحری بیڑے کے جہاز آہستہ آہستہ دریائے سندھ میں جنوب کا رخ کر رہے تھے۔ اس کے لشکری واپسی کے سفر پر بے حد خوش تھے۔ شور مچا رہے تھے۔ عجیب و غریب آوازوں میں نعرے بلند کر رہے تھے۔ جہازوں اور کشتیوں کے ملاح خوشی میں گا رہے تھے۔ دریائے سندھ وہاں چونکہ بلند کوہستانی سلسلوں سے گزرتا تھا، اس کے کنارے جہازوں سے اونچے تھے، لہٰذا جب یونانی نعرے بلند کرتے تو ان کے نعرے کوہستانی سلسلوں سے ٹکرا کر بلند بازگشت کے ساتھ عجیب سماں برپا کر رہے تھے۔

راستے میں سکندر کو جگہ جگہ مختلف سمتوں سے حملہ آور ہونے والے لوگوں کے خلاف مزاحمت بھی کرنا پڑی۔ مقامی لوگ مسلح ہو کر سکندر اور اس کے لشکریوں پر ٹوٹ پڑتے تھے اور ان کا خاصا نقصان کرتے تھے۔

سکندر اور اس کے لشکری اگر ایک مقام کے حملہ آوروں کو پسپا کرتے تو دوسرے مقامات پر مزاحمت شروع ہو جاتی۔ یونانی تو اپنی جگہ خوش تھے کہ جنگوں کا سلسلہ موقوف ہو گیا اور وہ واپس گھروں کو جا رہے ہیں لیکن جب راستے میں جگہ جگہ جھڑپیں ہونے لگیں تو یونانیوں کے دل میں تلخی پیدا ہو گئی۔ وہ پہلے ہی جنگ سے تنگ آ چکے تھے۔ مشکلات نے ان کے غصہ کو بھڑکا دیا۔ وہ فی الفور اپنے گھروں کو واپس جانا چاہتے تھے لیکن نئے حملہ آوروں نے ان کی ساری خوشیوں پر پانی پھیر دیا تھا۔

راستے میں ایک جگہ انہوں نے پڑاؤ کیا۔ وہاں ایک قلعہ تھا۔ قلعے سے بھی کچھ لوگ نکل کر ان پر حملہ آور ہوئے تھے لہٰذا سکندر نے فیصلہ کیا کہ اس قلعے کو فتح کیا جائے گا۔ اس موقع پر سکندر نے بے باکی اور جرأت مندی کا مظاہرہ کیا۔ جس وقت اس کے لشکری سیڑھیاں لگا کر فصیل پر چڑھنے کی کوشش کر رہے تھے تو وہ بھی ایک سیڑھی کے ذریعے فصیل پر چڑھا۔

لیکن جب وہ فصیل کے اوپر گئے تو محافظوں نے ایسے زوردار انداز میں ان پر حملے شروع کئے کہ بہت سے یونانی فصیل سے نیچے گر گئے۔ جو یونانی سیڑھی لگا کر اوپر

چڑھ رہے تھے ان میں سے کچھ کی سیڑھیاں ٹوٹ گئیں۔ سکندر اور اس کے کچھ ساتھی اس افراتفری میں قلعے کے باہر چھلانگیں لگانے کی بجائے قلعے کے اندر گر گئے۔

قلعے کے اندر گرنے کے بعد سکندر اور اس کے ساتھی فصیل سے پیٹھ لگا کر اپنا دفاع کرتے رہے۔ یہ سکندر اور اس کے ساتھیوں کے لئے بڑا خطرناک موقع تھا۔ شاید اس قلعے کے محافظوں کو پتہ نہ تھا کہ یونانیوں کا سپہ سالار قلعہ کے اندر موجود ہے ورنہ وہ حملہ آور ہو کر وہیں سکندر کا خاتمہ کر دیتے

اتنے میں کچھ اور یونانی قلعے پر چڑھ گئے اور انہوں نے مار دھاڑ کرتے ہوئے قلعے کا دروازہ کھول دیا جس کی بناء پر یونانی لشکر کا ایک بہت بڑا حصہ قلعے میں داخل ہو گیا۔ اتنی دیر تک ایک سنسناتا ہوا تیر سکندر کو لگا تھا اور اسے بری طرح زخمی کر دیا تھا۔

تیر لگنے کے ساتھ ہی چاروں طرف یہ افواہ پھیل گئی کہ سکندر مر گیا ہے۔ یہ خبر سن کر یونانی رونے لگے۔ وہ حوصلہ ہار بیٹھے۔ حیران تھے کہ اب سکندر کی غیر موجودگی میں لشکر کی قیادت کون کرے گا۔ انہیں یہ بھی خطرہ تھا کہ اب وہ اپنے وطن واپس کیونکر جائیں گے۔ اس کے ساتھ ہی انہیں یہ خطرہ بھی لاحق ہو گیا تھا کہ مقامی حکمران اور لشکر سکندر کے نام سے خوف کھاتے تھے۔ سکندر کی موت کا سن کر چاروں طرف لوگ اس خوف سے آزاد ہو جائیں گے اور تمام جنگجو قومیں بغاوت پر آمادہ ہو جائیں گی اور یونانیوں کا قتلِ عام کر دیں گی۔

جب سکندر کے سالاروں کو اس افواہ کی خبر ملی تو انہوں نے اپنے مختلف سالاروں کے ذریعے لشکریوں تک یہ خبر پہنچانا شروع کی کہ سکندر مرا نہیں زندہ ہے۔ لیکن لشکریوں نے اس خبر پر اعتبار کرنے سے انکار کر دیا۔ انہیں اندیشہ تھا کہ لشکر کا حوصلہ بلند رکھنے کے لئے سالار سکندر کے زندہ ہونے کی خبر پھیلا رہے ہیں جبکہ سکندر مارا جا چکا ہے۔

سکندر کو جب اس صورت حال سے آگاہی ہوئی تو اس نے اپنے سالاروں کو حکم دیا کہ وہ اسے گھوڑے پر بٹھائیں تا کہ لشکری اسے دیکھ سکیں۔ جب وہ گھوڑے پر بیٹھا ور ہاتھ ہلانا شروع کیا تب اس کے لشکریوں کو یقین ہوا کہ واقعی سکندر زندہ ہے۔

دریائے سندھ میں سفر کرتے ہوئے سکندر اپنے لشکر کے ساتھ اس جگہ پہنچ گیا جہاں پنجاب کے پانچوں دریا اکٹھے ہو کر دریائے سندھ میں آن ملتے ہیں۔ یونانیوں نے دیکھا وہاں پانی بہت تیز تھا۔ اب یونانیوں کے پاس دو قسم کے جہاز تھے۔ کچھ جہاز

ان صناعوں نے تیار کیے تھے جن کا تعلق کنعانیوں، قبرص اور مصر سے تھا۔ یہ جہاز چوڑے پیندے کے تھے اس تیز پانی میں ان جہازوں کو تو کوئی خاص نقصان نہ پہنچا لیکن جو جہاز یونانیوں نے تیار کیے تھے وہ جہاز اُتھلے تھے، لہٰذا ان میں پانی بھر گیا۔ اس بناء پر سکندر نے وہاں پڑاؤ کرنے کا حکم دیا اور نئے سرے سے جہاز تیار کرنے کا حکم دیا۔

پانی کا سفر کرتے ہوئے سکندر نے مختلف فلسفیوں اور نجومیوں کو اپنے گرد جمع کر لیا تھا۔ ان لوگوں میں یونانی ریاست تھیس کے ریاضی دان، بابل کے ستارہ شناس، کچھ آتش پرست، کچھ مصری علمِ نجوم کے ماہر اور ان میں ایک ہندو جوگی بھی تھا جس کا نام کیلی ناس تھا۔

یہ کیلی ناس سکندر کے ساتھ گفتگو کے دوران اکثر کہا کرتا تھا کہ انسان دوبارہ پیدا ہوسکتا ہے۔ موت کے بعد زندگی حاصل کر سکتا ہے جبکہ ان باتوں پر مقدونی یقین نہیں رکھتے تھے۔ یہ کیلی ناس اپنی مرضی سے ان یونانیوں کے ساتھ ہولیا تھا۔ اس کی ان باتوں پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے آخر سکندر نے کیلی ناس کو مخاطب کر کے پوچھا۔

''بھلا تم ہمارے ساتھ کیوں آ گئے ہو؟''

سکندر کے اس سوال پر کیلی ناس کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ بڑی جرأت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔ ''پہلے بتاؤ تم یہاں کیوں آئے ہو؟ تمہیں چاہئے تھا کہ اپنی سلطنت میں ٹھہرے رہتے اور لوٹ مار کے لئے اس کی حدود سے باہر نہ نکلتے۔''

کیلی ناس کی اس گفتگو کو سکندر نے ناپسند تو بہت کیا لیکن وہ بوڑھا تھا، ہڈیوں کا ڈھانچا تھا لہٰذا اس کے خلاف اس نے کوئی کارروائی نہ کی۔

آخر سکندر اپنے لشکر کے ساتھ سفر کرتے ہوئے سمندر کے کنارے پہنچ گیا۔ وہاں اس نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصے کو سمندر کے راستے آگے بڑھنے کا حکم دیا اور دوسرے حصے کو خود لے کر وہ خشکی پر مغرب کی طرف روانہ ہوا اور دونوں لشکروں کے درمیان یہ طے پایا کہ جو لشکر بحری بیڑے میں سفر کر رہا ہے اور جو خشکی پر سفر کریں گے، دونوں لشکر ایران کے شہر گلاس کرد میں ایک دوسرے سے جا ملیں گے۔

اب سکندر اپنے حصے کے لشکر کو لے کر بلوچستان سے ہوتا ہوا جنوب کی طرف

لیا تھا۔ بلوچستان کے برہنہ میدانوں سے گزرتے ہوئے جب یونانیوں کے سامنے ریت کے ٹیلے آئے اور ان ٹیلوں پر چڑھنا اور پھر اترنا پڑا تب یونانی تنگ پڑنے لگے۔ اس کے علاوہ گرمی اپنے عروج پر آ گئی تھی۔ دن کی گرمی سے بچنے کے لئے رات کے وقت کوچ کیا جاتا تھا۔ سکندر کے ساتھ یونانی صرف اس امید پر آگے بڑھ رہے تھے کہ ایک یا دو دن کا سفر کرنے کے بعد وہ ضرور پانی کے کسی بڑے ذخیرے پر پہنچ جائیں گے۔ لیکن اسی دوران یونانی خوراک کی کمی بھی محسوس کرنے لگے۔ ساتھ ہی جو لشکر بحری بیڑے میں سفر کر رہا تھا اس کی طرف سے بھی پیغام ملنے لگا کہ ان کے پاس خوراک ختم ہو رہی ہے اور یہ صورت حال یقیناً سکندر ہی نہیں اس کے لشکریوں کے لئے بھی تکلیف دہ تھی۔

اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے سکندر نے اپنے لشکر کے کچھ دستے مقرر کئے، انہیں کچھ غلے کے ذخائر دیئے اور ان کے ذمے یہ کام لگایا کہ ضرورت کے اس سامان کو بوروں میں بھر کر ساحل پر رکھ دیں تاکہ بحری بیڑہ جب وہاں پہنچے تو یہ ساری چیزیں وہ سمیٹ کر اپنے جہازوں پر لے جائیں تاکہ لشکریوں کے کام آئیں۔ لیکن سکندر کے لشکر میں چونکہ خوراک کی کمی ہو رہی تھی لہٰذا جو دستے خوراک کے وہ ذخیرے لے کر گئے تھے وہ خوراک وہ خود ہی کھا گئے تھے۔

اپنے لشکر کی اس کارروائی سے سکندر بے حد برہم ہوا۔ آخر اس نے یہ سلسلہ شروع کیا کہ بوروں کے اندر غلّہ اور خوراک بند کر کے اوپر اپنی مُہر لگا تا۔ لیکن سپاہی غلّے کی ایسی کمی محسوس کر رہے تھے کہ ان میں سے اکثر لشکری مُہریں توڑ کر کھانے پینے کی چیزیں نکال لیتے۔ جب کبھی اپنے بحری بیڑے کے لئے سکندر بار برداری کی گاڑیوں اور چھکڑوں میں کھانے پینے کا سامان بھجواتا تو اس کے لشکری وہ سارا سامان خود ہی کھا جاتے اور سکندر سے کہہ دیتے کہ راستے میں چلتے چلتے گاڑیاں ٹوٹ گئی تھیں، جس کی بناء پر خوراک کے ذخیرے تباہ و برباد ہو گئے تھے۔

سکندر کو بھی ان باتوں کا علم ہو گیا تھا کہ اس کے لشکری غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ چھکڑوں کے اندر لدے ہوئے سامان کو استعمال کرنے کے بعد وہ چھکڑے کی لکڑیوں کو جلانے کے کام میں لے آتے ہیں۔ اس طرح آہستہ آہستہ وہ چھکڑوں کی تعداد کم کرتے چلے جا رہے ہیں۔

لیکن سکندر ایسے لشکریوں کے خلاف کوئی کارروائی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے کہ لشکر کے اندر بغاوت پھیل جانے کا خطرہ تھا۔ اب مغرب کی طرف پھیلا ہوا یہ صحرائی علاقہ ایک طرح سے سکندر اور اس کے لشکر کے درمیان قوتِ ارادی کا امتحان بن گیا تھا۔ لشکری صحرا میں سفر کرتے ہوئے تنگ آ چکے تھے اور چاہتے تھے کہ واپس جائیں اور کسی دوسرے راستے سے اپنے گھروں کو روانہ ہوں جبکہ سکندر کسی بھی صورت صحرائے اس سفر کو چھوڑ کر واپس جانے کے لئے تیار نہ تھا۔

آخر یہ مصیبتیں برداشت کرتے ہوئے سکندر اپنے لشکر کے ساتھ ایک روز ایک نالے کے قریب پہنچ گیا جس کے شمال کی طرف کوہستانی سلسلہ بھی تھا۔

سکندر اور اس کے لشکریوں کی بدبختی کہ جس وقت انہوں نے وہاں پڑاؤ کیا ہوا تھا، انتہا درجہ کی تیز اور موسلادھار بارش شروع ہو گئی۔ شمال کے کوہستانی سلسلے سے پانی طوفان کی طرح نیچے آیا۔ چاروں طرف طغیانی پھیل گئی۔ بہت سی عورتیں اور لشکری کچھ پانی میں ڈوب گئے، کچھ بہہ گئے۔ خوراک اور دوسرا سامان بھی بہہ کر ضائع ہو گیا۔ اس کے بعد لشکر پر ایک اور مصیبت ٹوٹ پڑی۔ جب سیلاب کا پانی اتر گیا تو سکندر کے پڑاؤ میں جو پانی تھا وہ ختم ہو چکا تھا۔ یونانیوں نے جب گدلا پانی پینا شروع کیا تو وہ بیمار ہونا شروع ہو گئے۔

اب صورتِ حال زیادہ تشویش ناک ہونا شروع ہو گئی تھی۔ کچھ لوگ سخت بیمار ہو گئے تھے اور لشکر کا ساتھ دینے کے قابل نہ تھے۔ کچھ ایسے بھی تھے جو بہت زیادہ تھک گئے تھے اور گرمی اور پیاس میں سفر کرنے کے قابل نہ رہے تھے۔ ان سب کو سکندر نے پیچھے ہی چھوڑا اور خود لشکر کے ساتھ اس نے کوچ کیا۔ جن لشکریوں کو اس نے پیچھے چھوڑا تھا ان کی دیکھ بھال اور تیمارداری کے لئے بھی کسی کو نہ چھوڑا گیا۔ سکندر وہاں قیام بھی نہیں کر سکتا تھا اس لئے کہ وہاں اب اسے پانی نہ مل رہا تھا۔ اس کے علاوہ بڑی تیزی سے اس کی خوراک کا ذخیرہ بھی ختم ہوتا جا رہا تھا۔ پھر اسے خدشہ تھا کہ اگر اس نے چند روز اور راستے میں پڑاؤ کیا تو اس سمیت پورے کا پورا لشکر بھوکوں مر جائے گا۔

اب وہ ساحلِ سمندر سے کافی دور ہٹ گئے تھے اور ان کے ساتھی جو مقامی راہبر تھے وہ بھی راستہ بھول چکے تھے۔ اب یونانی رات کے وقت دُبِ اکبر کی مدد سے سمت تو معلوم کر لیتے لیکن وہ یہ نہ جان سکتے کہ انہوں نے جانا کس طرف ہے؟ آخر سکندر نے

فیصلہ کیا کہ بائیں جانب کا رخ کرنا چاہئے تاکہ سمندر پر پہنچا جائے اور اپنے بحری بیڑے کا وہاں رک کر انتظار کیا جائے۔

آخر بڑی مشکل سے سکندر لشکر کو لے کر سمندر کے کنارے پہنچا۔ سمندر سے ذرا دور پڑاؤ کیا گیا تاکہ پیاسے لشکری کہیں سمندر کا پانی ضرورت سے زیادہ نہ پی جائیں اور بیمار نہ ہو جائیں۔ وہاں کنوئیں کھودے گئے تاکہ لشکر کے لئے صاف پانی مہیا کیا جائے۔ وہاں چند دن قیام کرنے کے بعد سکندر نے پھر پیش قدمی شروع کی۔ یہاں تک کہ وہ ایک ایسے شہر میں جا پہنچے کہ جس کا نام ان دنوں "پورا" تھا۔

سکندر دراصل اپنے لشکر کے ساتھ ہندوستان سے نکل کر ایران میں داخل ہو چکا تھا اور "پورا" نام کا یہ شہر جنوب مشرقی ایران ہی کا ایک ساحلی شہر تھا۔

سکندر کی خوش قسمتی تھی کہ اسی جگہ اس کا امیر البحر نیارکس بھی اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا جو بحری بیڑے کو لے کر مغرب کا رخ کئے ہوئے تھا۔ آخر سکندر اپنے لشکر کے ساتھ اپنے بحری بیڑے کے پاس جا پہنچا۔ اس طرح لشکر کے دونوں حصے مل گئے۔ اس کے بعد سکندر ایران کے صحرائے لوط کو عبور کر کے جرجان سے ہوتا ہوا ایرانی شہر پرسی پولس کا رخ کر رہا تھا جسے قدیم دور میں پارساگرد کہہ کر پکارا جاتا تھا۔

پارساگرد ہی کے نواح میں ایران کے قدیم شہنشاہ کوروش یعنی سائرس کا مقبرہ تھا۔ جس وقت ایران کو سکندر نے فتح کیا تھا تو اس نے کوروش کے مقبرے پر ایک محافظ مقرر کیا تھا اور اس کے روزینے کے طور پر بھیڑ و آٹا اور شراب مقرر کی تھی۔ سکندر جب دوبارہ ہندوستان سے لوٹتے ہوئے وہاں پہنچا تو اسے پتہ چلا کہ اس کی غیر حاضری میں یہ چیزیں بند کر دی گئی تھیں۔

سکندر نے اپنے جس شخص کو وہاں کا والی مقرر کیا تھا اس سے اس کی وجہ پوچھی تو کوئی مناسب جواب نہ دے سکا جس پر سکندر انتہا درجہ کا برہم ہوا۔ اس موقع پر ایک اور انکشاف ہوا جس نے سکندر کے غصے اور غضب ناکی میں مزید اضافہ کر دیا۔ اس لئے کہ کچھ مقامی لوگوں نے اس پر انکشاف کیا کہ ایران کے شہنشاہ کوروش کے مقبرے میں جو قیمتی چیزیں تھیں وہ سب چرا لی گئی ہیں اور صرف معمولی چیزیں باقی رہ گئی ہیں جن کی نہ کوئی زیادہ قیمت ہے اور نہ ان کی کوئی اہمیت ہے۔

یہ سنتے ہی سکندر گھوڑے پر سوار ہوا۔ اس کے کچھ سالار اور محافظ دستے بھی ساتھ

ہو لئے تھے۔ سکندر پہلے پارسا گرد شہر کی پہاڑی پر پہنچا، اس کے بعد نیچے اترا۔ ا نالے کی طرف گیا جس کے کنارے سائرس یعنی کورش کا مقبرہ بنا ہوا تھا۔

اس نے جب مقبرے کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ واقعی قبر میں ایک شگاف تھا عارضی طور پر بند کرنے کی ناکام کوشش کی گئی تھی۔ کورش کا تابوت خالص سونے کا اور اس پر جو بڑے قیمتی تحائف رکھے ہوئے تھے، جنہیں اس سے پہلے سکندر دیکھ چکا وہ سب غائب تھے۔ قبر پر گرد و غبار اور مٹی پڑی ہوئی تھی۔ سکندر نے جب اس مٹی ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے ہٹایا تو مٹی کے نیچے اسے لکھے ہوئے کچھ الفاظ دکھائی دیئے الفاظ کچھ اس طرح تھے۔

"اے جانے والے، جان لے کہ میں کورش ہوں جس نے ایرانی سلطنت کی بنیاد رکھی اور ایشیا کو ایک مملکت بنایا۔ امید ہے کہ تو میرے اس مقامِ استراحت میں خلل ڈالنا گوارا نہ کرے گا۔"

چونکہ کورش کے مقبرے کا تابوت سونے کا تھا اور اس پر بہت سی انتہا درجہ کی قیمتی اشیاء بھی رکھی گئی تھیں لہٰذا عام لوگ اور چور خلل ڈالنے سے باز نہ رہ سکے۔ اس موقع پر سکندر نے جب مقامی لوگوں سے مشورہ کیا، سوچ بچار سے کام لیا تو وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ سامان مقامی مجوسیوں نے چوری نہیں کیا۔ وہ اس نتیجہ پر بھی پہنچا کہ یہ مجوسی ایرانی ایک عرصے سے کورش کے مقبرے کے محافظ چلے آتے تھے۔ اس وقت انہوں نے اس سامان کی چوری نہیں کی۔ سکندر سمجھ گیا کہ کورش کے مقبرے کا سارا سامان چوری کرنے کا کام یونانیوں نے کیا ہے۔ یہ جان کر سکندر کو بے حد دکھ ہوا۔ چنانچہ وہ غم زدہ سے انداز میں کورش کے مقبرے کی سنگ مرمر کی سیڑھیوں پر بیٹھ گیا۔

وہ خزاں کا موسم تھا۔ تیز ہوائیں چل رہی تھیں جن کی بناء پر چاروں طرف سائیں سائیں کی آوازیں اٹھ رہی تھیں۔ اس موقع پر مقبرے کی سیڑھیوں کے نیچے تین آدمی نمودار ہوئے۔ وہ سفید لباس پہنے ہوئے تھے اور اپنی کمروں پر سرخ رنگ کے پٹکے باندھے ہوئے تھے۔ سکندر کو بتایا گیا کہ وہ تینوں اس سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ اس پر سکندر نے انہیں قریب بلایا اور پوچھا۔

"کہو، تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

اس پر ان تینوں میں سے ایک سکندر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تو یہاں اس لئے ہے کہ تو اس کا جانشین ہے جو جا چکا ہے۔ جانشینی کا یہ سلسلہ قدیم دور سے بادشاہوں میں چلا آ رہا ہے لیکن بعض اوقات یہ منصب کسی کو نہیں ملتا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ نالائقوں کو وراثت نہیں ملتی اور اس پر زور اور قوت سے بھی قبضہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور جب یہ وراثت کسی کو ملتی ہے تو اسے مخفی نہیں رکھا جا سکتا۔ بہت سے بادشاہوں کی عظمت کا دور گزر چکا۔ ان کے نام بھی فراموش کر دیئے گئے یہ وراثت کورش سے تمہیں ملی ہے۔ یہ نہ پوچھنا عظمت کہاں سے آتی؟"

جب ان تین میں سے ایک آدمی نے یہ الفاظ ادا کر دیئے تب سکندر سے اجازت لے کر وہ اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ پھر انہوں نے سکندر کو پتوں میں لپٹی ہوئی انجیریں اور چاندی کے پیالوں میں چھاچھ پیش کی اور ساتھ ہی بڑے پُرسکون انداز میں سکندر کو مخاطب کر کے ایک کہنے لگا۔

"ہم یہ چیزیں آپ کے کھانے کے لئے لے کر آئے ہیں۔"

ان اجنبیوں کی بات سکندر نے مان لی۔ ان کے ساتھ بیٹھ کر اس نے انجیر کھائے۔ چاندی کے پیالوں میں چھاچھ پی۔ پھر ان تینوں میں سے ایک بھاگا بھاگا ندی کی طرف گیا اور وہاں سے پانی لے آیا۔ سکندر کے ہاتھ اس نے دُھلائے، اس کے بعد وہ تینوں اجنبی سکندر سے رخصت ہو کر چلے گئے۔

آخر چند روز تک پارسا گرد میں قیام کرنے کے بعد سکندر نے وہاں سے کوچ کیا۔ اب اس کا رخ شوش شہر کی طرف تھا۔ راستے میں سکندر کو بڑی دل شکن اور خلاف توقع خبر ملی۔ دراصل مشرق کی طرف پیش قدمی کرتے وقت سکندر نے بابل اور سارڈس کے علاقوں پر اپنے ایک سالار ہرپالوس کو حاکم مقرر کیا تھا۔ ہرپالوس نے ان علاقوں میں بڑی بد دیانتی اور خیانت سے کام لیا تھا۔ جب اسے خبر ہوئی کہ سکندر اپنے لشکر کے ساتھ واپس ہو گیا ہے تو وہ بابل اور سارڈس کے سارے خزانوں کو لے کر سمندر کی طرف بھاگا اور جہاز میں سوار ہو کر ایتھنز کی طرف چلا گیا۔ وہاں اس نے بھاری رقوم خرچ کرتے ہوئے ایتھنز والوں کو سکندر کے خلاف بغاوت کرنے پر اکسا لیا تھا۔

سکندر کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اس نے اپنے تیز رفتار قاصد یونان میں اپنے سالار اینٹی پیٹر کی طرف بھجوائے اور اسے سختی کے ساتھ حکم دیا کہ بابل کے حاکم ہرپالوس نے ایشیا سے ایتھنز پہنچ کر جو بغاوت کھڑی کی ہے اسے فی الفور ختم کرنے کی

کوشش کرے۔ لیکن حالات کی ستم ظریفی، سکندر کا سالار جو اس وقت یونان کا نظم ونسق سنبھالے ہوئے تھا اور جس کا نام اینٹی پیٹر تھا وہ حالات پر قابو نہ پا سکا اور نہ ہی سکندر کے خلاف ایتھنز میں اٹھنے والی بغاوت کو فرو کر سکا جس کی بناء پر سکندر نے اینٹی پیٹر کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ اس نے اپنے ایک سالار کریٹیرس کو وہاں کا ناظم مقرر کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ انہی دنوں سکندر کی دوسری بیوی روشنک کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ جس کے باعث خوشیوں کا اہتمام بھی کیا گیا۔

شوش شہر پہنچ کر سب سے پہلے سکندر نے وہاں فتح کا عظیم الشان جشن منانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد اس نے شوش شہر میں اپنی شادی کے علاوہ اپنے دوسرے سالاروں اور ان گنت لشکریوں کی شادی کا بھی اہتمام کیا۔ خود سکندر نے ایران کے شہنشاہ داریوش کی بڑی بیٹی کو اپنی بیوی کے طور پر منتخب کر لیا۔ داریوش کی دوسری بیٹی اپنے سالار ہفا اسنش کے عقد میں دے دی۔ اس کے علاوہ اپنے دوسرے سالار کریٹیرس کی شادی اس نے اپنی پہلی بیوی روشنک کی چھوٹی بہن سے کر دی۔ اپنے تجربہ کار سالار سلونس کو اس نے سپلامہ کی بیٹی سے بیاہ دیا۔ اسی طرح بطلیموس اور پرڈیکاس کے علاوہ کچھ دوسرے سالاروں کی شادیاں بھی ایران کے شاہی خاندان کی لڑکیوں سے کر دی گئی تھیں۔

کہتے ہیں جس وقت ان شادیوں کا اہتمام کیا گیا اس وقت سکندر سمیت سب نے ایرانی لباس پہن رکھے تھے۔ یہ ساری شادیاں ایشیائی طریقے پر ہوئی تھیں۔ پہلے پُر تکلف دعوت کا اہتمام کیا گیا، پھر ساری دلہنوں کو لایا گیا اور ہر ایک اپنے مجوزہ شوہر کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ ہر شخص نے اپنی اپنی دلہن کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اسے بوسہ دیا۔ سکندر نے یہ کام سب سے پہلے کیا۔ پھر ہر ایک اپنی بیوی کو لے کر اپنے اپنے خیمے کی طرف ہو لیا۔

سکندر نے چونکہ یونان میں اپنے نائب اینٹی پیٹر کو معزول کر دیا تھا لہٰذا شوش شہر میں ہی اینٹی پیٹر کا بیٹا کیسنڈر سکندر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے سکندر کے سامنے اپنے باپ اینٹی پیٹر کا دفاع کرتے ہوئے کہا تھا۔

''جن لوگوں نے میرے باپ پر الزام لگائے ہیں انہوں نے یونان سے بہت دور رہتے ہوئے یہ الزام وضع کئے ہیں۔''

دراصل کیسنڈر سکندر پر یہ واضح کرنا چاہتا تھا کہ اس نے جو اس کے باپ اینٹی

پیٹر کو معزول کرنے کا فیصلہ کیا ہے تو یہ فیصلہ غلط ہے۔ تاہم سکندر نے بڑے دھیمے لہجے میں اسے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اگر تم اور تمہارا باپ مجرم ٹھہرے تو ضرور سزا دی جائے گی لیکن ابھی مجھے معلوم نہیں کہ آیا تم یا تمہارا باپ مجرم ہو یا نہیں۔''

سکندر کا یہ معقول جواب سن کر کیسنڈر واپس چلا گیا تھا۔

شوش شہر میں سکندر نے اپنے لشکر کے ساتھ چند روز تک قیام کئے رکھا۔ یہاں اس نے اعلان کیا کہ یونانی دوستوں کی طرح اب ایشیائی دوست بھی میرے عزیز اور رشتہ دار سمجھے جائیں گے۔ اس نے تمام دلہنوں کے لئے اپنے پاس سے جہیز دیا۔ اس کے علاوہ اپنے دس ہزار لشکریوں کی شادیاں بھی اس نے ایشیائی لڑکیوں سے کروائیں اور ان ساری لڑکیوں کو بھی جہیز سکندر کی طرف سے ادا کیا گیا تھا۔

شوش میں قیام کے دوران کچھ لوگوں نے سکندر کو مشورہ دیا کہ ایران کے ان علاقوں کا مرکزی شہر شوش کو قرار دیا جائے لیکن سکندر نے اس سے اتفاق نہ کیا اس لئے کہ سکندر جانتا تھا شوش شہر مشرقی پہاڑوں کے اندر فاصلے پر واقع تھا لہٰذا اسے دارالحکومت نہیں بنایا جا سکتا تھا۔ دراصل دارالحکومت کے لئے سکندر کی نگاہیں بابل پر جمی ہوئی تھیں اس لئے کہ بابل سب سے بڑی شاہراہ پر واقع تھا اور پھر بابل شہر کا فرات کے ذریعے آبی راستہ بھی سمندر تک جاتا تھا۔ اس لئے سکندر کی نگاہوں میں مرکزی حکومت کے لئے شوش نہیں، بابل ہی موزوں تھا لہٰذا سکندر نے چند روز تک شوش میں قیام کرنے کے بعد وہاں سے کوچ کیا۔ اب اس نے بابل کا رخ کیا تھا۔

بابل کی طرف جاتے ہوئے جس وقت سکندر اپنے لشکر کے ساتھ دلدلی علاقوں میں سے گزر رہا تھا اس کے کچھ سالاروں نے اسے یہ خبر پہنچائی کہ اس کی اپنی ریاست مقدونیہ کے رہنے والے کچھ لوگ سکندر سے شاکی ہیں۔

یہ خبر سن کر سکندر کو بڑا دکھ اور صدمہ ہوا۔ اس نے جو لوگ شکایت کرنے والے تھے انہیں بلایا اور مخاطب کر کے کہا۔

”جن لشکریوں کی عمر زیادہ ہو چکی ہے یا جو زخموں کے باعث جنگی خدمات انجام نہیں دے سکتے وہ واپس چلے جائیں۔ انہیں رخصت کے وقت ایسے انعام دیئے جائیں گے کہ جن کی وجہ سے وہ اہلِ مقدونیہ کے لئے رشک کا باعث بن جائیں گے۔ تمہیں یاد ہو گا کہ اس سے پہلے بھی میں نے ان لوگوں کو سنہری ہار دیئے تھے جنہوں نے لشکر کے اندر عظیم الشان خدمات انجام دی تھیں اور پھر میں نے ان لوگوں کی تنخواہ دوسرے لوگوں سے دگنی کر دی تھی اور تم بھی انہی لوگوں میں شامل ہو۔

ان لوگوں کو دراصل سکندر کے خلاف کوئی مالی شکایت نہ تھی۔ انہیں سکندر کے خلاف حقیقی شکایت یہ تھی کہ سکندر نے اب مقدونیوں کی جگہ پارتھیوں اور باختریوں کو اپنے محافظ دستوں میں شامل کر لیا تھا۔ اس کے علاوہ لشکر کے ایک حصے کا سالار اس نے اپنی بیوی روشنک کے بھائی کو مقرر کر دیا تھا۔ اس بناء پر مقدونیوں کے دل میں حسد پیدا ہو چکا تھا۔ انہیں یہ بھی شکایت تھی کہ سکندر غیروں کو عزیز قرار دے کر ان سے محبت کرتا ہے اور ہماری اسے کوئی پرواہ نہیں۔

وہ اصل بات تو سکندر کے سامنے نہ کہہ سکے تاہم باتوں کو ٹالنے کے لئے انہوں نے سکندر سے کہا۔

”وطن میں اپنے اہل و عیال کا گزارہ کرنے کے لئے ہم لوگ سود پر رقم حاصل کرتے ہیں اور ہم پر سود کے علاوہ دوسرا قرضہ بھی بہت ہو چکا ہے۔“

سکندر نے جب ان کی یہ بات سنی تو بڑی فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ”جن لوگوں کے ذمہ کوئی قرضہ ہے ان کے سارے قرضے سرکاری خزانے سے ادا کیے جائیں گے۔ لیکن ہر آدمی کو اپنا نام اور قرضے کی رقم لکھوانا ہو گی۔“

سکندر کا یہ فیصلہ سن کر مقدونی بڑے حیرت زدہ ہوئے۔ ان کا خیال تھا کہ سکندر انہیں فریب دے رہا ہے اس لئے کہ وہ پہلے ہی دوسرے لشکریوں کی نسبت دگنی تنخواہیں لے رہے تھے۔ وہ مقروض بھی نہیں تھے بلکہ انہوں نے کافی دولت جمع کر لی تھی۔ اس بناء پر وہ حیرت زدہ تھے۔ اس لئے کہ سکندر کو بھی حقیقت حال کا علم تھا۔ لہٰذا وقتی طور پر وہ مقدونی خاموش رہے لیکن اندر ہی اندر ان کے دلوں میں پارتھیوں اور باختریوں سے اچھا سلوک کرنے کے خلاف ایک لاوا پکتا جا رہا تھا۔

دریائے دجلہ کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے ہوئے ایک جگہ جب زیادہ دلدلی علاقے آئے اور گرمی بھی زیادہ ہو گئی، کچھ مقدونوی لشکریوں نے یہ کہنا شروع کر دیا۔

”سکندر نے سالہا سال کی لڑائیوں کے بعد ہمیں یہاں چھوڑ دیا اور ہم سے بے تعلقی اختیار کر لی ہے۔“

ان مقدونوی لشکریوں کی جب یہ باتیں سکندر نے سنیں تو اس نے ایک جگہ اپنے لشکر کو رک جانے کا حکم دیا۔ وہ ایک رتھ پر چڑھ گیا اور لشکر کے اندر جو مقدونوی زیادہ باتیں کرتے تھے یا سکندر کے خلاف بولتے تھے انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم سب آدمی جب جا ہو چلے جاؤ۔“

تھوڑی دیر کے لئے سارے مجمع میں ایک سناٹا اور خاموشی طاری ہو گئی تھی۔ کچھ مقدونویوں نے جن کی تعداد 13 کے لگ بھگ تھی، آپس میں صلاح و مشورہ کیا پھر ان میں سے ایک کہنے لگا۔

”ہم آدمی نہیں رہے۔ حادثے ہمیں تباہ کر چکے ہیں۔ ہم محض روحیں رہ گئے ہیں۔ اب ہم کوئی حکم سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔“

یہ الفاظ سنتے ہی غصے میں سکندر کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ وہ جست لگانے کے انداز میں رتھ سے کودا اور اپنے کچھ مسلح جوانوں کو حکم دیا کہ جن لوگوں نے یہ الفاظ ادا کئے ہیں انہیں پکڑ کر موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ پھر سکندر کو کچھ خیال گزرا، اس نے جب دیکھا کہ وہ سب لرزنے کانپنے لگے ہیں تب انہیں مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

"تم سب جانے سے پہلے مجھے یہ بتاتے جاؤ کہ تم کس قسم کے آدمی رہ چکے ہو؟ تم چمڑہ پہنتے تھے اور اردگرد جنگجو قبیلے جب تم پر حملہ آور ہوتے تھے تو تم لوگ پہاڑی کی چوٹیوں پر جا کر چھپ جاتے تھے۔ میرے باپ نے تمہارے لئے لبادے مہیا کئے اور تمہیں شہروں کے آباد کار بنایا۔ میرے باپ نے مقدونیہ کی دولت متحدہ کو یونان دلایا۔
یہ بھی سوچو جب ایشیا پر حملہ آور ہونے کے لئے ہم وطن سے نکلے تھے تو میرے پاس تمہارے گزارے کا کوئی سامان نہ تھا۔ میرے پاس سونے چاندی کے کچھ پیالے تھے اور تھوڑی سی ایک رقم تھی۔ اس کے علاوہ میں نے تم لوگوں کی خاطر کچھ قرض لیا اور یونان کی بہتری کے لئے درۂ دانیال کو پار کیا۔

میں نے تمہیں اس درے سے بخیر و عافیت گزارا۔ اگرچہ اس وقت ایشیائی لوگ سمندروں کے مالک تھے۔ میں نے جو سرزمینیں فتح کیں وہ تمہارے لئے فتح کیں۔ اپنی ذات کے لئے نہیں۔

اس کے علاوہ جن جن علاقوں کو میں نے فتح کیا وہاں تمہیں دولت سمیٹنے کا پورا موقع دیا۔ لیڈیا، ایران اور ہندوستان کی دولت ہمیں ملی۔ میں نے تمہیں اس میں حصے دار بنایا۔ میں نے تمہارے ساتھ پیدل چل کر تکلیفیں اٹھائیں اور ان تکلیفوں کے نتیجہ میں اب بیرونی سمندر بھی ہمارے قبضہ میں ہے۔

اس کے علاوہ یہ بھی سوچو، جو خوراک تم کھاتے تھے وہی میں نے کھائی اور کم سے کم نیند لی۔ تم میں سے کوئی ہے جس نے میرے لئے اتنی تکلیف اٹھائی ہو جتنی تمہارے لئے میں نے اٹھائی ہے؟ اگر ایسا کوئی ہے تو سامنے آئے۔ اپنے زخم مجھے دکھائے۔ اور جو زخم میں نے ان لڑائیوں میں کھائے ہیں وہ میں دکھاؤں گا۔ تم جانتے ہو کہ کوئی ہتھیار اب تک ایسا نہیں بنا جس کے زخم کا نشان میرے جسم پر موجود نہ ہو۔"

یہاں تک کہنے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے سکندر رکا، کچھ سوچا۔ اس موقع پر اس نے محسوس کیا کہ اس کے الفاظ کے ردعمل کے طور پر کچھ مقدونوی آہیں بھر رہے تھے۔ سکندر نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے پھر کہنا شروع کیا۔

"میں اب بھی تمہارا سردار ہوں اور میری ہی وجہ سے تمہیں فاتحوں کی حیثیت ملی ہے۔ میں نے اپنی شادی کے ساتھ تمہاری شادیوں کا بھی جشن منایا۔ ایشیا میں تمہارے جتنے بچے پیدا ہوئے ان سب کی دیکھ بھال کا انتظام کیا۔ اس کے علاوہ میں نے تمہیں

یہ بھی پیش کش کی کہ میں تمہارے قرضے بے باک کر دوں گا اور میں نے تم سے یہ بھی کہا کہ اپنے قرضوں کی مقدار بتاؤ۔ وہ سب قرضے سرکاری خزانے سے ادا کر دیئے جائیں گے۔ یہ بھی سوچو کہ میری قیادت میں تمہارا ایک بھی آدمی بھاگتا ہوا نہ مارا گیا۔ میں تمہیں دریائے سندھ کے پار لے گیا۔ اگر تم لوگ پیٹھ نہ موڑتے تو دریائے بیاس سے بھی آگے لے جاتا۔ تم نے میرے ہاتھوں سے سنہری ہار لئے۔ اب اگر واپس جانا چاہتے ہو تو چلے جاؤ۔ سب چلے جاؤ اور وطن جا کر کہو کہ ہم اپنے حکمران سکندر کو مفتوحوں اور اجنبیوں کے حوالے کر کے چھوڑ آئے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سکندر خاموش ہو گیا۔ پھر وہ پلٹا اور ہجوم میں سے ہوتا ہوا اپنے خیمے میں چلا گیا اور پڑاؤ کے اندر اس نے اعلان کر دیا کہ میں اب کسی سے ملاقات نہ کروں گا۔

لشکری اپنی جگہ ٹھہرے رہے اور سب آہستہ آہستہ آپس میں بات چیت کر کے سکندر کے فیصلے پر بحث کرنے لگے۔ انہیں یہ بھی یقین تھا کہ سکندر ان سے بات نہ کر کے ہر صورت میں اپنی بات منوا کر رہے گا یا ہم سب کو انعام دے کر رخصت کر دے گا لیکن خود واپس نہیں جائے گا۔ وہ یہ بھی سوچنے لگے کہ ایسی حالت میں جب ہم مقدونیا جائیں گے اور لوگوں کو خبر ہو گی کہ ہم اپنے حکمران کو چھوڑ کر آ گئے ہیں تو لوگ ہم پر لعنت بھیجیں گے۔

تین دن تک ایسا ہی سماں رہا۔ لشکر کے اندر کھسر پھسر ہوتی رہی۔ تین دن کے صلاح و مشورے کے بعد مقدونیا سے تعلق رکھنے والے بڑے بڑے سالار اکٹھے ہو کر سکندر کے خیمے پر پہنچے۔ انہوں نے اپنے اپنے ہتھیار خیمے کے دروازے پر رکھ دیئے اور سکندر کو پیغام بھیجا کہ جب تک ہماری بات نہ سنو گے، دن ہو یا رات ہم یہاں سے ہلیں گے نہیں۔ ساتھ ہی انہوں نے سکندر کو یہ بھی یقین دلایا کہ جن لوگوں نے انہیں ایسی باتیں کرنے پر برانگیختہ کیا ہے انہیں ہم سکندر کے حوالے کریں گے۔

آخر سکندر باہر نکلا۔ بڑے بڑے سالاروں نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ پکڑ لئے۔ کچھ نے اس کا دامن تھام لیا۔ اب انہوں نے حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے سکندر پر انکشاف کیا کہ آپ نے ایرانیوں کو عزیز بنا لیا اور ہمیں یہ عزت کبھی نہ دی۔
اس انکشاف پر سکندر بڑا حیرت زدہ ہوا اور مسکراتے ہوئے انہیں مخاطب کر کے

کہنے لگا۔ ''تم لوگ میرے عزیز اور رشتے دار ہو۔ تمہیں اپنے ساتھ ملانے کے لئے مجھے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ جبکہ دوسری قوموں کو مجھے اپنا مطیع بنانے کے لئے بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔''

یہ سن کر مقدونوی خوش ہو گئے۔ اپنے اپنے ہتھیار اٹھا لئے اور مختلف نعرے لگاتے ہوئے اپنی خوشی کا اظہار کرنے لگے۔ اس موقع پر سکندر نے وہاں جشن منانے کا حکم دیا۔ ایک دعوت کا بھی اہتمام کیا گیا۔ اس دعوت میں اس نے مقدونوی سالاروں کو اپنے قریب بٹھایا اور ایرانیوں کو دور بیٹھنے کا حکم دیا۔ اس طرح سکندر اور اس کے لشکر میں جو مدت سے ایک کشمکش چل رہی تھی دریائے دجلہ کے اس جشن میں ختم ہو گئی تھی۔ حسب سابق سکندر نے اپنی مرضی منوالی تھی۔ اب اس نے دریائے دجلہ کے کنارے سے کوچ کیا اور بابل کا رخ کیا۔ بابل شہر پہنچ کر سکندر نے بابل کے قدیم اور عظیم حکمران بخت نصر کے محل میں قیام کیا جو دریائے دجلہ کے کنارے تھے۔

برسین ایک روز کریٹیز کے خیمے میں آئی۔ اس وقت کریٹیز اور اناہیتا اپنے گھوڑوں سے اتر رہے تھے اور گھوڑوں کو انہوں نے خیمے کے کھونٹوں کے ساتھ باندھنا شروع کر یا تھا۔ شاید وہ دونوں گھڑ دوڑ سے واپس آئے تھے۔

اناہیتا نے جونہی برسین کو دیکھا بھاگ کر اس کی طرف بڑھی اور اسے گلے لگاتے ہوئے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''سب سے بڑی بات یہ ہے کہ گزشتہ کئی دنوں سے آپ نے ہم سے ملنے کی کوئی کوشش ہی نہیں کی۔ کیا میری بہن اس قدر زیادہ مصروف ہو گئی تھی کہ مجھ سے ملنے کی خواہش پر ہر چیز غالب آ گئی؟''

اتنی دیر تک کریٹیز بھی اناہیتا کے پہلو میں آن کھڑا ہوا تھا۔ اس نے دیکھا برسین بڑی اُداس اور فکرمند تھی۔ اس موقع پر کریٹیز نے بڑے پیارے انداز میں اناہیتا کا کان پکڑ کر اس کا چہرہ اپنی طرف کیا۔ جواب میں اناہیتا مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

''لگتا ہے مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے جس کی بناء پر میرا کان گرفت میں آ گیا ہے۔''

کریٹیز اس کے ان الفاظ پر خوش ہو گیا تھا۔ کہنے لگا۔ ''تم نے بہن کو باہر ہی

ـ دیا ہے۔ کم از کم اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر پیارے انداز میں اپنے خیمے ...لے کر جاتیں جس طرح گھڑ دوڑ کے بعد مجھے لے کر جاتی ہو۔''

اناہیتا مسکرائی۔ کریٹیز نے اس کا کان چھوڑ دیا پھر اناہیتا نے برسین کا ہاتھ اپنے ...ھ میں لیا اور اسے خیمے کی طرف لے کر چلی۔ کریٹیز ان دونوں کے پیچھے پیچھے تھا۔

تینوں خیمے میں داخل ہو کر جب نشستوں پر بیٹھ گئے تب گفتگو کا آغاز کریٹیز نے ...اور برسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میری بہن! میں دیکھتا ہوں آپ سنجیدہ ہیں، اُداس اور افسردہ بھی ہیں۔ کیا کوئی ...معمولی تبدیلی رونما ہو گئی ہے؟''

اس پر برسین کچھ دیر تک ہونٹ کاٹتی رہی پھر کہنے لگی۔

''کریٹیز میرے بھائی! تمہارا کہنا درست ہے۔ اب سکندر نے مجھے فارغ کر دیا ...ے۔ اس کی دو بیویاں ہیں ایک روشنک اور دوسری داریوش کی بیٹی۔ روشنک کے ہاں ...ی ہو چکا ہے۔ اب وہ سکندر کی نگاہوں میں سب سے زیادہ ہردلعزیز ہو چکی ہے۔ ...فارغ کرنے کے بعد سکندر نے یہ پیشکش کی ہے کہ میری شادی وہ اپنے سالار ...س سے کرا دے گا لیکن میں نے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا ہے۔ میں اتنی گری پڑی بھی ...نا ہوں کہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں کھلونا بنتی رہوں۔ ہر ایک کی چاکری اور ...ت کرتی رہوں۔ اب میں شادی نہیں کروں گی۔''

برسین کے ان الفاظ پر اناہیتا بے چاری رو دینے والی ہو گئی تھی۔ اس کی گردن ...ئی تھی۔ اس موقع پر کریٹیز نے برسین کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''میری بہن! کون تم سے کہتا ہے کہ تم نیارکس سے شادی کرلو؟ کوئی بھی تم سے ...تی نہیں کر سکتا۔ اگر کسی نے ایسا کرنے کی کوشش کی تو میں موجود ہوں۔ تمہارے ...نے آہنی دیوار بن کر کھڑا ہو جاؤں گا۔ اگر تم کہو تو اس سلسلے میں، میں خود سکندر سے ...کروں۔''

برسین نے مسکراتے ہوئے کریٹیز کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا اور اسے ...تے ہوئے کہنے لگی۔ ''نہیں میرے بھائی! ایسا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ...کندر کے سامنے نیارکس سے شادی کرنے سے انکار کر چکی ہوں۔ اب میں تم ...ں کے پاس ایک خاص مقصد کے تحت آئی ہوں۔ اگر تم دونوں میاں بیوی نے میری

بات مان لی تو میں سمجھوں گی میں نے کچھ نہیں گنوایا۔"

اس موقع پر اناہیتا چونکنے کے انداز میں برسین کی طرف دیکھنے لگی جبکہ کریٹیز نے شکایت بھرے انداز میں برسین کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"تو گویا آپ ہم سے کسی بات کی توقع رکھتی ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی چاہتی ہیں کہ آپ اس سلسلے میں ہم دونوں سے کوئی اجازت لیں۔ برسین میری بہن! آپ کے ان الفاظ سے مجھے بے حد دکھ اور صدمہ ہوا۔ اگر آپ کچھ چاہتی ہیں تو اس سلسلے میں آپ کو ہم دونوں میاں بیوی سے پوچھنے یا اجازت لینے کی تو ضرورت نہیں ہے۔ آپ جہاں میری بڑی بہن ہیں، وہاں اناہیتا کی سگی اور بڑی بہن ہیں۔ اناہیتا کی آپ نے پرورش کی ہے۔ اس لحاظ سے اس کے لئے آپ ماں کا درجہ رکھتی ہیں۔ میری بڑی بہن ہیں اور بڑی بہن ماں کا مقام رکھتی ہے۔ آپ کا ہر فیصلہ، آپ کی ہر بات میرے اور اناہیتا دونوں کے لئے حکم کا درجہ رکھتی ہے۔"

جس وقت کریٹیز یہ الفاظ ادا کر رہا تھا اناہیتا فخریہ اور توصیفی انداز میں کریٹیز کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جب وہ خاموش ہوا تب وہ برسین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"برسین میری بہن! کریٹیز ٹھیک کہتے ہیں۔ آپ کا ہمارے ساتھ رشتہ ایسا ہے کہ آپ جو بھی کہیں گی ہم اسے حکم جان کر اس کی تعمیل کریں گے۔ کہیں، آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟"

برسین نے ہونٹوں پر زبان پھیری، کچھ سوچا، پھر کہنے لگی۔ "میں چاہتی ہوں میں اپنا سامان اٹھا کر تم دونوں کے خیمے میں آن رہوں اور پھر تینوں مل کر فیصلہ کریں کہ اب ہم نے کہاں رہائش اختیار کرنی ہے؟ میرے خیال میں سکندر اب بابل میں ہی قیام کرے گا اور اس کی باتوں سے میں نے اندازہ لگایا ہے وہ واپس یونان نہیں جائے گا۔"

برسین جب خاموش ہوئی تب کریٹیز کہنے لگا۔ "اگر وہ مستقل طور پر بابل ہی میں قیام رکھنا چاہتا ہے اور واپس نہیں جانا چاہتا تو ہماری ذات پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میرے ساتھ جو اس نے گفتگو کی ہے اس سے بھی میں نے اندازہ لگایا ہے کہ وہ یہیں قیام کرے گا۔ اسی بناء پر اس نے بابل کے قدیم شہنشاہ بخت نصر کے محل میں قیام کر لیا ہے اور میرے خیال میں اس قیام کو وہ یہاں مستقل بنانے کا خواہش مند ہے۔

برسین میری بہن! اگر اس نے ایسا کیا تو ہم بھی بابل شہر کے اندر ایک حویلی

حاصل کر لیں گے۔ میرے پاس کافی رقم ہے اور پھر تینوں اس حویلی میں خوشگوار زندگی بسر کرنے کی ابتداء کریں گے۔ اور اگر سکندر نے بابل میں مستقل قیام نہ کیا، کہیں اور جانے کا عزم کیا تو پھر حالات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم فیصلہ کریں گے کہ ہمیں کیا کرنا ہے؟"

اس کے ساتھ ہی کریٹیز اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور برسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"برسین میری بہن! تم یہیں بیٹھو، میں تمہارا سامان اٹھا کر یہیں لے آتا ہوں۔ اب تم ہم دونوں کے ساتھ ہی رہو گی۔ میں سامان لے آؤں، پھر تینوں بیٹھ کر اکٹھے کھانا کھاتے ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی کریٹیز خیمے سے نکل گیا تھا۔

سکندر ایک روز دریائے دجلہ کے کنارے بخت نصر کے شاہی محل کی چھت پر کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا جہاں رات کے وقت ٹھنڈی ہوا چلتی تھی اور نیچے بازار میں شعلوں کی روشنی ایسی نظر آتی تھی جیسے جگنو چمک رہے ہوں۔ اس موقع پر ایک شخص سکندر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"آپ نے درہ دانیال سے ہندوستان کی دور دراز کی سرزمینوں تک اپنی فتوحات کا سلسلہ پھیلایا لیکن ایک ایسے مقام کو نظر انداز کر دیا جو دنیا میں سب سے زیادہ مشہور اور معروف ہے۔ اگر اس پر حملہ آور ہو کر ہندوستان، ایران اور لیڈیا کی طرح آپ اس پر بھی قبضہ کر لیں تو دنیا کے کونے کونے میں آپ کی شہرت کے علاوہ آپ کی قوت اور ثروت کا چرچا ہو جائے گا۔"

اس موقع پر سکندر کا سالار نیارکس بھی اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور ایک طرف بطلیموس اور کچھ دوسرے سالار بھی تھے۔ یہ ساری گفتگو سن کر سکندر کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی اور اپنے مخاطب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں تیری گفتگو کا مطلب نہیں سمجھا۔ تیرا اشارہ کن سرزمینوں اور کس شہر کی طرف ہے؟"

اس پر وہ شخص بولا اور کہنے لگا۔ "میرا اشارہ عرب کی سرزمینوں کی طرف ہے

جہاں سے خوشبوئیں آتی ہیں۔ وہاں ایک شہر ہے۔ نام اس کا مکہ ہے۔ اس میں ایک مقام ہے جسے لوگ بیت اللہ یعنی خدا کا گھر کہتے ہیں۔ دور دور سے لوگ وہاں جاتے ہیں اور اس کا طواف کرتے ہیں۔ اس بناء پر اس شہر کو بڑی شہرت، بڑی عزت اور بڑا وقار حاصل ہے۔ اس سے پہلے بہت سے لوگوں نے اسے فتح کرنا چاہا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ اے سکندر! اگر تو اپنے لشکر کے ساتھ بابل سے کوچ کرے اور عرب کے صحرا میں داخل ہو کر اس شہر کو فتح کر لے تو یاد رکھنا تجھے پوری دنیا کے اندر ایسی شہرت، ایسی عظمت اور ایسا وقار حاصل ہو گا کہ جو عزت اب تک تمہیں حاصل ہے یہ اس کے مقابلے پر کچھ بھی نہ ہو گی۔ اس سے پہلے کچھ لوگوں نے اس پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا مگر ان پر ڈر اور خوف طاری ہو گیا اور وہ ایسا نہ کر سکے۔"

جواب میں سکندر نے ایک قہقہہ لگایا۔ اس لئے کہ اسے یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوئی کہ کوئی شخص صرف ڈر کے مارے ان سرزمینوں پر حملہ آور نہ ہوا تھا۔ پھر اسے بتایا گیا کہ عرب کی سرزمین کم از کم ہندوستان کے برابر تو ضرور ہو گی۔

یہ ساری تفصیل سن کر سکندر بے حد خوش ہوا اور اس نے فیصلہ کر لیا وہ اس سرزمین اور اس شہر پر ضرور حملہ آور ہو گا۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد اس نے کہنا شروع کیا۔

"ہمارا بحری بیڑہ عرب کے اردگرد جہازوں کا چکر لگائے گا جبکہ میں خود ایک مہم خشکی کے راستے لے جاؤں گا۔ صحرائے عرب سے گزرتے ہوئے میں اس شہر کا رخ کروں گا جس کے اندر لوگ ایک مقام کا طواف کرتے ہیں۔ اس طرح اسے فتح کرنے کے بعد ہم اپنے بحری بیڑے کی طرف جائیں گے اور اس کے ذریعے لشکر کے دونوں حصے دریائے نیل میں پہنچ جائیں گے۔ اس طرح ان جنوبی صحراؤں کے ان اسرار سے واقف ہو جائیں گے جن سے ان سے پہلے کسی نے پردہ نہیں اٹھایا۔"

بہرحال بخت نصر کے محل کی چھت پر ہونے والی اس گفتگو کے بعد مکہ اور عرب پر حملہ آور ہونے کے لئے سکندر نے اپنی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ بابل میں اس نے چار سو جہاز سازی شروع کرا دی تھی۔ دس دس اور بیس بیس چپوؤں والے جہاز بننے لگے تھے۔

جب ایسا ہی ایک بحری جہاز تیار ہو گیا تو سکندر اس پر سوار ہو کر جہاز کے امتحان کی غرض سے دریائے دجلہ میں جنوبی سمت روانہ ہوا۔ اس طرح وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ

کیا اپنے بحری بیڑے کو وہ دریائے دجلہ میں عرب کی سرزمینوں تک لے جا سکتا ہے؟ جب جہاز بنائے جا چکے، باقی تیاریاں بھی مکمل ہو گئیں تب سکندر نے فیصلہ کیا کہ تین دن بعد وہ اپنے بحری بیڑے اور لشکر کو حرکت میں لائے گا اور عرب کی سرزمینوں پر حملہ آور ہو گا۔

اسی روز کریٹیز جب اپنے خیمے میں داخل ہوا تو پریشان اور فکرمند تھا۔ برسین اور اناہیتا دونوں اس وقت خیمے میں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ اسے دیکھتے ہی دونوں کھڑی ہو گئیں۔ کریٹیز آگے بڑھ کر ان کے قریب بیٹھ گیا۔ وہ دونوں بھی بیٹھ گئیں۔ پھر برسین نے بڑے پیار اور محبت میں کریٹیز کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''میں نے سنا ہے سکندر عرب کی سرزمینوں پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر چکا ہے۔ وہاں ایک ایسا مقدس گھر ہے اس پر بھی وہ حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ مجھے یہ تفصیل کچھ ایسے لوگوں نے بتائی ہے جو بابل کے رہنے والے ہیں اور ان کا ان سرزمینوں میں آنا جانا ہے۔ کریٹیز! اگر میرا اندازہ غلط نہیں تو یہ جو تم اداس اور افسردہ ہو تو اسی بناء پر ہو کہ سکندر نے ان علاقوں پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔''

برسین جب خاموش ہوئی تب کریٹیز نے اپنے لبوں پر ہلکا سا تبسم بکھیرا پھر کہنے لگا۔ ''اس میں کوئی شک نہیں کہ سکندر نے ان مقدس مقامات پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کیا ہے لیکن کامیاب نہیں ہو گا۔ اس سے پہلے بڑے بڑے جابر، بڑے بڑے قاہر لوگوں نے ان مقامات کو برباد کرنا چاہا لیکن خود برباد ہو کر چلتے بنے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد کریٹیز رکا پھر کہنے لگا۔ ''پہلے میرا ارادہ تھا کہ میں سکندر کے ایک مشیر اور سالار کی حیثیت سے یہاں کام کرتا رہوں گا۔ لیکن اگر سکندر نے ان سرزمینوں پر حملہ آور ہونے کے لئے عملی قدم اٹھایا تو میں اس کے لشکر سے علیحدہ ہو جاؤں گا۔ اس کے لشکر میں شامل رہتے ہوئے میں ایسے بڑے اور گھناؤنے گناہ کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔''

کریٹیز جب خاموش ہوا تب اناہیتا فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''آپ کی آمد سے پہلے برسین مجھے عرب کی سرزمینوں کے علاوہ وہاں جو مکہ نام کا شہر ہے اور اس کے اندر جو ایک مقدس مقام ہے اس سے متعلق تفصیل بتا رہی تھیں لیکن

یہ بھی یہاں کے مقامی لوگوں سے سن کر آئی ہیں جو ادھوری ہیں۔ یہاں کے لوگوں نے بتایا تھا کہ اُر شہر میں جو نبی تھے اور جن کا نام ابراہیمؑ تھا، انہی کی وجہ سے یہ شہر آباد ہوا۔ برسین کو کچھ لوگوں نے یہ بھی بتایا کہ دراصل جس مقدس جگہ کا لوگ طواف کرتے ہیں اور جو مکہ کے اندر ہے اس مقام کی تعمیر پہلے انسان اور پہلے نبی آدمؑ نے کی تھی۔ بعد میں عالمی سیلاب آیا تو اس گھر کو بھی نقصان پہنچا۔ لہٰذا کائنات کے ناظم اور مالک نے اُر کے نبی ابراہیمؑ اور ان کے بیٹے کے ذریعے اس گھر کو پھر پہلی بنیادوں پر قائم و دائم کرایا۔ یہ تفصیل ادھوری ہے، مکمل نہیں۔ کیا آپ اس شہر اور اس مقدس مقام اور اس شہر کے آباد ہونے کی تفصیل ہمیں بتائیں گے؟''

جواب میں لمحہ بھر کے لئے کریٹیز نے اناہیتا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''اگر بابل کے مقامی لوگوں سے تمہیں کچھ تفصیل مل ہی چکی ہے تو میں مزید تمہاری معلومات میں اضافہ کرنے کے لئے کچھ کہتا ہوں۔ جس شہر پر سکندر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر رہا ہے وہ بڑا مقدس، متبرک، معزز اور قابل صد تعظیم اور تکریم ہے۔ ہمارے عرب کی قدیم روایات کے مطابق مکہ کا یہ شہر اور اس کے اندر جو مقام ہے دنیا بھر میں اس جیسا تقدس کسی شہر، کسی مقام کو حاصل نہیں۔ ہمارے ہاں یہ بھی روایت چلی آتی ہے کہ کائنات کے مالک نے زمین کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل اس شہر کو وجود بخشا تھا اور اس شہر کی سرزمین اس وقت پانی کے اوپر سفید جھاگ کی مانند تھی۔ پھر اسی کے نیچے سے خدائے واحد نے اپنی قدرت سے زمین بچھا دی۔

اگر بابل کے کچھ لوگوں سے تمہیں اللہ کے نبی ابراہیمؑ سے متعلق کچھ تفصیل مل ہی چکی ہے تو میں مزید یہ بتانا چاہوں گا کہ اُر شہر میں پیدا ہونے والے اللہ کے نبی جن کا نام ابراہیمؑ تھا، انہوں نے اس وقت فلسطین میں قیام کر رکھا تھا جب خداوند قدوس کی طرف سے انہیں حکم ملا کہ کعبۃ اللہ کی تعمیر کا کام ان سے لیا جانا ہے تا کہ اس گھر کو پاک صاف کر کے طواف و نماز سے آباد کیا جائے۔ یہ بھی خدائے واحد کی طرف سے اللہ کے نبی ابراہیمؑ کو حکم ملا کہ سر دست اپنے چہیتے لخت جگر اور رفیقۂ حیات کو اس سنسان بیابان میں چھوڑ آئیں تا کہ وہاں آبادکاری کی ابتدا ہو۔ آپ کی بیوی کا نام ہاجرہؑ، شیر خوار بیٹے کا نام اسماعیلؑ تھا۔

چنانچہ کائنات کے مالک کے حکم کے مطابق اللہ کے نبی نے اپنی رفیقۂ حیات اور

شیر خوار فرزندِ دلبند کو ایک درخت کے نیچے بٹھا دیا اور اپنی بیوی کو آرام کرنے کی تلقین کی اور خود واپس جانے کا فیصلہ کیا۔ اس وقت تک وہاں نہ کوئی انسانی آبادی تھی نہ ہی پانی کا نام ونشان تھا اور نہ ہی زندگی کی بقاء کا کوئی ظاہری وسیلہ نظر آتا تھا۔ جس وقت اللہ کے نبی ابراہیمؑ اپنی بیوی اور بیٹے کو وہاں بٹھا کر رخصت ہونے لگے تو آپ کی بیوی نے آپ کا دامن تھام کر انتہائی عاجزی سے گزارش کی۔

''اس لق و دق صحرا اور چٹیل میدان میں ہمیں یکہ و تنہا چھوڑ کر آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ یہاں نہ تو کوئی مونس و مددگار ہے اور نہ ہی حیاتِ ناپائیدار کو سہارا دینے کے لئے کوئی چیز موجود ہے۔''

لیکن اللہ کے نبی نے اپنی زوجہ کی بات سنی ان سنی کر دی۔ چپ چاپ رخ پھیر لیا۔ جب اللہ کے نبی نے اپنی بیوی کے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا تب آپ کی بیوی ہاجرہؑ پھر بول اٹھی۔

''کیا یہ آپ سب کچھ خداوند قدوس کے حکم سے کر رہے ہیں؟''

اپنی بیوی کے ان الفاظ پر اللہ کے نبی بولے اور کہنے لگے۔

''ہاں! یہی میرے خدا کا حکم ہے۔''

اس پر اس بہادر اور خدا پرست خاتون نے اللہ کے نبی کو مخاطب کر کے کہا۔ ''اگر یہ بات ہے تو پھر آپ تشریف لے جایئے۔ کائنات کا مالک ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔''

چنانچہ اللہ کے نبی اب اپنی بیوی بچے کو وہاں چھوڑ کر رخصت ہوئے اور رخصت ہوتے وقت کہہ دیا کہ وہاں ایک جھونپڑا بنا لینا۔ وہاں سے ذرا ہٹ کر آپ ریت کے ایک ٹیلے کے قریب پہنچے۔ ٹیلے کے قریب آپ رک گئے۔ اپنی بیوی اور بچے کی طرف دیکھا۔ جب انہیں یقین ہو گیا کہ اب ان کی بیوی نہ تو ان کا پیچھا کر رہی ہے اور نہ ہی یہاں بیوی کی نظر ان پر پڑ سکتی ہے، اب وہ مکمل طور پر نظروں سے اوجھل ہیں تب وہ وہاں بیٹھ گئے۔ وہ گھر جو آدمؑ کے دور سے مقدس تھا اور جس کی بنیادیں وہاں صحرا کے اندر موجود تھیں اس کی طرف چہرہ کر کے ابراہیمؑ نے انتہائی عاجزی اور انکساری میں دعا مانگنی شروع کی تھی۔

''اے ہمارے رب، میں اپنی اولاد کو تیرے محترم گھر کے قریب ایک چٹیل میدان میں جو نا قابلِ زراعت ہے، آباد کرتا ہوں تا کہ وہ عبادت کا اہتمام کریں۔ تو لوگوں کے

دلوں کو ان کی طرف مائل فرما دے اور انہیں پھلوں سے رزق عنایت فرما تا کہ تیرا شکریہ ادا کریں۔''

اللہ کے نبی کی اس رخصتی کے بعد آپ کی زوجہ عجیب سی مشکل اور شش و پنج میں تھیں۔ کبھی وہ صحرا کے اندر اپنی تنہائی اور بے بسی کا خیال کرتیں اور کبھی ان کی مشفقانہ نگاہیں اپنے ننھے منے اکلوتے بیٹے کی حالتِ زار کا نظارہ کرنے لگتیں۔ اس بھیانک جنگل میں نہ تو کسی انسان کا گزر تھا، نہ ہی کوسوں دور تک آبادی کا کہیں نام ونشان تھا۔ اس بے آب و گیاہ وادی میں کھانا تو کجا پانی کا ایک قطرہ بھی میسر نہ تھا۔

ننھی سی جان کی یہ حالتِ زار ماں کی مربیانہ نگاہیں آخر کب تک دیکھ سکتی تھیں۔ اپنے نونہال کی زندگی کا اُجڑتا ہوا باغ بچشم خود دیکھنا جب ناقابلِ برداشت ہو گیا تو وہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئیں اور محسوس کیا کہ بچہ پیاس کی وجہ سے تڑپنے لگا ہے۔''

یہاں تک کہتے کہتے کرٹیز رک گیا۔ اس لئے کہ اس کی آنکھوں میں آنسو اتر آئے تھے۔ پھر کئی آنسوؤں کے قطرے گر کر اس کے دامن پر جذب ہو گئے تھے۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے اناچا کٹ کر رہ گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں بھی نمی اتر آئی تھی۔ وہ رونے والی ہو گئی تھی۔ دوسری طرف برسین بھی اداس اور افسردہ ہو چکی تھی۔ یہاں تک کہ کرٹیز نے پھر کہنا شروع کیا۔

''آخر ماتا کی ماری وہ خاتون اٹھی۔ قریب ہی واقع صفا نام کا ایک پہاڑی سلسلہ تھا اس پر چڑھ کر مضطربانہ اور متجسسانہ نگاہیں دوڑائیں کہ شاید کوئی بھولا بھٹکا آدمی ادھر آتا نظر آئے یا کہیں پانی کی نشان دہی ہو جائے مگر نگاہیں مایوسی اور محرومی کے ساتھ ہر طرف سے لوٹ آئیں۔

صفا کے اس کوہستانی سلسلے سے اتر کر محترم خاتون نے بڑی تیزی سے ایک وادی کو پار کیا اور دوسری طرف کے کوہستانی سلسلے پر چڑھ گئیں جس کا نام مروہ ہے۔ وہاں بھی پوری یک جہتی اور توجہ کے ساتھ گرد و پیش کے میدانوں کا جائزہ لیا لیکن جب وہاں بھی کچھ دکھائی نہ دیا تب جبلِ مروہ سے اتر کر پھر کوہستانِ صفا کا رخ کیا۔ درمیان میں تھوڑا سا نشیبی حصہ رفتہ رفتہ طے کر کے صفا پر چڑھ گئیں۔ اس طرح اس عمل کو انہوں نے سات مرتبہ دہرایا۔ اسی دوران وہ اپنے بچے کو بھی بار بار دیکھ جاتیں۔ پیاس کی وجہ سے بچے کی بگڑتی حالت کو دیکھ کر اس خاتون کے غم و الم اور کرب و ملال میں اضافہ ہوتا

چلا گیا تھا۔

ساتویں مرتبہ جب وہ خاتون مروہ پر آئیں تو انہیں کوئی دل آویز آواز سنائی دی۔ خاموش اور ہمہ تن گوش ہو کر آواز کی طرف متوجہ ہوئیں۔ سوچنے لگیں کہ آخر یہ آواز کیسی ہے، کہاں سے آ رہی ہے۔ یہاں تک کہ اس خاتون نے وہ آواز پھر سنی اور اب آواز پہلے کی نسبت زیادہ صاف ہو کر سنائی دی تھی۔

یہ آواز سن کر خاتون پلٹیں۔ جب بچے کے پاس آئیں تو وہاں جو منظر تھا اسے دیکھ کر دنگ رہ گئیں۔ خاتون نے دیکھا ان کے لختِ جگر اسماعیلؑ کے قریب ایک بزرگ ترین ہستی سراپائے نور بن کر کھڑی تھی۔ یہ وہی فرشتہ تھا جسے جبرائیلؑ کہتے ہیں اور جو پیغمبروں کے پاس اللہ کا پیغام لے کر آتا ہے۔

جبرائیلؑ انسانی شکل میں تھے۔ اس خاتون کو مخاطب کر کے پوچھا۔

''آپ کون ہیں؟''

خاتون نے جواب دیا۔''میں اللہ کے نبی ابراہیمؑ کے فرزند جگر بند اسماعیلؑ کی والدہ ہوں۔''

جبرائیلؑ نے پھر پوچھا۔''وہ تمہیں اس سنسان بیابان جنگل میں کس کے سپرد کر کے گئے ہیں؟''

خاتون نے پھر جرأت مندی کا اظہار کر کے فرمایا۔''اللہ کے حوالے۔''

جواب میں جبرائیلؑ نے پُرسکون انداز میں کہا۔''پھر تو وہ کافی اور شافی ہے۔''

اس پر جبرائیلؑ نے اپنی ایڑھی زمین پر رگڑی اور خداوند قدوس کی قدرت سے وہاں پانی کا چشمہ ابلنے لگا۔ محترم خاتون نے لپک کر مشکیزہ پانی سے بھرنا شروع کیا۔ جب وہ بھر گیا تو خیال گزرا کہ کہیں یہ پانی اِدھر اُدھر بہہ کر ضائع نہ ہو جائے اس لئے اس کے اردگرد مٹی کی باڑھ باندھنی شروع کر دی اور اپنی زبان میں پانی کو مخاطب کر کے کہنے لگیں۔

''زم، زم (یعنی رک جا، رک جا)''

اس طرح جبرائیلؑ تو وہاں سے چلے گئے اور اس محترم خاتون اور بچے کی وجہ سے وہاں ایک چشمہ جاری ہو گیا جس کا نام ہی زم زم پڑ گیا۔ جو اب بھی رواں دواں ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد کرٹیز رکا پھر کہنے لگا۔''اس کے بعد عربوں کا ایک قبیلہ جس کا نام جرہم ہے وہاں آ کر آباد ہو گیا۔ اس طرح مکہ شہر آباد ہونا شروع ہو گیا اور پھر اللہ کے نبی ابراہیمؑ دوبارہ وہاں آئے اور اپنے بیٹے اسماعیلؑ کے ساتھ وہاں انہوں نے اللہ کا گھر تعمیر کیا جسے ہم عرب کعبۃ اللہ کہتے ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد کرٹیز رکا، پھر اس کی چھاتی تن گئی اور برسین اور انابیتا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میرا دل کہتا ہے سکندر اللہ کے اس گھر اور اس مقدس سرزمین پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر کے اپنے لئے عذاب اور مصیبتوں کو آواز دینے لگا ہے اور میرا دل یہ بھی کہتا ہے کہ یہ اس گھر، اس سرزمین پر حملہ آور نہ ہو سکے گا۔''

اتنا کہنے کے بعد کرٹیز جب خاموش ہو گیا تو انابیتا اپنی جگہ سے اٹھی۔ اس کا دل بہلانے اور اس کا رخ دوسری باتوں کی طرف کرنے کے لئے اس نے اس کا ہاتھ پکڑا، اسے اٹھایا پھر کہنے لگی۔

''اٹھیں، میں آپ کا لباس تبدیل کراتی ہوں۔ اس کے بعد آپ کھانا لائیے گا۔ اکٹھے بیٹھ کر کھاتے ہیں۔''

اس موقع پر کرٹیز نے ایک پیار بھری نگاہ انابیتا پر ڈالی پھر چپ چاپ اٹھ کر اس کے ساتھ ہو لیا تھا۔ اس کا لباس تبدیل کرانے کے لئے انابیتا اسے خیمے کے ایک کونے کی طرف لے گئی تھی۔

سکندر نے حکم دے دیا تھا کہ عرب پر حملہ آور ہونے کے لئے اس کا لشکر دو گروہوں میں جنوب کی طرف بڑھے گا۔ ایک خشکی کے راستے جائے گا، دوسرا دریائے دجلہ کے اندر بحری بیڑے کی صورت میں جنوب کا رخ کرے گا۔ لیکن مہربان قدرت نے سکندر کو ایسا کرنے کی مہلت ہی نہ دی۔ اس نے جو کوچ کے لئے تین دن کی مہلت دی تھی تو پہلے دن ہی رات کے وقت اسے تیز بخار ہو گیا۔ اس نے اسے عام سا بخار سمجھا اور معمول کے مطابق اس نے اپنے دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے قربانی دی۔ ساتھ ہی اپنے امیر البحر نیارکس کو یہ بھی حکم دیا کہ تین دن بعد بحری بیڑہ اور لشکر کوچ کریں گے۔ لہٰذا ہر طرح کی تیاریوں کو آخری شکل دے دی جائے۔

اگلے روز سکندر کا بخار تیز ہو گیا۔ اپنے دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے اس نے پھر قربانیاں دی۔ دراصل عرب پر حملہ آور ہونے کے لئے جو اس نے تین دن مقرر کئے تھے وہ تینوں دن اپنے دیوتاؤں کے لئے قربانی دے کر بابل سے جنوب کا رخ کرنا چاہتا تھا۔

تیسرے دن جب اس نے قربانی دینے کا عزم کیا اور اٹھنا چاہا تو اٹھ نہ سکا۔ اس کے سالار اسے پالکی میں بٹھا کر باہر لے گئے تاکہ وہ اپنے دیوتاؤں کے لئے قربانی کی رسم ادا کرے۔ اس دوران اس پر خاصی نقاہت طاری ہو گئی تھی۔ اور پھر عجیب بات یہ کہ اسی وقت اس کی زبان بھی بند ہو گئی۔ وہ بول نہ سکتا تھا۔

قربانی کے بعد اس کے سالار اسے واپس دریائے دجلہ کے کنارے بخت نصر کے محل کے اندر لے گئے جہاں اس نے دم توڑ دیا۔ مرتے وقت اس کی عمر بتیس سال اور آٹھ مہینے کے لگ بھگ تھی۔

وہ جوانی میں ہی چل بسا تھا اور سلطنت کا جو خواب اس نے دیکھا تھا، اس کی تعبیر ادھوری رہ گئی تھی۔ کچھ مورخ یہ بھی لکھتے ہیں کہ اگر سکندر زندہ رہتا تو اس کے لئے

دشواریاں اٹھ کھڑی ہوتیں۔ اس لئے کہ اس نے اپنی فتوحات کے بل بوتے پر جو وسیع سلطنت قائم کی تھی اس میں طرح طرح کے مسائل، بغاوتیں اور سرکشی کھڑی ہونے کے امکانات تھے لہٰذا سکندر سلطنت کی اس برہمی کا رنج اٹھانے سے پیشتر ہی دنیا سے اٹھ گیا۔

اس کے مرنے کے بعد اس کی ذاتی ریاست مقدونیہ میں بھی انقلاب برپا ہو گیا۔ سکندر کی سلطنت ابھی ابتدائی حالت میں تھی چونکہ سکندر اپنی ریاست مقدونیہ سے زیادہ عرصہ غائب رہا تھا لہٰذا وہ لوگ اس کی توجہ سے محروم رہے۔ اس کے علاوہ سکندر اپنے لئے کوئی قطعی لقب اختیار کرنے سے پیشتر ہی مر گیا۔ اس کی وفات کے بعد مقدونیہ کے اکثر بیوپاری لوگ یہ سمجھنے لگے تھے کہ سکندر ایشیا پہنچ کر یا تو دیوانہ ہو چکا ہے یا پھر مطلق العنان فرمانروا کی حیثیت اختیار کرنے کا اس نے ارادہ کر لیا ہے۔

اس کے علاوہ اینٹی پیٹر کی کارگزاری پر ناخوشی کا اظہار کرتے ہوئے سکندر نے اسے معزول کر دیا تھا۔ اس کی جگہ سکندر چاہتا تھا کہ اپنے نوجوان سالار کریٹیرس کو وہاں حاکم مقرر کرے لیکن کریٹیرس یونان نہ پہنچ سکا اور اس سے پہلے ہی سکندر اس عالمِ فانی سے کوچ کر گیا۔

یونان کی سرزمین میں اس وقت تین اہم شخصیتیں تھیں۔ ایک سکندر، دوسرا ارسطو اور تیسرا دیماس تھینیز۔ سکندر کے مرنے کے بعد اس کے سالار اینٹی پیٹر کے بیٹے کیسنڈر نے یونان میں طاقت اور قوت حاصل کر لی۔ حالانکہ اینٹی پیٹر کو سکندر معزول کر چکا تھا۔

سب سے پہلے دیماس تھینیز کی بدبختی کی ابتدا ہوئی۔ دیماس تھینیز نے یونان کی آزادی کو بچانے کے لئے کوششیں شروع کیں لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ جب اسے خطرہ ہوا کہ کیسنڈر اسے ہلاک کر دے گا تو وہ جان بچا کر آرمیلیا کے ایک مقام آئی جینیا کی طرف بھاگ گیا۔ دیماس تھینیز نے وہاں جا کر ایک مندر میں پناہ لے لی تھی لیکن اس کے پیچھے اسے قتل کرنے کے لئے لوگ بھیجے گئے۔ دیماس تھینیز کو جب خبر ہوئی کہ اس کا خاتمہ کرنے کے لئے لوگ اس کے پیچھے پیچھے آئی جینیا پہنچ گئے ہیں تو قید ہونے اور ذلت کی موت مرنے کی بجائے اس نے اس مندر میں خودکشی کر لی۔

جہاں تک ارسطو کا تعلق ہے تو سکندر کے بعد ارسطو پر لا مذہبی کا الزام لگایا گیا اور اسے وطن چھوڑنے پر مجبور کیا گیا لہٰذا ارسطو مقدونیہ سے نکل کر تلیس کی طرف چلا گیا۔

یہ یونان کا ایک دور افتادہ صوبہ تھا اور وہاں ہی ایک سال بعد ارسطو اس عالمِ فانی سے کوچ کر گیا۔

جب سکندر نے بابل میں وفات پائی اس وقت اس کے بڑے بڑے سالار بطلیموس، سلیوکس، پرڈیکاس اور نیارکس اس کے پاس موجود تھے۔ سکندر کے مرنے کے بعد انہوں نے سلطنت اور جانشینی پر غور و فکر کرنا شروع کر دیا تھا۔ آخر وہ اس فیصلے پر پہنچے کہ سکندر نے جس قدر علاقے فتح کئے ہیں اسے ایک سلطنت قرار دے کر سلطنت کو فیلکوس اور سکندر کے وارثوں کو محفوظ رکھنا چاہئے۔

سکندر کی وفات کے وقت اس کی سلطنت کے دو وارث تھے۔ ایک اس کا فاتر العقل سوتیلا بھائی ڈائیس جو اب بڑی عمر کو پہنچ چکا تھا۔ اور دوسرا روشنک کا بیٹا جو ابھی چند ہی مہینے کا تھا۔

سارے سالاروں نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ پرڈیکاس کو نائب سلطنت منتخب کیا جائے۔ وہ ایک تجربہ کار سالار تھا اور اس کے علاوہ اس کا شاہی خاندان سے تعلق اور رشتے داری بھی تھی۔ سلطنت کے لئے مختلف گورنر مقرر کرنے کا موقع آیا تو سب سے پہلے بطلیموس نے اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اسے مصر کا والی بنا دیا جائے۔ وہ ہمیشہ سے مصر کا آرزومند بھی رہتا تھا۔ لہٰذا مصر کی حکومت اس کے حوالے کر دی گئی جہاں تک دوسرے بڑے سالار سلیوکس کا تعلق تھا تو اس کے ذمہ یہ کام لگایا گیا کہ وہ ان تمام علاقوں کا انتظام سنبھال لے جو بابل کے مشرق میں تھے۔

اس موقع پر مناسب اور درست تو یہ ہوتا کہ سکندر کا تابوت بابل سے یونان روانہ کر دیا جاتا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ جس وقت بطلیموس کو مصر کا والی مقرر کیا گیا تو بطلیموس یہ تابوت اپنے ساتھ بابل سے مصر لیتا گیا۔ تابوت اپنے ساتھ رکھ کر دراصل مصر میں بطلیموس اپنا اقتدار بڑھانا چاہتا تھا اس طرح مصر میں بطلیموس اور بابل اور مشرقی علاقوں میں سلیوکس کے خاندانوں کی حکومت کا آغاز ہو گیا تھا۔

جہاں تک سکندر کی جانشینی کا تعلق تھا تو اس کا سوتیلا بھائی ڈائس ہلاک کر دیا گیا۔ کہتے ہیں اسے زہر دے دیا گیا تھا۔ باقی روشنک کا بیٹا اکیلا وارث رہ گیا تھا۔ سکندر کی ماں اولمپیاس بھی یونان میں موجود تھی اور اس نے پیغام بھیجا کہ سکندر کی بیوی اور اس کے بیٹے کو یونان بھیج دیا جائے اس لئے کہ اس کا بیٹا اس کی سلطنت کا وارث ہے۔

لیکن حالات کی بدقسمتی کہ سکندر کا سالار پرڈیکاس جسے نائب سلطنت مقرر کیا گیا تھا وہ اسی دوران مر گیا اور یونان میں اینٹی پیٹر بھی ہلاک ہو گیا۔ اب یونان میں اینٹی پیٹر کا بیٹا کیسنڈر ایک طرح سے آمر کی حیثیت اختیار کر گیا تھا چونکہ سکندر نے اس کے باپ اینٹی پیٹر کو معزول کیا تھا لہٰذا کیسنڈر اب سکندر اور اس کے خاندان کے خلاف ہو گیا تھا۔

بہر حال سکندر کی ماں اولمپیاس کے کہنے پر جب سکندر کی بیوی روشنک اور اس کا بیٹا ایشیا سے یونان پہنچے تو اینٹی پیٹر کے بیٹے کیسنڈر نے روشنک اور اس کے بیٹے کے ساتھ اولمپیاس کو بھی گرفتار کر لیا۔ اس موقع پر کیسنڈر نے بہت سے لشکریوں اور سالاروں کو حکم دیا کہ اولمپیاس، روشنک اور اس کے بیٹے تینوں کی گردنیں کاٹ دی جائیں لیکن کوئی بھی سالار، کوئی بھی لشکری سکندر کی ماں، اس کی بیوی اور بیٹے پر تلوار اٹھانے کے لئے تیار نہ ہوا۔ جس سے بھی یہ کام لئے جانے کی کوشش کی جاتی وہ چلا اٹھتا۔

''ہم اس شخص کی ماں، بیوی اور بیٹے کو قتل نہیں کر سکتے جسے یونانی دیوتا سمجھ رہے ہیں۔''

آخر کیسنڈر نے یہ کام خود کیا۔ اس نے سکندر کی ماں اولمپیاس، بیوی روشنک اور اس کے بیٹے کو ایک جگہ جمع کیا، تینوں کے ہاتھوں پاؤں باندھے اور انہیں پانی میں ڈبو کر ہلاک کر دیا۔ اس طرح جہاں سکندر نے اس دنیا سے کوچ کیا، وہاں اس کی ماں اور جانشین بھی دنیا میں نہ رہے۔

ہندوستان پر سکندر کے حملے کے جہاں نقصانات ہوئے وہاں ایک بہت بڑا فائدہ بھی ہوا۔ سکندر کے حملے نے ہندوستان کو پہلی بار شہنشاہیت کی لال پری کا چہرہ دکھایا۔ اس لئے کہ ہندوستان کے لوگوں نے یہ اندازہ لگایا کہ سکندر نے جو ان کے خلاف فتوحات حاصل کی تھیں وہ یونانیوں کا آپس میں اتحاد تھا اور ہندوستان کے مختلف حکمرانوں نے جو سکندر کے خلاف نقصان اور شکستیں اٹھائیں وہ ان کی نا اتفاقی اور نفاق کی بناء پر تھا۔

یہ نسخہ ہاتھ آنے کے بعد مگدھ یعنی بہار کا راجہ چندر گپت موریہ سب سے پہلے حرکت میں آیا اور اس نے پورے ہندوستان پر اپنی حکومت قائم کرنے کا عزم کر لیا۔ اس میں وہ کامیاب بھی ہوا۔ اس طرح دن رات تگ و دو کرتے ہوئے سکندر کے بعد

یہی چندر گپت موریہ ایک چھوٹے سے راجہ سے شہنشاہِ اعظم کی حیثیت اختیار کر گیا۔ اسی چندر گپت موریہ کا پوتا اشوک تھا جسے تاریخ میں اشوکِ اعظم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جن کروڑوں انسانوں کے دلوں میں سکندر کی یاد تازہ تھی وہ اس کے لئے کوئی لقب تجویز نہ کر سکے۔ ایک صدی تک اسے سکندر ہی کہا جاتا رہا یہاں تک کہ ایک صدی کے قریب زمانہ گزرنے کے بعد اسے سکندرِ اعظم کہا جانے لگا۔ جن حکمرانوں یا سالاروں کے ساتھ لفظ اعظم لگایا گیا، غالباً سکندر ان میں سرِفہرست اور پہلا ہے۔ بعد میں اس کی فتوحات، اس کی کامیابیوں سے متاثر ہونے کے بعد اس کا نام کئی خاندانوں اور حکمران طبقے میں استعمال کیا گیا۔ مثلاً بلقان میں اس کے نام کے کئی حکمران آئے۔ سکاٹ لینڈ کے سرداروں اور روس کے زاروں میں بھی سکندر نام کے کئی اشخاص گزرے۔ حتیٰ کہ پاپائِ روم میں سے بھی ایسے آٹھ پاپائے اعظم ہوئے جن کے نام سکندر تھے۔ بہرحال سکندر اس دارِ فانی سے گزر گیا، اس کے جانشینوں کا خاتمہ کر دیا گیا اور اس کی سلطنت کو کئی حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

کریٹیز، اناہیتا اور برسین نے سکندر کی وفات کے کئی ماہ تک بابل ہی میں قیام کئے رکھا۔ تینوں کی رہائش ایک خیمے کی بجائے اب دریائے دجلہ کے کنارے بخت نصر کے محل کے ایک حصے میں تھی۔

ایک روز جب اس حصے میں کریٹیز داخل ہوا تو اندر اناہیتا اور برسین کسی موضوع پر گفتگو کر رہی تھیں۔ کریٹیز کو دیکھتے ہی اناہیتا اپنی جگہ پر اٹھی۔ چند قدم آگے بڑھی اور پھر بڑے پیار بھرے انداز میں کریٹیز کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''میرے خیال میں آپ کوچ کی تیاری نہیں کرنا چاہتے۔ مزید بابل میں قیام کرنا چاہتے ہیں جبکہ آپ نے چند دن پہلے کہا تھا کہ اب ہم زیادہ یہاں نہیں ٹھہریں گے اور جلد دمشق کی طرف کوچ کریں گے۔''

اس موقع پر برسین بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور سوالیہ سے انداز میں کریٹیز کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

آخر کریٹیز بولا اور ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''اس کمرے میں داخل ہوتے وقت میرے ذہن میں یہی خیال تھا کہ تم دونوں بہنیں مجھ سے یہی سوال کرو گی اناہیتا نے تو یہ سوال کر لیا ہے جبکہ میں دیکھتا ہوں کہ میری بہن برسین کی آنکھوں میں بھی یہی سوال ہے تو آپ دونوں کے سوال کا جواب اس وقت میرے پاس یہ ہے کہ باہر تین گھوڑے کوچ کے لئے بالکل تیار ہیں۔ گھوڑوں کی زینوں کے ساتھ زادِ راہ کے علاوہ بستر، مشکیزے اور دوسرا سارا سامان بندھا ہوا ہے۔ بس تم دونوں بہنوں کی دیر ہے۔ جونہی تم تیاری کرو گی، ہم یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔''

کریٹیز کے ان الفاظ پر اناہیتا نے مسکراتے ہوئے برسین کی طرف دیکھا پھر کریٹیز کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''ہم دونوں بہنیں بالکل تیار ہیں۔ آپ کو اس سلسلے میں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔''

جواب میں کریٹیز بھی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''اگر یہ بات ہے تو پھر چلو، اس کمرے میں جو تم دونوں کا ضروری سامان ہے وہ میں اٹھاتا ہوں اور کوچ کرتے ہیں۔ راستے میں، میں اپنے ماں باپ کی قبروں سے بھی ہوتا جاؤں گا۔ اس لئے کہ جس وقت میں ان کے تین قاتلوں سے نمٹنے کے لئے ارشہر کی طرف گیا تھا تو میں نے ایک چکر لگاتے ہوئے اس علاقے کا بھی رخ کیا تھا اور وہاں میں نے اپنے ماں باپ کی قبریں دیکھی تھیں اور وہاں دعا بھی مانگی تھی۔ اب جاتے ہوئے بھی میں ایسا ہی کرنا چاہتا ہوں۔''

کریٹیز جب خاموش ہوا تو اناہیتا کہنے لگی۔ ''میں اور برسین نے اپنا ضروری سامان دو بڑی بڑی چرمی خرجینوں میں منتقل کر دیا ہے اور وہ خرجینیں ہم اٹھاتی ہیں اور آپ کے ساتھ ہو لیتی ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی اناہیتا اور برسین دونوں جب اس کمرے کے کونے کی طرف بڑھنے لگیں تب کریٹیز ایک دم لپکا۔ دونوں کے بازو پکڑ کر اس نے اپنی طرف کھینچا۔ دونوں عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگی تھیں اور کریٹیز مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''ایک بہن ہے اور دوسری بیوی۔ جو سامان تم اٹھانے جا رہی ہو، وہ تمہارا کام

نہیں۔ میں خود اٹھاؤں گا۔ تم باہر چلو۔"

کرٹیز کے ان الفاظ پر برسین اور اناہیتا دونوں مسکرا دی تھیں۔ آگے بڑھ کر کرٹیز نے چار چرمی خرجینیں اٹھائیں اور کمرے کے دروازے کی طرف لپکا۔ برسین اور اناہیتا اس کے ساتھ تھیں۔

تینوں باہر آئے جہاں گھوڑے کھڑے تھے۔ کرٹیز نے خرجینیں گھوڑوں کی زینوں کے ساتھ باندھ دیں۔ اتنی دیر تک برسین اور اناہیتا دو گھوڑوں پر سوار ہو کر ان کی باگیں سنبھال چکی تھیں۔ پھر کرٹیز بھی جست لگا کر اپنے گھوڑے پر بیٹھا، پھر اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ اس کے پیچھے پیچھے برسین اور اناہیتا بھی اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا چکی تھیں۔ پھر وہ وہاں سے روانہ ہوئے تھے۔

پہلے وہ اس شاہراہ پر سفر کرتے رہے جو دریائے دجلہ کے کنارے کنارے شمال کی طرف جاتی تھی۔ کافی فاصلہ انہوں نے اسی شاہراہ پر طے کیا۔ یہاں تک کہ کرٹیز بائیں جانب مڑا۔ اس موقع پر فکر مندی کے انداز میں اناہیتا نے کرٹیز کو مخاطب کیا۔

"آپ بائیں جانب کدھر جا رہے ہیں؟ اس شاہراہ کو ہمیں نہیں چھوڑنا چاہئے۔"

اس پر کرٹیز کہنے لگا۔ "تم دونوں بہنیں یہیں رکو یہ بائیں جانب جو چھوٹے چھوٹے کوہستانی سلسلوں کا ٹیلہ ہے ان میں سے پہلے ٹیلے پر میرے ماں باپ کی قبریں ہیں۔ میں وہاں جا کر دعا مانگتا ہوں اور لوٹ کر تم دونوں بہنوں کے پاس آتا ہوں۔"

اس موقع پر برسین اور اناہیتا نے تھوڑی دیر کے لئے ایک دوسرے کی طرف بڑی سنجیدگی سے دیکھا پھر وہ بھی کرٹیز کے پیچھے ہو لی تھیں۔

ٹیلے کے قریب جا کر کرٹیز اپنے گھوڑے سے اترا۔ اناہیتا اور برسین بھی گھوڑوں سے اتر گئیں۔ تینوں ٹیلے پر چڑھے۔ ٹیلے کے اوپر دو قبریں تھیں اور اس ٹیلے کے علاوہ آس پاس کے ٹیلوں پر بھی نباتات کی کثرت تھی۔

کرٹیز ان قبروں کے پاس بیٹھ کر دعا مانگنے لگا جبکہ اناہیتا وہاں سے ہٹی۔ قریب ہی جو جنگلی پھول تھے وہ توڑ توڑ کر اکٹھے کرنے لگی۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے برسین بھی جنگلی پھول توڑنے لگی تھی۔ شاید وہ دونوں بہنیں کرٹیز کے ماں باپ کی قبر پر پھول ڈالنا چاہتی تھیں۔

پھول توڑنے کے بعد دونوں بہنیں جب لوٹیں تو اناہیتا آگے اور برسین پیچھے تھی۔ اناہیتا جب کرٹیز کے پاس آئی تو اس کا رنگ پیلا ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ اپنے ماں باپ کی قبروں کے درمیان بیٹھا کرٹیز ان کی قبروں پر ہاتھ پھیرنے کے ساتھ ساتھ دبی دبی ہچکیوں وسسکیوں میں رو رہا تھا اور اس کے آنسو ایک تواتر کے ساتھ گر رہے تھے۔

یہ صورتِ حال اناہیتا کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ بیچاری رونے والی ہو گئی تھی۔ ہاتھوں میں پکڑے ہوئے پھول اس نے ایک قبر پر ڈال دیئے جبکہ دوسری قبر پر برسین نے اپنے پھول ڈال دیئے تھے۔ پھر اناہیتا آگے بڑھی۔ پہلے کرٹیز کے پیچھے کھڑی ہو کر اس کے شانے دباتی رہی پھر روتی اور سسکتی آواز میں اس نے کئی بار کرٹیز کو پکارا۔ اس سے اٹھنے کے لئے کہا۔ لیکن جب وہ اسی حالت میں اپنی جگہ پر بیٹھا رہا تب روتے اور سسکتے ہوئے اناہیتا جھکی۔ اپنے دونوں بازو اس نے کرٹیز کی بغلوں میں ڈالے۔ زور لگا کر اسے اٹھایا پھر محبت بھرے انداز میں کہنے لگی۔

"اٹھیں ...... یہ دنیا فانی ہے۔ ہر ایک نے اپنے وقت پر یہاں سے کوچ کر جانا ہے اور اس کائنات کے اندر خداوند قدوس کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہیں جو اس دارِ فانی سے کسی کے دائمی کوچ کو روک سکے یا اس کی موت کو ٹال سکے۔ اٹھیں! اب یہاں سے کوچ کریں۔"

اناہیتا کے کہنے پر کرٹیز اٹھ کھڑا ہوا۔ اناہیتا نے اس کا چہرہ اپنی طرف کیا۔ سر پر بندھے ہوئے رومال سے اس نے اس کے آنسو صاف کئے۔ اس کا چہرہ پونچھا، پھر آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی مسکراہٹ میں کہنے لگی۔

"میں آپ کے ساتھ ہوں۔ میرے اور آپ کے دُکھ سُکھ سانجھے ہیں۔ اور پھر کسی کا دائمی کوچ کرنا تو ہمارے بس کا کام نہیں۔ جس طرح آپ کے ماں، باپ نے کوچ کیا ہے اسی طرح ایک روز ہم بھی یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔"

لمحہ بھر کے لئے اناہیتا خاموش رہی پھر اس نے ایک طرح سے کرٹیز کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اور بڑی ہمدردی میں کہنے لگی۔

"اب چلیں ...... یہاں سے کوچ کریں۔ دمشق کا رخ کریں۔ اس لئے کہ اب وہاں ہمیں ایک نئی زندگی کی ابتداء کرنی ہے۔"

اناہیتا کے کہنے پر کرٹیز چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لیا۔ برسین گردن جھکائے

غمزدہ و افسردہ ان دونوں کے پیچھے پیچھے تھی۔

تینوں ٹیلے سے نیچے اترے۔ اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے، دریائے دجلہ کی طرف آئے۔ وہاں آکر انہوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی۔ پھر وہ بابل سے نکلنے والی اس شاہراہ پر اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے تھے جو نینوا کے کھنڈرات سے ہوتی ہوئی دمشق کا رخ کرتی تھی!

☆......(ختم شد)......☆

ایک تاریخ...... ایک ناول

صاحب طرز ادیب جناب اسلم راہی ایم اے کا شاہکار ناول

ابلیکا

جس میں حضرت آدمؑ سے لے کر نبی کریم ﷺ تک دنیا کی تاریخ پیش کی گئی ہے۔

بڑا سائز، سفید کاغذ، مضبوط جلد پانچ ہزار سے زائد صفحات۔

قیمت حصہ اول 325-00 حصہ دوم 350-00 حصہ سوم 350-00
حصہ چہارم 375-00 حصہ پنجم 400-00 حصہ ششم 450-00
حصہ ہفتم 500-00 مکمل سیٹ -/2750 روپے

صاحب طرز ادیب جناب قمر اجنالوی کا ایوارڈ یافتہ سفر نامہ

ایک مہماتی سفر کی لرزہ خیز داستان

دھرتی کا سفر قمر اجنالوی

انسانی تاریخ و آثار کے پس منظر میں ایک ہولناک سرگزشت... 1200 صفحات کے دو حصوں پر مشتمل باپ بیٹے کے سفر کی رومان آفرین تحیر انگیز سنسنی خیز اور دلوں پر لرزہ طاری کر دینے والی تحریر۔ قیمت حصہ اول 450-00 قیمت حصہ دوم 450-00

آج سے تقریباً ڈھائی ہزار سال پرانی تاریخ...... دیوتاؤں کے شہر بابل کی کہانی

صاحب طرز ادیب جناب قمر اجنالوی نے 35 سال کی طویل ریسرچ کے بعد قلمبند کیا

چاہ بابل قمر اجنالوی

دنیا کی سب سے بڑی داستان محبت، جو ایک سراپا جمال عورت اور ایک سراپا عشق نوجوان کے ٹکراؤ سے پیدا ہوئی۔ 800 صفحات۔ قیمت 500-00 روپے

ایک عظیم ناول ☆ ایک عظیم تاریخ

فاتح بیت المقدس

سلطان صلاح الدین ایوبی

الماس ایم۔اے کے قلم سے...... اردو زبان کا سب سے زیادہ ضخیم، دلچسپ، معلوماتی و اسلامی ناول۔

بڑا سائز، خوبصورت گرد پوش 900 سے زائد صفحات، قیمت -/550 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور۔ فون: 7231595

اسلم راہی ایم اے کے ولولہ انگیز تاریخی ناول

جن کے بغیر آپ کی لائبریری نامکمل ہے

خیرالدین باربروسہ	300/-	طارق بن زیادؓ	300/-
بے منزل مسافر	350/-	مقدس دیوداسی	200/-
گوالیار کی راجکماری	350/-	سرابوں کے صحرا	300/-
ناصرالدین محمود	225/-	رقص درویش	300/-
گل گامش	350/-	دشت کے بھیڑیے	300/-
اندھیروں کے ساربان	350/-	غرناطہ کا چوپان	300/-
تاریک رزم گاہ	300/-	شیر شاہ سوری	350/-
صقلیہ کا مجاہد	300/-	سندھ کا سورما	250/-
عقاب	250/-	برق کلیسا	225/-
قتیبہ بن مسلم	200/-	نیشاپور کا شاہین	250/-
موت کے مسافر	300/-	بابل کا بت شکن	250/-
یثرب کا ابلیس	250/-	یروشلم کی ساحرہ	350/-
سنہری غول	200/-	بازگشت	200/-
صلیب وحرم	200/-	صلیب کے بھنور	250/-
حجاج بن یوسف	325/-	ہیلن آف ٹرائے	250/-
طلسم کدہ	200/-	علاؤالدین خلجی	250/-
آتش فشاں	250/-	بایزید یلدرم	300/-
آخری حصار	250/-	گرداب	200/-
بنت نیل	275/-	پیاسا صحرا	200/-
سائبیریا کا طوفان	250/-	روحیں جو دیکھی گئیں	200/-
آتش وآہن	300/-	الپ ارسلان	250/-
ظلمات	250/-	کشکول قضا	200/-
ابلیکا (7 جلدیں)	2700/-	ملکہ زنوبیا	250/-
صحرا کی آگ	200/-	نیل کی ناگن	250/-
سراج منیر (دوجلدیں)	600/-	خانہ بدوش	250/-

مکتبہ القریش، قذافی مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور۔ فون: 7231595

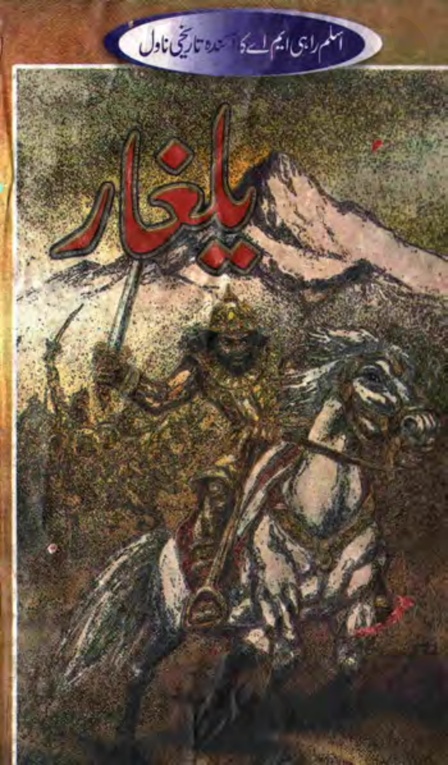
اسلم راہی ایم اے کا تاریخی ناول
یلغار